المعروف جواہر قرآنیہ

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء وهدى ورحمة وبشرى للمسلمين (القرآن)

الیواقیت الحسان فی علوم القرآن

علوم قرآنیہ کا نایاب تحفہ

جلد سوم

حضرت مولانا کریم بخش صاحب مدظلہ

مدیر جامعہ عمر بن الخطاب ملتان

مکتبہ عمر بن الخطاب

ٹی چوک شاہ رکن عالم کالونی ملتان موبائل: 0301-7574977

Marfat.com

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (القرآن)

اَلْيَوَاقِيْتُ الْحِسَان فِیْ عُلُوْمِ الْقُرْآن

علومِ قرآنیہ کا نایاب تحفہ

جلد سوم

(۱) نباتاتِ قرآنی یعنی ان نباتات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔(۲) اسراء ومعراج۔(۳) قرآن کریم اور تقدیر۔(۴) اَلْجَبْرُ وَالْقَدَرُ۔(۵) صفاتِ متشابہات۔(۶) حضرت مہدی رضی اللہ عنہ۔(۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔(۸) دجّال۔(۹) برمودا تکون۔(۱۰) فتنہ تاتار۔(۱۱) فتنہ یاجوج ماجوج۔(۱۲) خواتین کے متعلق فضائل ومسائل۔(۱۳) مسنون نکاح کی چند روشن مثالیں۔(۱۴) دین کی محنت میں خواتین کا حصہ۔(۱۵) خواتین کے دینی کارنامے۔(۱۶) اللہ جل جلالہ کی قدرتِ کاملہ اور صنعتِ متقنہ کی شاہکار نشانیاں۔(۱۷) اللآلی المنثورہ، اور ان جیسے اور بہت سارے فوائد ونکات"۔

حضرۃ مولانا کریم بخش صاحب دامت فیوضہم

ناشر
مکتبہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الخطاب
سیدنا عمر فاروق چوک شاہ رکن عالم کالونی ملتان پاکستان
0301-7574977, 0300-7345151 , 061-6775251
Muaaz5151@gmail.com

M-33924

Marfat.com

جملہ حقوق طباعت بحق مکتبہ عمر بن الخطاب ملتان محفوظ ہیں

عرضِ ناشر: الحمد للہ اگرچہ مکتبہ عمر بن الخطاب ملتان نے
الیواقیت الحسان فی علوم القرآن (جلد سوم)
کی تصحیح وطباعت میں ہر ممکن احتیاط سے کام لیا ہے لیکن کبھی کبھی
کتابت، طباعت اور جلد سازی میں سہواً غلطی ہو جاتی ہے۔
اگر کسی صاحب کو ایسی کسی غلطی کا علم ہو تو براہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

297.11
ک ۱۵ ک
142782
جلد ۳

مکتبہ عمر بن الخطاب ملتان
E-Mail: maktabaumerbinalkhattab@gmail.com

نام کتاب: الیواقیت الحسان فی علوم القرآن (جلد سوم)

تالیف: مولانا کریم بخش صاحب عفا الکریم عنہ

ضبط وترتیب: مولانا محمد ابوبکر لودھروی عفا اللہ عنہ (ضبط وترتیب، شعبہ تصنیف جامعہ عمر بن الخطاب، ملتان 0300-3662063)

کمپیوٹر کمپوزنگ: عبدالرحمن رضا، افضال احمد
(0321-6343499) (0312-4995576)

ناشر: مکتبہ عمر بن الخطاب ملتان

فون: 061-6775251
0301-7574977, 0300-7345151

ای میل: Muaaz5151@gmail.com

ملنے کے پتے

☆...... مکتبہ حقانیہ، ملتان
☆...... مکتبہ امدادیہ، ملتان
☆...... مکتبہ مجیدیہ، ملتان
☆...... مکتبہ اشاعت الخیر، ملتان
☆...... تالیفات اشرفیہ، ملتان
☆...... مکتبہ ادارہ اسلامیات، لاہور
☆...... مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ، لاہور
☆...... مکتبہ قاسمیہ، لاہور
☆...... مکتبہ الحسن، لاہور
☆...... مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
☆...... قدیمی کتب خانہ، کراچی
☆...... مکتبہ لدھیانوی، کراچی
☆...... مکتبہ عمر فاروقؓ، کراچی
☆...... مکتبہ شیخ، کراچی
☆...... مکتبہ اسلامیہ، لاہور / فیصل آباد
☆...... جامعۃ الحبیب، فیصل آباد
☆...... مکتبہ عمر فاروق، راولپنڈی
☆...... مکتبہ صفدریہ، راولپنڈی
☆...... مکتبہ الحرمین، سرگودھا
☆...... مکتبہ حرمین، سرگودھا
☆...... مکتبہ علمیہ، اکوڑہ خٹک
☆...... مکتبہ رشیدیہ، اکوڑہ خٹک
☆...... مکتبہ فاروقیہ، وہاڑی
☆...... مکتبہ دار المطالعہ، حاصل پور

Marfat.com

حرفِ آغاز

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ الْمَلِكُ لَا شَرِيْكَ لَكَ، وَ الْفَرْدُ لَا نِدَّ لَكَ، كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَكَ، لَنْ تُطَاعَ اِلَّا بِاِذْنِكَ، وَلَنْ تُعْصٰى اِلَّا بِعِلْمِكَ، تُطَاعُ فَتَشْكُرُ، تُعْصٰى فَتَغْفِرُ، اَقْرَبُ شَهِيْدٍ، اَدْنٰى حَفِيْظٍ، حُلْتَ دُوْنَ النُّفُوْسِ وَاَخَذْتَ بِالنَّوَاصِيْ، كَتَبْتَ الْاٰثَارَ، وَنَسَخْتَ الْاٰجَالَ، اَلْقُلُوْبُ لَكَ مُفْضِيَةٌ، اَلسِّرُّ عِنْدَكَ عَلَانِيَةٌ، اَلْحَلَالُ مَا اَحْلَلْتَ، وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمْتَ، وَالدِّيْنُ مَا شَرَعْتَ، وَالْاَمْرُ مَا قَضَيْتَ، وَالْخَلْقُ خَلْقُكَ، وَالْعَبْدُ عَبْدُكَ، وَ اَنْتَ اللهُ الرَّءُوْفُ الرَّحِيْمُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَحَبِيْبِنَا وَشَفِيْعِنَا وَمَوْلَانَا وَ قَائِدِ غُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَمُحِبِّيْهِ اَبَدَ الْاٰبِدِيْنَ وَدَهْرَ الدَّاهِرِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ!

اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے زبان قاصر ہے کہ ایک عرصہ سے اس نے فجر کی نماز کے بعد درسِ قرآن کی توفیق سے نوازا ہوا ہے، بعض احباب نے مخلصانہ مشورہ دیا کہ یہ درس تحریری شکل میں آنے چاہییں، تاکہ جو لوگ براہِ راست نہیں سُن سکتے وہ بھی مُستفید ہو سکیں اور اس طرح یہ ایک صدقہ جاریہ بن جائے۔

چنانچہ اس پر کام شروع کیا گیا اور سورۃ الفاتحہ کی تفسیر "تفسیر ھٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ" کے نام سے ایک ضخیم کتاب کی شکل میں مرتب ہوگئی اور بحمد اللہ اب چھپ بھی چکی ہے، مزید سلسلہ جاری ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

بعد ازاں دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا اور کچھ احباب نے بھی خیال ظاہر فرمایا کہ کچھ اور جہات سے بھی قرآن مجید کی خدمت کی سعادت حاصل کرنی چاہئے، یوں ایک طویل مدت کے بعد ایک معتدبہ ذخیرہ معلومات جمع ہو گیا، جس میں قرآن کریم کے مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالی گئی ہے، اور اس کو "اَلْيَوَاقِيْتُ الْحِسَانُ فِيْ عُلُوْمِ

Marfat.com

الْقُرْآن"۔ (المعروف جواہرِ قرآنیہ) کے نام سے چار جلدوں میں مرتب کیا گیا ہے، جلد اوّل و دوم چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہے، جلد سوم اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، جو درج ذیل فوائد و نکات پر مشتمل ہے:

(۱) نباتاتِ قرآنی یعنی جدید علمِ نباتات کی روشنی میں ان نباتات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔ (۲) اسراء و معراج۔ (۳) قرآن کریم اور تقدیر کا بیان۔ (۴) اَلْجَبْرُ وَالْقَدَرُ۔ (۵) صفاتِ متشابہات۔ (۶) حضرت مہدی رضی اللہ عنہ۔ (۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ (۸) دجّال۔ (۹) برموداتکون۔ (۱۰) فتنہ تاتار۔ (۱۱) فتنہ یاجوج ماجوج۔ (۱۲) خواتین کے متعلق فضائل۔ (۱۳) خواتین کے متعلق مسائل۔ (۱۴) جہیز کی شرعی حیثیت۔ (۱۵) خواتین کے حقوق۔ (۱۶) مسنون نکاح کی چند روشن مثالیں۔ (۱۷) دین کی محنت میں خواتین کا حصہ۔ (۱۸) خواتین کے دینی کارنامے۔ (۱۹) اللہ جل جلالہ کی قدرتِ کاملہ اور صنعتِ متقنہ کی شاہکار نشانیاں۔ (۲۰) انسانی جسم سے متعلقہ مضامین۔ (۲۱) بارہ باتیں جن میں عورت، مرد سے مختلف ہے۔ (۲۲) زمین، آسمان، سورج، چاند اور ستاروں وغیرہ سے متعلق سینکڑوں نعمتیں۔ (۲۳) اللآلی المشورہ، اور ان جیسے اور بہت سارے فوائد و نکات"۔

اُمید ہے کہ اس سے قرآن کریم کے مطالعہ و استفادہ میں مدد ملے گی، اس کی ذمہ داریوں کا احساس ہوگا، اور بہت سی ان مفید باتوں کا علم ہوگا جو قرآن کریم کے مطالعہ میں ممدّ و معاون ہیں، اور بہت سے ان خطروں اور لغزشوں سے آگاہی ہوگی جو اس کی راہ میں حائل اور مانع ہیں اور اعجازِ قرآن کے بہت سے پہلو سامنے آئیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں التجا ہے کہ وہ اس خدمت کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما کر تمام مسلمانوں کے لئے مفید و نافع بنائے، اور میرے لیے اور میرے والدین، اور تمام معاونین و محسنین کے لئے ذریعہ نجات بنائے، آمین۔

کریم بخش عفا الکریم عنہ
مہتمم جامعہ عمر بن الخطاب، ملتان
۲۰ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ

PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

فہرست مضامین (جلد سوم) الیواقیتُ الحِسان

مضامین	صفحہ
حرفِ آغاز	3
فہرست	5
نباتاتِ قرآنی	21
مَنّ	23
قرآنی آیات بسلسلہ مَنّ	23
مَنّ کے متعلق اقوالِ مختلفہ	24
مَنّ وسلوٰی	26
کھمبی	28
کھمبی کے فوائد	29
خلاصہ	29
کھجور	30
قرآنی آیات بسلسلہ کھجور	30
ارشاداتِ نبوی ﷺ	38
کھجور کی اہمیت	39
کھجور کے بارے میں احتیاط	39
نوزائیدہ بچوں کے لئے بہترین گھٹی	40
کھجوروں کی طبی حیثیت	40
کھجور کے فوائد	41
کھجور کے طبّی فوائد	43
نخلستان کا بادشاہ	45
کھجور کے باغات	46
کھجور کا گابھا	47
کھجور کی عملی افادیت	47
انجیر	49
قرآنی آیت بسلسلہ انجیر	49
انجیر کے فوائد	50
انجیر کا وطنِ اصلی	52
زیتون	52
قرآنی آیات بسلسلہ زیتون	52
زیتون کے تیل کے فوائد	56
قبض کا علاج	56
ذیابیطس، ایک سبق آموز واقعہ	56
زیتون کا وطنِ اصلی	57
زیتون پیغامِ امن	57

Marfat.com

ارشاداتِ نبوی ﷺ	58
زیتون کے فوائد	59
زیتون کا تیل	59
انگور	60
قرآنی آیات بسلسلہ انگور	60
انگور کے فوائد	64
زبیب	65
ارشاداتِ نبوی ﷺ	65
منقہ کے فوائد	66
انار	66
قرآنی آیات بسلسلہ انار	66
ارشاداتِ نبوی ﷺ	68
محدثین کے مشاہدات	69
بیری	70
قرآنی آیات بسلسلہ سدر	70
ارشاداتِ نبوی ﷺ	72
بیر کے فوائد	74
جھاؤ	74
قرآنی آیت بسلسلہ جھاؤ	74
شجر مسواک	75
قرآنی آیت بسلسلہ پیلو	75
ادرک	76
قرآنی آیت بسلسلہ ادرک	76
ادرک کے فوائد	77
مَسُور	78
قرآنی آیت بسلسلہ مَسُور	78
احادیثِ نبوی ﷺ	80
مسور کی دال کے فوائد	81
پیاز	81
قرآنی آیت بسلسلہ پیاز	81
ارشاداتِ نبوی ﷺ	82
پیاز کے فوائد	84
لہسن	85
قرآنی آیت بسلسلہ لہسن	85
لہسن کی اجازت	85
لہسن کے فوائد	86
تنبیہ	86
قِثَّاء	87
ارشاداتِ نبوی ﷺ	87
کھیرا کھانے کے فوائد	88

Marfat.com

بُول عرب، یا کیلا	88
قرآنی آیت بسلسلہ بول عرب	89
رائی	89
قرآنی آیات بسلسلہ رائی	89
زَقوم	90
قرآنی آیات بسلسلہ زقّوم	90
ضریع	92
قرآنی آیت بسلسلہ ضریع	92
طوبیٰ	92
قرآنی آیت بسلسلہ طوبیٰ	92
شجر (درخت)	93
شجرۂ آدم	93
شجرۂ موسیٰ	94
شجرۂ بیعتِ رضوان	95
شجرۂ طیبہ اور شجرۂ خبیثہ	96
شعیر (جَو)	96
جَو کا دلیہ	97
ستّو	98
جَو کے فوائد	98
عسل (شہد)	99
ارشاداتِ ربّانی	100
ارشاداتِ نبوی ﷺ	100
شہد کے فوائد	102
شہد کی پہچان کے کئی طریقے	104
امراضِ تنفس میں شہد	105
گردے کی پتھری اور زکام میں شہد	105
حبۃ السوداء (کلونجی)	105
کدّو	106
قرآنی آیت بسلسلہ کدو	106
ارشاداتِ نبوی ﷺ	108
کدو کے فوائد	109
برگ (ساگ)	110
قرآنی آیات بسلسلہ برگ	110
اناج (دانے)	111
چارہ	112
ترکاری	112
قرآنی آیات بسلسلہ بقلٌ اور قضبًا	113
ریحان	113
ارشاداتِ نبوی ﷺ	114
ریحان کے فوائد	115

Marfat.com

کافور	115
کافور کے فوائد	117
مسک (کستوری)	117
ارشاداتِ نبوی ﷺ	119
کستوری کے فوائد	120
کستوری کی پہچان کا طریقہ	121
لبن "دودھ"	121
دودھ کے فوائد	122
دودھ کی کیمیاوی ساخت	122
استسقاء کا علاج	123
دل کی بیماریوں کا علاج	123
اَلْمَآءُ "پانی"	123
پانی پینے کے آداب	124
مَاءُ الْمَطَرِ "بارش کا پانی"	125
بارش کا عمل	125
لَحْمٌ	126
ارشاداتِ ربّانی	127
ارشاداتِ نبوی ﷺ	128
عِرق النساء کا علاج	129
گوشت کے فوائد	130
بُھنا ہوا گوشت	131
ماءاللحم	131
ثرید	132
پرندوں کے گوشت کے فوائد	133
حوت، سمك (مچھلی)	133
مچھلی کے فوائد	135
فائدہ	136
عنبر	136
عنبر کے فوائد	139
عنبر اشہب	140
مرجان	140
مرجان کے فوائد	141
لؤلؤ (موتی)	142
ارشاداتِ ربّانی	143
ارشاداتِ نبوی ﷺ	144
موتیوں کے فوائد	144
اسراء و معراج	145
واقعہ معراج کی تمہید	145
نکتہ	145
مختصر واقعہ معراج	146

Marfat.com

نزولِ اقدس در بیت المقدس	148
خطبہ تحمید	149
نکات	150
عروجِ سماوات	151
سیر ملکوت اور آسمانوں میں انبیا کرام علیہم السلام سے ملاقات	152
سدرۃ المنتہیٰ	153
مشاہدہ جنت وجہنم	154
مقام صریف الاقلام	154
نکات	155
تین عطیے	156
معراج سے واپسی کے حالات وواقعات	158
نکات	160
لطائف ومعارف اور اسرار وحکم	160
دو عظیم نعمتیں، معراج اور شفاعت	161
شانِ عبدیت	161
رات کی تصریح کی وجہ؟	161
مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے جانے کی حکمت	162
مسجدِ اقصیٰ میں پڑھائی جانے والی نماز نفل تھی یا فرض؟	162
آسمانوں میں انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کی حکمت؟	162
انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کی نوعیت	166
معارفِ معراج	166
رؤیت باری تعالیٰ بصری تھی یا قلبی؟	168
کیا آپ ﷺ نے معراج میں اللہ جل جلالہ کو دیکھا؟	169
رؤیت باری تعالیٰ سے متعلق تفصیلی بحث	171
آیاتِ نجم کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کا اختلاف	171
جنت ودوزخ کا موجودہ مقام	174
آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں ایک اور تحقیق مفید	175
رؤیتِ باری تعالیٰ کا مسئلہ	179
رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق تحقیق دقیق	180
کیا دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ ممکن ہے؟	199
آخرت میں مؤمنین کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا	200
قرآن کریم اور تقدیر	202
قضا وقدر میں فرق	202
بھلی اور بُری تقدیر کا مطلب	202
خلاصہ	203
تقدیر کا دائرہ	204
تقدیر کا مسئلہ آسان ہے	205
تقدیر کا مسئلہ مشکل کیوں بن گیا ہے؟	205
تقدیر پر ایمان لانے کے تین اہم فائدے	207
تقدیر کے ساتھ تدبیر ضروری ہے	209

Marfat.com

تقدیر معلق صرف بندوں کے اعتبار سے ہوتی ہے	209
خلاصہ کلام	210
مثالوں سے مزید وضاحت	211
مسئلہ تقدیر کی دو جانبیں	212
حضرت آدم وموسیٰ علیہما السلام میں ایک مناظرہ	213
تشریح	213
فائدہ	214
اخروی انجام آخری اعمال کے مطابق ہوگا	215
عہد الست اور عالمِ ذرّ	216
نابالغ بچوں کا حکم دو طرح کا ہے، دنیوی اور اخروی	216
دل، رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہیں	218
جنتیوں اور جہنمیوں کے نام رجسٹروں میں	219
جھاڑ پھونک اور دوا دارو تقدیر کو ٹال نہیں سکتے	221
تقدیر کا انکار گمراہی ہے	222
تقدیر الٰہی کا دوسرا مظہر	224
اَلْجَبْرُ وَالْقَدْرُ	226
مسئلہ جبر وقدر	226
کائنات میں مخلوقات دو قسم کی ہے	226
بداہۃً اختیار کی مالک مخلوق کی اقسام	227
انسان کی اقسام	227
خلاصہ	229
تقدیر اور تدبیر	230
مجبورِ محض	231
ناتمام اختیار	231
خلق اور کسب میں فرق	232
سوال	232
جواب	232
مسئلہ مجازات	233
دوسری مثال	234
دوسرا فائدہ	234
خلق اور کسب (ایک اور توجیہ)	235
چوتھا فائدہ	237
لطیف بات	239
فائدہ جلیلہ	240
صفاتِ متشابہات	241
متشابہاتِ قرآنیہ میں بحث اور قصہ صبیغ	241
صفاتِ متشابہات کے متعلق احادیثِ نبویہ	242
مفہومِ حدیث	244
دوسری حدیث	245
تشریح	245

Marfat.com

تیسری حدیث	243
صفاتِ متشابہات کے سلسلہ میں صحیح موقف	249
محکم اور متشابہ	250
متشابہات کے بارے میں سلف وخلف کا مذہب	251
سلف وخلف میں امتیاز	252
اشاعرہ وماتریدیہ	252
اعتدال کا راستہ	252
اہم واقعہ	253
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا تسامح	254
فائدہ	255
سورتوں کے اوائل بھی متشابہات میں داخل ہیں	255
خلاصۂ کلام	256
استواء علی العرش	257
اہلِ حق کا عقیدہ	258
فائدۂ جلیلہ	260
تاویل کی اقسام	260
تاویل اجمالی	260
تاویلِ تفصیلی	262
اِسْتِوَاءٌ عَلَی الْعَرْش سے متعلق مختلف تاویلیں	263
تاویلِ اوّل	263
تاویلِ دوم	263
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے متشابہات کے متعلق سنہری ارشادات	264
حضرت مہدی رضی اللہ عنہ	266
حضرت مہدی کے ظہور کی علامتیں	266
حضرت مہدی کے نام ایک خط	267
حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے حالات وواقعات	268
عالمی خلافت کا انعام	268
کمالِ تواضع	269
حضرت محمد مہدی رضی اللہ عنہ سے بیعت	269
حضرت مہدیؓ کا کمالِ تزکیہ من جانب اللہ ہوگا	270
سفیانی کی بے حیائی	271
متحدہ یورپی فوج سے حضرت مہدی کی جنگ	272
وفات	272
غیبی نصرت	273
حضرت عیسیٰ علیہ السلام	274
نزولِ روح اللہ	274
حالات سیدنا عیسیٰ مسیح بن مریم علیہ السلام	274
مسیح کا معنی	274
نکاحِ عیسیٰ علیہ السلام	277
عالمی خلافت کے قیام کے بعد کے حالات	278

Marfat.com

انتقال اور تدفین	279
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کیا ہوگا؟	279
حیات ونزولِ مسیح علیہ السلام احادیث کی روشنی میں	280
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول کی حکمت	281
ازالہ شبہ	282
حکمتِ نزولِ مسیح بلحاظ فتن عالمی واصلاح عمومی	283
نزولِ مسیح کی پانچویں حکمت	286
دجّال	287
دجّال کا نام اور اس کا معنی	287
دجّال کا خاکہ	287
دجّال کی طاقت	288
دجّال کی سواری	289
حدیثِ تمیم داری رضی اللہ عنہ	290
بیسان کا باغ	292
بحیرۂ طبریہ کا پانی	292
زُغر کا چشمہ	293
ابلیسی سمندر اور شیطانی تکون	293
فتنۂ دجّال سے بچنے کی روحانی تدابیر	294
فائدہ	294
برمودا تکون	295
ڈریگن تکون یا شیطانی سمندر	295
شیطانی سمندر کا محلِ وقوع	296
جہاز۔۔۔۔منزل نامعلوم	296
برمودا تکون کا محلِ وقوع	297
جہازوں کا قبرستان، برمودا تکون	298
مسافر غائب۔۔۔۔جہاز ساحل پر	299
برمودا تکون میں غائب ہونے والے مشہور جہاز	299
برمودا کی فضائیں، طیاروں کی شکارگاہ	300
برمودا تکون میں غائب ہونے والے طیارے	301
برمودا تکون اور مختلف نظریات	301
طاقتور قوت	302
برمودا تکون، نامعلوم خفیہ پناہ گاہیں	303
اُڑن طشتری والوں کی امریکی صدر سے ملاقات	303
اُڑن طشتریاں وائٹ ہاؤس پر دیکھی گئیں	304
اُڑن طشتریوں کے ذریعے انسانوں کو اغوا کیا گیا	305
اُڑن طشتریوں میں سفر کرنیوالے عام انسان ہیں	307
کیا اُڑن طشتریاں کانے دجال کی ملکیت ہیں؟	308
کیا دجال زنجیروں سے آزاد ہو چکا؟	309
ابلیس کا مرکز	312

Marfat.com

دو گمراہ فرقے	314
جہنم کے داعی	315
منبر و محراب سے دجال کا تذکرہ بند ہو جانا	315
دجال کی سواری یا اُڑن طشتری	316
دجال کی طاقت اور اس کے کارنامے	316
دجال پر سب سے بھاری، بنو تمیم	317
خوز اور کرمان سے جنگ	317
فائدہ	318
سیاہ جھنڈے	318
فائدہ	319
فتنہ تا تار	320
فتنہ تا تار کے مختصر حالات	320
اسلام کے مشرقی ممالک تا تاریوں کی زد میں	321
بغداد کی تباہی	325
فتنہ یاجوج ماجوج	327
یاجوج ماجوج، ایک تعارف	327
لفظ یاجوج ماجوج کی حقیقت	328
یاجوج ماجوج کا مصداق	328
یاجوج، ماجوج کے متعلق چند باتیں	329
قبائل یاجوج ماجوج	330
ذوالقرنین کے متعلق قرآنی معلومات کا خلاصہ	330
ذوالقرنین کے اوصاف	331
قرآن کریم میں یاجوج ماجوج کا تذکرہ	331
سکندر ذوالقرنین اور سکندر مقدونی دو مختلف شخصیات	332
سدِ سکندری کا محل وقوع	333
سورۂ کہف کی چار آیات کا خلاصہ	334
متعدد دیواروں کی تعمیر	335
کیا سد ذوالقرنین اب بھی موجود ہے؟	341
حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ کا مطلب؟	344
کیا یاجوج ماجوج کا خروج ایک ہی مرتبہ ہوگا؟	346
فتنہ یاجوج ماجوج احادیث کی روشنی میں	346
حضرت اسلم رضی اللہ عنہ کی روایت	346
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت	348
خلاصہ احادیث	349
خواتین کے متعلق فضائل	351
اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر و ثواب	351
اللہ کے ہاں بہترین و پسندیدہ عورت	352
ستر اولیاء کی عبادت کے برابر اجر	353
گھر کا کام کرنے کا اجر و ثواب	354
حالتِ حمل اور بچہ کو دودھ پلانے کا اجر و ثواب	354

Marfat.com

وہ عورتیں جو مردوں سے پہلے جنت میں جائیں گی؟	355
وہ عورت جو قیامت کے دن کنواری لڑکی کر کے اٹھائی جائے گی؟	355
مرد کا اپنی بیوی سے تعلق کیسا ہو؟	355
عورت کا اپنے خاوند سے تعلق کیسا ہو؟	356
میاں بیوی کا آپس میں تعلق کیسا ہو؟	356
نیک اولاد باعثِ رحمت	357
خواتین کے متعلق مسائل	358
خواتین کے وہ مسائل جو مردوں سے متعلق ہیں	359
رضاعی بہن اور جوان ساس سے پردہ	360
چہرہ کا پردہ	360
ستر اور پردہ کا فرق	360
چہرہ کا پردہ واجب ہونیکی شرعی دلیل	361
چہرہ کا پردہ ضروری ہونے کی ایک اور دلیل	361
عورت کیلئے چہرہ کھولنے کا شرعی حکم؟	362
خواتین کے چہرہ کا پردہ واجب ولازمی ہے یا نہیں؟	363
تنبیہ	371
پردہ سے متعلق تحقیق دقیق	372
بے پردگی کے حامیوں کی جاہلانہ باتیں اوران کی تردید	375
سورۂ احزاب میں عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم	374
احادیث میں پردہ کا حکم	375
بے پردگی کے حامیوں کی ایک عجیب دلیل اوراس کا جواب	379
نماز کے مسئلہ سے دھوکہ کھانے والوں کی گمراہی	379
عورت کا عورت سے اور مرد کا مرد سے پردہ	381
اگر نامحرم عورت پردہ نہ کرے تو مرد کے لئے کیا حکم ہے؟	382
بے ریش لڑکوں اور پتلون پہننے والوں کا حکم	383
دیکھنے والے اور جس کی طرف دیکھا جائے دونوں لعنت کے مستحق	383
چادر کس طرح اوڑھنی چاہیئے؟	384
نامحرم عورتوں کو چھونے پر وعید	385
اللہ کی رحمت کا دروازہ کن عورتوں کے لئے بند ہوتا ہے؟	386
جہنم میں بالوں سے لٹکی ہوئی عورتیں اوران کا کھولتا ہوا دماغ	387
پہلے تو یہودی عورتیں بھی پردہ کرتی تھیں	387
پردہ اور نوکری، ایک اہم مسئلہ	388
نامحرم طبیبوں سے علاج معالجہ	388
شہوت بالا مرد کی قباحت وخباثت	389
شہوت بالا مرد میں ابتلاء عام	389
لفظِ لواطت کا استعمال درست نہیں	390
جہیز کی شرعی حیثیت	391
لفظِ جہیز کی تحقیق	391
جہیز کی شرعی حقیقت	391
معاشرتی تصورات	392

Marfat.com

جہیز کے متعلق چند اصلاحی تجاویز	393
جہیز کے متعلق اہم مسئلہ	394
سامانِ جہیز کی تیاری میں نکاح میں تاخیر کرنا صحیح نہیں	394
آج زندگیاں تلخ کیوں ہوتی جا رہی ہیں؟	394
جہیز دیتے وقت تین اُمور کا لحاظ رکھیں	395
حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ	395
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز	397
خواتین کے حقوق	398
بیوی کیلئے روٹی کپڑے کے مسائل	398
بیوی کیلئے رہنے کے گھر کے مسائل	399
مسنون نکاح کی چند روشن مثالیں	401
حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا نکاح	402
شادی سادی ہونی چاہیے	404
حضرت جُلَیْبِیب رضی اللہ عنہ کا نِکاح	405
حضرت سَلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا نکاح	407
حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا نکاح	409
حضرت ابوالدرداء کی بیٹی کی غریب مسلمان سے شادی	410
حضرت علیؓ کا اپنی بیٹی سے حضرت عمرؓ کی شادی کرنا	411
حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی کا نکاح	412
چیف جسٹس قاضی شُریح رحمۃ اللہ علیہ کا لائقِ تقلید نکاح	413
حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری کی بیٹی کی مثالی شادی	415
حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی کا مثالی نکاح	415
حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری کی دوسری بیٹی کی شادی	418
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہ	419
فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ	420
فائدہ عظیمہ	422
نکاح میں کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت	422
خاوند کی شکایت ایک عجیب انداز میں	423
ایک سبق آموز واقعہ	424
حضرت عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا	425
حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا	426
فرمانِ عمر رضی اللہ عنہ	426
سادگی اپنائیں	427
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھر	427
دین کی محنت میں خواتین کا حصہ	429
مردوں کی بہ نسبت عورتیں نرم دل ہیں	429
حضرت خدیجہؓ آپؐ کے کام میں معاون تھیں	430
اس اُمت کی سب سے پہلی شہید	430
حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا ذریعہ ان کی بہن بنیں	431

Marfat.com

حضرت عکرمہؓ کے اسلام کا ذریعہ ان کی بیوی بنیں	432
عدی ابن حاتمؓ کے اسلام لانے کا ذریعہ ان کی پھوپھی بنیں	432
سرکار دو عالم ﷺ کے گھروں کی حالت	433
ہمارے گھروں میں فضول کاموں کے سلسلے	434
سستی اور سادہ شادی کا قابل تقلید نمونہ	434
امیر ترین صحابی کی شادی سادہ طریقے سے ہوئی	435
اُمہات المومنین اور صحابیات رضی اللہ عنہن کا حجلہ عروسی	436
دو کام ضرور کریں	436
ازواجِ مطہرات کا کام عورتوں میں دین پھیلانا تھا	437
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اہم مسائل کو حل کرنا	438
عورتوں کو اعمال والا بنائیں	439
حضرت خنساء صحابیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	440
بلند پایہ صحابیہ خاتون حضرت ہند رضی اللہ عنہا	441
زمانہ نبوت میں شہید اور مرنے والوں کی تعداد	442
حضرت اُمّ شریک رضی اللہ عنہا کا واقعہ	444
ایک عورت کا اپنی قوم کو دعوتِ اسلام پیش کرنا	445
خواتین کے دینی کارنامے	449
فقیہات و مفتیات اور محدّثات	449
کریمہ بنت احمد مروزیہ	449
ام محمد فاطمہ بنت محمد خطیہ اصفہانی	449
عائشہ بنت عمارہ بن یحییٰ	450
محدّثات کی فقہ و فتاوے	450
محدّثات عورتوں میں حفظ قرآن، تجوید و تفسیر	450
دنیا سے جانے کا منظر	451
جہاں آرا بیگم	452
زیب النساء بیگم	452
شیخ حمید الدین ناگوری کی اہلیہ	452
زبیدہ خاتون	454
نصیحت	455
عورتوں کی فراخ دلی کے واقعات	456
فاطمہ بنت عبد الملک اموی	456
مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کے خاندانی حالات	458
مولانا ابو الحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ خیر النساء	459
مثالی ماں	460
حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا	461
عورت کو کاروبار میں کیسے گھسیٹا گیا؟	461
اللہ جل جلالہ کی قدرتِ کاملہ اور صنعتِ متقنہ کی شاہکار نشانیاں	464
آنکھ	464
آنکھ میں خلاق عالم کی بے مثال صفت	464
آنکھ کا وائپر	464
اعضائے انسانی کی تخلیق میں حکمتِ الٰہی	465

Marfat.com

انسانی جوڑ	465
36 کروڑ روپے کے جوڑ بالکل مفت میں	466
ناخن میں قدرتِ الٰہی کے عجائبات	467
ناخن کی اصلاح	467
انگلیوں کے بے مثال نشانات	467
لعاب میں قدرتِ الٰہی کے عجائبات	468
لعاب (تھوک) کیسے پیدا ہوتا ہے؟	468
لعابِ دہن کے افعال	469
لعابِ دہن کی زیادتی و کمی	469
سانس کی رفتار	470
غذا کی نالی کا والو	470
ہر ستائیس دن بعد ہماری کھال بدل جاتی ہے	470
سائنسدانوں نے خلیے کا نظارہ کب کیا؟	470
رزق کی فراہمی کے لئے ۲۵ ارب کارکن	471
ماں اور بچے کا خون الگ الگ رہتا ہے	471
خلیوں کا شہر	472
خون جسم کا پیٹرول	473
انسانی زبان پر موجود تین ہزار خانے	473
ایک عبرت ناک واقعہ	473
دِل	474
انسانی گردوں میں دس لاکھ چھلنیاں	474
فائدہ	475
چند مجموعی نعمتیں	475
تخلیقِ انسانی	475
جسمِ انسانی	477
ریڑھ کی ہڈی	479
کمر کے مہروں کے عجائبات اور حکمتیں	479
فوائدِ مہمہ	481
روٹی کا درخت	482
دودھ کا درخت	482
انسانی جسم سے متعلقہ مضامین	483
رحمِ مادر میں بچے کی جسمانی تشکیل	483
جلد کا وزن	483
انسانی جسم کے کیمیاوی عناصر	483
۱۔کیلشیم	483
۲۔فاسفورس	484
۳۔میگنیشیم	484
۴۔سوڈیم	484
۵۔پوٹاشیم	484

Marfat.com

۶۔ کلورین	484
۷۔ آئرن	485
۸۔ سلفر	485
۹۔ فلورین	485
۱۰۔ ایلومینیم	485
رحمِ مادر	485
بارہ باتیں جن میں عورت، مرد سے مختلف ہے	486
۱۔ خون کا فرق	486
۲۔ بلڈ پریشر	486
۳۔ سانس	486
۴۔ حرکتِ قلب	487
۵۔ جسمانی قوت	487
۶۔ وزن اٹھانے کی صلاحیت	487
۷۔ نشوونما میں فرق	487
۸۔ کھیل کا میدان	487
۹۔ صوتی رگیں	488
۱۰۔ غدود کا فرق	488
۱۱۔ ضرر رساں مادے	488
۱۲۔ جذباتی فرق	488
زمین، آسمان، سورج، چانداور ستاروں وغیرہ سے متعلق سینکڑوں نعمتیں	489
سات براعظم	489
براعظم ایشیاء	489
براعظم افریقہ	489
براعظم یورپ	489
براعظم جنوبی امریکہ	490
براعظم شمالی امریکہ	490
براعظم آسٹریلیا	490
براعظم قطب جنوبی	490
پانچ سمندر	490
بادل	491
کمولونمبس بادل	491
گرجنے والے بادل میں تین لاکھ ٹن پانی	491
بارش کا میٹھا پانی اور ماحولیاتی توازن	492
ہواؤں کی خصوصیات	492
فائدہ	493
سورج	494
کہکشاں	495
سورج کا نظام	495

Marfat.com

ہوا	496
فضا میں ایسی گیسوں کا تناسب جو بقائے حیات کیلئے ضروری ہیں	496
زمین کے گرد ہوا کا غلاف	496
زمین کی گردش اور حرکت کی رفتار	497
فائدہ	497
چاند	497
چاند کا نظام	498
نظام شمسی	498
سورج، چاند اور سیارے وغیرہ	498
سورج	498
عطارد	499
زہرہ	499
زمین	499
مریخ	500
مشتری	500
زحل	501
یورنیس	501
نیپچون	501
پلوٹو	501
سیارچے/شہابِ ثاقب	501
چاند	502
چاند کی حرکات	502
کہکشاں	503
سورج	503
سورج کا اصلی حجم	504
زمین	505
حرکات الارض	506
اللہ تعالیٰ کی قدرت باہرہ کی نشانیاں	506
اللآلی المنثورہ (بکھرے موتی)	508
بابل کے معلق باغات (دنیا کے سات عجائبات میں سے ایک)	508
صحرائے اعظم	509
دریائے نیل	512
بحر الکاہل	514
بحیرہ مردار	515
ماؤنٹ ایورسٹ	517
آٹھ بڑے مظاہر	518
زمین سے سورج کا فاصلہ	521
سمندری خزانہ	521
مثلث برمودہ کے اسرار اور حیرت انگیز پہلو	522
کائنات کی وسعت	523

Marfat.com

زمین اوراس پر پیدا ہونے والی مخلوقات میں تناسب	528
سورج کی بساط لپیٹے جانے کے متعلق حقائق	529
راویانِ حدیث کی صداقت	530
سورج اور چاند کا خاتمہ	531
سوال مع الجواب	532
آسمان سے مینڈکوں کی بارش	532
چند بڑے تاروں کا تذکرہ	533
سیاروں کے بارے میں مختصر تفصیل	534
فائدہ	537
قدرت کا کرشمہ	538
سیاح پرندے	538
روح اور فرشتوں کی رفتار	539
جدید سائنس اسلام کی دہلیز پر	539
یہودیوں میں جانوروں کا ذبیحہ	539
حضرت مصنف صاحب مدظلہٗ کی دیگر تصانیف	542

حضرت اقدس مولانا کریم بخش صاحب

(مدیر جامعہ عمرؓ بن الخطاب، ملتان) کی زیرِ طبع کتب

(۱) رمضان المبارک کے بیانات

۱۴۲۱ ہجری سے ۱۴۳۸ ہجری تک

2000 سے 2017 تک

(۲) مسنون اذکار و وظائف

موجودہ دور کی شہرہ آفاق تصنیف جو ہر گھر کی ضرورت ہے، جس میں مسنون اذکار و وظائف اور مسنون دعائیں جمع کردی گئی ہیں۔

(۳) فضائلِ حرمین شریفین

تمام مسلمانوں خاص کر سفرِ حجاز پر جانے والوں کے لئے ایک عظیم تحفہ

(۴) ملفوظات

(اعتکاف کے اندر مختلف مجالس میں بزرگوں اور خاص کر مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جو ملفوظات سنائے گئے)۔

Marfat.com

نباتاتِ قرآنی

یعنی

جدید علمِ نباتات کی روشنی میں ان نباتات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، جن کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔

قرآنی ارشادات زندگی کے ہر شعبہ پر محیط ہیں، یہ ایک طرف انسان کو عبادات کا مفہوم سمجھاتے ہیں تو دوسری طرف انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کے لئے اخلاق و ایمان کے بنیادی اصولوں کو اپنانے کی دعوت دیتے ہیں، قرآن پاک نے کائنات اور اس کے اسرار و رموز پر پڑے ہوئے دبیز پردوں کو چاک کر کے اس کے نظم و ترتیب، اس کے عجائبات، اس کی رنگینیوں اور تنوع پر روشنی ڈالی ہے، کائنات کی تخلیق کے مقاصد کو سمجھایا ہے اور انسان کو کائناتی نظم وضبط پیدا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

قرآن مجید کی متعدد آیات میں بتایا گیا ہے کہ سارے نباتات، اشجار و اثمار کا پیدا کرنے والا وہی ایک خالق ہے، اور اس محکم نظام و انتظامِ نباتاتی میں اہلِ فکر کے لئے اللہ کی ربوبیت، قدرت، حکمت اور توحید کی بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَمِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَمِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ [1]

”وہ پاک ذات ہے جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہوں، خواہ خود ان کے نفوس ہوں خواہ وہ (چیزیں) ہوں جنہیں یہ جانتے بھی نہیں“۔

تمام نباتات اور پودے خالقِ ارض وسماء کے پیدا کئے ہوئے ہیں، لیکن جن پودوں کا ذکر قرآن مجید میں

---

[1] یٰسین: ۳۶۔

Marfat.com

آیا ہے ان کو دیگر زمینی پودوں پر ایک امتیاز اور برتری حاصل ہے، اس طرح ان پودوں کا نام ابدالآباد تک کلامِ الٰہی میں محفوظ ہو گیا، قرآن مجید نے انار سے لے کر بیر تک اور کیلے سے مرجان تک کی افادیت کی سمت اشارہ کیا ہے، اس میں پرندوں سے لے کر مچھلی کے گوشت تک کا تذکرہ ہے، مگر حیرت کی بات ہے کہ ان میں سے کسی چیز میں بھی کیمیائی سوڈیم کی مقدار زیادہ نہیں جبکہ ان میں سے ہر چیز میں پوٹاشیم زیادہ ہے، چونکہ سوڈیم جسم میں اورام پیدا کرتا اور دل کی بیماریوں میں اضافہ کرتا ہے، اس لئے قرآن مجید میں مذکور ہر چیز کو دل کا مریض پورے اطمینان سے کھا سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ الدَّوَاءِ الْقُرْآنُ "بہترین دوا قرآن ہے"۔[1]

ابن حبان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت اس کا علاج کر رہی تھی، اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَالِجِيْهَا بِكِتَابِ اللهِ "اللہ کی کتاب سے اس کا علاج کرو"۔[2]

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والا عام طور پر ایک لمبی صحت مند زندگی گزارتا ہے، کیونکہ قرآن مجید نے ہر اس چیز کی تاکید کی ہے جو مفید ہے، وہ بہترین غذا کا نمونہ بتاتا ہے، وہ سمندری غذا کو بہترین قرار دیتا ہے، ہماری تندرستی کا محافظ ہے اور اس امر کی گارنٹی کرتا ہے کہ اگر ہم اللہ کے دوست بن جائیں تو وہ ہمیں رنج، ڈر، غم اور دہشت سے محفوظ رکھے گا، جب ہم زندگی کی چیرہ دستیوں سے مایوس ہو کر اس کی جانب دیکھیں گے تو وعدہ موجود ہے:

مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ[3] "جو اللہ پر بھروسہ کرے گا اللہ اس کو کافی ہو جائے گا"۔

نباتات سے متعلق سارے قرآنی بیانات وتصورات، جدید نباتاتی علوم سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں، قرآن پاک میں بیان کردہ اشجار واثمار کے متعلق حتی المقدور نباتاتی اور کیمیاوی ہیئت کے علاوہ ان سے

[1] سنن ابن ماجہ، باب الْاِسْتِشْفَاءِ بِالْقُرْآنِ۔ [2] صحیح ابن حبان: ۶۰۹۸۔ [3] طلاق: ۳۔

١٤٩٢٤٨١٣

Marfat.com

متعلق تاریخی مصادر اور روایات وحکایات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، نیز پودوں کے جدید نام اور چند اہم نباتاتی خصوصیات بھی بیان کی گئی ہیں، خاص کر طبّی خصوصیات پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

وہ نباتات جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے، مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) منّ۔ (۲) کھجور (۳) انجیر۔ (۴) زیتون۔ (۵) انگور۔ (۶) زبیب، منقہ۔ (۷) انار۔
(۸) سدرہ یا بیری۔ (۹) جھاؤ۔ (۱۰) شجر مسواک۔ (۱۱) ادرک۔ (۱۲) مسور۔ (۱۳) پیاز۔
(۱۴) ککڑی۔ (۱۵) ببول عرب یا کیلا۔ (۱۶) رائی۔ (۱۷) زقوم۔ (۱۸) ضریع۔ (۱۹) طوبیٰ۔
(۲۰) شجر۔ (۲۱) شعیر (۲۲) عسل (۲۳) کلونجی۔ (۲۴) لوکی۔ (۲۵) برگ۔ (۲۶) اناج۔
(۲۷) چارہ۔ (۲۸) ترکاری۔ (۲۹) ریحان۔ (۳۰) حنا، کافور۔ (۳۱) کستوری۔ (۳۲) لبن۔
(۳۳) ماء المطر۔ (۳۴) لحم، گوشت۔ (۳۵) ثرید۔ (۳۶) مچھلی۔ (۳۷) مرجان، لؤلؤ۔

مَنّ

قرآنی آیات بسلسلہ مَنّ:

۱۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔[1]

ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا، منّ وسلویٰ کی غذا تمہارے لئے فراہم کی اور تم سے کہا جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں کھاؤ، مگر تمہارے اسلاف نے جو کچھ کیا وہ ہم پر ظلم نہ تھا، بلکہ انہوں نے اپنے آپ پر ہی ظلم کیا۔

۲۔ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا

[1] البقرہ:۵۷۔

Marfat.com

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ -[1]

اور ہم نے اس قوم کو بارہ گھرانوں میں تقسیم کر کے انہیں مستقل گروہوں کی شکل دے دی اور جب موسیٰ سے ان کی قوم نے پانی مانگا تو ہم نے اشارہ کیا کہ فلاں چٹان پر اپنی لاٹھی مارو، اس چٹان سے یکا یک بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر گروہ نے اپنے پانی لینے کی جگہ متعین کر لی، ہم نے ان پر بادل کا سایہ کیا اور ان پر منّ وسلویٰ اتارا، کھاؤ وہ پاک چیزیں جو ہم نے تمہیں بخشی ہیں مگر اس کے بعد انہوں نے جو کچھ کیا تو ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ اپنے آپ پر ہی ظلم کرتے رہے۔

۳۔ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى [2]

اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور طور کی دائیں جانب تمہاری حاضری کے لئے وقت مقرر کیا اور تم پر منّ وسلویٰ اُتارا۔

منّ کے لفظی معنی یوں تو احسان اور انعام کے ہیں لیکن اصطلاحی معنوں میں وہ ایک قسم کا شبنمی گوند ہے جس کو اللہ تعالیٰ صحرائے سینا میں بھٹکنے والے اسرائیلیوں کے لئے غذا کے طور پر نازل فرماتا تھا، یہ گوند درختوں کے پتوں پر جمع ہو جاتا تھا اور بنی اسرائیل روز اسے اکٹھا کر کے کھاتے۔

منّ کے متعلق اقوالِ مختلفہ

منّ کا ذکر قرآن پاک میں تین مرتبہ کیا گیا ہے، اس کی بابت زیادہ تر مفسرین کا خیال ہے کہ وہ کوئی غیر طبعی چیز نہ تھی بلکہ پودوں سے حاصل کردہ ایک شے تھی جو بہت شیریں اور لذیز تھی۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں منّ ایک قدرتی غذا تھی جو بنی اسرائیل کو سینا کی مسافرت کے دوران بلا مشقت وتعب مل جاتی تھی۔ مولانا نے مزید فرمایا ہے کہ اکثر لوگوں کے خیال میں منّ ترنجبین کے مترادف ہے۔ موضح القرآن میں منّ وسلویٰ کی بابت کہا گیا ہے کہ جب بنی اسرائیل فرعون سے نجات پا کر سینا

[1] الاعراف: ۱۶۰۔ [2] طٰہٰ: ۸۰۔

Marfat.com

کے جنگل میں داخل ہوئے تو اُن کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا، اس وقت ان کیلئے اللہ جل جلالہ نے منّ فراہم کیا، جو دھنیا کے مانند ایک میٹھی شئے تھی اور سلویٰ نازل کیا جو ایک جانور (بٹیر) کا نام ہے جسے وہ لوگ پکڑ لیتے اور کباب کر کے کھاتے تھے۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے خیال میں منّ درخت کا شیرہ ہے جو گوند کی طرح جم جایا کرتا تھا، خوش ذائقہ اور مقوّی ہوتا ہے۔ علامہ محمد ثناء اللہ عثمانی فرماتے ہیں کہ منّ سے مراد ترنجبین ہے اور سلویٰ سے مراد ایک پرندہ ہے، جو بٹیر کے مشابہ ہوتا ہے۔

تفسیر حقانی، تفسیر عثمانی اور بیان القرآن میں بھی منّ کو ایک شیریں گوند نما شئے ہی بتایا گیا ہے۔

مختلف تفاسیر کی روشنی میں یہ بات تو یقیناً واضح اور عیاں ہو جاتی ہے کہ منّ ایک نباتاتی چیز تھی لیکن یہ کس پودے سے حاصل ہوتی تھی اور اس کی کیمیاوی ہیئت کیا تھی یہ تفصیلات عام طور سے تفسیروں میں نہیں ملتی ہیں۔

ابوریحان محمد بن البیرونی (۱۰۵۰ء۔ ۹۷۳ء) نے غالباً پہلی بار اس رائے کا اظہار کیا کہ ''حاج'' نامی پودے سے حاصل کردہ گوند بنام ترنجبین کو اصلی منّ کا مترادف کہا جا سکتا ہے۔

ترنجبین فارسی لفظ ترانگبین کا بگڑا ہوا رُوپ ہے، انگبین فارسی میں شہد کو کہتے ہیں، گویا کہ ترانگبین وہی چیز ہے جس کو انگریزی میں Honey Dew کہا جاتا ہے، اس طرح ''حاج'' سے نکلا ہوا گوند بھی شہد کے مانند میٹھا اور مفید سمجھا گیا۔

انیسویں صدی کے نصف ہی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ سیناء کے درختوں پر منّ پیدا ہوتا ہے، جو بہت شیریں ہوتا ہے، اس کے کچھ بعد ہی اس امر کا علم بھی ہوا کہ اس علاقہ میں بسنے والے لوگ ان پودوں سے نکلے ہوئے گوند (منّ) کو مٹھائی کے طور پر کھاتے ہیں۔

آج تک کی گئی تحقیقات کی بنیاد پر یہ بات کسی حد تک یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ جس منّ کا تذکرہ قرآن حکیم میں کیا گیا ہے وہ دو قسم کے پودوں سے حاصل ہوتا ہے، ایک تو وہ پودہ ہے جس کو عربی میں ''الحاج'' یا

Marfat.com

''عاقول'' کہتے ہیں، اس کا نباتاتی نام ''الحاقی مورورَم'' دیا گیا ہے، یہ خاردار پودا ہوتا ہے اور عرب کے علاقوں میں اونٹ کی اچھی غذا ہے لہٰذا ''شوک الجمل'' بھی کہلاتا ہے، فارسی میں اسے خارِشتر کے نام سے جانا جاتا ہے، یہ چھوٹی جھاڑیوں کی شکل میں پایا جاتا ہے اور عموماً تین فٹ سے زیادہ بلندی نہیں پاتا ہے، گو کہ اس کی جڑیں زمین میں دس سے پندرہ فٹ تک جاتی ہیں۔

یہ عرب کے علاوہ ایران، افغانستان اور ترکی میں بکثرت پایا جاتا ہے، لیکن مَنّ کی پیداوار کے اعتبار سے ایران کا علاقہ خراسان ہی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ یہاں کے پودوں سے حاصل کیا گیا من جو ترنجبین کہلاتا ہے، دنیا کے بازاروں کو سپلائی کیا جاتا ہے۔

''حاج'' کے علاوہ ایک دوسرا پودہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں صحرا سینا میں بڑی تعداد میں ملتا تھا اور جو، اَب بھی وہاں کسی قدر پیدا ہوتا ہے، وہ ''طرفا'' نامی پودا ہے جس کا نباتاتی سائنس کے اعتبار سے ''ٹمارِکس مینی فیریا'' نام دیا گیا ہے، یہ عربی میں ''طرفا'' کے علاوہ غاز اور فارسی میں ''گاز'' نام سے بھی جانا جاتا ہے اور اسی نسبت سے اس سے نکلا ہوا شیریں گوند، گزانگبین، کزانجبین، یا غزانگبین کہلاتا ہے، ہندوستان میں ''طرفا'' کی جنس کا ایک دوسرا پودا بنام ''جھاؤ'' دستیاب ہوتا ہے، لیکن ان میں مَنّ کبھی بھی نکلتے نہیں دیکھا گیا ہے۔

''حاج'' اور ''طرفا'' سے پیدا شدہ مَنّ کی تجارت آج کے دور میں بھی کسی حد تک ہوتی ہے، یہ انتہائی فرحت بخش ہوتے ہیں، معدہ اور دل کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

مَنّ و سلویٰ

قرآن کریم میں تینوں مرتبہ مَنّ کا ذکر سلویٰ یعنی بٹیر کے ساتھ ہوا ہے اور دو آیات میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا، گویا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو مٹھائی اور بٹیر کے گوشت سے نوازا گیا جو ہر اعتبار سے ایک مکمل غذا تھی، ورنہ صرف شیریں چیز کھا کر کئی لاکھ افراد برسہا برس تندرست زندگی نہ گزار سکتے۔

Marfat.com

''ابر کا سایہ'' کرنے کا قرآنی حوالہ بھی بہت معنی خیز ہے، گویا کہ ریگستانی علاقہ کے لاکھوں اشجار جو من پیدا کرتے تھے وہ سایہ دار نہ تھے۔ واضح رہے کہ ''حاج'' کا پودہ ایک چھوٹی سی جھاڑی کے مانند ہوتا ہے، لہٰذا اس کے سایہ دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ''طرفا'' بھی ایک چھوٹا درخت ہوتا ہے جس کی پتیاں باریک ہوتی ہیں، اور سایہ فراہم نہیں کرتیں۔

مزید برآں یہ پودے خاص طور سے ''حاج'' کے جھاڑی دار پودے سلویٰ یعنی بٹیر یا بٹیروں کی قسم کے پرندوں کی افزائش کے لئے نہایت موزوں پودے رہے ہوں گے۔

ایک مشہور مورّخ نے خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ صرف شیریں گوند ہی نہ تھا بلکہ کچھ خاص قسم کی ''لائی کن'' اور ''الگئی'' کو بھی منّ کہا گیا تھا، ان کی نظر میں کتاب خروج میں جس منّ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یقیناً میٹھی شئے تھی لیکن کتاب خروج اور کتاب گنی کے ابواب میں جس منّ کی بابت کہا گیا ہے کہ وہ آسمان سے برستی تھی، وہ کوئی شیریں چیز نہ تھی بلکہ ایک خاص قسم کی کائی تھی جس کو سائنسی اصطلاح میں ''لائی کن'' کہتے ہیں، یہ سوکھ کر زمین سے جدا ہو جاتی تھی اور تیز ہواؤں کی مدد سے فضا میں اُڑتی ہوئی دور دراز کے علاقوں پر برستی (گرتی) تھی، بنی اسرائیل اس لائی کن کو اکٹھا کر لیتے اور پیس کر اس کی روٹیاں پکاتے اور سیر ہو کر کھاتے تھے۔

اب یہاں ایک ضروری بات سمجھ لیں! وہ یہ کہ قرآن شریف کے ارشادات سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں غذائی اشیاء (منّ وسلویٰ) اسرائیلیوں کے لئے عام تھیں لیکن یہ کسی اور غذا کی نفی کو مستلزم نہیں[1]۔ چنانچہ ہوسکتا ہے کہ شیریں منّ یعنی ترنجبین کے علاوہ لائی کن اور الگی بھی ان کی غذا رہی ہو، یا پھر اور بھی دوسری اشیاء جو، اُن کو سفر میں میسر آتی ہوں۔

یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ہر وہ کھانے والی شے جسے انہوں نے پہلی بار صحراء سینا میں دیکھا ہو، اس کو انہوں نے ''منّ'' کا نام دیا ہو، کیونکہ سامی، عبرانی اور عربی زبان میں من کے معنی ''کیا'' یا ''کون'' کے بھی ہیں، گویا کہ جب انہوں نے نئی چیز دیکھی تو حیرت سے کہا ''مَن''۔

---

[1] تفسیر ماجدی۔

Marfat.com

کھمبی

ایک حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے "الکمأۃ" کو "منّ" فرمایا ہے، جس کے معنی اردو میں "کھمبی" اور انگریزی میں "مشروم" کے ہیں، کچھ خاص قسم کی کھمبی کا غذائی طور سے استعمال بہت سے ممالک میں ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْکُمَاۃُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاءُهَا شِفَاءُ الْعَیْنِ [1]

"کھمبی من میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کیلئے شفا ہے"۔

حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلْکُمَاۃُ وَالْمَنُّ مِنَ الْجَنَّۃِ وَمَاءُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَیْنِ [2]

"کھمبی من کا حصہ ہے اور من درحقیقت جنت سے ہے، اس کا پانی آنکھوں کیلئے شفا ہے"۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کھمبی اس من میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کیلئے نازل فرمایا تھا، اس کا پانی آنکھوں کیلئے شفا ہے"۔[3]

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تمہارے فائدے کیلئے کھمبی موجود ہے، یہ من میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کیلئے شفاء ہے"۔[4]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

---

[1] بخاری، النسائی، مسند احمد۔ [2] ابونعیم۔ [3] ابن ماجہ۔ [4] ابونعیم، ابن السنی۔

Marfat.com

ہمارے یہاں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ جب جنت مسکرائی تو کھنبی زمین پر آ گئی، اور جب زمین مسکرائی تو کبر نکلی۔

''کبر'' ایک خودرو کانٹوں والی جھاڑی ہے، جس کے ساتھ بیر کی مانند پھیکے پھل لگتے ہیں، جسے بکریاں اور اونٹ شوق سے کھاتے ہیں۔

کھنبی کے فوائد

سفید رنگ کی کھنبی سب سے عمدہ ہے، کھانے میں بہتر ہے، جبکہ سرخ اور سیاہ قسم زہریلی ہوتی ہیں، معدہ کو خراب کرتی ہیں، کھنبی کا پانی بذات خود ایک دوا ہے، اسے اسی صورت میں استعمال کیا جائے، اسے کسی دوسری دوائی کے ساتھ شامل نہ کیا جائے، علامہ الغافقی رحمۃ اللہ علیہ کے مشاہدہ کے مطابق کھنبی کا پانی دوسری ادویہ کے اثر کو دوبالا کرتا ہے، جیسے کہ اسے اگر سرمہ پیستے وقت اس میں ملالیا جائے، اور پھر یہ سرمہ آنکھوں میں لگایا جائے تو یہ پلکوں کو مضبوط کرتا ہے، نظر تیز کرتا ہے، اور آنکھ میں پائی جانے والی ہر سوزش کو دور کرتا ہے۔

کھنبی کا رس نکال کر اور خاص کر اسے بند دیگچی میں ڈال کر بھوننے پر جو پانی نکلتا ہے، وہ آنکھ میں ڈالنے سے، آنکھ کا جالا کٹ جاتا ہے، کھنبی کے پانی میں سرمہ کو کھرل کر کے آنکھوں میں لگایا جائے، تو یہ بصارت کو تیز کرتا ہے، پلکوں کو قوت دیتا ہے، پلکوں کے گرتے بالوں کو روکتا ہے، اور ان کو لمبا کرتا ہے۔ ۱۹۸۵ء میں آشوب چشم کے تقریباً ایک سو مریضوں کی آنکھوں میں کھنبی کا پانی دن میں تین مرتبہ ڈالا گیا، ہر مریض دو دن میں شفایاب ہو گیا۔

کھنبی ایک مقبول غذا ہے، یورپی ہوٹلوں میں لوگ بڑے شوق سے کھنبی کا سالن کھاتے ہیں، اب متعدد ملکوں سے قابل خوردنی کھنبیاں ڈبوں میں بند ہو کر سٹوروں پر آسانی سے مل جاتی ہیں۔

خلاصہ

مختصر یہ کہ بنی اسرائیل کے لئے برسہا برس جو غذا فراہم کی جاتی رہی، اس میں شیریں گوند، کھمبی، لائی کن

Marfat.com

(جو کاربوہائیڈریٹ کا ذریعہ ہیں) کے ساتھ بٹیریں (حیاتین اور چربی کا ذریعہ) شامل ہوتی تھیں، جو سائنسی اعتبار سے ایک مکمل غذا ہے اور اسے کھا کر طویل عرصہ تک زندہ سلامت رہنا عین ممکن ہے۔

تُرنجبین کے علاوہ دُنیا کے مختلف ممالک میں درجنوں ایسے پودوں کی جنس اور ذاتیں پائی جاتی ہیں، جن سے شیریں گوند حاصل کیا جاتا ہے، یہ سب انگریزی اصطلاح میں ''منّا'' کہلاتے ہیں، مثلاً جنوبی یورپ کا مشہور پودہ ''پراکسی نس اورنس'' ہے جس سے تجارتی منّ حاصل کیا جاتا ہے، اس کا اصل مرکز سسلی کا وہ پہاڑی خطہ ہے جو جبل منّ کہلاتا ہے، کچھ سائنسدانوں نے اس منّ کو بھی بائبل کا منّ لکھا ہے۔

اسی طرح ایران میں ''کوکونیسٹر نمولیریا'' نام کا ایک پودا چٹانوں پر پایا جاتا ہے، جس سے بہت شیریں گوند نکلتا ہے اور چٹان پر ٹپک کر جم جاتا ہے، اسی لئے اسے ''شیر خشت'' یعنی ''پتھر کا دودھ'' کہتے ہیں۔

عام گوند (گمز) خواہ ببول کے ہوں یا کتیرہ کے یا صمغ عربی، میٹھے نہیں ہوتے اور کیمیاوی اعتبار سے ''پولی سچورائیڈ'' کے زمرہ میں آتے ہیں جبکہ منّ (ترنجبین، شیر خشت وغیرہ) ''مونوسچورائزڈ'' کا ذریعہ ہوتے ہیں، یعنی ان میں فرکٹوز، گلوکوز، ملی زی ٹوز، ڈلسی ٹال اور مینی ٹال وغیرہ، نام کی شکر ہوتی ہیں، اس طرح گونداور منّ دونوں ہی کاربوہائیڈریٹ ہیں، لیکن غذائی اعتبار سے گوند کی خاص اہمیت نہیں ہے جبکہ منّ بنام ترنجبین میں بھرپور غذائیت پائی جاتی ہے۔

کھجور

قرآنی نام نَخْل، نَخِیْل، نَخْلَة

قرآنی آیات بسلسلہ کھجور:

۱۔ اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ [1]

---

[1] البقرۃ:۲۶۶۔

Marfat.com

کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا ہو جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں (اور) اس کے یہاں اس باغ میں اور بھی قسم کے میوے ہوں اور اس کا بڑھاپا آچکا ہو اور اس کے عیال کمزور ہوں، اس (باغ) پر ایک بگولا آئے کہ اس میں آگ ہو تو وہ باغ جل جائے۔ اللہ اسی طرح تمہارے لئے کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم فکر سے کام لو۔

۲۔ وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ [1]

اور وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کی روئیدگی کو نکالا اور پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ ہم اس سے اوپر تلے چڑھے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گچھوں سے خوشے نکلتے ہیں، یہ نیچے کو لٹکتے ہوئے اور ہم نے باغ، انگور اور زیتون اور انار کے پیدا کئے، باہم مشابہ اور غیر مشابہ، اس کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو، بیشک ان سب میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان کی طلب رکھتے ہیں۔

۳۔ وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ [2]

اللہ وہ ہے جس نے باغات پیدا کئے، جن میں سے کچھ (بیل دار ہیں جو) سہاروں سے اوپر چڑھائے جاتے ہیں، اور کچھ سہاروں کے بغیر بلند ہوتے ہیں، اور نخلستان اور کھیتیاں، جن کے ذائقے الگ الگ ہیں، اور زیتون اور انار، جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں، اور ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں،

---

[1] الانعام: ۹۹۔ [2] الانعام: ۱۴۱۔

Marfat.com

جب یہ درخت پھل دیں تو ان کے پھل کو کھانے میں استعمال کرو، اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو اللہ کا حق ادا کرو، اور فضول خرچی نہ کرو، یاد رکھو! وہ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

۴۔ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ؕ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ [1]

اور زمین میں مختلف قطعے ہیں، جو پاس پاس واقع ہوئے ہیں، اور انگور کے باغ اور کھیتیاں، اور کھجور کے درخت ہیں، جن میں سے کچھ دوہرے تنے والے ہیں اور کچھ اکہرے تنے والے، سب ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں، اور ہم ان میں سے کسی کو ذائقے میں دوسرے پر فوقیت دے دیتے ہیں، یقیناً ان سب باتوں میں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیں۔

۵۔ هُوَ الَّذِيْٓ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ. يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ [2]

وہ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا جس سے تمہیں پینے کو ملتا ہے اور اسی سے سبزہ زار پیدا ہوتے ہیں، جن میں تم مویشی چراتے ہو اور اسی سے تمہارے لئے کھیتی اُگاتے ہیں، نیز زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل، بیشک اس میں بڑی نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو سوچتے رہتے ہیں۔

۶۔ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ [3]

اور کھجور اور انگوروں کے پھلوں میں بھی تمہارے لئے سبق ہے، تم ان سے نشہ کی چیزیں اور کھانے کی عمدہ چیزیں بناتے ہو، بیشک اس میں (بڑی) نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

[1] الرّعد:۴۔ [2] النحل:۱۰۔۱۱۔ [3] النحل:۶۷۔

Marfat.com

۷۔ وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ، اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۔[1]

اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے، جب تک کہ (عجیب وغریب باتیں نہ دکھاؤ یعنی یا تو) ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کردو یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو اور اس کے بیچ میں نہریں بہا نکالو۔

۸۔ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا [2]

اور ان سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے جن میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگور کے دے رکھے تھے اور انہیں کھجور سے گھیر رکھا تھا اور ہم نے ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی۔

۹۔ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا [3]

سو انہیں دردِ زہ ایک کھجور کے درخت کی طرف لے گیا اور وہ بولیں کاش میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔

۱۰۔ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ، وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا [4]

پھر (فرشتہ نے) انہیں اُن کے پائیں سے پکارا کہ رنج مت کرو، تمہارے پروردگار نے تمہارے پائیں ہی میں ایک نہر پیدا کردی ہے، اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ اس سے تم پر تروتازہ خرمے گریں گے۔

۱۱۔ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِىْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى [5]

---

[1] بنی اسرائیل: ۹۰-۹۱۔ [2] الکہف: ۳۲۔ [3] مریم: ۲۳۔ [4] مریم: ۲۴، ۲۵۔ [5] طٰہٰ: ۷۱۔

Marfat.com

(فرعون نے) کہا تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بیشک وہ تمہارا بھی بڑا اور استاد ہے جس نے تمہیں بھی جادو سکھایا ہے، سو اب میں تمہارے ہاتھ پیر کٹواتا ہوں مخالف سمتوں سے، اور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاتا ہوں اور یہ بھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ دونوں میں کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔

۱۲۔ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ [1]

اور پھر ہم نے تمہارے لئے اس کے ذریعہ کھجوروں اور انگوروں کے باغ اُگائے، ان میں تمہارے لئے بہت سے میوے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔

۱۳۔ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ [2]

اور کھیتوں اور خوب گندھے ہوئے گچھے والے کھجوروں میں۔

۱۴۔ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ. وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ. لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ [3]

اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے مُردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلے نکالے، سو ان میں سے لوگ کھاتے ہیں اور ہم نے اس (زمین) میں باغ لگائے کھجوروں اور انگوروں کے اور اس (زمین) میں چشمے جاری کر دیئے تاکہ لوگ اس (باغ) کے پھلوں سے کھائیں اور اس سارے نظام کو ان کے ہاتھوں نے نہیں پیدا کیا، سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے۔

۱۵۔ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ [4]

اور لمبے لمبے کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گندھے ہوئے رہتے ہیں، اُگائے۔

۱۶۔ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ. اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ

[1] المؤمنون:۱۹۔ [2] الشعراء:۱۴۸۔ [3] یٰسین:۳۳، ۳۴، ۳۵۔ [4] ق:۱۰۔

Marfat.com

مُّسْتَمِرٍّ ، تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ [1]

عاد نے بھی تکذیب کی، سو دیکھو میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی رہیں؟ ہم نے ان پر ایک تند ہوا مسلط کی، ایک دائمی نحوست کے دن، لوگوں کو اس طرح اکھاڑ پھینکتی تھی گویا وہ اُکھڑے ہوئے کھجوروں کے تنے ہوں۔

۱۷۔ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ، فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ [2]

اور اسی نے زمین کو خلقت کے واسطے رکھ دیا کہ اس میں میوے ہیں اور غلاف دار کھجور کے درخت ہیں۔

۱۸۔ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ، فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ [3]

ان دونوں میں میوے ہوں گے، خُرمے اور انار، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

۱۹۔ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ، سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ [4]

اور رہے عاد، سو وہ ایک تیز و تند ہوا سے ہلاک کئے گئے۔ (اللہ نے) ان پر مسلط کر دیا تھا سات رات اور آٹھ دنوں تک لگاتار، تو وہاں اس قوم کو یوں گرا ہوا دیکھتا ہے کہ گویا وہ گری ہوئی کھجور کے تنے پڑے ہیں۔

۲۰۔ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ، اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ، ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ، فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ، وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ، وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ، وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ، مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ [5]

سو انسان ذرا دیکھے اپنے کھانے کی طرف ہم نے خوب پانی برسایا، پھر ہم نے زمین کو خوب پھاڑا اور پھر ہم نے اگایا اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارے، تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ کے لئے۔

---

[1] القمر: ۱۸، ۱۹، ۲۰۔ [2] الرحمٰن: ۱۰، ۱۱۔ [3] الرحمٰن: ۶۸، ۶۹۔ [4] الحاقۃ: ۶، ۷۔ [5] عبس: ۲۴ تا ۳۲۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے متعدد بار قرآنی ارشادات کے ذریعے ان احسانات اور مہربانیوں کا ذکر کیا ہے جو اس نے پھلوں کی صورت میں انسان کو عطا کئے ہیں، ان پھلوں میں یوں تو انگور، انجیر، انار اور زیتون کا تذکرہ بار بار آیا ہے، لیکن جس پھل اور درخت کا حوالہ سب سے زیادہ دیا گیا ہے وہ کھجور ہے، اس کا بیان نَخْل، النخیل (جمع) اور نخلۃ (واحد) کے ناموں سے بیس مرتبہ قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔

کھجور کی قسموں اور اس کی گٹھلیوں وغیرہ کا ذکر بھی قرآن پاک میں الگ الگ ناموں سے کیا گیا ہے، مثلاً سورۃ الحشر (آیت:۵) میں کھجور کی ایک نفیس قسم کو "لِيْنَة" کہا گیا ہے، اسی طرح سورۃ النسآء کی دو آیات (۵۳ اور ۱۲۴) میں "نقیرًا" کا لفظ تمثیل کے طور پر استعمال ہوا ہے جس کے لغوی معنی یوں تو کھجور کی گٹھلی میں چھوٹی سی نالی کے ہیں، لیکن تشبیہ دی گئی ہے ایسی چیز سے جو نہ ہونے کے برابر یعنی حقیر ترین ہو، ایسی ہی مثال سورۂ فاطر (آیت:۱۳) میں لفظ "قطمیر" سے دی گئی ہے، جس کے معنی اس باریک جھلّی کے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے اوپر ہوتی ہے۔

"النّوی" کے معنی زیادہ تر مفسرینِ قرآن نے عام گٹھلی کے کئے ہیں، لیکن بعض کے نزدیک سورۃ الانعام (آیت:۹۵) میں اس کا اشارہ کھجور کی گٹھلی کی جانب ہے۔

"اَلْعُرْجُوْن" کھجور کے گچھے کی جڑ کو کہتے ہیں جو درخت پر خشک ہو کر پسلی کی شکل اختیار کر لیتی ہے، چنانچہ سورۃ یٰسین (آیت:۳۹) میں اس کی مثال نئے چاند کی دی گئی ہے۔

"حَبْل" کے معنی یوں تو کسی بھی رسّی کے ہو سکتے ہیں، لیکن جس حَبْل (رسی) کی بابت سورۃ اللھب (آیت:۵) میں ارشاد ہوا ہے کہ وہ ابولہب کی بیوی کی گردن پر ہوگی، وہ کھجور کی پتیوں سے بنی رسی ہے۔

اسی طرح سورۃ القمر کی آیت نمبر ۱۳ میں لفظ "دُسُرٍ" کا استعمال ہوا ہے، اسکے معنی بھی پام فائبر (Phlm-Fibre) کے لئے گئے ہیں، اب اگر مختلف ناموں سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کھجور کا ذکر قرآن حکیم میں اٹھائیس بار ہوا ہے۔

Marfat.com

عربی ایک جامع اور مکمل زبان ہے، جس میں تلوار کے سو نام ہیں، ہر نام تلوار کی مختلف حیثیت کو ظاہر کرتا ہے، اسی طرح کھجور کے جملہ اقسام اور حالتیں بھی علیحدہ نام رکھتی ہیں، مثلاً:

بلح: یہ کچی کھجور ہے خواہ درخت کے ساتھ لگی ہو، یا اتار لی گئی ہو۔

بُسرۃ: یہ کچی اور زرد کھجور رہے۔

بُسر: کچی کھجوریں جب پکنے کے قریب آ جائیں مگر ابھی پکی نہ ہوں۔

طلع: جب کونپلوں سے پھل بننے لگے، تو یہ پہلا شگوفہ ہے جو درخت پر ظاہر ہوتا ہے۔

رطب: وہ کھجور جو درخت پر لگی ہوئی پوری طرح پک جائے، اگر اسے اتارا نہ جائے تو اپنے آپ بھی گر جاتی ہے، قرآن کریم نے حضرت مریم علیہا السلام کو یہی چیز زچگی کی کمزوری کیلئے مرحمت فرمانے کا ذکر کیا ہے۔

تمر: درخت سے پکنے کے بعد خشک کھجوریں جو عام طور پر کھائی جاتی ہیں۔

جمار: کھجور کا گابھا۔

حشف: رڈی کھجوریں۔

کھجور کا درخت بنیادی طور پر گرم علاقوں میں ہوتا ہے، اور یہ ان علاقوں میں بھی پھل دیتا ہے جہاں پانی کم ہو، لمبائی میں تیس میٹر تک چلا جاتا ہے، کھجور کا درخت جنس کے لحاظ سے مذکر، مؤنث ہوتا ہے، مذکر پر پھل نہیں لگتا، جبکہ اس کے دانے مؤنث پودوں کو باور کرانے کیلئے ہوا یا باغبانوں کی کوشش سے پہنچائے جاتے ہیں، پھل شدید گرمی میں لگتا ہے جو گچھوں کی شکل میں ہوتا ہے، ایسے درخت بھی ہیں جن کے ایک ایک گچھے میں ایک ایک ہزار تک دانے ہوتے ہیں، درخت کی اوسط عمر ۱۵۰ سال ہے، اس کا کوئی حصہ بھی بیکار نہیں، پتوں سے ٹوکریاں بنتی ہیں، تنا عمارتی لکڑی کے طور پر کام آتا ہے، شاخیں کرسیاں بنانے اور جلانے کے کام آتی ہیں۔

کھجور کے درخت کا نباتاتی نام ''فوئینیکس ڈیٹی لیفیر یا'' ہے، عربی میں یوں تو نخل کہتے ہیں اور اس کے پھل

Marfat.com

کو ''تمر'' کہا جاتا ہے، لیکن عرب اور افریقہ کے ممالک میں تمر کے علاوہ بھی کھجور دوسرے بہت سے ناموں سے موسوم ہے، کچھ عرب ملکوں میں ہندی لفظ کھجور اور فارسی لفظ خُرما بھی کافی عام ہوگیا، عرب کے بازاروں میں کھجور اپنی قسموں کے نام سے بھی بکتا ہے، جیسے زاہدی، حلاوی، حیاتی، مضافاتی اور فاطمی وغیرہ وغیرہ۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یورپین زبانوں کے برخلاف عربی، فارسی، ہندی اور اردو میں عام طور سے جو الفاظ پھل کے لئے استعمال ہوتے ہیں وہی ان کے درختوں کے لئے مستعمل ہوجاتے ہیں، لہٰذا کھجور سے مراد پھل اور درخت دونوں کی ہے اور یہی بات ''تمر'' کے لئے کہی جاسکتی ہے۔

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ کھجور کی کاشت آٹھ ہزار سال قبل جنوبی عراق میں شروع کی گئی تھی، اس وقت دنیا میں کہیں بھی پھلدار پودوں کی کھیتی کا تصور تک نہ تھا، اس لئے سمجھا جاتا ہے کہ تہذیب کے بنانے اور سنوارنے میں جتنا دخل کھجور کا ہے کسی اور پودے کا نہیں ہے۔

عربوں میں ایک پرانی کہاوت تھی کہ سال میں جتنے دن ہوتے ہیں اتنے ہی کھجور کے استعمال اور فوائد ہیں، اور حقیقت بھی کچھ ایسی ہی لگتی ہے، ایک طرف اس کی لکڑی عمارت اور فرنیچر بنانے کے کام آتی ہے تو دوسری جانب اس کی شاخوں سے بے شمار مصنوعات تیار کی جاتی ہیں، عربی میں پرانا رواج تھا کہ خوشی اور فتح و کامرانی کے موقع پر لوگ کھجور کی پتیوں کو ہاتھ میں لے کر لہراتے ہوئے جلوس کی شکل میں نکلتے تھے، رسول اللہ ﷺ جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں آپ کا نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا گیا اور مدینہ کے لوگ اپنے ہاتھوں میں کھجور کی ٹہنیاں لئے ہوئے اپنی خوشی اور شادمانی کا اظہار کرتے رہے۔

ارشاداتِ نبوی ﷺ

نبی کریم ﷺ کو کھجور بہت پسند تھی، حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

''میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کھجوروں کے ساتھ تربوز کھا رہے تھے''۔ [1]

[1] ابن ماجہ، ترمذی۔

Marfat.com

حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جَو کی روٹی کے ایک ٹکڑے پر کھجوریں رکھے ہوئے تھے، پھر فرمایا کہ یہ اس روٹی کے ساتھ سالن ہے''۔ [1]

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

''ابواسعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے اپنی شادی کے ولیمہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدعو کیا، اس کی دلہن ان کی خدمت کر رہی تھی، اور آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا پلایا، انہوں نے رات کو مٹی کے ایک کونڈے میں کھجوریں بھگو کر رکھیں، صبح ان کو یہ پانی پلایا گیا۔ [2]

کھجور کی اہمیت

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں کھجور ہو، اس گھر والے کبھی بھوکے نہ رہیں گے۔ [3]

حضرت رافع بن عمر المزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ عجوہ کھجور اور بیت المقدس کی مسجد کا گنبد دونوں جنت سے آئے ہیں''۔ [4]

کھجور کے بارے میں احتیاط

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منقہ اور کھجور کو بیک وقت کھانے سے منع کیا ہے۔ [5]

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں مجلس رسالت میں کھجوریں کھا رہا تھا، ان دنوں میری آنکھ دکھ رہی تھی، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَتَاْكُلُ التَّمَرَ وَبِكَ رَمَدٌ کہ تم کھجوریں کھا رہے ہو، اور جبکہ تمھاری

---

[1] ابوداؤد۔ [2] بخاری۔ [3] مسلم۔ [4] ابن ماجہ۔ [5] بخاری۔

Marfat.com

آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ [۱]

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے مزاح کرتے ہوئے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری دائیں آنکھ دکھ رہی ہے جبکہ میں بائیں طرف سے کھا رہا ہوں، یہ ارشاد گرامی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جب آنکھیں دکھتی ہوں تو اس وقت کھجوریں کھانا مناسب نہیں۔

نوزائیدہ بچوں کے لئے بہترین گھٹی

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہیں:

"مجھے مکہ معظّمہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہونے والا ہو گیا تھا، یہ بچہ مجھے قبا میں آ کر پیدا ہوا، بچے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئی، اور ان کی گود میں ڈال دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور منگوائی اور اسے اپنے منہ میں چبایا، پھر اپنا لعاب اور کھجور بچے کے منہ میں ڈال کر اس کے تالو سے لگا دیا، پھر بچے کیلئے برکت کی دعا کی، یہ وہ پہلا بچہ تھا جو مدینہ میں پیدا ہوا"۔ [۲]

کھجوروں کی طبی حیثیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ فِيْ عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءٌ وَاَنَّهُ تِرْيَاقٌ اَوَّلَ الْبُكْرَةِ [۳]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس عظیم کھجور عجوہ میں ہر بیماری سے شفا ہے اور اگر اسے نہار منہ کھایا جائے، تو یہ زہروں سے تریاق ہے"۔

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

---

[۱] السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب ما جاء في الاحتماء: ۱۹۵۶۳۔ [۲] بخاری، مسلم۔ [۳] مسلم۔

Marfat.com

مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ [۱]

''جس نے صبح اٹھتے ہی عجوہ کھجور کے سات دانے کھا لئے، اس دن اسے جادو اور زہر بھی نقصان نہ دے سکیں گے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''عجوہ کھجور جنت سے ہے، اس میں زہر سے شفا ہے، کھمبی من کا حصہ تھی، اور اس کے پانی میں آنکھوں کی بیماریوں سے شفاء ہے، عربی دنبہ جو کہ سیاہ رنگ کا ہو، اس میں عرق النساء سے شفا ہے، اس کا گوشت کھایا جائے، اور یخنی پی جائے''۔ [۲]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُوا التَّمَرَ عَلَى الرِّيْقِ فَإِنَّهُ يَقْتُلُ الدُّوْدَ [۳]

''صبح نہار منہ کھجوریں کھایا کرو، کہ ایسا کرنے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں''۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کھجور کے فوائد کے بارے میں یہ حدیث بڑی اہمیت کی حامل ہے، کیونکہ طب کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ کسی مریض کے دل کے دورہ کی تشخیص کی گئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دل کے دورہ کی وجہ سے چھاتی میں جو شدید درد تھا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کے لمس سے جاتا رہا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ ایک خصوصی دعا بھی فرمائی، جسے حدیث میں اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْدًا کی صورت میں ذکر کیا گیا ہے۔ [۴]

کھجور کے فوائد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کو رات کے وقت بھگو کر اس کا پانی استعمال کرتے تھے، ابو اسید رضی اللہ عنہ کی دعوت ولیمہ

---

[۱] بخاری، مسلم، ابوداؤد۔ [۲] ابن النجار۔ [۳] مسند الفردوس۔ [۴] صحیح البخاری، باب وضع الید علی المریض، رقم: ۵۶۵۹۔

Marfat.com

میں یہی پانی بڑے شوق سے پیا، نیز نبی کریم ﷺ نے روزہ کھولنے کیلئے ہمیشہ کھجور استعمال فرمائی، یہ اس کی افادیت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کو کھجوروں میں سب سے زیادہ پسند عجوہ تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں غذائی عناصر دوسری کھجوروں سے زیادہ ہوتے ہیں، یہ مدینہ کی کھجوروں میں سے بہترین قسم ہے، اس کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے، اور یہ فوائد کے لحاظ سے دیگر اقسام سے بہتر اور لذیذ ہوتی ہے۔

حاملہ عورتوں کو کھجور کھلانے سے لڑکا پیدا ہوگا جو کہ حلیم، خوبصورت اور بردبار ہوگا، کھجور کی گٹھلی جلا کر دانتوں پر ملی جائے تو منہ کے تعفن کو دور کرتی ہے، دانتوں سے میل اتارتی ہے، جہاں سے بھی خون بہتا ہو اس کی راکھ لگانے سے بند ہو جاتا ہے۔

کھجور کی گٹھلیاں جانوروں کے لئے موزوں چارہ ہیں اور اس کے پھل انسان کے لئے بہترین غذا ہیں۔ اس کی غذائیت کا اندازہ اس کے کیمیاوی اجزاء سے کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں تقریباً ساٹھ فیصد ''انورٹ شوگر'' اور ''سکروز'' کے علاوہ اسٹارچ، پروٹین، ٹانن، پیکٹن، سیلولوس اور چربی مختلف مقدار میں موجود ہیں، علاوہ ازیں اس میں وٹامن اے، وٹامن بی، وٹامن بی ٹو اور وٹامن سی بھی پائے جاتے ہیں۔

اس کے معدنیاتی اجزاء بھی اہمیت کے حامل ہیں، یعنی سوڈیم، کیلشیم، سلفر، کلورین، فاسفورس اور آئرن (فولاد)، غذائیت سے بھرپور، ان کھجور کے پھلوں سے مشروبات، سرکہ، مٹھائیاں، شکر اور ایک قسم کا شیرہ تیار کیا جاتا ہے جو شہد کے مانند ہوتا ہے۔

کھجور ایک (ڈائیوسیسز) پودہ ہے، اس میں نر اور مادہ درخت ہوتے ہیں، ان دونوں کے پھولوں کے ذریعہ ''کراس پولی نیشن'' ہوتا ہے، تب ہی مادہ پودوں میں پھل آتے ہیں، ایک نر درخت کے پھول ایک سو مادہ درختوں کے لئے کافی سمجھے جاتے ہیں، اسلام سے قبل عرب قبائل کی آپسی دشمنی اور رقابت میں ایک

Marfat.com

دوسرے کو نقصان اور ضرر پہنچانے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ دشمن کے کھجور کے باغات تہس نہس کر دیئے جائیں، نر پودوں کو خاص طور سے کاٹ دیا جاتا تھا، اسلام نے اس عمل کی سختی سے ممانعت کی اور درختوں کو بلا شدید ضرورت کاٹنے کو ''فساد فی الارض'' سے تعبیر کیا، جنگی معرکوں سے قبل جہاں ایک جانب معصوموں کی جان لینے سے باز رہنے کا حکم ہوتا تو دوسری طرف یہ بھی تاکید ہوتی کہ کوئی سرسبز اور شاداب درخت نہ کاٹا جائے۔

اسلام کا یہ طریقہ عمل جس میں پودوں کی ''کنزرویشن'' اور حفاظت پر زور دیا جاتا تھا، یقیناً ایک انقلابی رجحان اور قابل ستائش سائنسی طرز فکر تھا۔ ایک مرتبہ بنی نضیر کی بستی کا محاصرہ کرتے ہوئے جب مسلمانوں کو جنگی مصلحتوں کی بناء پر نخلستان کے کچھ کھجور کاٹنے پڑے تو ان کو شدید صدمہ اور دُکھ ہوا، اس موقع پر قرآنی ارشاد کے ذریعہ بتایا گیا کہ ضروری حالات کے پیش نظر انہیں ایسا کرنے پر مجبور ہونا پڑا، لہٰذا یہ عمل جائز تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل تھی۔ یہ بات قرآن میں یوں فرمائی گئی ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ [1]

''تم لوگوں نے کھجوروں (لِیْنَۃ) کے جو درخت کاٹے یا جن کو اپنی جڑوں پر رہنے دیا، یہ سب اللہ ہی کے اذن سے تھا اور (اللہ نے یہ اذن اسلئے دیا) تاکہ فاسقوں کو ذلیل وخوار کیا جاسکے''۔

کھجور کے طبّی فوائد

کھجور کے بے مثال طبّی فوائد ہیں، یہ دماغ کا ضعف مٹاتی ہے اور یادداشت کی کمزوری کا بہترین علاج ہے، قلب کو تقویت دیتی ہے اور بدن میں خون کی کمی کو دُور کرتی ہے، گردوں کو قوت دیتی ہے، سانس کی تکالیف میں بالعموم اور دمہ میں بالخصوص سُودمند ہے، کھانسی، بخار اور پیچس میں اس کے استعمال سے افاقہ ہوتا ہے، یہ دافع قبض کے ساتھ پیشاب آور بھی ہے، قوتِ باہ کو بڑھانے میں مددگار ہے، غرضیکہ کھجور کا استعمال ایک مکمل غذا بھی ہے اور اچھی صحت کے لئے ایک لاجواب ٹانک بھی۔

[1] الحشر: ۵۔

Marfat.com

بخاری شریف کی ایک حدیث کے بموجب حضور ﷺ نے روزانہ صبح کو سات کھجوریں کھانے کی تلقین فرمائی ہے، حضور ﷺ کو کھجوریں بہت پسند تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو خربوزہ اور کھجور اکٹھے کھاتے دیکھا، اسی طرح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو ککڑی (قثاء) کے ساتھ کھجوریں کھاتے ہوئے دیکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی فرمایا ہے کہ حضور ﷺ تربوز کو کھجوروں کے ساتھ تناول فرماتے تھے، ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کھجور کھانے سے منع فرمایا کیونکہ وہ کچھ ہی دن قبل بیماری سے اُٹھے تھے، گویا کہ بیماری کے بعد صحت یابی کے دوران کھجور کھانے کو منع فرمایا گیا۔

اس ممانعت کے پیچھے ٹھوس سائنسی دلائل ہیں، کیونکہ برخلاف انگور اور انجیر کے کھجور میں ''ڈائٹری فائبر'' کافی ہوتا ہے جو فضلہ بناتا ہے اور بیماری کے دوران یا اس سے نجات پانے کے فوراً بعد کسی ایسی غذا کا استعمال طبی اعتبار سے نقصان دہ ہے جو فضلہ پیدا کرتا ہے۔

بعض مفسرین نے سورۃ مریم کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کھجور کو حاملہ عورتوں کے لئے سودمند بتایا ہے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولّد ہونے والے تھے تو اللہ کے حکم سے حضرت مریم کو یروشلم سے کچھ دور بیت لحم کے مضافات میں ایک کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا گیا، بی بی مریم جنگل میں اکیلی زچگی کے عمل سے گزرنے کو تھیں، ان کی دہشت کا یہ عالم تھا کہ وہ اس دہشت ناک مرحلہ سے گزرنے کی بجائے موت کی آرزومند ہوئیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مصیبت سے تکلیف کے بغیر گزر جانے کی آسان ترکیب یہ بتائی کہ وہ تازہ پکی ہوئی کھجوریں کھائے اور پانی پیئے، اس خاتون معظم نے اس نسخہ پر عمل کیا تو وہ اذیت کے مرحلہ سے بڑی آسانی کے ساتھ گزر گئیں، پھر ان میں اتنی توانائی موجود تھی کہ وہ اپنے جلیل القدر مولود کو گود میں اٹھائے ایک طویل مسافت طے کر کے اپنی بستی میں تشریف لائیں، جبکہ ہماری خواتین چالیس دنوں تک بھی چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوتیں۔

Marfat.com

سیدہ مریم علیہا السلام اپنے قیام کے دوران تروتازہ (رُطب) کھجور کھاتی رہیں، اس واقعہ سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ حضرت مریم کو ان کی ذہنی اور جسمانی تکالیف کے دوران کھجور کا پھل اس لئے میسر کرایا گیا کیونکہ وہ ایک مکمل غذا تھی۔

حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْتٌ لَا تَمْرَ فِیْھَا کَالْبَیْتِ لَا طَعَامَ فِیْہِ [1]

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں کھجور نہ ہو وہ ایسا ہے گویا کہ اس میں کھانا نہیں ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی کیفیت میں جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے دل نے کام کرنا چھوڑ دیا اور ان کو شدید ہارٹ اٹیک ہو چکا تھا، کھجور اور اس کی گٹھلی سے علاج کر کے دنیا کو یہ سکھا دیا کہ قرآن جب کسی چیز کو توانائی کا مظہر قرار دیتا ہے تو پھر وہ بند ہوتے ہوئے دل کو بھی چلانے کی صلاحیت رکھتی ہے، آپ نے عوارض حیض کی ایک نہایت ہی خبیث بیماری کے علاج میں کھجور کی افادیت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا:

مَا لِلنِّسَاءِ عِنْدِیْ شِفَاءٌ مِثْلُ الرُّطَبِ وَلِلْمَرِیْضِ مِثْلُ الْعَسَلِ [2]

''میرے نزدیک عورتوں میں ماہواری کی شدت اور بار بار آنے والی اذیت کے لئے تازہ کھجور سے زیادہ مفید کوئی دوائی نہیں، اور مریض کے لئے شہد سے بہتر کچھ نہیں''۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کھانے والوں کو زہر کے اثر سے محفوظ رہنے کا مژدہ بھی سنایا ہے اور طبِ جدید اس امر کا اعتراف کرتی ہے کہ وہ چیزیں جو جگر کو تقویت دیتی ہیں اور اس کی حفاظت کرتی ہیں وہ زہروں کے اثرات کو زائل کر دیتی ہیں۔

نخلستان کا بادشاہ

کھجور کا درخت نخلستان کا بادشاہ کہلاتا ہے، اس میں بہترین پھل اس وقت آتے ہیں جب اس کی جڑیں پانی میں ڈوبی ہوئی ہوں اور اوپر کا حصہ دھوپ کی تمازت میں جھلس رہا ہو، کھجور کا درخت پچاس سے

[1] ابن ماجہ۔ [2] ابوالشیخ۔ ابونعیم، عن ابوہریرہؓ۔

Marfat.com

اسّی فٹ تک اونچا ہوتا ہے، عام طور سے اس میں شاخیں نہیں ہوتی ہیں لیکن کبھی کچھ اشجار شاخوں والے پیدا ہو جاتے ہیں جو ''برانچڈ پالم'' کہلاتے ہیں، ان کو سورۃ الرعد (آیت ۴) میں ''اکہرے اور دُہرے'' درخت کہا گیا ہے۔[1]

کھجور کی عمر، یوں تو سو برس ہوتی ہے لیکن اچھے پھلوں کی پیداوار ایک سو برس تک جاری رہتی ہے، اس کے درخت بیجوں سے بھی اگائے جاتے ہیں لیکن عمدہ اور تیز بڑھنے والے وہ ہوتے ہیں جنہیں سکّرز (Suckers) کے ذریعہ لگایا جاتا ہے، یہ سکّر نوعمر درختوں کے نچلے حصّے سے حاصل کیے جاتے ہیں۔

کھجور گو کہ دراز قد ہوتے ہیں لیکن ان کی جڑیں زمین کے اندر گہری نہیں ہوتیں، اثل (جھاؤ) اور عاقول (جواسا) وغیرہ عرب کے وہ ریگستانی پودے ہیں جن کی جڑیں دس سے تیس فٹ تک زمین کے اندر جاتی ہیں جبکہ کھجور کی جڑیں عام طور سے صرف پانچ فٹ زمین میں ہوتی ہیں، کھجور کے درخت کی اس کمزوری کی مثال سورۃ القمر (آیات: ۱۸ سے ۲۰) میں یوں بیان ہوئی ہے:

''قوم عاد پر جب عذاب پڑا تو وہ طوفانی ہواؤں سے اس طرح فوت ہو گئے جیسے وہ جڑ سے اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں''۔

کھجور کے باغات

اپنی خوبصورتی کی بنا پر کھجور کے باغات ایک پُرفریب منظر پیش کرتے ہیں، عرب، افریقہ اور جنوبی یورپ کے شاعروں اور ادیبوں نے اس کا بڑے دل کش انداز میں اپنی تخلیقات میں تذکرہ کیا ہے، بعض عرب علاقوں میں خاص طور سے فلسطین میں لڑکیوں کا نام ''تمر'' رکھا جاتا ہے۔

جغرافیائی اعتبار سے کھجور کی پیداوار کا علاقہ مغربی ہندوستان سے لے کر شمال مشرقی افریقہ تک پھیلا ہوا ہے لیکن اس کی اصل اور مقدم کاشت نیز پیداوار ایران، عراق، سعودی عرب اور مصر میں ہوتی ہے، ویسے ایشیاء

[1] تفہیم القرآن۔

Marfat.com

اورافریقہ کے بہت سے ممالک کھجور کاشت کرتے ہیں۔ ہندوستان کھجور کی پیداوار کے لحاظ سے اہمیت نہیں رکھتا ہے لیکن کچھ عرصہ سے گجرات، راجستھان اور پنجاب میں چند اچھی اقسام کی کاشت کی جارہی ہے۔

فی الحال نرم اور خشک (چھوہارے) کھجور افغانستان، عراق، ایران، عمان اور کویت سے ہر سال تقریباً ساٹھ سے اسی ہزار ٹن درآمد کئے جاتے ہیں جن کی مالیت کم وبیش پندرہ کروڑ روپے ہوتی ہے۔

کھجور کی عالمی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ پیداواری ملکوں میں مقامی کھپت کے ماسوا پانچ سے آٹھ لاکھ ٹن کھجور دنیا کے بازاروں میں بھیجا جاتا ہے جس کا ایک بڑا حصہ یورپ جاتا ہے، جہاں کرسمس کے دوران اس کی مانگ بہت بڑھ جاتی ہے، امریکہ میں کیلی فورنیا اور اریزونا کے صوبوں میں کھجور کی کاشت بڑے پیمانے پر شروع کردی گئی ہے، ایک اندازہ کے مطابق ۱۹۸۲ء میں کھجور کی عالمی پیداوار چھبیس لاکھ ٹن تھی جس کا ۵۶ فیصد حصہ عراق، سعودی عرب، مصر اور ایران میں پیدا ہوا۔

کھجور کی اہمیت کے پیش نظر ایف اے او (F.A.O) نے ایک عالمی تحقیقاتی ادارہ عراق کے دارُ الحکومت بغداد میں ۱۹۷۸ء میں قائم کیا ہے، اس کا نام ''پالم اینڈ ڈیٹ ریسرچ سنٹر'' رکھا گیا ہے۔ یہاں سے ایک اہم سائنسی رسالہ ''ڈیٹ پالم جرنل'' کے نام سے مستقل شائع ہوتا ہے۔

عراق کا شہر بصرہ کھجور کی تجارت کے لئے زمانہ قدیم سے بہت مشہور رہا ہے، آج بھی سب سے زیادہ کھجوریں اسی بندرگاہ سے برآمد کی جاتی ہیں، یہ بات قابل ذکر ہے کہ بصرہ شہر دو اقسام کے ''تمر'' کی بنا پر مشہور ہے، ایک تو وہ تمر جو اصل کھجور ہیں، اور دوسرے ''تمر ہند'' جو اِملی ''ٹمر ینڈس انڈیکا'' کا عربی نام ہے اور جو ہندوستان سے بصرہ درآمد کی جاتی ہے، ساری عرب دُنیا میں ہندوستانی املی تمر ہند کا استعمال غذا اور شربتوں میں بہت مقبول ہے، انگریزی زبان میں اِملی کو ''ٹمر ینڈ'' کہتے ہیں جو اصل میں تمر ہند کا بگڑا ہوا روپ ہے۔

ہندوستان کے کئی صوبوں میں کھجور کی جنس کا ایک دوسرا پودہ کافی تعداد میں پایا جاتا ہے جس کو ہندوستانی کھجور (Indihn Dhte Phlm) یا عربی کھجور (فوینیکس ڈیکٹی لیفیا) کے جنگلی پودے دُنیا میں کہیں بھی نہیں پائے گئے ہیں، لہٰذا کچھ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ ہندوستان کے جنگلی کھجور سے ہی عراق (عرب) کا

Marfat.com

کاشت شدہ (کلٹی ویٹڈ) کھجور وجود میں آیا ہے۔

کھجور کا گابھا

عربی میں اسے جمار کہتے ہیں، کھجور کی شاخوں میں جہاں پھول لگتے ہیں، وہاں کونپلوں سے پہلے یہ گاڑھا، لیس دار، شیریں اور خوشبودار جمع ہوتا ہے، ذائقہ دودھ اور بادام جیسا ہوتا ہے، جس درخت کی شاخوں سے جمار نکال لیں اس کو پھر پھول نہیں لگتے، اس کے کھانے سے قبض پیدا ہوتی ہے، آنتیں مضبوط ہوتی ہیں، اور دست رک جاتے ہیں، سینہ کے درد کو دور کرتا ہے، اگر تھوک میں خون آتا ہو تو وہ بند ہو جاتا ہے۔

کھجور کے درخت کی جڑوں کو جلا کر زخموں پر مرہم کی صورت لگاتے ہیں، اس سفوف کا منجن کرنے سے دانت کا درد جاتا رہتا ہے، کھجور کی گٹھلیوں کو آگ میں ڈال کر ان کی دھونی دینے سے بواسیر کے مسے خشک ہو جاتے ہیں۔

کھجور کی عملی افادیت

۱۔ شدید کمزوری کیلئے رطب، جیسے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق نصیحت کی گئی۔

۲۔ جسمانی کمزوری کیلئے، خاص طور پر جب کسی کو کچھ عرصہ کھانے کو نہ ملے، تو وہ اپنی توانائی کی جلد بحالی کیلئے کھجور پر بھروسہ کرسکتا ہے، اسی اصول کے مطابق روزہ افطار کرنے کیلئے کھجور کھانے کی ہدایت کی گئی۔

۳۔ جنسی اور جسمانی کمزوری کیلئے اور جب اعتدال سے زیادہ دبلا ہو، تو کھجور کے ہمراہ کھیرا، ککڑی، بھارتی ماہرین اس غرض کیلئے تربوز کو بھی تجویز کرتے ہیں۔

۴۔ پیٹ کے کیڑے مارنے کیلئے نہار منہ۔

۵۔ گردوں، مثانہ، آنتوں میں قولنجی دردوں کو روکنے کیلئے۔

۶۔ تازہ پکی ہوئی کھجور کا مسلسل استعمال عورتوں میں حیض کے خون کا کثرت سے آنے میں مفید ہے۔

۷۔ آنکھوں کی سوزش میں کھجور کھانا مناسب نہیں اور بیماری کے فوراً بعد زیادہ مقدار میں کھجوریں

Marfat.com

درست نہیں۔

۸۔ دل کے دورہ میں کھجور کو گٹھلی سمیت کوٹ کر دینا، جان بچانے کا باعث ہے، احادیث میں اس غرض کیلئے عجوہ کھجور تجویز کی گئی ہے، تجربات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس غرض کیلئے دوسری کھجوریں بھی استعمال کی جاتی ہیں، مگران کا عرصہ استعمال طویل ہونا چاہئے، چونکہ دل کا دورہ شریانوں میں رکاوٹ سے پیدا ہوتا ہے، اسلئے شریانوں میں رکاوٹ کے باعث پید اہونے والی تمام بیماریوں خاص طور پر BUERGER,S DISEHSE میں کھجور کی گھٹلی تریاق کا اثر رکھتی ہے۔

انجیر

قرآنی نام: تِین

قرآنی آیت بسلسلہ انجیر:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝١ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝٢ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝٤ [1]

قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس امن والے شہر کی کہ ہم نے انسان کو بہترین انداز کے ساتھ پیدا کیا۔

مولانا شبیر احمد عثمانی اپنی تفسیر قرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ چونکہ انجیر اور زیتون کے جامع فوائد ہیں اور انسان کی حقیقت جامعہ سے مشابہت رکھتے ہیں لہٰذا آیت کے مضمون کو ان دونوں کی قسم سے شروع کیا گیا ہے، اور طور سینا کی قسم اس لئے کھائی گئی ہے کیونکہ وہاں اللہ جل جلالہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرفِ ہم کلامی بخشا تھا اور امن والا شہر یعنی مکہ معظّمہ کی قسم اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتی ہے کہ وہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے۔

---

[1] التین: ۱ تا ۴۔

Marfat.com

انجیر کے فوائد

انجیر ایک عمدہ میوہ ہے جس میں فضلہ نہیں ہوتا ہے، اسی لئے طویل بیماری کے بعد صحت یابی کے دوران انجیر کھانا بہت مفید سمجھا جاتا ہے۔ یہ طبیعت کو نرم کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اس کے خشک پھلوں میں پچاس فیصد سے زائد شکر ہوتی ہے۔

معدہ کے امراض میں فائدہ بخش، گردوں کو صاف کرتا ہے اور ریگِ مثانہ کو نکالتا ہے، جسم پر پھوڑے پھنسی نکل آئیں تو انجیر یا اس کا شربت فائدہ کرتا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ انجیر بواسیر کا قاطع اور نقرس کو نافع ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

أُهْدِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَبَقٌ مِّنْ تِيْنٍ ، فَقَالَ: كُلُوْا، وَأَكَلَ مِنْهُ وَقَالَ: لَوْ قُلْتَ إِنَّ فَاكِهَةً نُزِلَتْ مِنَ الْجَنَّةِ، قُلْتُ هٰذِهٖ، لِأَنَّ فَاكِهَةَ الْجَنَّةِ بِلَا عَجَمٍ، فَكُلُوْا مِنْهَا فَإِنَّهَا تَقْطَعُ الْبَوَاسِيْرَ، وَتَنْفَعُ مِنَ النَّقْرِسِ [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے انجیر سے بھرا ہوا تھال آیا (ہوسکتا ہے طائف سے آیا ہو) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ کھاؤ! ہم نے اس میں سے کھایا اور پھر ارشاد فرمایا "اگر کوئی کہے کہ کوئی پھل جنّت سے زمین پر آسکتا ہے تو میں کہوں گا کہ یہی وہ ہے، کیونکہ بلاشبہ جنت کا میوہ ہے، اس میں سے کھاؤ کہ یہ بواسیر کو ختم کر دیتی ہے اور گنٹھیا (جوڑوں کے درد) میں مفید ہے۔

انجیر کی بہترین قسم سفید ہے، یہ گردہ اور مثانہ سے پتھری کو حل کر کے نکال دیتی ہے، حلق کی سوزش، سینہ کے بوجھ اور پھیپھڑوں کی سوجن میں مفید ہے، یہ بہترین غذا ہے اور زہروں کے اثرات سے بچاتی ہے، جالینوس نے کہا ہے کہ انجیر کے ساتھ جوز اور بادام ملا کر کھالئے جائیں تو یہ خطرناک زہروں سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔

[1] ابو بکر الجوزی۔

Marfat.com

امام محمد بن احمد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انجیر میں تمام دوسرے پھلوں کی نسبت بہتر غذائیت موجود ہے، یہ پیاس کو بجھاتی اور آنتوں کو نرم کرتی ہے، بلغم کو نکالتی ہے، پرانی بلغمی کھانسی میں مفید ہے، پیشاب آور ہے، آنتوں سے قولنج اور سدّوں کو دور کرتی ہے، اسے نہار منہ کھانا عجیب وغریب فوائد کا باعث ہوتا ہے کیونکہ اس سے آنتوں کی غلاظت نکل جاتی ہے اور ان کا فعل اعتدال پر آجاتا ہے، اگر ایسے میں اس کے ساتھ جوز اور بادام ہوں تو اور بہتر ہے، یہ جگر اور تلی کو قوت دیتا ہے، ورم کو دور کرتا ہے، سینہ کے درد کو نافع ہے، گردوں اور پتہ سے پتھری کو حل کر کے نکالنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

ایک حکیم کہتا ہے کہ ایک خاتون کو پتہ کی پرانی سوزش تھی، ایکسرے پر متعدد پتھریاں پائی گئیں، اسے آپریشن کا مشورہ دیا گیا، وہ درد سے مرنے کو تیار تھی مگر آپریشن کی دہشت کو برداشت کرنے کو تیار نہ تھی، اس مجبوری کے لئے کچھ کرنا ضروری ٹھہرا، چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلونجی کو ہر مرض کی شفاء قرار دیا ہے اس لئے کاسنی اور کلونجی کا مرکب اور صبح نہار منہ چھ دانے خشک انجیر کھانے کو کہا گیا، دو ماہ کے اندر نہ صرف پتھریاں نکل گئیں بلکہ سوزش جاتی رہی، علامات کے ختم ہونے کے ایک ماہ بعد کے ایکسرے سے پتہ مکمل طور پر صحت مند پایا گیا۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ سورۃ التین کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ قرآن نے جس چیز کی قسم کھائی ہے بلاشبہ اس میں فوائد عجیبہ موجود ہیں، طبِ جدید میں آج بھی کوئی خوردنی دوائی بواسیر میں مفید نہیں لیکن یہ وہ منفرد چیز ہے جو خوش ذائقہ پھل ہونے کے ساتھ ساتھ جگر کی اصلاح کرتی ہے، خون کی نالیوں سے انجماد خون کو دور کرتی ہے، کھانے کو ہضم کرتی ہے، اگر اسے جلا کر سر پر لگائیں تو بال اگاتی ہے، دانتوں پر منجن کریں تو داغ اتار دیتی ہے، دل کے مریضوں کے خون سے کولیسٹرول کم کرنے میں اطباء نے مشاہدہ کیا ہے کہ یہ (hristhmid) سے زیادہ موثر ہے۔

پھلوں میں یہ سب سے نازک پھل ہے، پکنے کے بعد پیڑ سے اپنے آپ گر جاتا ہے اور اسے اگلے دن تک محفوظ کرنا ممکن نہیں ہوتا، اس کے استعمال کی بہترین صورت اسے خشک کرنا ہے، انجیر کو خشک کرنے کے عمل

Marfat.com

کے دوران اسے جراثیم سے پاک کرنے کے لئے گندھک کی دھونی دیتے ہیں اور آخر میں نمک کے پانی میں ڈبوتے ہیں تاکہ سوکھنے کے باوجود نرم اور ملائم رہے، کیونکہ نمک بھی محفوظ کرنے والی ادویہ میں شامل ہے۔

انجیر کا وطنِ اصلی

''انجیر''، یہ بنیادی طور پر مشرقِ وسطیٰ اور ایشیائے کوچک کا پھل ہے، اگرچہ اب یہ دنیا کے مختلف خطوں میں پایا جاتا ہے، مفسرین کا خیال ہے کہ زمین پر انسان کی آمد کے بعد اس کی افادیت کے لئے سب سے پہلا درخت جو معرض وجود میں آیا وہ انجیر کا تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام نے اپنی ستر پوشی کے لئے انجیر کے پتے استعمال کئے۔

زیتون

قرآنی نام: اَلزَّيْتُوْن

قرآنی آیات بسلسلہ زیتون:

۱۔ وَهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَىْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ [1]

اور وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کی روئیدگی کو نکالا اور پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ ہم اس سے اوپر تلے چڑھے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گچھوں سے خوشے نکلتے ہیں، یہ نیچے کو لٹکتے ہوئے اور ہم نے باغ، انگور، زیتون اور انار کے پیدا کئے، باہم مشابہ اور غیر مشابہ، اس کے پھل کو دیکھو جب وہ پھیلتا ہے اور اس

[1] الانعام:۹۹۔

Marfat.com

کے پکنے کو دیکھو، بیشک ان سب میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان کی طلب رکھتے ہیں۔

۲۔ وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ٘ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۔[۱]

اللہ وہ ہے جس نے باغات پیدا کئے، جن میں سے کچھ (بیل دار ہیں جو) سہاروں سے اوپر چڑھائے جاتے ہیں، اور کچھ سہاروں کے بغیر بلند ہوتے ہیں، اور نخلستان اور کھیتیاں، جن کے ذائقے الگ الگ ہیں، اور زیتون اور انار، جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں، اور ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں، جب یہ درخت پھل دیں تو ان کے پھل کو کھانے میں استعمال کرو، اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو اللہ کا حق ادا کرو، اور فضول خرچی نہ کرو، یاد رکھو! وہ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

۳۔ هُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ۝ یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۱ [۲]

وہ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا جس سے تمہیں پینے کو ملتا ہے اور اسی سے سبزہ زار پیدا ہوتے ہیں، جن میں تم مویشی چراتے ہو اور اسی سے تمہارے لئے کھیتی اُگاتے ہیں، نیز زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل، بیشک اس میں بڑی نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو سوچتے رہتے ہیں۔

۴۔ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ [۳]

اور ایک درخت بھی پیدا کیا جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے، وہ اگتا ہے تیل لئے ہوئے اور کھانے والوں کے لئے سالن لئے ہوئے۔

---

[۱] الانعام: ۱۴۱۔ [۲] النحل: ۱۰۔۱۱۔ [۳] المومنون، آیت: ۲۰۔

Marfat.com

۵۔ اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوۡکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیۡتُوۡنَۃٍ لَّا شَرۡقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرۡبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیۡتُہَا یُضِیۡٓءُ وَ لَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ۔[1]

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، (کائنات میں) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑک اُٹھتا ہو، چاہے آگ اس کو نہ لگے (اس طرح) روشنی ہی روشنی۔ اللہ اپنے نور کی طرف سے جس کی چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے۔ وہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے اور وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔

٦۔ فَلۡیَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰی طَعَامِہٖۤ ۙ اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا ۙ ثُمَّ شَقَقۡنَا الۡاَرۡضَ شَقًّا ۙ فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا حَبًّا ۙ وَّ عِنَبًا وَّ قَضۡبًا ۙ وَّ زَیۡتُوۡنًا وَّ نَخۡلًا ۙ وَّ حَدَآئِقَ غُلۡبًا ۙ وَّ فَاکِہَۃً وَّ اَبًّا ۙ مَّتَاعًا لَّکُمۡ وَ لِاَنۡعَامِکُمۡ [2]

سو انسان ذرا دیکھے اپنے کھانے کی طرف ہم نے خوب پانی برسایا، پھر ہم نے زمین کو خوب پھاڑا اور پھر ہم نے اگایا اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارے تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ کے لئے۔

۷۔ وَ التِّیۡنِ وَ الزَّیۡتُوۡنِ ۙ﴿۱﴾ وَ طُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَ ہٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ ۙ﴿۳﴾ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۫﴿۴﴾ [3]

---

[1] النور: ۳۵۔ [2] عبس: ۲۴ تا ۳۲۔ [3] التین: ۱ تا ۴۔

Marfat.com

قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس امن والے شہر کی، کہ ہم نے انسان کو بہترین انداز کے ساتھ پیدا کیا۔

''زیتون'' کا ذکر قرآن پاک میں اس کے نام سے چھ بار ہوا ہے، اور ایک مرتبہ سورۃ المومنون[1] میں اس کی جانب صرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طور سینا کے اطراف ایک ایسا درخت پیدا کیا ہے جس میں ایسا تیل ہے جو سالن کے کام آتا ہے۔

''زیتون'' کا نباتاتی نام ''اولیا یوروپیا'' ہے، یہ ایک چھوٹا درخت ہے جس کی اونچائی اوسطاً ۲۵ فٹ ہوتی ہے، اس کی پیداوار قلم لگا کر ہوتی ہے، کیونکہ بغیر قلم لگائے ہوئے پودے اچھے پھل نہیں دیتے ہیں، اس کے کچے پھل چٹنی اور اچار کے کام میں لائے جاتے ہیں جبکہ پکے ہوئے پھل انتہائی شیریں اور لذیذ ہوتے ہیں، یہ بیضاوی شکل کے ۲ سے ۳ سینٹی میٹر لمبے ہوتے ہیں، ان کے گودے میں پندرہ سے چالیس فیصد تک تیل ہوتا ہے جو اپنی خصوصیات اور صاف وشفاف ہونے میں بے مثال مانا جاتا ہے، یہ تیل گودے کو کھلی میں نچوڑ کر نکالا جاتا ہے۔

اس تیل کا اصل جز ''اولیک ایسڈ'' ہے جو اس میں تقریباً اسی (۸۰) فیصد ہوتا ہے، اس کے علاوہ اس میں سٹیریک ایسڈ، لینولک ایسڈ، پالم ایٹک ایسڈ، میریسٹک ایسڈ، اور ایراچڈک ایسڈ بھی تھوڑی مقدار میں ملتے ہیں، یہ نہ جمنے والا یعنی ''نان ڈرائینگ آئل'' کہلاتا ہے، اس کی زبردست غذائی خصوصیت کے ساتھ ساتھ بے پناہ طبی اہمیت تسلیم کی جاتی ہے۔

بغیر پکائے ہوئے اس کو سالن کے طور پر استعمال میں لایا جا سکتا ہے، عربوں میں پرانا دستور تھا کہ طویل سفر یا جنگی معرکوں کے دوران لوگ روٹی کو شہد اور زیتون کے تیل میں بھگو کر کھایا کرتے تھے، اس طرح کھانا پکانے کی زحمت اور وقت سے بچا جا سکتا تھا۔

---

[1] آیت: ۲۰۔

Marfat.com

زیتون کے تیل کے فوائد

''زیتون'' کے تیل کا طویل عرصہ غذائی طور پر استعمال، معدہ کی تیزابیت کو دُور کرتا ہے اور اُلسَر کو مٹاتا ہے۔ جلدی بیماریوں میں عام طور سے اور داد میں خصوصاً نہایت مفید ہے، کئی اقسام کے مرہموں، پلاسٹروں اور نفیس قسم کے صابن بنانے کی صنعت میں روغنِ زیتون کی کافی کھپت ہے، دل کے ان امراض میں جن میں زیادہ چربی کا استعمال نقصان دہ سمجھا جاتا ہے، زیتون کا تیل سُود مند ثابت ہوتا ہے۔

قبض کا علاج

کھانا وقت پر کھایا جائے، رات کے کھانے کے بعد جلد نہ سویا جائے اور پیدل چلا جائے، کھانے سے پہلے تربوز یا خربوزہ پیٹ کو صاف کرتا ہے، ناشتہ میں جَو کا دلیہ آنتوں کو صاف کرتا ہے، ریشے دار غذائیں کھائی جائیں، جیسے کہ سبزیاں یا پھل، آٹا چھان کر نہ پکایا جائے، کیونکہ اس کی بھوسی قبض اور دل کا علاج ہے، خشک انجیر کے ۲، ۳ دانے ہر کھانے کے بعد کھانے سے نہ صرف قبض ختم ہوجاتی ہے بلکہ یہ بواسیر کا بھی علاج ہے، ان تمام کوششوں کے باوجود اگر قبض میں بہتری نہ ہو تو سب سے پہلے زیتون کا تیل استعمال کریں، یہ محفوظ اور مفید ہے۔

ذیابیطس، ایک سبق آموز واقعہ

پروفیسر ایلن نے ذیابیطس کے ایک مریض سے پوچھا کہ تم کون ہو، اور کہاں سے آئے ہو؟ مریض نے بتایا کہ میں پاکستان سے آیا ہوں، تو اس نے کہا کہ مجھے آپ کی بات پر یقین نہیں ہے، مریض نے کہا کہ مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے، میں پاکستان سے آیا ہوں بحمد اللہ میں مسلمان ہوں، اور وہاں میرا اچھا خاصا کاروبار ہے۔

پروفیسر ایلن نے کہا اگر تم مسلمان ہو تو تم کو ذیابیطس نہیں ہوسکتا، کیونکہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کم کھانے کی تلقین کی ہے، جس نے اس حکم پر عمل کیا اسے یہ بیماری نہیں ہوسکتی، اور اگر تم نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کہنے پر

Marfat.com

عمل نہیں کیا، اور بسیار خوری کے نتیجے میں شوگر کی بیماری ہوگئی ہے، تو پھر اپنے مذہب کو بدنام نہ کرو۔

زیتون کا وطنِ اصلی

زیتون کا اصل وطن فلسطین اور شام کا وہ علاقہ ہے جو فینی شیا (فونیٹکیا) کہلاتا ہے، یہیں اس کی کاشت تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح شروع کی گئی، اور اسی خطّہ سے یہ پودہ مغرب اور مشرق کے ممالک میں لے جایا گیا، زیتون کی وطنیت کا حوالہ قرآن کریم کی سورۃ النور کی آیت ۳۵ میں دیا گیا ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ:

مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ

''ایک مفید درخت زیتون ہے جو نہ پُورب کا ہے نہ پچھّم کا''۔

بعض مفسرین قرآن نے اس آیت کا مفہوم شجر زیتون کے رخ سے لیا ہے، تفسیر ماجدی (حاشیہ ۷۷) میں تحریر فرمایا گیا ہے کہ نہ اس کے (زیتون) جانب شرقی میں کوئی آڑ ہے اور نہ جانب غربی میں، اس کا فیض شرق وغرب کے ساتھ مخصوص نہیں، تفہیم القرآن (حاشیہ: ۶۴) میں کہا گیا ہے کہ محض غربی یا محض شرقی رُخ کے درخت نسبتاً خراب تیل دیتے ہیں۔

زیتون کی بابت حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ زیتون کا تیل کھانے میں بھی استعمال کرو اور مالش میں بھی، اس لئے کہ یہ بابرکت درخت کا تیل ہے۔

زیتون پیغامِ امن

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں قہر خداوندی ایک طوفانی سیلاب کی شکل میں ظاہر ہوا، حضرت نوح علیہ السلام اپنی امت کو لے کر کشتی میں کئی دن سفر کرتے رہے، انہوں نے ایک روز فاختہ کو ہدایت کی کہ وہ پانی کے اوپر پرواز کرے، سیلاب کی صورتِ حال کا جائزہ لے، فاختہ جب لوٹ کر آئی تو اس کی چونچ میں زیتون کی ڈالی تھی، اس سے نتیجہ نکالا گیا کہ پانی اتنا اتر گیا ہے کہ پودے ننگے ہوگئے ہیں اور اسی روز سے ہی محاورہ میں فاختہ اور زیتون کی شاخ امن اور سلامتی کے نشان قرار پاگئے۔

Marfat.com

زیتون کا درخت سیاست میں امن اور سلامتی کا نشان بن گیا ہے، فلسطینی رہنما محمد عبدالرؤف یاسر عرفات نے جب اقوام متحدہ کے اجلاس سے خطاب کیا تو سب سے پہلی بات یہ کہی ”میں آپ کے پاس زیتون کی ڈالی لے کر آیا ہوں“، اس سے مفہوم یہ لیا گیا کہ وہ اقوام متحدہ میں امن اور سلامتی کا پیغام لے کر آئے ہیں۔

ارشاداتِ نبوی ﷺ

حضرت اسید انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ۔ [۱]

”زیتون کے تیل کو کھاؤ اور اس سے جسم پر مالش کرو کہ یہ ایک مبارک درخت سے ہے“۔

عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُبَارَكَةِ زَيْتُ الزَّيْتُوْنِ فَتَدَاوَوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مُصِحَّةٌ مِّنَ الْبَاسُوْرِ [۲]

”تمہارے پاس اس مبارک درخت سے زیتون کا تیل موجود ہے، اس سے علاج کرو، یہ باسور کو ٹھیک کر دیتا ہے“، (باسور سے مراد مقعد کا زخم ہے)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

اِيْتَدِمُوْا بِالزَّيْتِ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ [۳]

”زیتون کے تیل سے علاج کرو، اسے کھاؤ اور لگاؤ، کیونکہ یہ ایک مبارک درخت سے ہے“۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّ فِيْهِ شِفَاءً مِّنْ سَبْعِيْنَ دَاءً مِنْهَا الْجُذَامُ [۴]

”زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ کیونکہ یہ ستر بیماریوں سے شفا ہے، جن میں سے ایک کوڑھ بھی ہے“۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ذات الجنب کے علاج میں ورس اور زیتون کے تیل کی افادیت کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ [۵]

---

[۱] ترمذی، ابن ماجہ، دارمی۔ [۲] ابن سنی، ابونعیم۔ [۳] بیہقی، ابن ماجہ۔ [۴] ابونعیم۔ [۵] ترمذی، مسند احمد، ابن ماجہ۔

Marfat.com

ذات الجنب کو پرانے اطباء نے نمونیہ قرار دیا ہے، جبکہ نوعیت کے لحاظ سے یہ پلورسی ہے، اس کی تشریح میں امام عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قَالَ اَصْحَابُ الْعِلْمِ اِنَّ ذَاتَ الْجَنْبِ السِّلُّ [1] یعنی اہل علم بیان کرتے ہیں کہ ذات الجنب دراصل تپ دق ہے۔

جبکہ یہی بات جدید طبّ کو سنہ ۱۹۴۰ کے بعد معلوم ہوئی ہے۔

زیتون کے فوائد

زیتون کا تیل پکے ہوئے پھل سے نکالا جاتا ہے، کچے یا گلے ہوئے پھل میں تیل کی مقدار کم ہوتی ہے، اگرچہ اس کے بیجوں میں بھی تیل پایا جاتا ہے، مگر ان کا معیار عمدہ نہیں ہوتا، تیل نکالنے سے پہلے پھل کو صاف کر کے اس کا چھلکا اتار لینا ضروری ہے، پھل کو براہ راست مشین کے کولہو میں ڈال کر تیل کی جو قسم برآمد ہوتی ہے، اسے سب سے عمدہ تیل قرار دیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مہمان آیا، انہوں نے رات کے کھانے میں اسے اونٹ کی سری اور زیتون کا تیل پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں یہ تمھیں اس لئے کھلا رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مبارک درخت قرار دیا ہے۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سرخ زیتون کا تیل سیاہی مائل سے بہتر ہوتا ہے، زیتون کے درخت کے پتوں کا رس نکال کر، یا خشک ملیں، زیتون کو پانی میں ابال کر ان سے کلیاں کرنا منہ اور زبان کے زخموں کو مندمل کر دیتا ہے۔

زیتون کا تیل

جب تازہ پکے ہوئے پھل کو دبا کر نچوڑا جائے تو حاصل ہونے والا تیل زیت عذب کہلاتا ہے، یہ سنہری رنگ کا ہوتا ہے، جب یہ چھ برس پرانا ہو جائے تو وہ زیت العتیق ہے، جو خام پھلوں سے نکالا جائے وہ زیت الانفاق کہلاتا ہے۔

---

[1] ترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِيْ دَوَاءِ ذَاتِ الْجَنْبِ، رقم الحدیث: ۲۰۷۹۔

Marfat.com

جو لوگ باقاعدگی سے یہ تیل سر پر لگاتے ہیں، نہ تو ان کے بال گرتے ہیں اور نہ ہی جلد سفید ہوتے ہیں، اس کی مالش سے داد اور بھوسی زائل ہو جاتے ہیں، کان میں پانی پڑا ہو تو زیتون کا تیل ڈالنے سے یہ پانی نکل جاتا ہے، اطباء نے لکھا ہے کہ اس کی سلائی باقاعدہ آنکھ میں لگانے سے آنکھ کی سرخی کٹ جاتی ہے اور موتیا بند کو کم کرنے میں مفید ہے، نیز زیتون کے تیل کی مالش کرنے سے اعضاء کو قوت حاصل ہوتی ہے، پٹھوں کا درد جاتا رہتا ہے۔

جاپان کے بعض طبی جرائد نے آنتوں کے سرطان میں روغن زیتون کو مفید قرار دیا ہے، سانس کی بیماری میں مبتلا مریض کو زیتون کا تیل استعمال کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے، دمہ کے مریضوں کی بیماری میں جب کمی آ جائے تو آئندہ اس قسم کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے زیتون کے تیل سے بہتر دوائی ابھی تک میسر نہ آ سکی ہے۔

زیتون کی زیادہ تر شہرت پھل سے برآمد ہونے والے تیل سے ہے، اس تیل کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ بوتل خواہ کھلی بھی رہے اس پر چیونٹیاں نہیں آتیں اور جب اسے دیئے میں جلایا جائے تو یہ دوسرے تیلوں کی طرح دھواں نہیں دیتا، قرآن مجید نے زیتون اور اس کے تیل کا بار بار ذکر کر کے شہرتِ دوام عطا کر دی ہے۔

انگور

قرآنی نام: عِنَب - جمع اَعْنَاب

قرآنی آیات بسلسلہ انگور:

۱۔ اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَاۤ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ [1]

[1] البقرۃ:۲۶۶۔

Marfat.com

کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا ہو جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں (اور) اس کے یہاں اس باغ میں اور بھی قسم کے میوے ہوں اور اس کا بڑھاپا آ چکا ہو اور اس کے عیال کمزور ہوں، اس (باغ) پر ایک بگولا آئے کہ اس میں آگ ہو تو وہ باغ جل جائے، اللہ اسی طرح تمہارے لئے کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم فکر سے کام لو۔

۲۔ وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ [1]

اور وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کی روئیدگی کو نکالا اور پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ ہم اس سے اوپر تلے چڑھے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گچھوں سے خوشے نکلتے ہیں، یہ نیچے کو لٹکتے ہوئے اور ہم نے باغ، انگور اور زیتون اور انار کے پیدا کئے، باہم مشابہ اور غیر مشابہ، اس کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو، بیشک ان سب میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان کی طلب رکھتے ہیں۔

۳۔ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ [2]

اور زمین میں مختلف قطعے ہیں، جو پاس پاس واقع ہوئے ہیں، اور انگور کے باغ اور کھیتیاں، اور کھجور کے درخت ہیں، جن میں سے کچھ دہرے تنے والے ہیں اور کچھ اکہرے تنے والے، سب ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں، اور ہم ان میں سے کسی کو ذائقے میں دوسرے پر فوقیت دے دیتے ہیں، یقیناً ان سب باتوں میں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیں۔

---

[1] الانعام:۹۹۔ [2] الرعد:۴۔

Marfat.com

۴۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ [۱]

وہ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا جس سے تمہیں پینے کو ملتا ہے اور اسی سے سبزہ زار پیدا ہوتے ہیں، جن میں تم مویشی چراتے ہو اور اسی سے تمہارے لئے کھیتی اُگاتے ہیں، نیز زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل، بیشک اس میں بڑی نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو سوچتے رہتے ہیں۔

۵۔ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ [۲]

اور کھجور اور انگوروں کے پھلوں میں بھی تمہارے لئے سبق ہے، تم ان سے نشہ کی چیزیں اور کھانے کی عمدہ چیزیں بناتے ہو، بیشک اس میں (بڑی) نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

۶۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ [۳]

اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے، جب تک کہ (عجیب وغریب باتیں نہ دکھاؤ یعنی یا تو) ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کر دو یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو اور اس کے بیچ میں نہریں بہا نکالو۔

۷۔ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا [۴]

اور ان سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے جن میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگور کے دے رکھے تھے اور

---

[۱] النحل: ۱۰، ۱۱۔ [۲] النحل: ۶۷۔ [۳] بنی اسرائیل: ۹۰، ۹۱۔ [۴] الکھف: ۳۲۔

Marfat.com

انہیں کھجور سے گھیر رکھا تھا اور ہم نے ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی۔

۸۔ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ [۱]

اور پھر ہم نے اس کے ذریعہ تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ اُگائے، ان میں تمہارے لئے بہت سے میوے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔

۹۔ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ [۲]

اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے مُردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلے نکالے، سو ان میں سے لوگ کھاتے ہیں اور ہم نے اس (زمین) میں باغ لگائے کھجوروں اور انگوروں کے اور اس (زمین) میں چشمے جاری کردیئے تاکہ لوگ اس (باغ) کے پھلوں سے کھائیں اور اس سارے نظام کو ان کے ہاتھوں نے نہیں پیدا کیا۔ سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے۔

۱۰۔ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ، حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا [۳]

جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا تھا بے شک ان کی بڑی جیت ہے، باغات اور انگور ہیں۔

۱۱۔ فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ، وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا [۴]

پھر ہم نے اگایا اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری۔

''انگور'' کا شمار قدرت کی بہترین نعمتوں میں کیا جاسکتا ہے، اسی لئے قرآن حکیم میں اس کا ذکر عنب اور اعناب (جمع) کے نام سے مندرجہ بالا گیارہ آیات میں کیا گیا ہے۔

''انگور'' فارسی لفظ ہے، اس کا نباتاتی نام ''وِٹس وِنی فیرا'' ہے، اس کی درجنوں جنگلی قسمیں دُنیا کے مختلف خطوں میں پائی گئی ہیں، انگور کی کاشت کا زمانہ تین ہزار سال قبل مسیح ضرور رہا ہوگا، کیونکہ روایت ہے کہ حضرت

---

[۱] المؤمنون: ۱۹۔ [۲] یٰسین: ۳۳، ۳۴، ۳۵۔ [۳] النبأ، آیت: ۳۱، ۳۲۔ [۴] عبس: ۲۷، ۲۸۔

Marfat.com

نوح علیہ السلام کے دور میں کاشت کیا ہوا انگور دریافت ہو چکا تھا، اس طرح کھجور کے بعد انگور کی تاریخ ہی پھلوں میں سب سے قدیم مانی جاسکتی ہے۔

''انگور'' سے پیدا کی گئی قسموں کی تعداد آٹھ ہزار تک پہنچ چکی ہے۔

انگور کے فوائد

کیمیاوی طور سے انگور، گلوکوز اور فرکٹوز کا بہترین ذریعہ ہے جو اس میں پندرہ سے پچیس فیصد تک پائے جاتے ہیں، اس کے علاوہ ٹاٹرک ایسڈ اور مالیک ایسڈ بھی خاصی مقدار میں ملتے ہیں، سوڈیم، پوٹاشیم، کیلشیم اور آئرن کی قابل قدر مقدار اس میں موجود ہے، جبکہ پروٹین اور چربی برائے نام ہے، انگور کی خوشبو اس میں موجود ''گرینی اوئل'' اور ''لینالول'' کی بنا پر ہوتی ہے۔

اس میں ایک بہت اہم کمپاونڈ بھی دریافت ہوا ہے، جس کو وٹامن پی کہا گیا ہے، یہ کیمیاوی جزو ذیابیطس سے پیدا شدہ خون کے بہنے کو روکتا ہے، جسم کے ورم اور نسوں کی سوجن کو کم کرتا ہے، اپنے تمام کیمیاوی اجزا کی بنا پر انگور ایک ایسا لاجواب ثمر ہے جو نہایت ہاضم ہونے کے ساتھ انتہائی فرحت بخش ہے، خون کو صاف کرتا ہے اور جسم میں خون کی مقدار بڑھاتا ہے۔

''انگور'' کی پیداوار کا اسّی فیصد حصہ شراب بنانے کے کام میں لایا جاتا ہے، ایک اندازے کے مطابق ساری دنیا میں کشمش کی پیداوار آٹھ لاکھ ٹن ہوتی ہے، طبّی اعتبار سے کشمش کا استعمال انگور سے زیادہ مفید ہے، یہ نزلہ، زکام اور بخار کی ''شیریں دوا'' ہے، کھجور اور کشمش کا استعمال انسان کو بہت سے امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔

افغانستان میں کشمش (بغیر بیج) اور منقّی اصل میں انگور کی دو قسموں کے نام تھے جنہیں سکھایا جاتا تھا اور اسی نسبت سے بغیر بیج کے خشک انگور کو کشمش اور بیج والے خشک انگور کو منقی کہا جانے لگا۔

Marfat.com

زبیب

''منقّہ''، اس کی دو بڑی قسمیں ہیں، چھوٹے انگور کو سکھائیں تو کشمش بنتی ہے، اور بڑا انگور سوکھ کر منقّہ بنتا ہے، انگور کا پودا درخت کی بجائے بیل کی صورت میں ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ پھل گچھوں کی شکل میں لٹکتے ہیں۔

ارشاداتِ نبوی ﷺ

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں منقہ کا تحفہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے ہاتھوں میں لے کر فرمایا:

كُلُوْا فَنِعْمَ الطَّعَامُ الزَّبِيْبُ يَذْهَبُ التَّعَبَ وَيُطْفِئُ الْغَضَبَ وَيَشُدُّ الْعَصَبَ وَيَطِيْبُ النِّكْهَةَ وَيَذْهَبُ الْبَلْغَمَ وَيُصَفِّي اللَّوْنَ [1]

''اسے کھاؤ کہ یہ بہترین کھانا ہے، یہ تھکن کو دور کرتا ہے، غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے، اعصاب کو مضبوط کرتا ہے، چہرے کو خوبصورت کرتا ہے، بلغم کو نکالتا ہے، اور چہرے کی رنگت کو نکھارتا ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے روزانہ منقہ سرخ کے اکیس دانے کھائے، وہ ان تمام بیماریوں سے محفوظ رہے گا جن سے ڈر لگتا ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

آپ ﷺ کیلئے منقہ بھگویا جاتا تھا، آپ ﷺ یہ شربت اس روز پیتے تھے، اگلے روز پیتے، اور بعض اوقات اس سے اگلے روز بھی، بقایا دوسروں کو دیدیتے تھے۔ [2]

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

[1] ابونعیم۔ [2] ابوداؤد۔

Marfat.com

كُلُوا الزَّبِيبَ وَاطْرَحُوا عُجْمَهُ، فَإِنَّ فِي عُجْمِهِ دَاءً وَفِي لَحْمِهِ شِفَاءً [1]

''منقہ کھایا کرو، مگر اس کا چھلکا اتار دیا کرو، کیونکہ اس کے چھلکے میں بیماری اور گودے میں شفا ہے''۔

منقّہ کے فوائد

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کے مطابق کشمش سے منقہ بہتر ہے، اس کا گودا پھیپھڑوں کیلئے اکسیر ہے، پرانی کھانسی میں فائدہ دیتا ہے، اگر اسے بیجوں کے بغیر کھایا جائے تو یہ بہترین غذا ہے، انگور سریع الہضم ہے، خون صالح پیدا کرتا ہے، انگور معدہ کیلئے مقوی ہے، کھانسی میں مفید ہے۔

اسلام نے انگور کے پھل کی مقبولیت اور اہمیت کو تو برقرار رکھا اور اس کی پیداوار کو بڑھاوا دیا لیکن انگوری شراب سمیت ساری نشہ آور اشیاء کو حرام قرار دے دیا، یہ ایک انقلابی قدم تھا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر، اس کے پینے والے پر اور پلانے والے پر اور بیچنے والے پر اور کشید کرنے والے پر اور کشید کرانے والے پر''۔

انار

قرآنی نام رُمَّانٌ

قرآنی آیات بسلسلہ انار:

۱۔ وَهُوَ الَّذِيٓ أَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِن طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّٰتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَٰبِهٍ ۗ انظُرُوٓا إِلَىٰ ثَمَرِهِۦٓ إِذَآ أَثْمَرَ وَيَنْعِهِۦٓ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ [2]

[1] ذہبی۔ [2] الانعام: ۹۹۔

Marfat.com

اور وہ وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کی رویدگی کو نکالا اور پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ ہم اس سے اوپر تلے چڑھے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گچھوں سے خوشے نکلتے ہیں، یہ نیچے کو لٹکتے ہوئے اور ہم نے باغ، انگور اور زیتون اور انار کے پیدا کئے، باہم مشابہ اور غیر مشابہ، اس کے پھل کو دیکھو جب وہ پھیلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو، بیشک ان سب میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان کی طلب رکھتے ہیں۔

۲۔ وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ - [1]

تمہارا رب وہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے مختلف اقسام کے باغات بنائے ہیں، جن میں رنگ برنگ کی فصلیں جیسے کہ کھجور زیتون اور انار اُگتے ہیں، ان کی شکلیں اور ذائقے آپس میں ملتے جلتے بھی ہیں اور مختلف بھی، اللہ کے دیئے ہوئے ان پھلوں کو اس وقت خوب کھاؤ، جب وہ کھانے کے قابل ہو جائیں، لیکن ان میں سے حقداروں یعنی غریب رشتہ داروں اور ان لوگوں کو جو انھیں خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے، ان کا حصہ ضرور دو، اور اسراف نہ کرو، (غالباً اس سے مراد تنہا خوری ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ ضائع کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۳۔ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ [2]

''ان دونوں میں میوے ہوں گے اور کھجور اور انار، تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

''انار'' کا ذکر رُمّان کے نام سے قرآن حکیم میں تین مرتبہ آیا ہے اور تینوں بار انسان کو اہم نصیحتیں کی گئی ہیں۔

---

[1] الانعام: ۱۴۲۔ [2] الرحمٰن، آیت: ۶۸، ۶۹۔

Marfat.com

ارشاداتِ نبوی ﷺ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

اَنَّہٗ سَأَلَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الرُّمَّانِ فَقَالَ مَامِنْ رُّمَّانَۃٍ اِلَّا وَفِیْھَا حَبَّۃٌ مِّنْ رُّمَّانَۃِ الْجَنَّۃِ۔ [1]

میں نے رسول پاک ﷺ سے انار کے بارے میں پوچھا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کوئی انار نہیں ہوتا کہ جس میں جنت کے اناروں کا دانہ شامل نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عادت تھی کہ جب بھی انھیں انار کا کوئی ایک دانہ بھی میسر آ جاتا اُسے بڑے شوق سے کھاتے اور فرماتے:

اِنَّہٗ بَلَغَنِیْ اَنَّ لَیْسَ فِی الْاَرْضِ رُمَّانَۃٌ تَلْقَحُ اِلَّا بِحَبَّۃٍ مِّنْ حَبِّ الْجَنَّۃِ فَلَعَلَّھَا ھٰذِہٖ [2]

مجھے یہ خوشخبری میسر ہے کہ زمین پر ایسا کوئی انار نہیں ہوتا کہ جس کے دانوں میں جنت کے اناروں کے دانوں کی پیوند نہ لگی ہو، تو شاید یہی وہ دانہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

کُلُوا الرُّمَّانَ بِشَحْمِہٖ فَاِنَّہٗ دِبَاغُ الْمِعْدَۃِ [3]

''انار کھاؤ اس کے اندرونی چھلکے سمیت کہ یہ معدہ کو حیاتِ نو عطا کرتا ہے۔

علماء کا خیال ہے کہ شحم (چھلکے) سے مراد اندر کی باریک جھلی ہے، اور طبی طور پر انار کا چھلکا خواہ اندرونی ہو یا بیرونی ہو، پیٹ کے کیڑے یقیناً مار دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَکَلَ رُمَّانَۃً حَتّٰی یَسْتَتِمَّھَا نَوَّرَ اللّٰہُ قَلْبَہٗ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا [4]

---

[1] ابونعیم۔ [2] ذہبی۔ [3] ابن القیم۔ [4] الطب النبوی لابی نعیم الاصفہان، ج: ۲، ص: ۱۳۷۔

Marfat.com

’’جس نے انار کھایا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو چالیس دن تک روشن کر دے گا۔

دل کو روشن کر دینے سے صوفیاء کی اصطلاح میں تو حیات القلب لیا جاسکتا ہے، لیکن اس کے پس منظر کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دل کو طاقت دیتا ہے، مکہ مکرمہ میں عرصہ دراز سے مقیم ایک فاضل ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ان کے دل کے مریض جب طائف کے انار کھاتے ہیں، توان میں بشاشت آجاتی ہے۔

محدثین کے مشاہدات

میٹھا انار حلق کے ورم، سینے کی سوزش اور پھیپھڑوں کے التہاب میں اکسیر ہے، پرانی کھانسی میں بڑا کارآمد ہے، اس کا عرق پیٹ کو نرم کرتا ہے، جسم کو مفید اضافی غذائیت اور توانائی مہیا کرتا ہے، پیٹ میں سے گرم مادے خارج کرتا ہے۔

معدہ میں سوزش ہو تو اسے دور کرتا ہے، پیشاب آور ہے، صفراء کو تسکین دیتا ہے، قے کو روکتا ہے، اسہال کو بند کرتا ہے، جگر کی حدت کو بجھا کر ختم کر دیتا ہے، جسم کے تمام اعضاء کو قوت دیتا ہے، دل کی پرانی بیماریوں کو آرام دیتا ہے اور معدہ کے منہ کی دُکھن کو دور کرتا ہے، انار کا پانی اس کے چھلکے سمیت نکال کر اسے شہد کے ساتھ ابال کر مرہم کی طرح گاڑھا کر کے آنکھوں میں سلائی کے ساتھ لگایا جائے، تو آنکھ سے سرخی کو کاٹ دیتا ہے۔

انار کے پتوں کا پانی ناک میں ڈالنے سے نکسیر بند ہو جاتی ہے، انار خواہ میٹھا ہو یا ترش، اس کا پانی تانبہ کے برتن میں ڈال کر اتنا پکائیں کہ گاڑھا ہو جائے، اس مرہم کو آنکھوں پر لگائیں تو آنکھ کی خارش اور جلن ختم ہو جاتی ہے اور ضعف بصارت میں مفید ہے، اس مرہم کو مسوڑھوں پر ملنے سے ان کی سوزش رفع ہو جاتی ہے۔

’’انار‘‘ ایک حیرت انگیز اور نایاب پودہ ہے، پھل سمیت اس کے ہر حصے کے طبّی فوائد مسلم ہیں، اس میں بڑی مقدار میں شکر (گلوکوز، فرکٹوز) کے علاوہ مختلف حیاتین موجود ہیں، خاص طور سے تھیامائن اور ربوفلاوِن، وٹامن سی یعنی ایسکوربک ایسڈ اچھی مقدار میں پایا جاتا ہے، فاسفورس، سوڈیم، کیلشیم، سلفر اور کیروٹین کا انار ایک اچھا ذریعہ مانا جاتا ہے۔

Marfat.com

انار کے دانوں کا رس ایک ہلکی اور فرحت انگیز غذا ہے جو دل کے امراض میں بہت سود مند ہے، میٹھا انار قبض کشا ہوتا ہے جبکہ تھوڑی سی کھٹاس والے انار کے دانے معدہ کے ورم اور دل کے درد کیلئے لاجواب دوا اور ٹانک ہیں۔

اسہال یا خونی پیچس میں مبتلا مریضوں کیلئے پچاس گرام انار کا رس ایک بہترین علاج بھی ہے اور کمزوری رفع کرنے کا طریقہ بھی۔ قلتِ خون (اینیمیا)، یرقان (جونڈیس)، بلڈ پریشر، بواسیر اور ہڈیوں و جوڑوں کے درد میں انار کے طبی فوائد طب یونانی آیورویدک اور ایلوپیتھی میں بھی تسلیم کئے گئے ہیں۔

انار کے جڑ کی چھال ایک ایسی بے مثال دوا ہے جسے پانی میں اُبال کر مریض کو پلانے سے ''ٹیپ وارم'' سمیت پیٹ کے سارے کیڑے ختم ہو جاتے ہیں، انار کے پھل کا چھلکا بھی طبی اہمیت کا حامل ہے، دودھ میں چھلکا اُبال کر پلانے سے پرانی پیچس کے مریض کو فوراً افاقہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ نعمتوں میں انار ایک بڑی نعمت ہے جس کی بابت خدائے برتر فرماتا ہے:

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٩﴾ [1]

''ان دونوں میں میوے ہوں گے اور کھجور اور انار، تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

بیری

قرآنی نام: سِدْر۔ سِدْرَة

قرآنی آیات بسلسلہ سدر:

۱۔ لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُورٌ . فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَّأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ [2]

[1] الرحمٰن: ۶۸، ۶۹۔ [2] سبا: ۱۵، ۱۶۔

Marfat.com

سبا کے لئے ان کے اپنے مسکن ہی میں ایک نشانی موجود تھی، دو باغ دائیں اور بائیں، کھاؤ اپنے ربّ کا دیا ہوا رزق اور شکر بجالاؤ اس کا، ملک ہے عمدہ و پاکیزہ اور پروردگار ہے بخشش فرمانے والا، مگر وہ منہ موڑ گئے، آخر ہم نے ان پر بند توڑ کر سیلاب بھیج دیا اور ان کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انہیں دیئے جن میں کڑوے کسیلے پھل (خمط) اور جھاؤ (اثل) کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں (سدر)۔

۲۔ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ [۱]

وہ سامنے آکھڑا ہوا جبکہ وہ بالائی افق پر تھا پھر قریب آیا اور اوپر معلق ہو گیا، یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر آیا یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا، تب اس نے اللہ کے بندہ کو وحی پہنچائی جو وحی بھی اسے پہنچانی تھی۔ نظر نے جو کچھ دیکھا دل نے اس میں جھوٹ نہ لایا، اب کیا تم اس چیز پر اس سے جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے اور ایک مرتبہ پھر اس نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کو اُترتے دیکھا جہاں پاس ہی جنت الماویٰ ہے اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا، نگاہ نہ چوندھیائی نہ حد سے متجاوز ہوئی اور اس نے اپنے ربّ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

۳۔ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ [۲]

اور دائیں بازو والے، دائیں بازو والوں کی (خوش نصیبی) کا کیا کہنا، وہ بے خار بیریوں (سدر) اور تہ بہ تہ چڑھے ہوئے کیلوں اور دور تک پھیلی ہوئی چھاؤں اور ہر دم رواں دواں پانی اور کبھی نہ ختم ہونے والے اور بے روک ٹوک ملنے والے بکثرت پھلوں اور اونچی نشست گاہوں میں ہوں گے۔

---

[۱] النجم، آیت: ۷ تا ۱۸۔ [۲] الواقعۃ، ۲۷ تا ۳۴۔

Marfat.com

''سدر'' کا نام قرآن پاک میں چار مرتبہ لیا گیا ہے، ایک بار سورۃ سبا میں، دو مرتبہ سورۃ النجم میں اور ایک جگہ سورۃ الواقعۃ میں، گرم اور صحرائی علاقوں میں بیر ایک عام چیز ہے، بیر کا اصل گھر چین ہے، جہاں پر اس کے درخت ۹ میٹر تک بلند ہو جاتے ہیں، بیری کا درخت نقصان کرنے والے کیڑوں سے محفوظ رہتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی عبادت گاہیں اور محلات اسی درخت کی لکڑی سے بنوائے تھے، ایک تاریخی روایت ہے کہ ان عظیم الشان درختوں (سدر) کی لکڑی کاٹ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے دار السلطنت تک پہنچانے کے لئے ایک لاکھ تراسی ہزار تین سو مزدوروں کو متعین کیا گیا تھا۔

عرب میں بیری کی تین قسمیں عام طور سے پائی جاتی ہیں، بیری کے درخت کی لکڑی ایندھن کے کام تو آتی ہے لیکن عمارت یا فرنیچر بنانے کے لئے موزوں نہیں سمجھی جاتی ہے، تینوں اقسام کی بیری کے پھل خوش ذائقہ تو ہوتے ہیں لیکن ان کا شمار بہترین پھلوں میں نہیں کیا جاتا ہے، لہٰذا تجارتی طور پر بیری کے باغات خال خال ہی ملتے ہیں۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت سُلیم بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اہم بات کی تشریح پوچھ لیا کرتے تھے، ایک روز ایک دیہاتی آیا اور اس نے پوچھا:

يَارَسُوْلَ اللهِ ذَكَرَ اللهُ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً تُؤْذِيْ صَاحِبَهَا . فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَاهِيَ؟ قَالَ السِّدْرُ، فَإِنَّ لَهُ شَوْكًا مُؤْذِيًا . فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ اللهُ تَعَالٰى يَقُوْلُ : فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ، يَخْضِدُ اللهُ شَوْكَهُ . فَجَعَلَ مَكَانَ كُلِّ شَوْكَةٍ ثَمَرَةً، فَإِنَّهَا تُنْبِتُ ثَمَرًا، تُفْتَقُ الثَّمَرَةُ مَعَهَا عَنِ اثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ لَوْنًا مِنْ طَعَامٍ مَافِيْهَا لَوْنٌ يُشْبِهُ الْاٰخَرَ .... [1]

اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ایسے درخت کا ذکر کیا ہے جو لوگوں کو تکلیف

[1] ابن النجار۔

Marfat.com

دیتا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ کون سا درخت ہے؟ اس نے کہا وہ بیری کا درخت ہے اور اس کے کانٹے تکلیف دہ ہوتے ہیں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ قرآن مجید نے ایسی بیریاں بیان فرمائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کانٹے دور کر کے ان کی جگہ پھل لگائے ہیں، اور وہ ایسے پھل ہیں جن کے ۷۲ رنگ اور مزے ہیں، اور ہر ذائقہ اور رنگ دوسرے سے جُدا ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَمَّا هَبَطَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى الْأَرْضِ، كَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ أَكَلَ مِنْ ثِمَارِهَا النَّبْقُ [1]

جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے، تو انھوں نے یہاں کے پھلوں میں سے جو پھل سب سے پہلے کھایا، وہ بیر تھا۔

حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں:

قَالَتْ: تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، إِنْ رَأَيْتُنَّ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الآخِرَةِ كَافُورًا ، أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ ، فَآذِنَّنِي قَالَتْ: فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ، فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ، فَقَالَ: أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ. [2]

فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے کسی ایک کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ باہر آئے اور فرمایا کہ ان کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ غسل دو یا اس سے بھی زیادہ دو، اور یہ غسل پانی اور بیری سے دو، اور آخر میں کافور یا کافور ملی ہوئی کوئی چیز استعمال کرنا، اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے خبر دینا۔ حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب ہم فارغ ہوئیں تو آپ ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے ہمیں ایک تہبند دیا اور فرمایا کہ یہ ان کے بدن پر لپیٹ دو۔

---

[1] ابونعیم۔ [2] صحیح البخاری، باب یجعل الکافور فی آخرہ، ج:۲،ص:۷۴، رقم الحدیث:۱۲۵۸۔

Marfat.com

بیر کے فوائد

''بیر'' کا رس نکال کر اسے چینی کے ساتھ پکا کر جو شربت تیار کیا جائے وہ پیاس کو تسکین دیتا ہے، اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے، بیر کھانے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں اور اس کا جوشاندہ پینے سے بڑھی ہوئی تلی کم ہوجاتی ہے، اور مسلسل پلانے سے پیٹ میں اگر پانی پڑا ہوا ہو تو اس میں فائدہ ہوتا ہے۔

بیر سے اگرچہ خون کم بنتا ہے مگر جتنا بنتا ہے وہ عمدہ قسم کا ہوتا ہے، دیر میں ہضم ہوتا ہے، مگر دوسری غذاؤں کو ہضم کرنے میں معاون ہوتا ہے، جتنا شیریں اور پکا ہوا ہو اتنا ہی مفید ہوتا ہے، بیر کا پھل چاہے تازہ ہو چاہے خشک، اپنی لیس کی وجہ سے منہ، معدہ اور آنتوں کی جلن کو ختم کرتا ہے، یہ خون کو صاف کرتا ہے، آنتوں یا معدہ سے خون آ رہا ہو تو بیر کھانے سے بند ہوجاتا ہے، آنتوں میں ہونے والی بیجا حرکت کو بند کرکے اسہال کو رفع کرتا ہے۔

جھاؤ

قرآنی نام: اَثل

قرآنی آیت بسلسلہ جھاؤ:

فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ [1]

سو انہوں نے سرتابی کی، پس ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا اور ہم نے ان کے دورویہ باغوں کے عوض دو باغ دیئے جو بدمزہ پھل (خمط) اور جھاؤ (اثل) اور قدرے قلیل بیری والے تھے۔

ملک سبا، جو، اب یمن کہلاتا ہے ایک نہایت زرخیز اور خوبصورت خطہ ہوا کرتا تھا اس کا دارالسلطنت مآرب

[1] سبا، آیت: ۱۶۔

Marfat.com

نام کا شہر تھا، جو سطح سمندر سے ۳۹۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع تھا، یہاں پانی کو جمع کرنے کے لئے کئی میل لمبا بند بنایا گیا تھا جو اس دور کے انجینئروں کی فن کاری کا اعلیٰ نمونہ تھا، اس بند کا پانی سبا کے نہ جانے کتنے باغات کو سیراب کرتا تھا۔

روایت ہے کہ ۵۴۲ء میں یعنی اسلام سے کچھ قبل اس بند کے ٹوٹنے سے زبردست تباہ کاریاں ہوئیں اور سارے باغات تہس نہس ہو گئے۔ تفسیر ماجدی میں ہے کہ اس سیلاب کے نتیجہ میں باغات کی جگہ صرف جنگلی خودرَو جھاڑ جھنکاڑ باقی رہ گئے، تفسیر عثمانی میں فرمایا گیا ہے کہ جہاں انگور، کھجور اور قسم قسم کی نعمتیں پیدا ہوتی تھیں، اب وہاں پیلو، جھاؤ اور بدمزہ پھل والے درختوں کے سوا کچھ نہ تھا، جس میں بہترین چیز گویا جھڑبیریاں تھیں۔

شجر مسواک

قرآنی نام: خَمط

قرآنی آیت بسلسلہ پیلو:

فَاَعۡرَضُوۡا فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ سَیۡلَ الۡعَرِمِ وَبَدَّلۡنٰهُمۡ بِجَنَّتَیۡهِمۡ جَنَّتَیۡنِ ذَوَاتَیۡ اُكُلٍ خَمۡطٍ وَّاَثۡلٍ وَّشَیۡءٍ مِّنۡ سِدۡرٍ قَلِیۡلٍ ﴿۱۶﴾ [1]

سوانہوں نے سرتابی کی، پس ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا اور ہم نے ان کے دورویہ باغوں کے عوض دو باغ دیئے جو بدمزہ پھل (خمط) اور جھاؤ (اثل) اور قدرے قلیل بیری۔

''خمط'' کے معنی یوں تو قرآنی تراجم میں کڑوا اور کسیلا پھل کے بتائے گئے ہیں لیکن مختلف مقامات اور تفسیر ماجدی و تفسیر عثمانی میں اس کو پیلو کا درخت بتایا گیا ہے۔

''پیلو'' کو عربی میں الارک کے علاوہ خردل بھی کہنے لگے ہیں، کیونکہ اس کے پھل کی بُو، رائی کے تیل سے

---

[1] سبا، آیت:۱۶۔

Marfat.com

کافی ملتی جلتی ہے اور رائی کو عربی میں خردل کہتے ہیں، اسی طرح انگریزی میں رائی کو ''مسٹرڈ'' کہتے ہیں اور پیلو کو ''مسٹرڈٹری'' کا نام دیتے ہیں۔

پیلو کی لکڑی (کی شاخوں اور جڑوں) میں نمک (سالٹ) اور ایک خاص قسم کا ریزن پایا جاتا ہے، جو دانتوں میں چمک پیدا کرتا ہے اور مسواک کرنے سے جب اس کی ایک تہہ دانتوں پر جم جاتی ہے تو کیڑوں (بیکٹیریا) وغیرہ سے دانت محفوظ رہتے ہیں، اس طرح کیمیاوی اعتبار سے پیلو کے مسواک دانتوں کے لئے نہایت موزوں اور مفید ہیں۔

پیلو (خمط) کے پھل اگرچہ زیادہ لذیذ نہیں ہوتے ہیں پھر بھی کھائے جاتے ہیں، اور طبی لحاظ سے فائدہ مند بھی ہیں، یہ بھوک بڑھاتے ہیں، ریاح خارج کرتے ہیں، خون صاف کرتے ہیں، پیٹ کے کیڑوں کو مارتے ہیں اور بلغم خارج کرتے ہیں۔

ادرک

قرآنی نام: زَنْجَبِیْل

قرآنی آیت بسلسلہ ادرک:

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا [1]

اور ان میں انہیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں آمیزش زنجبیل کی ہوگی۔

اس آیت میں جنتیوں کے لئے ارشاد ہوا ہے کہ انہیں ایسی مشروبات سے نوازا جائے گا جس میں ادرک کا مزہ ہوگا، عربی میں ادرک کو زنجبیل رُطب اور سونٹھ یعنی خشک ادرک کو زنجبیل یابس کہتے ہیں۔

واضح بات ہے کہ ادرک ایک ایسی مفید اور لطیف چیز ہے کہ کسی جگہ پر اس کی خوشبو کا ہونا نہایت اچھی بات ہے، بھارت میں جڑی بوٹیوں کا سائنسی بنیادوں پر مطالعہ کرنے والوں نے قرار دیا ہے کہ ادرک میں وہ تمام

[1] الدھر: ۱۷۔

Marfat.com

فوائد موجود ہیں جو ہم اب تک کم علمی کی وجہ سے لہسن میں قرار دیتے آئے ہیں، یہ خون کی نالیوں ہی سے نہیں بلکہ جگر اور آنتوں سے بھی سُدّے اور انجماد نکال دیتا ہے، ذیابیطس کا بہترین علاج ہے، قرآن مجید کا صحیح اور مستند علم انہیں کو ہوسکتا ہے جن پر یہ نازل ہوا اور انہوں نے اسے سمجھنے کے بعد دوسروں کو سمجھایا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

أَهْدَى الْمَلِكُ الرُّوْمُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَرَّةَ زَنْجَبِيْلٍ فَأَطْعَمَ كُلَّ إِنْسَانٍ قِطْعَةً وَأَطْعَمَنِي قِطْعَةً [1]

روم کے بادشاہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ادرک کے مربّہ کا ایک مرتبان تحفے کے طور پر پیش کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قبول فرمانے کے بعد تمام لوگوں کو اس کا ایک ایک ٹکڑا مرحمت فرمایا اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "مجھے بھی ایک ٹکڑا ملا"۔

ادرک کے فوائد

ادرک ایک حیرت انگیز اور انتہائی فائدہ بخش نباتاتی شے ہے، حکیم جالینوس نے فالج سے پیدا ہونے والی ساری شکایات میں ادرک کو بے انتہاء مفید بتایا ہے، بوعلی سینا کے خیال میں ادرک قوتِ باہ کو بڑھاتا ہے، ادرک کے عرق (تیل) کو ذیابیطس میں فائدہ مند سمجھا گیا ہے، ادرک ہاضم ہونے کے ساتھ ساتھ معدہ اور آنتوں کو طاقت بخشتی ہے، معدہ کی خرابیوں سے پیدا ہونے والے جملہ امراض میں اس کے فائدوں کو تسلیم کیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں سانس کے مریضوں کو ادرک کے متواتر استعمال سے افاقہ ہوتا ہے، لیموں، لاہوری نمک اور ادرک کے ایک ساتھ استعمال سے بھوک بڑھتی ہے، اور ہاضمہ بہتر ہوتا ہے۔ سونٹھ کے چھوٹے سے ٹکڑے کو منہ میں رکھ کر چوسنے سے گلے اور آواز کی خرابی جاتی رہتی ہے، پانی سے بنے سونٹھ کے لیپ (پیسٹ) کے لگانے

---

[1] ابونعیم۔

Marfat.com

سے سر کے درد میں اور دانتوں کی تکالیف میں افاقہ محسوس کیا جاتا ہے، غرض یہ کہ ادرک کا استعمال غذا کو صرف خوش ذائقہ ہی نہیں بناتا بلکہ مختلف امراض کا علاج اور تدارک بھی ہے۔

ادرک کی کیمیاوی ہیئت ایسی ہے کہ یہ جسم میں گرمی پیدا کرتا ہے، ۱۰۰ گرام ادرک سے جسم میں حدت کے ۴۷ حرارے پیدا ہوتے ہیں، خوراک کو ہضم کرنے میں مددگار ہے، پیٹ کو نرم کرتا اور قبض کو رفع کرتا ہے لیکن مسہل نہیں، پیٹ اور جگر سے پرانے سدے جلد نکال دیتا ہے۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ لبلبہ کی رطوبتوں میں بھی اضافہ کرتا ہے، جس سے مراد یہ ہوئی کہ ذیابیطس میں مفید ہوگا، کھانسی اور بلغم کو دور کرنے والے مرکبات میں ادرک کی شمولیت ان کے فائدہ کو بڑھاتی ہے۔

ادرک معدہ اور دماغ کیلئے مقوی ہے، بھوک بڑھاتا ہے، حافظہ کی خرابی کو دور کرتا ہے، ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور غذا کو ہضم کرتا ہے، ادرک کے ساتھ پستہ اور بادام ملا کر کھانا مقوی باہ ہے، ذیابیطس کی دونوں شدید اقسام کیلئے ادرک کے پانی میں شہد ملا کر دن میں بار بار چٹانے سے فائدہ ہوتا ہے۔

مَسُور

قرآنی نام: عَدَس

قرآنی آیت بسلسلہ مَسُور:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ [1]

[1] البقرۃ:۶۱۔

Marfat.com

اور وہ وقت یاد کرو جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز ایک کھانے پر بس نہیں کر سکتے سو پروردگار سے ہمارے لئے دعا کر دیجئے ان چیزوں کی جنہیں زمین اُگاتی ہے، جیسے ساگ، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز وغیرہ، موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا تو کیا جو چیز ادنیٰ ہے تم اسے لینا چاہتے ہو، اس چیز کے مقابلے میں جو بہتر ہے، تو خیر کسی شہر میں اتر پڑو، وہیں مل جائے گا جو کچھ تم مانگتے ہو، اور ان پر جمادی گئی ذلت اور محتاجی اور وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہو گئے، یہ سب اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کی نشانیوں سے انکار کرتے رہے اور انبیاء کو ناحق قتل تک کر ڈالتے تھے، یہ سب اس لئے ہوا کہ وہ نافرمانی کرتے اور حد سے بڑھ جاتے۔

بنی اسرائیل نے جن اشیاء کی فرمائش کی وہ تھیں بقل یعنی ترکاریاں، قثاء یعنی ککڑی یا کھیرا، فوم یعنی لہسن (یا گیہوں)، عدس یعنی مسور اور بصل یعنی پیاز۔ تفسیر ماجدی (حاشیہ ۲۰۸) میں تحریر فرمایا گیا ہے کہ مصریوں کی مرغوب غذا اکثر زراعت پیشہ قوموں کی طرح یہی زمینی پیداوار تھی، کہا گیا ہے کہ فوم کے معنی گیہوں کے علاوہ لہسن کے بھی لئے جاتے ہیں، زیادہ تر مفسرین نے فوم کے معنی و مطلب گیہوں ہی تحریر کیا ہے، لیکن حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت میں فُوْمِهَا کا لفظ ثُوْمِهَا ہے، اور ثوم کے معنی لہسن کے ہیں۔

دنیا کے ہر ملک میں دال کھائی جاتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو آسمان سے ہر ایک غذا کا ایک بہترین انتخاب مَنّ و سلویٰ کی صورت میں مہیا کیا جا رہا تھا، انھوں نے اپنے نبی سے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ اُسے کہے کہ ان کو وہ چیزیں دی جائیں جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں، ان کے مطالبات میں کھیرا، لہسن، پیاز اور دال مسور تھے، اس پر ان کو ایک ٹھوس حقیقت بتائی گئی:

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ [1]

”انہوں نے کہا کہ تم ایک اچھی اور عمدہ چیز کے عوض ادنیٰ چیز طلب کر رہے ہو“۔

---

[1] البقرۃ:۶۱۔

Marfat.com

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ غذائی اعتبار سے کوئی بھی دال گوشت کا متبادل نہیں ہو سکتی اور اگر گوشت میسر نہ ہو یا اسے خریدنے کی استطاعت نہ ہو تو دال سب سے بہتر ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالْقَرْعِ فَإِنَّهُ يَزِيدُ فِي الدِّمَاغِ، وَعَلَيْكُمْ بِالْعَدَسِ، فَإِنَّهُ قُدِّسَ عَلَى لِسَانِ سَبْعِينَ نَبِيًّا [1]

تمہارے لئے ''کدو'' موجود ہے، یہ دماغ کی صلاحیت کو بڑھاتا ہے اور تمہارے لئے مسور کی دال موجود ہے جس کی تعریف کم از کم ستر انبیاء کرام علیہم السلام کی زبان پر رہی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

مَنْ أَكَلَ الْقَرْعَ بِالْعَدَسِ رَقَّ قَلْبُهُ، وَزِيْدَ فِي جِمَاعِهِ وَإِنْ أَخَذَ بِالرُّمَّانِ إِلَى مَرَضٍ وَالسَّمَاقِ نَفَعَ الصَّفْرَاءَ۔ [2]

جس کسی نے کدو کے ساتھ مسور کی دال کھائی اس کا دل تندرست ہوا، اس کی قوتِ مردمی میں اضافہ ہوا اور اگر اس کے ساتھ میٹھے انار اور سماق کو استعمال کرے، تو صفراء کی تلخی بھی کم ہو جائے۔

سماق ایک پتھر کے طور پر ہم کو معلوم ہے، جبکہ ذہبی اس کو نباتات میں ایک ہاضم اور مقوی درخت بیان کرتے ہیں۔ محمد احمد ذہبی نے اپنی تالیف ''الطب النبوی'' میں یہ حدیث نقل کی ہے، جسے وہ بیہقی سے منسوب کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَكْلَهُ يُرِقُّ الْقَلْبَ، يُدْمِعُ الْعَيْنَ وَيُذْهِبُ الْكِبْرَ۔۔ [3]

''اس کا کھانا دل کو نرم اور سبک کرتا ہے، آنکھوں سے پانی کے اخراج میں اضافہ کرتا ہے اور غرور کو کم کرتا ہے''۔

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۲/ ۶۳، رقم الحدیث: ۱۵۲۔ [2] ابن القیم۔ [3] بیہقی۔

Marfat.com

مسور کی دال کے فوائد

مسور کی دال جسم کو طاقت دیتی ہے، مسور کی دال کو گھی اور دودھ میں ملا کر چہرے پر ملنے سے جلد چمکدار ہوتی ہے۔ مسور کی دال پھیپھڑوں، معدہ اور دماغ کیلئے خاص طور پر مضر ہے، جس کی اصلاح کی ایک صورت یہ ہے کہ بکری کا گوشت یا بادام روغن اور گائے کا گھی ملا کر پکایا جائے۔ مسور اور چقندر ملا کر پکانے سے جسم کو عمدہ غذا ملتی ہے، اس میں صعتر و پودینہ ڈالنا بہتر ہوتا ہے۔

مسور کی دال بنیادی طور پر قبض کشا ہے، اگر اسے چھلکے سمیت کھایا جائے تو زیادہ ملیّن ہے، دال مسور کی سب سے بڑی بُرائی یہ ہے کہ ہضم کے دوران اس سے یورِک ایسڈ بن سکتا ہے جس سے جوڑوں کے درد، گردے کی تکلیف اور پتھری کے مریضوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ بعض لوگ اس کو پکاتے وقت ایسی چیز شامل کر دیتے ہیں، جس سے یہ آسانی کے ساتھ ہضم ہو جاتی ہے، اس غرض کیلئے لونگ، دار چینی، زیرہ اور الائچی کو استعمال کیا جاتا ہے۔

بڑے بیج والی مسور (جس کو ملکہ مسور بھی کہتے ہیں) میں بارہ فیصد پانی ہوتا ہے اور تقریباً ساٹھ فیصد کاربوہائیڈریٹ جس کا نصف اسٹارچ ہوتا ہے، اس کے علاوہ مسور پروٹین کا بھی اچھا ذریعہ ہے کیونکہ اس میں پچیس فیصد سے زیادہ پروٹین ملتا ہے، اس میں فارسفورس اور پوٹاشیم کی بھی اچھی مقدار موجود ہے۔

''مسور'' طبی اعتبار سے ''ری ڈیوریفک'' ہے یعنی پسینہ نکالتا ہے اور پیشاب آور بھی ہے، پکے ہوئے مسور کا لیپ خسرہ، چیچک اور پھوڑے پھنسیوں پر لگانا مفید بتایا جاتا ہے، نیز مسور قبض کشا بھی ہے۔

پیاز

قرآنی نام: بَصَل

قرآنی آیت بسلسلہ پیاز:

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ

Marfat.com

الۡاَرۡضُ مِنۡۢ بَقۡلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوۡمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِىۡ هُوَ اَدۡنٰى بِالَّذِىۡ هُوَ خَيۡرٌ ؕ اِهۡبِطُوۡا مِصۡرًا فَاِنَّ لَكُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ ؕ وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ ۚ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ [1]

اس آیت مبارکہ کا ترجمہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔

پیاز یوں تو فارسی لفظ ہے، لیکن اردو میں بھی مستعمل ہے، نباتاتی اعتبار سے پیاز اور لہسن کی جنس ایک ہی ہے۔ان دونوں کی ساٹھ سے زیادہ قسمیں ہیں۔

بخاری شریف کی تین حدیثوں کے بموجب آنحضرت ﷺ نے پیاز اور لہسن کی بُو کو ناپسند فرمایا ہے اور تاکید کی کہ پیاز، لہسن کھا کر لوگ آپ کی قربت حاصل کرنے سے پرہیز کریں، لیکن کسی بھی حدیث میں پیاز یا لہسن کے استعمال سے نہ تو روکا گیا اور نہ ہی ان کو مضرت رساں بتایا گیا، حقیقت یہ ہے کہ اپنی خوبیوں کے باوجود پیاز اور لہسن کی بُو انتہائی ناگوار ہونے والی ہے، اس بُو کی وجہ ان میں موجود ایک تیل ہے جس کو عام سائنسی اصطلاح میں Essentihl oil کہتے ہیں۔

پیاز کا شمار ان سبزیوں میں ہے جو دنیا کے ہر ملک میں پائی جاتی ہیں اور ہر جگہ لوگ اسے کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ پیاز دنیا کی قدیم ترین سبزیوں میں سے ہے، تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ تہذیب وتمدن کی آمد سے بہت پہلے بھارت، چین اور ایشیائے کوچک میں جنگلی اور مزروعہ پیاز ہوتا تھا، جسے لوگ بڑے شوق سے کھاتے تھے۔

مفسرین میں سے بعض نے ''فوم'' کا ترجمہ گندم کیا ہے۔

ارشاداتِ نبوی ﷺ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] البقرۃ:۶۱۔

Marfat.com

"مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْخَضْرَاوَاتِ: الثُّومِ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ وَالْفُجْلِ, فَلَا يَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا" [1]

جس کسی نے ان سبزیوں میں سے یعنی لہسن، پیاز، مولی اور گندنا وغیرہ کھائی تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

حضرت معدان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دینے منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

اے لوگو! تم ایسے دو درختوں سے کھاتے ہو جن کو میں خبیث ہونے کے علاوہ کسی اور کنیت سے نہیں جانتا، میری مراد اس سے لہسن اور پیاز ہے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کوئی شخص ان کو کھاتا تھا اور اس کے منہ سے ان میں سے کسی کی بدبو آتی تھی تو لوگ اس کا ہاتھ پکڑ کر قبرستان بقیع کی طرف چھوڑ آتے تھے، اگر تم میں سے کوئی ان کو کھانا چاہے تو وہ صرف ان کو پکا کر کھا سکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اصول واضح کر دیا تھا کہ ان کو کچا کھانا نامناسب اور ممنوع ہے، البتہ پکا کر کھایا جا سکتا ہے، وہ بھی اس لئے کہ پکنے کے بعد ان کی بدبو ختم ہو جاتی ہے۔

حضرت ابن زید سے ایک دلچسپ واقعہ مذکور ہے:

سَئَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْبَصَلِ، فَقَالَتْ: إِنَّ آخِرَ الطَّعَامِ أَكَلَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ فِيْهِ الْبَصَلُ [2]

"میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیاز کے بارے میں پوچھا انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی میں آخری کھانا جو تناول فرمایا تھا اس میں پیاز بھی تھا"۔

اسی ضمن میں ابوداؤد ہی نے ایک روایت بیان کی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] المعجم الصغیر للطبرانی ۱/ ۴۵، رقم الحدیث: ۳۷۔ [2] سنن ابی داود باب فی أکل الثوم ۳۶۱/ ۳، رقم الحدیث: ۳۸۲۹۔

Marfat.com

اِنْ كُنْتُمْ لَابُدَّ آكِلِيْهِمَا فَأَمِيْتُوْهُمَا طَبْخًا [1]

''اگر تمہیں (پیاز اور لہسن) کھانا ضروری ہی ہو تو پھر انہیں پکا کر (ان کی بو کو) مار دو، یعنی پکا کر کھاؤ۔

پیاز کے فوائد

پیاز کا پانی نکال کر اگر کانوں میں ٹپکایا جائے تو کان میں میل پیدا نہیں ہونے دیتا، درد کو دور کرتا ہے، سوزش کی وجہ سے سرخی آ گئی ہو تو اسے کم کرتا ہے، پیاز کو پکا کر استعمال کرنے سے یرقان، پرانی کھانسی، سینہ کی جلن، بلغم کے انجماد میں فائدہ ہوتا ہے، اسے کھانے سے پیشاب بار بار آتا ہے، اگر اسے گوشت کے ساتھ پکایا جائے تو یہ گوشت کو جلد ہضم کرتا ہے اور اس کی مضرت کو دور کرتا ہے۔

پیاز میں گندھک کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، یہ مخرج بلغم ہے، حیض لاتا ہے، محرک اور مقوی باہ ہے، دل کیلئے محرک ہے، نبض کو مضبوط کرتا ہے، بلڈ پریشر بڑھاتا ہے اور دل کو جانے والی خون کی نالیوں میں خون کی مقدار بڑھاتا ہے۔

اختناق الرحم (ہسٹریا) اور مرگی کے مریضوں کو ہوش میں لانے کے لئے پیاز کو کوٹ کر سونگھانا زیادہ مفید ہے، سونگھنے سے سر درد جاتا رہتا ہے، اور زکام کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ بینائی کو بڑھانے کیلئے پیاز کو آنکھوں میں سلائی کے ساتھ لگایا جاتا ہے۔

پیشاب اور حیض کی رکاوٹ دور کرنے کیلئے پیاز کو پانی میں ابال کر پلائیں، پیاز کے عرق میں شہد ملا کر دینے سے پرانی کھانسی دور ہو جاتی ہے، پیاز کے بیج پیس کر شہد ملا کر گنج پر لیپ کریں۔

پیاز بلغمی کھانسی میں فائدہ مند ہے، ریاح کو کم کرتا ہے اور بواسیر میں سود مند ہے، لُو لگنے یا اس سے بچاؤ کے لئے پیاز کے عرق کا استعمال بہت اہم مانا جاتا ہے، اس کی گانٹھ میں اسی فیصد پانی ہوتا ہے، کاربوہائیڈریٹ تقریباً دس فیصد اور تھوڑی سی مقدار وٹامن اے، وٹامن بی اور وٹامن سی کی ہوتی ہے، جبکہ پروٹین اور چربی برائے نام ہے۔

[1] سنن أبي داود، باب في أكل الثوم، رقم الحديث: ٣٨٢٧۔

Marfat.com

لہسن

قرآنی نام: فُوْمٌ

قرآنی آیت بسلسلہ لہسن:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۚ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾ [1]

اس آیت مبارکہ کا ترجمہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔

بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی لاڈلی امت تھی، ان کے لئے من وسلویٰ کی صورت میں آسمان سے بھنے ہوئے پرندے اور سبزیوں کا مرکب تیار آتا تھا، انہوں نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ اپنے رب سے کہو کہ ہم ایک ہی طرح کے کھانے سے تنگ آ گئے ہیں، ہمیں وہ چیزیں دی جائیں جو زمین سے نکلتی ہیں، جیسے ساگ، کھیرا، ککڑی، گندم، مسور کی دال اور پیاز، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سمجھانا چاہا کہ وہ اچھی خوراک چھوڑ کر گھٹیا کے طلب گار نہ ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے اس گھٹیا انتخاب کو ناپسند کرتے ہوئے ان کو ہدایت کی وہ مصر چلے جائیں، جہاں ان کو مطلوبہ چیزیں میسر آ جائیں گی، مگر اس کے ساتھ ان پر عتاب الٰہی اور ذلت مقدور کر دی گئی۔

لہسن کی اجازت

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُوا الثُّوْمَ وَتَدَاوَوْا بِهٖ فَاِنَّ فِيْهِ شِفَاءً مِنْ سَبْعِيْنَ دَاءٍ [2]

---

[1] البقرۃ:٦١۔ [2] الدیلمی۔

Marfat.com

''لہسن کھاؤ اور اس سے علاج کرو، کیونکہ اس میں ستر بیماریوں سے شفا ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک اور روایت میں فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَوْلَا اَنَّ الْمَلَكَ يَنْزِلُ عَلَيَّ لَاَكَلْتُهٗ يَعْنِيْ الثُّوْمَ [1]

''اگر میرے پاس فرشتے نہ آتے ہوں تو میں اسے یعنی لہسن کو کھالیتا''۔

لہسن کے فوائد

لہسن کھانے سے سینہ کا درد دور ہوتا ہے، فالج میں فائدہ ہوتا ہے، یہ دمہ اور پرانی کھانسی میں مفید ہے، داد کے زخموں پر لہسن کو کوٹ کر ملنے سے وہ ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لہسن ناپسند تھا، امت کیلئے انہوں نے شرط لگائی کہ کچا نہ کھایا جائے، عام لوگ ہنڈیا میں پکا ہوا لہسن کھا سکتے ہیں۔

لہسن کی گانٹھ میں تقریباً ساٹھ فیصد پانی ہوتا ہے، کم وبیش ۲۰ فیصد کاربوہائیڈریٹ، چھ فیصد پروٹین اور تھوڑی سی مقدار وٹامن سی، اس کا اصل جز ایک خوشبودار تیل ہے، لہسن بلڈ پریشر کو کم کرتا ہے، پرانی کھانسی اور کالی کھانسی میں بھی مفید ہے، یہ بلغم خارج کرتا ہے، یہ ہاضم ہے اور بھوک بڑھاتا ہے، کچھ حکماء نے لہسن کو فالج کے مرض میں فائدہ مند بتایا ہے، کان کے امراض میں لہسن کا عرق جلد افاقہ پیدا کرتا ہے، تپ دق کے مریضوں کو بھی لہسن کھلانا سودمند مانا جاتا ہے۔

تنبیہ

ہمارے یہاں آج کل دل کی بیماریوں اور بلڈ پریشر کے علاج میں لہسن کے استعمال کا بڑا چرچا ہے، قرآن مجید نے اسے بطور خوراک ایک کمتر چیز قرار دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پوری زندگی اسے نہیں چکھا، بلکہ لہسن اور پیاز کھانے والوں کو اپنی مجلس میں حاضری سے منع کر دیا، سیدھی بات ہے کہ جس چیز کو ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپسند کیا وہ کیسے مفید ہو سکتی ہے؟ دوسری طرف دیکھئے تو ہمارے ملک کا کونسا گھر ہے جہاں سالن میں لہسن کا بگھار نہیں دیا جاتا، کیا وہ

---

[1] الخطیب۔

Marfat.com

لوگ جو باقاعدگی سے لہسن کھاتے ہیں ان کو بلڈ پریشر نہیں ہوتا یا دل کا دورہ نہیں پڑتا؟۔

قِثَّاء

''کھیرا''۔ یہ دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک میں بڑے شوق سے کھایا جاتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ [1]

اور جب تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم ایک کھانے پر قناعت نہیں کر سکتے، تم ہمارے لئے اپنے رب کو پکارو، اور کہو کہ وہ ہمارے لئے وہ چیزیں لائے جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں، جیسے ترکاریاں، کھیرے، لہسن، مسور کی دال اور پیاز، انھوں نے کہا تم ایک گھٹیا چیز کو لینے کیلئے اچھی چیزیں چھوڑ رہے ہو۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ [2]

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ کھجوروں کے ساتھ کھیرے کھا رہے تھے''۔

اکثر محدثین نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ کھجور چونکہ گرم ہوتی ہے، اس لئے اس کے ساتھ ٹھنڈی تاثیر والا کھیرا کھانے سے یہ مرکب تاثیر میں معتدل ہو جاتا ہے، اب اس مرکب کا فائدہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبان مبارک سے سنیئے:

كَانَتْ اُمِّيْ تُعَالِجُنِيْ لِلسِّمْنَةِ تُرِيْدُ اَنْ تُدْخِلَنِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] البقرۃ:۶۱۔ [2] بخاری، مسلم۔

Marfat.com

فَمَا اسْتَقَامَ لَهَا ذٰلِكَ، اَكَلْتُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ فَسَمِنْتُ كَاَحْسَنِ سِمْنَةٍ۔ [1]

میری والدہ چاہتی تھیں کہ میں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤں تو موٹی ہو کر جاؤں، (کیونکہ عرب موٹی عورتوں کو پسند کرتے تھے)، اس غرض سے متعدد دوائیں دی گئیں، مگر فائدہ نہ ہوا، پھر میں نے کھیرا اور کھجور کھائے اور خوب موٹی ہوگئی۔

کھیرا کھانے کے فوائد

کھیرا کھانے سے معدہ اور آنتوں کی سوزش ختم ہو جاتی ہے، اس لحاظ سے اسے آتش حدت کو بجھانے والا قرار دیا جاتا ہے۔ مثانہ کی سوزش، جلن اور پیشاب کی جلن کو دور کرتا ہے، ککڑی کھیرے سے جلد ہضم ہوتی ہے، آنتوں کی سوزش کو تسکین دیتا ہے، پیاس بجھاتا ہے، جگر سے سدے نکالتا ہے اور پیشاب آور ہے، سر درد میں مفید ہے، گرمی کے دستوں کو فائدہ دیتا ہے اور بعد کی کمزوری کو دور کرتا ہے، کھیرے کے بیج پیشاب آور ہونے کے ساتھ نالی کی جلن کو دور کرتے ہیں، ورم جگر اور تلی تحلیل کرتے ہیں، سوزش کی وجہ سے پیدا ہونے والی کھانسی میں بھی مفید ہیں۔

ککڑی میں پانی کی مقدار نوّے فیصد تک ہوتی ہے، اسی لئے اسے کھا کر پیاس بجھائی جا سکتی ہے، اس میں تین فیصد کے قریب کاربوہائیڈریٹ ہوتا ہے اور 0.4 فیصد پروٹین، چربی برائے نام ہوتی ہے، ککڑی کی تاثیر سرد بتائی جاتی ہے، اس کے بیج پیشاب آور ہوتے ہیں، دل کے امراض میں پیشاب آور غذا کا استعمال مفید ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو ککڑی (قثاء) سے خاص رغبت تھی، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ پکی ہوئی تر کھجوریں (رُطب) اور ککڑی (قثاء) ایک ساتھ تناول فرماتے تھے۔

بُولِ عرب، یا کیلا

قرآنی نام: طَلْح

[1] بخاری، مسلم، ابن ماجہ، نسائی۔

Marfat.com

قرآنی آیت بسلسلہ ببولِ عرب:

وَاَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ ؕ﴿۲۷﴾ فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ﴿ۙ۲۸﴾ وَّ طَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿ۙ۲۹﴾ وَّ ظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ﴿ۙ۳۰﴾ وَّ مَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ ﴿ۙ۳۱﴾ وَّ فَاکِہَۃٍ کَثِیۡرَۃٍ ﴿ۙ۳۲﴾ لَّا مَقۡطُوۡعَۃٍ وَّ لَا مَمۡنُوۡعَۃٍ ﴿ۙ۳۳﴾ [1]

وہ داہنے والے ہیں، وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں، وہ وہاں ہوں گے جہاں بغیر کانٹے کے بیریاں (سدر) ہونگی اور تہ بہ تہ کیلے (طلح) ہوں گے اور لمبا سایہ ہوگا اور چلتا ہوا پانی ہوگا اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی۔

اس آیت میں دو قسم کے اشجار کا ذکر ہوا ہے، ایک طلح اور دوسرا سدر، اردو کے تقریباً سبھی مفسرین اور مترجمین نے طلح کو کیلا بتایا ہے اور سدر کو بیری سے تعبیر کیا ہے۔

رائی

قرآنی نام: خَرۡدَلٍ

قرآنی آیات بسلسلہ رائی:

۱۔ وَنَضَعُ الۡمَوَازِیۡنَ الۡقِسۡطَ لِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَیۡئًا ؕ وَ اِنۡ کَانَ مِثۡقَالَ حَبَّۃٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ اَتَیۡنَا بِہَا ؕ وَ کَفٰی بِنَا حٰسِبِیۡنَ [2]

اور ہم قیامت کے دن میزان عدل قائم کریں گے سو کسی پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا کوئی عمل ہوگا تو ہم اسے بھی لا حاضر کریں گے، اور حساب لینے والے ہم ہی کافی ہیں۔

۲۔ یٰبُنَیَّ اِنَّہَاۤ اِنۡ تَکُ مِثۡقَالَ حَبَّۃٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَکُنۡ فِیۡ صَخۡرَۃٍ اَوۡ فِی السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِی الۡاَرۡضِ یَاۡتِ بِہَا اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَطِیۡفٌ خَبِیۡرٌ [3]

---

[1] الواقعہ: ۲۷ تا ۳۳۔ [2] الانبیاء: ۴۷۔ [3] لقمان: ۱۶۔

Marfat.com

(لقمان نے کہا) اے بیٹا! اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر ہو، کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین کے اندر ہو اللہ اسے لے ہی آئے گا، بیشک اللہ بڑا باریک بین ہے بڑا باخبر۔

مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا وہ بھی میزان میں تولا جائے گا اور رتی رتی کا حساب برابر کر دیا جائے گا، رائی کی مثال دینے کی وجہ یہ ہے کہ عرب اور دنیا کے دوسرے علاقوں میں بھی رائی (خردل) کو نباتات کے سارے بیجوں میں چھوٹا مانا جاتا ہے۔

رائی میں پچیس فیصد سے زیادہ تیل (چربی) ہوتا ہے جس کو تجارتی طور پر بہت سے ملکوں میں نکالا جاتا ہے، رائی کے بیج ایک قے آور دوا ہیں جو پولٹس کے بھی کام آتے ہیں، ان کا مسالوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

زَقوم

قرآنی نام: الزَّقُّوم

قرآنی آیات بسلسلہ زقوم:

۱- وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا [1]

یاد کرو اے نبی! ہم نے تم سے کہہ دیا تھا کہ تیرے ربّ نے ان لوگوں کو گھیر رکھا ہے اور یہ جو کچھ ابھی ہم نے تمہیں دکھایا ہے اس کو اور اس درخت کو جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے ہم نے ان لوگوں کے لئے بس ایک فتنہ بنا کر رکھ دیا، ہم انہیں تنبیہ پر تنبیہ کئے جا رہے ہیں مگر ہر تنبیہ ان کی سرکشی میں اضافہ کئے جاتی ہے۔

۲- اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا

[1] بنی اسرائیل: ۶۰۔

Marfat.com

الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَیْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاۡاِلَی الْجَحِیْمِ ﴿۶۸﴾ [۱]

بولو یہ ضیافت اچھی ہے یا زقوم کا درخت، ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لئے فتنہ بنا دیا، وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہہ سے نکلتا ہے، اس کے شگوفے ایسے ہیں جیسے شیطان کا سر، جہنم کے لوگ اسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے، پھر اس پر پینے کے لئے ان کو کھولتا ہوا پانی ملے گا اور اس کے بعد ان کی واپسی اسی آتشی دوزخ کی طرف ہوگی۔

۳۔ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ، طَعَامُ الْاَثِیْمِ ، کَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ، کَغَلْیِ الْحَمِیْمِ [۲]

بیشک زقوم کا درخت بڑے مجرم کا کھانا ہوگا، تیل کی تلچھٹ کی طرح پیٹ میں کھولے گا تیز گرم پانی کی طرح۔

۴۔ لَاٰکِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ، فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ، فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ، فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ، هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ [۳]

تم زقوم کے درخت کی غذا کھانے والو! اسی سے تم پیٹ بھرو گے اور اوپر سے کھولتا ہوا پانی تونس لگے اونٹ کی طرح پیو گے، یہ ہے ان کی ضیافت کا سامان روز جزا میں۔

اَلْمُنْجِد میں زقوم کے معنی جہنم کے درخت اور ایک مہلک غذا کے بتائے گئے ہیں، بعض لغات میں اسے ایک ایسا خاردار پودا کہا گیا ہے جو مزہ میں انتہائی تلخ ہوتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمان القرآن میں سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر بیان کرتے ہوئے زقوم کو تھوہڑ کا درخت بتایا ہے، تفسیر ماجدی میں زقوم کو ایک ایسا درخت کہا گیا ہے جو عرب میں تلخی کے لئے مشہور تھا، اس کا نام فارسی میں حنظل بھی دیا گیا ہے، جبکہ تفسیر حقانی میں اسے تھوہڑ یا سیہنڈ کا درخت کہا گیا ہے۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے جس حنظل کو زقوم سے منسوب کیا ہے وہ اصل میں اندرائین (سِٹر ولوس کولوسنتھس) نام کا پھل ہے جو انتہائی کڑوا ہوتا ہے، لیکن قرآن میں چاروں مرتبہ زقوم کے درخت کو دوزخیوں کی غذا کہا گیا ہے نہ کہ زقوم کے پھل کو لہٰذا زقوم کو حنظل کہنا صحیح نہیں ہے۔

---

[۱] الصّٰفّٰت: ۶۲ تا ۶۸۔ [۲] الدخان: ۴۳ تا ۴۶۔ [۳] الواقعہ: ۵۲ تا ۵۶۔

Marfat.com

تھوہڑ کے جہنمی پودوں کو عام طور سے لوگ گھروں میں لگانا معیوب سمجھتے ہیں، اس لئے کہ یہ اتنے زہریلے ہوتے ہیں کہ ان سے نکلے ہوئے دودھ کے چھینٹے پڑنے سے آنکھ کی روشنی تک جاتی رہتی ہے۔

ضریع

قرآنی نام: ضَرِیْع

قرآنی آیت بسلسلہ ضریع:

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ‎. لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ [1]

اور خاردار جھاڑ (ضریع) کے سوا ان کے لئے کوئی کھانا نہ ہوگا جو نہ تو فربہی لائے گا اور نہ بھوک میں کچھ کام آئے گا۔

اس آیت میں ضریع کو زقوم کی طرح جہنمیوں کی غذا بتایا گیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ضریع دوزخ میں کانٹوں کی طرح کا ایک درخت ہے جو ایلوے سے زیادہ تلخ ہے، بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ ایک خاردار گھاس ہے جو زمین سے چسپاں رہتی ہے اور سوکھ کر ضریع کہلاتی ہے۔

طوبیٰ

قرآنی نام: طُوْبٰی

قرآنی آیت بسلسلہ طوبیٰ:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ [2]

پھر جن لوگوں نے دعوتِ حق کو مانا اور نیک عمل کئے وہ خوش نصیب ہیں، اور ان کے لئے اچھا انجام ہے۔

---

[1] الغاشیۃ: ۶، ۷۔ [2] الرعد: ۲۹۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ طوبیٰ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی جنت کے ہیں، قرطبی نے کہا ہے کہ طوبیٰ جنت کے ایک درخت کا نام ہے جو انتہائی بلند اور سایہ دار ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کہتے ہیں۔

اس طرح طوبیٰ کا مفہوم ایسے درخت سے لیا جا سکتا ہے جو سدر کی طرح باعظمت اور شان دار ہے۔

شجر

قرآنی نام: شَجَرَة

قرآن کریم میں شجر (جمع: اشجار) کا لفظ اٹھارہ سورتوں میں کئی آیات میں ملتا ہے، ان میں سے کچھ آیات وہ ہیں جن میں بعض خاص درختوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے بغیر ان کے خصوصی ناموں کے، مثلاً جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو کسی خاص پیڑ کی جانب جانے سے منع فرمایا گیا لیکن اس کا نام نہیں دیا گیا ہے، اسی طرح ایک ایسے درخت کا تذکرہ بغیر اس کے خصوصی نام سے ہے جس کے نیچے بیعت رضوان عمل میں آئی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک خاص درخت کی سمت سے اللہ کی آواز سنائی دی لیکن اس کا نام نہیں لیا گیا ہے، بعض درختوں کو شجرۃ طیبہ اور شجرۃ خبیثہ کہا گیا ہے، ان اشجار کی جانب بھی اشارہ کیا گیا ہے جن سے آگ پیدا ہوتی ہے، ذیل میں چند ایسے ہی درختوں کی ممکن پہچان آیات کی روشنی میں پیش کی جاتی ہیں:

شجرۂ آدم

حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے نکالے جانے کے واقعہ سے متعلق ایک درخت کا ذکر تین مرتبہ قرآن مجید میں کیا گیا ہے لیکن کسی بھی آیت میں اس کا اصل نام نہیں دیا گیا ہے، مثلاً سورۃ البقرۃ آیت: ۳۵،۳۶ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَقُلْنَا يَآدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا

Marfat.com

هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ [1]

''پھر ہم نے آدم سے کہا کہ تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور یہاں بہ فراغت جو چاہو کھاؤ مگر اس درخت کا رُخ نہ کرنا ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے''۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ ۪ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ [2]

''آخر کار شیطان نے ان دونوں کو درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس حالت میں وہ تھے، ہم نے حکم دیا کہ اب تم یہاں سے اُتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا ہے اور وہیں گزر بسر کرنا ہے''۔

حضرت آدم علیہ السلام کے لئے اس ممنوعہ درخت کا ذکر مندرجہ بالا آیت کے علاوہ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۹ تا ۲۲ میں اور سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۲۰ میں بھی تفصیل سے کیا گیا ہے لیکن ان تینوں آیات میں شجر کی کیفیت بیان نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی کوئی خصوصی نباتاتی نام بتایا گیا ہے، زیادہ تر قرآن کی تفاسیر میں مفسرین نے اس درخت کی پہچان پر رائے زنی نہیں کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن کعب رضی اللہ عنہ تو یہ فرماتے ہیں کہ وہ گیہوں کی بالی تھی، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انگور تھا، ابن جریج کہتے ہیں کہ انجیر تھا، بعض علماء کا قول ہے کہ شجر سے مراد شجرۃ العلم ہے۔

شجرۂ موسیٰ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس درخت کی سمت سے اللہ تعالیٰ کی آواز سنائی دی اس کا تذکرہ قرآن پاک میں اس طرح ہوا ہے:

---

[1] البقرۃ:۳۵۔ [2] البقرۃ:۳۶۔

Marfat.com

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ [1]

پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے وہ مدت پوری کر لی، اور اپنی اہلیہ کو لے کر چلے تو انہوں نے کوہِ طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی، انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لے آؤں، یا آگ کا کوئی انگارہ اُٹھا لاؤں، تاکہ تم گرمائی حاصل کر سکو۔

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ [2]

چنانچہ جب وہ اُس آگ کے پاس پہنچے تو دائیں وادی کے کنارے پر جو برکت والے علاقے میں واقع تھی، ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں، تمام جہانوں کا پروردگار۔

مندرجہ بالا آیات کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق آگ کا ذکر سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۰ اور سورۃ النمل کی آیت نمبر ۷ میں ہوا ہے لیکن ان دونوں آیات میں لفظ شجر کا استعمال نہیں ہوا۔

شجرۂ بیعتِ رضوان

سورۃ الفتح میں ایک درخت کا تذکرہ (بغیر اس کے خصوصی نام کے) یوں ہوا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا [3]

اے پیغمبر! جب مؤمن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو

[1] القصص:۲۹۔ [2] القصص:۳۰۔ [3] الفتح:۱۸۔

Marfat.com

(صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کرلیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔

مندرجہ بالا آیت میں اس بیعت کا ذکر ہوا ہے جس کو بیعت رضوان کہتے ہیں اور جو مقام حدیبیہ پر مسلمانوں سے لی گئی تھی۔ بیعت لینے کے وقت رسول اللہ ﷺ جس درخت کے نیچے تشریف فرما تھے اس کا نام اس آیت میں نہیں لیا گیا لیکن بعض روایات کے مطابق یہ ببول یعنی کیکر کا درخت تھا جبکہ کچھ علماء نے اسے بیری کا پیڑ بھی بتایا ہے، اس مشہور بیعت کی بناء پر مذکورہ درخت کی تعظیم اتنی زیادہ ہونے لگی کہ اندیشہ ہو چلا کہ کہیں لوگوں کی تعظیم وتکریم اس حد تک نہ پہنچ جائے کہ وہ اس کی پرستش کرنے لگیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس درخت کو کٹوا دیا گیا۔

شجرۂ طیبہ اور شجرۂ خبیثہ

مولانا عبدالماجد دریا آبادی تفسیر ماجدی میں فرماتے ہیں کہ شجر طیبہ سے مراد انتہائی خوبصورت، مضبوط، بلند وبالا اور پھیلے ہوئے درخت ہیں اور شجرۂ خبیثہ سے مراد بدشکل، بدرنگ اور بدبودار درخت ہے، اس طرح پاکی کی مثال مستحکم درخت سے دی گئی ہے اور ناپاکی کی مثال غیر مستحکم اور کمزور درخت سے دی گئی ہے۔

شعیر

''جَو''، خوردنی اجناس میں جَو ایک عام سی جنس ہے، گندم کے کھیتوں میں پائے جاتے ہیں اور گندم سے پہلے پک جاتے ہیں، عہدِ رسالت میں عام طور پر جَو کی روٹی کھاتے تھے، یا گندم اور جَو ملا کر روٹی پکائی جاتی تھی، خالص گیہوں کی روٹی تقریبات تک محدود تھی۔

مسجد نبوی ﷺ کے دروازے پر ایک خاتون چقندر کی جڑیں اور ثابت جَو ملا کر ان کی شب دیگ پکا کر نمازِ جمعہ کے بعد بیچنے آیا کرتی تھیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ پکوان ایسا پسند تھا کہ لوگ جمعہ والے دن کا انتظار کیا کرتے تھے۔

حضرت اُم المنذر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس نبی ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تشریف لائے،

Marfat.com

ہمارے یہاں کھجور کے لٹکے ہوئے خوشے موجود تھے، وہ ان کی خدمت میں پیش کئے گئے، اس میں سے دونوں حضرات نے تناول فرمایا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھوڑے کھا چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روک دیا اور فرمایا کہ تم ابھی بیماری سے اُٹھے اور کمزور ہو مزید مت کھاؤ، اس کے بعد:

قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَ شَعِيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ مِنْ هٰذَا فَاَصِبْ فَاِنَّهٗ اَوْفَقُ لَكَ [1]

اس خاتون نے ان کے لئے جو اور چقندر تیار کئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم اس میں سے کھاؤ کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

اس واقعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بیماری سے اُٹھے اور ان کی کمزوری کو دور کرنا ضروری تھا، جس کے لئے جَو کی روٹی اور چقندر کو بہترین غذا قرار دیا۔

جَو کا دلیہ

جَو کوٹ کر دودھ میں پکانے کے بعد مٹھاس کے لئے اس میں شہد ڈالا جاتا تھا، اسے تلبینہ کہتے ہیں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تھا تو حکم ہوتا تھا کہ اس کے لئے جَو کا دلیہ تیار کیا جائے، پھر فرماتے تھے کہ یہ بیمار کے دل سے غم کو اتار دیتا ہے اور اس کی کمزوری کو یوں اتار دیتا ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنے چہرے کو پانی سے دھو کر اس سے میل اُتار دیتا ہے۔[2]

اسی مسئلے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں اسی واقعہ میں یہ اضافہ ہوا ہے کہ جب بیمار کے لئے دلیہ پکایا جاتا تھا تو دلیہ کی ہنڈیا اس وقت تک چولہے پر چڑھی رہتی تھی جب تک کہ وہ یا تو تندرست ہو جائے یا فوت ہو جائے۔

---

[1] ابن ماجۃ، مسند احمد، ترمذی۔ [2] بخاری، رقم الحدیث: ۵۶۸۹۔

Marfat.com

ستّو

نبی کریم ﷺ کو ستو بہت پسند تھے، ترمذی اور ابن ماجہ کی روایات کے مطابق ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں کھجوریں اور ستو تھے، بخاری کی روایت کے مطابق ستو، کھجور اور مکھن سے حلوہ بنا کر مہمانوں کی تواضع کی گئی۔

جَو کے فوائد

جَو کھانے سے قوت حاصل ہوتی ہے، جَو جسمانی کمزوری کے علاوہ کھانسی اور حلق کی سوزش کے لئے مفید ہیں، معدہ کی سوزش کو ختم کرتے ہیں، جسم سے غلاظتوں کا اخراج کرتے ہیں، پیشاب آور ہیں، پیاس کو تسکین دیتے ہیں، ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے جَو کے پانی کو پکانے کا جو نسخہ بیان کیا ہے اس کے مطابق جَو لے کر ان سے پانچ گنا پانی ان میں ڈالا جائے، پھر انہیں اتنا پکایا جائے کہ پانی دودھیا ہو جائے اور اس کی مقدار میں کم از کم ایک چوتھائی کی کمی آجائے، (اس غرض کے لئے اگر ثابت جَو استعمال کرنے کی بجائے جَو کا دلیہ استعمال کیا جائے تو جَو سے حاصل ہونے والے فوائد اور زیادہ ہو جائیں گے)، پکنے کے بعد جَو کا پانی فوری اثر کر کے طبیعت کو بشاش بناتا ہے، جسم کو کمزوری کا مقابلہ کرنے کے لئے غذا مہیا کرتا ہے۔

نبی ﷺ نے جَو کے فوائد میں دو اہم باتیں ارشاد فرمائی ہیں:

(۱) مریض کے دل سے بوجھ کو اتار دیتا ہے۔ (۲) غم اور فکر سے نجات دیتا ہے۔

ایک ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ احادیث میں جَو کے فوائد کی روشنی میں معدہ اور آنتوں کے السر کے مریضوں کو صبح کے ناشتہ میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے عظیم نسخہ کے مطابق تلبینہ دیا گیا، چنانچہ السر کا ہر مریض دو سے تین ماہ میں تندرست ہو گیا۔ پرانی قبض کے لئے جَو کے دلیہ سے بہتر اور محفوظ کوئی دوائی نہیں۔ اطبّاء کا مشاہدہ ہے کہ خون کی کولیسٹرول کو کم کرنے میں جَو کے دلیہ سے کوئی دوائی زیادہ مفید نہیں۔

Marfat.com

عسل

''شہد''، قرآن کریم نے شہد کی مکھی کو اتنی اہمیت دی کہ ایک سورۃ اس کے نام سے نازل کی، شہد کی مکھی جو اپنے گھر کا انتظام کرتی ہے وہ کسی اور پرند اور چرند کے یہاں نہیں ملتا، مکھیوں کا چھتہ چھ کونوں والے خانوں پر مشتمل ہوتا ہے، جن کی دیواریں موم سے بنتی ہیں، ان میں دراڑوں اور سوراخوں کو بند کرنے کیلئے درختوں کی کونپلوں سے بیروزہ کی طرح کا ایک لیس دار مادہ پروپولس حاصل کیا جاتا ہے، ان چھتوں میں درجہ حرارت کو قائم رکھنے کیلئے ائیر کنڈیشنڈ کا مربوط نظام ہے اور مکھیاں اپنے پسندیدہ حالات میں شدید جدوجہد کی ایک فعال زندگی گزارتی ہیں، ہر چھتے میں ایک ملکہ ہوتی ہے جو روزانہ ایک ہزار کے قریب انڈے دیتی ہے، کارکن مکھیاں ان انڈوں سے بچے نکالنے، ان کو غذا مہیا کرنے اور ان کیلئے رہائشی کمرے تیار کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتی ہیں، چھتے کے ہر خانے میں ایک انڈا ہوتا ہے، اگرچہ چھتے پر ملکہ کی حکمرانی ہوتی ہے، لیکن ضرورت پڑنے پر نئی ملکہ بنائی جاسکتی ہے۔

ان کی آبادیوں میں بے کار افراد کو قتل کر دیا جاتا ہے، کارکن مکھیاں تمام دن اڑتی ہوئی پھولوں سے ماءالحیات (نیکٹر) تلاش کرتی ہیں، ہر پھول کے نیچے مٹھاس کا ایک قطرہ ہوتا ہے، مکھیاں اس کی تلاش میں ڈال ڈال منڈلاتی ہیں اور جہاں سے مل جائے، اسے اپنے منہ کی تھیلی میں رکھ کر چھتے کی طرف لوٹ جاتی ہیں، ابتدائی طور پر اس ماءالحیات میں ۵۰ سے ۸۰ فی صد پانی ہوتا ہے، چھتے میں لے جاکر اسے گاڑھا کیا جاتا ہے، اور جب اس سے شہد بنتا ہے تو اس میں پانی کی مقدار ۱۶ سے ۱۸ فیصد کے درمیان رہ جاتی ہے، ایک محتاط اندازے کے مطابق آج کل دنیا میں ہر سال تقریباً پچاس کروڑ کلو شہد پیدا ہوتا ہے۔

یہ مکھیاں خط استواء کی حدت سے لے کر برفانی میدانوں کی برودت تک میں زندہ رہ سکتی ہیں، مگر ان کے چھتے کا اندرونی درجہ حرارت ۹۳ ڈگری فارن کے قریب ہوتا ہے۔

پھولوں کی پتیوں کے درمیان ان کے تولیدی اعضاء ہوتے ہیں، مکھی جب اس کو چوسنے کیلئے کسی پھول پر

Marfat.com

بیٹھتی ہے، تو نر پھولوں کے تولیدی دانے اس کے جسم کو لگ جاتے ہیں، جن کو ''پولن'' کہتے ہیں، پولن کے دانے لگی مکھی جب دوسرے پھول پر بیٹھتی ہے، تو اس کے نسوانی حصے ان دانوں کو اپنی جانب کھینچ کر باروری حاصل کرتے ہیں، اس طرح مکھی کی اُڑان زراعت کے لئے ایک نہایت مفید خدمت سرانجام دیتی ہے، کہا جاتا ہے کہ امریکہ میں پیدا ہونے والی ۹۰ اقسام کی زرعی پیداوار کی ترویج اور باروری صرف شہد کی مکھی کی مرہون منت ہے۔

شہد دنیا کی قدیم ترین غذاؤں اور دواؤں میں سے ہے، مصری مقابر میں بادشاہوں کی غذا کے ذخیروں میں بھی شہد رکھا جاتا تھا، پانچ ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد بھی یہ شہد خراب نہ ہوا، البتہ رنگ کالا پڑ گیا تھا۔

ارشاداتِ ربّانی

قرآن کریم میں ایک سورت خصوصی طور پر شہد کی مکھی کے بارے میں موجود ہے، جس میں فرمایا گیا:

وَاَوۡحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِیۡ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُكِیۡ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخۡرُجُ مِنۡۢ بُطُوۡنِهَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ فِیۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۶۹﴾ [1]

تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر وحی بھیجی کہ وہ پہاڑوں، درختوں کی بلندیوں پر اپنا گھر بنائے، پھر وہ ہر قسم کے پھلوں سے رزق حاصل کرے، اور اپنے رب کے متعین کردہ راستے پر چلے، ان کے پیٹوں سے مختلف رنگ کی رطوبتیں نکلتی ہیں، جن میں لوگوں کیلئے شفا رکھی گئی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانیاں ہیں، تاکہ لوگ ان پر غور و فکر کر کے فائدہ اٹھائیں۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں:

---

[1] النحل: ۶۸، ۶۹۔

Marfat.com

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ اَرْبَعٍ مِّنَ الدَّوَابِ النَّمْلَةَ وَالنَّحْلَةَ وَالْهُدْهُدَ وَالصُّرَدَ [1]

''حضور ﷺ نے چار حشرات الارض کو مارنے سے منع فرمایا: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور چڑی مولا''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَعِقَ الْعَسَلَ ثَلَاثَ غَدَوَاتٍ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ لَمْ يُصِبْهُ عَظِيْمٌ مِّنَ الْبَلَاءِ [2]

''جو شخص ہر مہینہ میں کم از کم تین دن صبح صبح شہد چاٹ لے، اس کو اس مہینہ میں کوئی بڑی بیماری نہ ہوگی''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحِبُّ الْحَلْوٰى وَالْعَسَلَ [3]

''آپ ﷺ کو حلوہ (میٹھی چیز) اور شہد بہت پسند تھے''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالشِّفَائَيْنِ الْعَسَلَ وَالْقُرْاٰنَ [4]

''تمہارے لئے شفا کے دو مظہر ہیں، شہد اور قرآن''۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

اِنْ كَانَ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ اَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ فَفِيْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ اَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ [5]

''تمہاری دواؤں میں سے کسی چیز میں بھلائی کا کوئی عنصر ہے تو وہ پچھنے لگانے اور شہد پینے میں ہے''۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

---

[1] ابوداؤد، دارمی۔ [2] ابن ماجہ، بیہقی۔ [3] بخاری۔ [4] ابن ماجہ، مستدرک الحاکم۔ [5] صحیح البخاری، باب الدواء بالعسل، رقم الحدیث: ۵۶۸۳۔

Marfat.com

إِذَا اشْتَكَى أَحَدُكُمْ فَلْيَسْأَلْ إِمْرَأَتَهُ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ أَوْ نَحْوَهَا فَلْيَشْتَرِ بِهَا عَسَلًا وَلْيَأْخُذْ مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ فَيَجْمَعُ هَنِيْئًا مَرِيْئًا وَشِفَاءً وَّمُبَارَكًا [1]

تم میں سے جب کوئی بیمار ہو تو اپنی بیوی سے تین درہم یا اس سے کچھ کم لے کر اس کا شہد خرید لائے، پھر اس میں آسمان کا پانی ملا کر انہیں خلوص دل کے ساتھ پی لے کہ یہ مبارک بھی ہے اور شفا کا مظہر بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے ابھی فالودہ کے بارے میں نہ سنا تھا کہ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت بہت سے ملکوں کو فتح کرے گی اور ان کو بہت زیادہ مال دیا جائے گا اور وہ فالودہ کھائیں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا یہ فالودہ کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ گھی اور شہد ملا کر اسے بناتے ہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رونے کی آواز نکال کر رو ئے۔

شہد کے فوائد

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو اپنے بیٹے سے فرمایا کہ وہ کسی گھر سے بارش کا رکھا ہوا پانی مانگ لائے، اس نے مقصد پوچھا تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا [2] "ہم نے آسمان سے ایک برکت والا پانی اتارا ہے"۔ پھر فرمایا شہد لاؤ، اور اس کی توضیح میں فرمایا کہ قرآن مجید نے اس کی اہمیت کی سند یوں بیان کی ہے: فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ [3] "اس میں لوگوں کیلئے شفا ہے"۔ اس کے بعد زیتون کا تیل طلب فرمایا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ قرآن مجید نے اسے کتنی اہمیت عطا کی ہے: مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ [4] "یہ زیتون کے مبارک درخت سے ہے"۔

انہوں نے ان تینوں چیزوں کو ملایا اور پی گئے اور دو تین دن میں تندرست ہو گئے، یہ واقعہ ابوالعباس احمد بن علی العبیدی المقریزی نے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ ہمیشہ شہد کا سرمہ لگایا کرتے تھے۔

---

[1] ابن المنذر، ابن ابی حاتم، احمد بن الفرات۔ [2] ق:۹۔ [3] النحل:۶۸۔ [4] النور:۳۵۔

Marfat.com

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک نسخہ بیان کیا ہے کہ مریضوں کو ہدایت کرتے تھے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت کاغذ پر لکھ کر اسے بارش کے پانی سے دھو کر اس پانی میں شہد ملا کر پی لیں، شفایاب ہو جائیں گے۔

بہترین شہد فصل ربیع کا ہے، اس کے بعد موسم گرما کا اور پھر سردی کا ہے، اطباء اس امر پر متفق ہیں کہ یہ بہترین دوا اور بہترین ٹانک ہے، کیونکہ یہ جسمانی قوتوں کو جلا دیتا ہے، یہ مقوی بدن ہے، معدہ کو طاقت دیتا ہے، بھوک بڑھاتا ہے، بوڑھوں کو توانائی دیتا ہے، اور مخرج بلغم ہے۔

اگر شہد میں گوشت رکھ دیا جائے تو تین ماہ تک اسے گلنے نہیں دیتا، اسی طرح یہ تین ماہ تک سبزیوں کو بھی محفوظ رکھ سکتا ہے، اس لئے علماء نے اسے ''الحافظ الامین'' کا لقب دیا ہے۔

اگر شہد کو جسم پر لگایا جائے تو یہ ایک عظیم نعمت ہے، جوؤں کو مار دیتا ہے، بال ملائم اور لمبے کرتا ہے، اس کا سرمہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے، اس کا منجن دانتوں کو چمکاتا ہے اور مسوڑھوں کی حفاظت کرتا ہے۔

امریکہ میں پروفیسر سٹوارٹ نے لیبارٹری میں تپ محرقہ اور پیپ پیدا کرنے والے جراثیم کی مختلف قسموں کو شہد میں ڈالا، یہ حیرت انگیز مشاہدہ ہوا کہ جراثیم کی کوئی بھی قسم شہد میں زندہ نہ رہ سکی۔

اطباء قدیم کے نزدیک وہ شہد جو چھتے سے ٹپک کر از خود گر رہا ہو وہ سب سے عمدہ ہے، شہد کھانے سے پیشاب، دودھ اور حیض میں اضافہ ہوتا ہے، جگر کو قوت ملتی ہے۔

شہد میں موجود عناصر فصل، موسم اور علاقہ کے مطابق تبدیل ہوتے رہتے ہیں، اس لئے کہ شہد کی مکھی جب خوراک کی تلاش میں پھرتی ہے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ ہر مرتبہ پھولوں پر ہی جائے، اسے راستہ میں گنے کا رس، گڑ، راب، کھانڈ کے ڈھیر یا مصری کی ڈلیاں بھی میسر آسکتی ہیں، شہد کی مکھیاں پالنے والے ادارے اور کمپنیاں اپنی کھپت کو بڑھانے کیلئے چھتوں کے قریب کسی سستی قسم کی مٹھاس کا ڈھیر لگا دیتے ہیں، مکھیاں چھتوں سے اُڑتی ہیں، ان ڈھیروں پر بیٹھ کر وہاں سے مٹھاس لے کر لوٹ آتی ہیں، اس کو مکھیوں کے جوہر DIhSThSE اور INVERThSE فرکٹوس میں تبدیل کر دیتے ہیں، کیونکہ یہ چھتوں میں چینی کا وجود پسند نہیں کرتیں۔

Marfat.com

مٹھاس کے ڈھیروں سے حاصل ہونے والا شہد بالکل خالص ہوتا ہے، مگر اس کا معیار وہ نہیں ہوتا جو پھولوں سے حاصل ہونے والے شہد کا ہوتا ہے، ان میں لحمیات نہیں ہوتے اور کیمیاوی عناصر کی مقدار بھی برائے نام ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اونٹنی اور گائے کے دودھ کی افادیت میں ایک اہم نکتہ بیان فرمایا ہے کہ ہر قسم کے درختوں پر چرتے ہیں، اسی طرح شہد کی مکھی کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے پھولوں سے رس چوستی ہے اور ان کے پولن اس کے جسم سے لگے ہوتے ہیں۔

شہد کی مکھیاں بھی دوسرے جانداروں کی طرح بیمار ہوتی ہیں، اگر یہ کسی دوسرے چھتے کا شہد کھالیں تو اکثر بیمار پڑ جاتی ہیں، کیونکہ وہاں کی بیماریاں ان تک آ جاتی ہیں، مکھیوں کی زندگی کو آج کل کا سب سے بڑا خطرہ کیڑے مارنے والی ادویات سے ہے، فصلوں اور گھروں سے کیڑے ختم کرنے کیلئے جو ادویات استعمال ہوتی ہیں ان میں سے ہر ایک ان مکھیوں کو بھی مار سکتی ہے، چونکہ آج کل فصلوں پر سپرے کرنے کا رواج ہو چکا ہے، اس لئے مکھیوں کی تعداد کم ہونے لگی ہے۔

شہد کی پہچان کے کئی طریقے

لوگوں نے شہد کی پہچان کیلئے کئی طریقے مشہور کئے ہوئے ہیں مثلاً یہ کہ نمک کی ڈلی شہد میں ملانے سے اگر شہد نمکین ہو جائے تو وہ ملاوٹ والا ہے کیونکہ خالص شہد میں نمک حل نہیں ہوتا، اسی طرح یہ بھی کہتے ہیں خالص شہد روٹی پر لگا کر کتے کو کھلایا جائے، کتا شہد نہیں کھاتا، جبکہ شیرہ کھا لیتا ہے۔

شہد آسانی سے پانی میں حل نہیں ہوتا، جب خالص شہد قطرہ قطرہ پانی میں ٹپکایا جائے تو یہ قطرے ثابت و سالم پیندے میں چلے جاتے ہیں، جبکہ شربت یا شیرہ کا قطرہ پیندے تک پہنچنے سے پہلے ٹوٹ کر حل ہو جاتا ہے، (یہ سارے تخمینے ہیں، کوئی حقیقی معیار نہیں)۔ واللہ اعلم۔

نبی کریم ﷺ کا اصول علاج یہ ہے کہ وہ اکثر ادویہ کو کسی ملاوٹ کے بغیر نہار منہ دینا پسند فرماتے اور

Marfat.com

آپ ﷺ خود نماز فجر سے متصل اور عصر کی نماز کے بعد شہد نوش فرماتے تھے، اس ترکیب پر آپ ﷺ کو اتنا اعتماد تھا کہ صبح صبح شہد پینے والوں کو خطرناک بیماری سے مامون رہنے کا مژدہ سنایا۔

ایک ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سترہ دن کے ایک بچے کو بار بار قے ہو رہی تھی، ہسپتال والوں نے معدہ کے منہ کی رکاوٹ تشخیص کر کے آپریشن تجویز کیا، اس بچے کو آپریشن سے دو دن پہلے ابلے ہوئے پانی میں شہد ملا کر دن میں پانچ چھ مرتبہ تھوڑا تھوڑا پلایا گیا، اتنے مختصر عرصے میں پیٹ ٹھیک ہو گیا اور آپریشن کی ضرورت نہ رہی۔

امراضِ تنفس میں شہد

گلے سے لے کر پھیپھڑوں تک کی ہر سوزش میں گرم پانی میں شہد اکسیر کا حکم رکھتا ہے، کھانسی اور گلے کی سوزش میں اگرچہ شہد کے غرارے بھی مفید ہیں مگر ایک کام کی چیز کو ضائع کرنے کی بجائے اسے گرم گرم اور گھونٹ گھونٹ پیا جائے تو نالیوں کے آخری سرے تک اثر انداز ہوتا ہے۔

دمہ کے مریضوں میں نالیوں کی گھٹن کو دور کرنے اور بلغم نکالنے کیلئے گرم پانی میں شہد سے بہتر کوئی دوائی نہیں، دورہ کی صورت میں اُبلتا ہوا پانی لے کر اس میں چمچ بھر شہد ملا کر بار بار پئیں تو بیشتر مریضوں کا دورہ اسی سے ختم ہو جائے گا، ان شاء اللہ مزید علاج کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

گردے کی پتھری اور زکام میں شہد

زیتون کا تیل اور شہد ملا کر اس میں لیموں کا عرق ملا کر استعمال کیا جائے تو یہ گردے کی پتھری کیلئے بہت مفید ہے، نیز شدید زکام کی حالت میں گرم پانی میں شہد حل کر کے اس میں لیموں نچوڑ کر مریض کو پلانا فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حبۃ السوداء

"کلونجی"، اس کا پودا جھاڑیوں کی مانند تقریباً آدھا میٹر اونچا ہوتا ہے، جس پر نیلے رنگ کے پھول لگتے ہیں،

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلونجی کو شفا کا مظہر قرار دیا ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلشُّوْنِيْزُ دَوَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامُ وَهُوَ الْمَوْتُ [1]

''شونیز (کلونجی) موت کے سوا ہر بیماری کا علاج ہے''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ دَاءٍ اِلَّا وَفِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ مِنْهُ شِفَاءٌ اِلَّا السَّامُ [2]

''بیماریوں میں موت کے سوا ایسی کوئی بیماری نہیں جس کے لئے کلونجی میں شفا نہ ہو''۔

بخاری اور ابن ماجہ میں ایک واقعہ مذکور ہے، خالد بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں غالب بن ابجر کے ہمراہ سفر میں تھا، وہ راستہ میں بیمار ہو گئے، ہماری ملاقات کو ابن ابی عتیق (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے) تشریف لائے، مریض کی حالت دیکھ کر فرمایا کہ کلونجی کے پانچ سات دانے لے کر ان کو پیس لو، پھر انہیں زیتون کے تیل میں ملا کر ناک کے دونوں طرف ڈالو، کیونکہ ہمیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ ان کالے دانوں میں ہر بیماری سے شفا ہے مگر سام سے، میں نے پوچھا کہ سام کیا ہے؟ فرمایا کہ موت، اس علاج سے غالب بن ابجر تندرست ہو گئے۔ [3]

کدو

قرآنی نام: يَقْطِيْن

''کدّو''، قرآن کریم میں اسے يَقْطِيْن کے نام سے پکارا گیا ہے، عام عرب اسے ''دباء'' یا ''قرع'' کہتے ہیں۔

قرآنی آیت بسلسلہ کدو:

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ

[1] مسند احمد۔ [2] مسلم۔ [3] بخاری، رقم الحدیث: ۵۶۸۷۔

Marfat.com

الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾
لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ
شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ [1]

اور بیشک یونس پیغمبروں میں سے تھے (اس وقت کا قصہ یاد کیجئے) جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے، پھر وہ شریکِ قرعہ ہوئے تو مجرم قرار پائے، انہیں مچھلی نے نگل لیا اور آنحالیکہ وہ اپنے کو ملامت کرتے رہے، سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو اس کے پیٹ میں قیامت تک رہتے، پھر ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا اور ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت بھی اُگا دیا۔

مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد حضرت یونس علیہ السلام پر ایک لوکی (کدو) کی بیل کا سایہ کردیا گیا تاکہ آپ دھوپ کی تمازت سے محفوظ رہیں، حضرت یونس علیہ السلام کی حالت بالکل ایسی تھی جیسا کہ ایک نوزائیدہ بچے کی ہوتی ہے، وہ ہلنے جلنے تک کے قابل نہ رہے تھے، اس لئے ان کو یَقْطِیْن کے پیڑ کے نیچے ڈالا گیا، جس کے بڑے بڑے پتوں کی چھاؤں میں وہ آرام سے لیٹے رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یقطین سے مراد ''قرع'' لیتے ہیں، یعنی کہ کدّو۔

ایک کمزور اور ناتواں کو یقطین کے بڑے بڑے پتوں کے سایہ کے نیچے آرام ملا، غالباً وہ اسے کھاتے بھی رہے، کیونکہ کدو ثقیل نہیں ہوتا، اور کسی بھی بیماری کے مریض کو بلا جھجک دیا جا سکتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی کمزوری کے مدنظر انھیں غذا میں کدو مرحمت فرمایا، اسے کھانے سے ان کو توانائی میسر ہوئی اور حضرت یونس علیہ السلام ایک لاکھ افراد یا اس سے بھی زیادہ کے ایک قبیلے میں رشد و ہدایت کیلئے تشریف لے گئے۔

کدو فارسی لفظ ہے جس کے معنی اُردو اور ہندی میں لوکی کے ہوتے ہیں، لوکی کو عربی میں یقطین کے علاوہ

---

[1] الصّٰفّٰت: ۱۳۹ تا ۱۴۶۔

Marfat.com

الدباء اور قرعۃ بھی کہتے ہیں۔ لوکی کی کئی قسمیں ہندوستان میں پیدا کی جاتی ہیں، جس میں سب سے زیادہ مقبول لمبی لوکی ہے، ایک دوسری قسم گول لوکی کی ہے۔

لوکی ایک نہایت مفید ترکاری ہے جس میں عمدہ قسم کا Pectin ہوتا ہے، جو معدہ اور ہاضمہ کے لئے فائدہ مند ہے۔ کیمیاوی اعتبار سے لوکی دوسری ترکاریوں سے بہتر ہے کیونکہ اس میں وٹامن بی اور وٹامن سی کے علاوہ کیلشیم، فاسفورس، آئرن پوٹاشیم اور آئیوڈین جیسی دھاتیں ملتی ہیں، لوکی کی تاثیر سرد ہے، یہ پیشاب آور ہونے کے ساتھ ساتھ صفراوی کیفیت کو ختم کرتی ہے اور مزاج میں چڑچڑے پن کو دور کرتی ہے، لوکی کے عرق (رس) کو لیموں میں ملا کر چہرے پر لگانے سے مہاسے دور ہوجاتے ہیں، تیل میں اُبالی ہوئی لوکی وجع مفاصل (گھٹیا) کا علاج ہے اس کے بیجوں کا تیل سر کے درد میں فائدہ کرتا ہے۔

حضور ﷺ کو لوکی کی ترکاری بہت مرغوب تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو الدباء (کدو) مرغوب تھا، ایک مرتبہ کسی دعوت میں تشریف لے گئے جس میں کدو (لوکی) تھا، چونکہ مجھے معلوم تھا کہ آپ ﷺ کو یہ بہت پسند ہے اس لئے اس کے قتلے ڈھونڈ ڈھونڈ کر میں حضور ﷺ کے سامنے کر دیتا تھا۔ [1]

ارشاداتِ نبوی ﷺ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

ایک درزی نے آپ ﷺ کی کھانے کی دعوت کی، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں آپ ﷺ کے ساتھ گیا، اس نے جو کی روٹی اور سوکھے گوشت کے سالن میں کدو پیش کیا، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ تھالی کے اطراف سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے کھا رہے تھے، اس دن کے بعد سے مجھے کدو سے محبت ہوگئی۔ [2]

حضرت حکیم بن جابر اپنے والد گرامی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

---

[1] سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۳۰۳۔ [2] ابن ماجہ: ۳۳۰۳۔

Marfat.com

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کے پاس ایک کدو تھا، میں نے پوچھا یہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کدو ہے، ہم اسے بہت کھاتے ہیں۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلدُّبَّاءُ یُکْثِرُ الدِّمَاغَ وَیَزِیْدُ فِی الْعَقْلِ [2]

''کدو دماغ کو بڑھاتا ہے اور عقل میں اضافہ کرتا ہے۔

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عَلَیْکُمْ بِالْقَرْعِ فَإِنَّهٗ یَزِیْدُ فِی الدِّمَاغِ، وَعَلَیْکُمْ بِالْعَدَسِ، فَإِنَّهٗ قُدِّسَ عَلٰی لِسَانِ سَبْعِیْنَ نَبِیًّا [3]

تمہارے لئے کدو موجود ہے، یہ دماغ کی صلاحیت کو بڑھاتا ہے اور مزید تمہارے لئے مسور کی دال موجود ہے جسے کم از کم ستر انبیاء علیہم السلام کی زبان پر لگنے کا شرف حاصل رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے، کہ دستر خوان پر ایک روز کدو کا سالن تھا، ان کے فرزند حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے کدو پسند نہیں، اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کدو سے محبت فرماتے تھے، سالم رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ مجھے پسند نہیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی چیز کو پسند یا ناپسند کرنا تمہارا حق ہے مگر جب تمہیں یہ بتایا جائے کہ کوئی چیز نبی کریم ﷺ کو محبوب تھی اور تم اس کے بعد پھر رد کرو، تو یہ عمل توہین رسالت کے مترادف ہے، ایسے بے ادب کیلئے میرے گھر میں کوئی جگہ نہیں اور انہوں نے اپنے بیٹے کے ساتھ ایک عرصہ تک بول چال بند کردی۔

کدو کے فوائد

کدو پیاس بجھاتا ہے، جگر کی گرمی اور صفراء کو دور کرتا ہے، سدے کھولتا ہے، پیشاب آور ہے اور پیٹ کو نرم

---

[1] ابن ماجہ: ۳۳۰۴۔ [2] دیلمی۔ [3] المعجم الکبیر للطبرانی 22/63، رقم الحدیث: ۱۵۲۔

Marfat.com

کرتا ہے، کدو کی بیل کے پتے دست آور ہیں، ان کو ابال کر چینی ملا کر پینے سے یرقان کو فائدہ ہوتا ہے۔

کدو و پیٹ کی تیزابیت میں بھی اکسیر پایا گیا ہے، مریض کو خصوصی اہتمام کے بغیر کم مرچ کے ساتھ کئی دن تک کدو کا سالن کھلانے سے آنتوں کی جلن ٹھیک ہوجاتی ہے، حکیم مفتی فضل الرحمن بخار اور سردرد میں مریضوں کے جسم پر کدو کاٹ کر پھیرتے تھے جس سے ان کا بخار چند منٹوں میں کم ہوجاتا تھا۔

برگ

قرآنی نام: وَرَقٌ۔ وَرَقَۃ

قرآنی آیات بسلسلہ برگ:

۱۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ [1]

اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیز کا علم ہے اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتابِ روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔

۲۔ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ [2]

غرض (مردود نے) دھوکہ دے کر ان کو (مصیبت کی طرف) کھینچ ہی لیا، جب انہوں نے اس درخت کے پھل کو کھا لیا تو ان کے ستر کی چیزیں کھل گئیں اور وہ بہشت کے (درختوں کے) پتے

[1] الانعام:۵۹۔ [2] الاعراف:۲۲۔

Marfat.com

(توڑ توڑ کر) اپنے اوپر چپکانے (اور ستر چھپانے) لگے۔ تب اُن کے پروردگار نے ان کو پکارا کہ کیا میں نے تم کو اس درخت (کے پاس جانے) سے منع نہیں کیا تھا اور جتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

۳۔ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى [1]

تو دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو ان پر ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے (بدنوں) پر بہشت کے پتے چپکانے لگے اور آدم نے اپنے پروردگار کے (حکم کے) خلاف کیا تو (وہ اپنے مطلوب سے) بے راہ ہو گئے۔

عربی میں وَرَقَة ایک پتے کو کہتے ہیں جس کی جمع وَرَقٌ ہے۔ سورۃ الانعام میں ارشاد ہوا ہے کہ اس عالم کا سارا نظام اللہ کے حکم سے چلتا ہے، وہ اس کائنات کے سارے اسرار و رموز سے خوب واقف ہے، جنگل کا ایک پتہ (ورقہ) بھی اگر درخت سے الگ ہو جاتا ہے تو یہ عمل بھی اللہ کے علم میں آجاتا ہے۔

اناج

قرآنی نام: حبّ

عربی میں ''حب'' کے معنی دانہ کے ہیں لیکن عموماً اس کا مفہوم اناج سے لیا جاتا ہے۔ عرب کا علاقہ کئی اقسام کے گیہوں، جَو اور باجرہ کی پیداوار کے لئے مشہور ہے۔ فلسطین اور شام کے کافی خطوں میں گیہوں کی پیداوار پانچ ہزار سال قبل مسیح شروع کی جا چکی تھی، کم سے کم پانچ اقسام کے گیہوں سے عرب واقف تھے اور ان کی کاشت زیادہ تر کھجور کے باغات میں کرتے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں گیہوں بحری اور برّی راستوں سے برآمد بھی کیا جاتا تھا، جَو اور جوار کی کھیتی بھی ان علاقوں میں دو سے تین

---

[1] طٰہٰ: ۱۲۱۔

Marfat.com

ہزار سال قبل مسیح شروع کی جا چکی تھی۔

یہاں یہ بات واضح کر دینا غالباً مناسب ہوگا کہ مکّا جس کو ہندی میں مکئی اور بھٹا بھی کہتے ہیں، اسلام سے قبل عرب میں دستیاب نہ تھا، اس اناج کا وطن جنوبی امریکہ ہے، ایشیا اور افریقہ میں اس کا علم کولمبس کے امریکہ دریافت کرنے کے بعد ہی ہوا۔ ایک نظریہ کے مطابق مکئی (بھٹا) کی پیداوار عرب میں سولہویں صدی عیسویں میں شروع ہوئی اور اسی زمانے میں غالباً عربوں کے توسط سے ہی ہندوستان میں اس کی کاشت شروع کی گئی اور شاید اسی نسبت سے فارسی میں اس کو گندم مکہ کہا گیا اور پھر ہندوستانی زبانوں میں اسے مکّا یا مکئی کا نام دے دیا گیا۔

چارہ

قرآنی نام: اَبًّا

قرآنی آیت بسلسلہ اَبًّا:

وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا. مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ [1]

اور میوے اور چارہ (اَبًّا) تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے لئے بنایا۔

لغات القرآن میں کہا گیا ہے کہ اَبًّا گھاس کا تعین مشکل ہے، صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ انسانوں کے لئے جو درجہ میوہ کا ہے وہی جانوروں کے لئے اَبًّا کا ہے ویسے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہت سی فصلیں جو انسان کی غذا کے لئے اناج فراہم کرتی ہیں وہی جانوروں کے لئے بھوسہ اور پتوار کی شکل میں چارہ فراہم کرتی ہیں۔

ترکاری

قرآنی نام: قضبًا۔ بقلٌ

[1] عبس: ۳۱،۳۲۔

Marfat.com

قرآنی آیات بسلسلہ بقلٌ اور قضبًا:

۱۔ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۚ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ [۱]

ترجمہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔

۲۔ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا [۲]

پھر ہم نے زمین کو عجیب طرح پھاڑا، پھر ہم نے اس میں غلے اُگائے، اور انگور اور ترکاریاں۔

عرب کی سرزمین میں یوں تو بہت سی اقسام کی ترکاریاں کاشت کی جاتی تھیں لیکن سب سے زیادہ عام وہ تھیں جن کا تعلق خاندان سے ہے، جیسے: ککڑی، کھیرا (عربی: خیار۔ قِثّاء)۔ لوکی، کدو (عربی: قرعۃ۔ یقطینۃ۔ الدبّا)۔

تین اقسام کے پیاز (عربی: بَصَلٌ) اور لہسن (عربی: ثومٌ) کی کاشت بھی عام تھی، اس کے علاوہ چقندر (عربی: سِلْقٌ) کافی مقبول ترکاری تھی۔

ریحان

"تلسی"۔ قرآن کریم نے جنت میں ملنے والی بہترین چیزوں میں ریحان کو شامل فرمایا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لذیذ، مفید اور اپنے فوائد میں یکتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے انجیر کے بارے میں فرمایا کہ اگر کوئی پھل جنت سے زمین پر آسکتا تو وہ یہی ہوتا۔

---

[۱] البقرۃ:۶۱۔ [۲] عبس:۲۶، ۲۸۔

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ [1]

''اس میں اجناس گندم، جو، نخود، باجرہ، مکئی وغیرہ کے دانے ہوں گے اور پتوں والے پودے اور ریحان ہونگے، تم اللہ جل جلالہ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''؟۔

ریحان کو مفسرین نے رزق بھی قرار دیا ہے، اور ریحان خوشبودار چیزوں کو بھی کہتے ہیں، ایک مشہور عربی کہاوت ہے: خَرَجْتُ أَطْلُبُ رَيْحَانَ اللهِ ''یعنی میں گھر سے اللہ جل جلالہ کا رزق تلاش کرنے کیلئے نکلا''۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلَا مُشَمِّرٌ لِلْجَنَّةِ ، فَإِنَّ الْجَنَّةَ لَا خَطَرَ لَهَا ، هِيَ ، وَرَبِّ الْكَعْبَةِ نُوْرٌ يَتَلَأْلَأُ وَرَيْحَانَةٌ تَهْتَزُّ وَقَصْرٌ مُشَيَّدٌ وَنَهْرٌ مُطَّرِدٌ وَثَمَرَةٌ نَضِيجَةٌ وَزَوْجَةٌ حَسْنَاءُ جَمِيلَةٌ وَحُلَلٌ كَثِيرَةٌ وَمَقَامٌ فِيْ اَبَدٍ فِيْ دَارٍ سَلِيمَةٍ ، وَفَاكِهَةٌ وَخَضِرَةٌ ، حَبْرَةٌ وَنِعْمَةٌ ، فِيْ مَحَلَّةٍ عَالِيَةٍ بَهِيَّةٍ ، قَالُوْا نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللهِ ، نَحْنُ الْمُشَمِّرُوْنَ لَهَا ، قَالَ : قَالُوْا إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى ، فَقَالَ الْقَوْمُ إِنْ شَاءَ اللهُ ۔ [2]

''کیا جنت کے لئے کوئی تیار ہے؟ بے شک جنت کے اردگرد کوئی باڑ نہیں ہے، رب کعبہ کی قسم وہ نور اور چمکتی روشنی ہے، اور وہ ریحان کی ڈالیاں ہیں جو لہلہاتی ہیں، وہاں مضبوط محل ہیں اور سیدھی نہر ہے اور پکی ہوئی کھجوریں ہیں اور خوش اطوار خوبصورت بیویاں ہیں اور بے شمار عمدہ لباس ہیں۔ یہاں پر ہمیشہ رہنے کے لئے سلامتی اور اطمینان کے گھر ہیں، یہاں پر پھل ہیں، سبزیاں ہیں، یہاں پر دھاری دار چادریں ہیں اور عمدہ عمدہ نعمتیں ہیں، بلند اور بارونق محل ہے، لوگوں نے عرض کی کہ ہم وہاں جانے کو تیار ہیں، فرمایا نہیں، کہو، ان شاء اللہ ہم جائیں گے، چنانچہ حاضرین

---

[1] الرحمٰن: ۱۲، ۱۳۔ [2] ابن ماجہ۔

Marfat.com

نے ان شاء اللہ کہا"۔

بخاری اور مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جس کسی کو ریحان پیش کیا جائے، وہ اس کو لینے سے انکار نہ کرے، کیونکہ یہ اپنی خوشبو میں نہایت عمدہ اور وزن میں ہلکا ہوتا ہے"۔

آپ ﷺ نے اپنے اہل بیت سے محبت اور ان کی عظمت کے اظہار میں اپنے عظیم نواسوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا:

هُمَا رَيْحَانَتَيَّ مِنَ الدُّنْيَا [1] "یہ دونوں دنیا میں میرے خوشبودار پھول ہیں"۔

ریحان کے فوائد

تخم ریحان کو پانی میں اُبال کر اس پانی سے سر دھوئیں تو بال لمبے ہوتے ہیں، تلسی (ریحان) کے پتوں کا رس نکال کر اس میں شہد یا شکر ملا کر بار بار چٹانے سے پرانی کھانسی ٹھیک ہو جاتی ہے، اطباء نے ریحان کو بنیادی طور پر دافع قولنج بیان کیا ہے، تلسی کے پتوں کا رس نکال کر اس میں شہد یا شکر ملا کر نہار منہ پینے سے چہرے کی رنگت نکھر آتی ہے۔

ریحان کی پتیاں اور پھول دونوں ہی خوشبودار ہوتے ہیں، اس کے پھول اور پتیاں دونوں ہی پیشاب آور ہوتے ہیں، اس کے بیج یونانی دواؤں میں معدے کی تکالیف میں دیئے جاتے ہیں، یہ بیج انتہائی لعاب دار ہوتے ہیں، جریان اور پیچس جیسے امراض کی بہترین دوا ہیں، اس کے علاوہ کھانسی میں بھی فائدہ مند ہیں۔

کافور

"کافور" ایک روزمرہ کے استعمال کی چیز ہے، جو ہندو پاک میں ہر جگہ کسی نہ کسی صورت میں استعمال ہوتی ہے۔ کافور سری لنکا میں ۵۰۰۰ فٹ کی بلندی پر کاشت کیا جاتا ہے، ہندوستان میں ڈیرہ دون، نیل گری،

---

[1] بخاری۔

Marfat.com

سہارنپور، کلکتہ اور میسور میں بھی کافور کے درخت تجرباتی طور پر لگائے گئے تھے۔

قرآن مجید میں جنت کی نعمتوں کے سلسلہ میں ارشاد ہوا:

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۔ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا [1]

''نیکی کرنے والے برگزیدہ بندوں کیلئے مشروبات ایسے گلاسوں میں پیش کئے جائیں گے جن میں کافور کی مہک ہوگی، کافور ایک ایسا چشمہ ہے کہ اس سے صرف وہی لوگ پئیں گے جو اللہ کے خاص بندے ہوں گے، اور ان کو یہ سہولت بھی حاصل ہوگی کہ وہ اس پانی کو جس طرف چاہیں بہا کر لے جائیں (یعنی اس کا بہاؤ ان کی مرضی کے تابع ہوگا)''۔

اس آیت میں جنت کے مکینوں کیلئے ایسی شراب کا ذکر ہوا ہے جس میں کافور کا مزہ ہوگا، دنیا کی کافور میں اگر کچھ مضرتیں ہوں بھی تو جنت کی کافور پر ان کا کیا اثر، ٹھیک اسی طرح جیسے دنیا کی مشروبات کے سکر کا مطلق اثر شراب جنت کے لذت و سرور پر نہیں، بیان القرآن میں فرمایا گیا ہے کہ وہ کافور دنیا کا کافور نہ ہوگا بلکہ جنت کا کافور ہوگا۔

عرب قفور اور قافور بھی کہتے ہیں، لسان العرب میں اس کو ایک ایسا پودہ بتایا گیا ہے جس کی کلیاں اخوان کی کلیوں کی طرح ہوتی ہیں، اس کے سوا کافور کے معنی اس شئے کے بھی بتائے گئے ہیں جو ہرن کے جسم سے دستیاب ہوتی ہے، المنجد میں کافور کو ایک خوشبودار گھاس نیز کھجور کے شگوفہ کا غلاف اور خوشہ انگور نکلنے کی جگہ بتایا گیا ہے، لغات القرآن میں کافور سے مراد اس خول کی دی ہے جو شگوفہ کو اپنی آغوش میں چھپائے ہوتا ہے۔

کافور ایک نہایت تیز بُو اور تلخ مزہ کی نباتاتی شے ہے، کافور کا استعمال متلی، چکر اور شدید پیٹ کا درد پیدا کر سکتا ہے، فالج کا بھی اثر ہوسکتا ہے، اسی لئے کافور سے بنی دواؤں کے استعمال میں احتیاط لازم ہے۔

کافور کا ذکر کئی احادیث میں آیا ہے لیکن کسی بھی حدیث میں اس کی نہ تو تاثیر بیان ہوئی ہے اور نہ ہی اس کو

[1] الدھر: ۵، ۶۔

Marfat.com

ایک دوا بتایا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جنازہ کو غسل دینے کے بعد کافور لگانے کی ہدایت فرمائی، ایک موقع پر آپ ﷺ نے خود ہی ایک جنازہ پر غسل ہو جانے کے فوراً بعد کافور لگایا، آج کل تو کافور بہت ہی سستا ہو گیا ہے کیونکہ یہ تارپین کے تیل سے بنایا جانے لگا ہے اور پلاسٹک کی صنعت میں اس کی کافی کھپت ہو گئی ہے۔

کافور کی بنیادی طور پر دو صفات ہیں، ٹھنڈک اور عمدہ خوشبو، اس جگہ سے پینے والوں کو مشروبات ملیں گے جن میں کافور کی ٹھنڈک اور ادرک کی خوشبو شامل ہو گی، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نہر کے پانی کی ایسی خوشبو ہو گی جیسے کافور کی ہوتی ہے۔

جنت کی ایک نہر کا نام ''عین الکافور'' ہے، اس نہر کے پانی میں کافور کی سی ٹھنڈک ہو گی لیکن وہ خوشبو دنیاوی کافور کی خوشبو سے مختلف ہو گی۔

کافور کے فوائد

حکیم نجم الغنی خان رامپوری اپنے مریضوں کو چنبیلی کے تیل میں کافور ملا کر دماغی کمزوری کیلئے سنگھاتے تھے، اور یہی نسخہ وہ دانت کے سوراخوں پر درد رفع کرنے کیلئے لگاتے تھے۔ کافور کو سرکہ میں حل کر کے بھڑ یا بچھو کے کاٹے پر لگانے سے ورم اُتر جاتا ہے، یہی نسخہ درد والے دانت کیلئے بھی مفید ہے، نیز کافور دافعِ تعفن بھی ہے۔

مسک

''کستوری'' بلند پہاڑوں پر پائے جانے والے ایک ہرن نما جانور کے جسم میں ایک تھیلی میں پائی جاتی ہے۔ اس ہرن کو فارسی دانوں نے ''آہو'' اور ''آہوئے ختن'' قسم کے نام دیئے ہیں۔ یہ قد اور جسم میں عام ہرن سے قدرے چھوٹا اور تنہائی پسند ہے۔ تبت، بھوٹان، چین، روس، نیپال، آسام اور کوہ ہمالیہ کے ان علاقوں میں پایا جاتا ہے جن کی بلندی آٹھ ہزار فٹ سے زیادہ ہو۔ اس تنہائی پسند جانور پر جب بہار آتی ہے تو نر کے تولیدی غدود ایک لیس دار رطوبت پیدا کرتے ہیں، جس میں تیز خوشبو ہوتی ہے، یہ خوشبو مادہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے پیدا ہوتی ہے اور ناف اور تولیدی اعضاء کے درمیان جلد کے نیچے ایک تھیلی میں جمع ہوتی ہے،

Marfat.com

چونکہ وہ تھیلی ناف کے نیچے ہوتی ہے، اس لئے عرف عام میں نافہ کہلاتی ہے۔

اطباء کا خیال ہے کہ ہرن کو مارنے کے فوراً بعد شکاری اس کی ناف کو رسی سے باندھ دیتے ہیں، اس طرح ناف کا خون اس بند کی وجہ سے ایک جگہ محدود ہو کر جم جاتا ہے، جسے کستوری کہتے ہیں۔ کستوری کی تھیلی ہرن کے جسم میں صرف اس عرصہ تک موجود رہتی ہے، جب تک اسے اپنی نسل کشی کیلئے درکار ہو، جب اس کی بہار ختم ہو جاتی ہے، تو وہ پاؤں کی ٹھوکر سے اس تھیلی کو پھوڑ دیتا ہے، اور کستوری زمین پر گر جاتی ہے۔

کستوری کی تجارت پر زمانہ قدیم سے چینی تاجروں کا قبضہ رہا ہے، وہ ہمیشہ بلندیوں پر ان ہرنوں کی آماجگاہوں کی تلاش میں رہتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ وہ کستوری جو ہرن خود نافہ توڑ کر گرا جاتا ہے وہ معیار میں سب سے عمدہ ہوتی ہے، کیونکہ وہ اس کے جسم میں زیادہ عرصہ تک رہتی ہے اور اوسط سے زیادہ گاڑھی ہوتی ہے۔ ناف کی لمبائی عام طور پر دو انچ سے کم ہوتی ہے، جس سے دو اونس کے لگ بھگ کستوری حاصل ہوتی ہے، ہرن کی عمر اگر ایک سال سے کم ہو تو اس میں یہ مقدار کم ہوتی ہے، دو سال کے نر ہرن میں کستوری کی بھرپور مقدار ملتی ہے۔

سب سے عمدہ کستوری چین میں کاشغر، ختن، منگولیا، کے علاقوں کی قرار دی جاتی ہے، یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ اس وقت دنیا میں سب سے عمدہ اور میعاری کستوری چین سے برآمد کی جاتی ہے۔

بادشاہوں سے وفاداری کے اظہار میں خوشبو پیش کرنا ایک تاریخی دستور ہے، تاج برطانیہ سے وفاداری کے اظہار میں جارج پنجم کی تخت نشینی کے موقع پر ۱۹۱۱ء میں مہاراجہ نیپال نے جو تحائف نذرانے میں پیش کئے، ان میں چھ چھ تولہ وزن کے کستوری کے نافے بھی تھے، کہتے ہیں کہ اس سے بڑا نافہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

کستوری والے ہرن کا گوشت بدذائقہ ہوتا ہے، بادشاہ جہانگیر نے اپنی ''توزک'' میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آہوئے مشکیں کا گوشت پکایا گیا جو کہ بہت بدمزہ تھا، کسی جنگلی جانور کا گوشت ایسا بدمزہ نہ پایا گیا۔

کستوری حاصل کرنے کیلئے کستورا ہرن کو جس کی عمر دو سال سے زیادہ ہو، انگیخت کے زمانے میں شکار کیا جاتا ہے، کستوری کی مانگ میں اضافہ اور قیمت زیادہ ہونے کے باعث لوگوں نے ان کا اندھادھند شکار

Marfat.com

کیا، جس کی وجہ سے اس کی نسل ناپید ہو رہی ہے، اب بازار میں کستوری نہیں ملتی، جو نافے فروخت کیلئے آتے ہیں وہ تاجروں کی صناعی کے شاہکار ہوتے ہیں، سنا جا رہا ہے کہ چینی حکومت نے کستوری کی تجارت پر اپنے ملک کی اجارہ داری قائم رکھنے کیلئے آہوئے ختن کے فارم بنائے ہیں، جہاں ان کی نسل بھی محفوظ رہے گی اور ان سے کستوری کی قابل اعتماد مقداران کی جان لئے بغیر ہمیشہ حاصل ہوتی رہے گی۔

قرآن مجید میں جنت میں ملنے والی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِیۡمِ . یُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِیۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ . خِتٰمُهٗ مِسۡكٌ ؕ وَفِیۡ ذٰلِكَ فَلۡیَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَ وَ مِزَاجُهٗ مِنۡ تَسۡنِیۡمٍ . عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِهَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ [1]

راحتوں کی شگفتگی ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہی ہوگی، ان کو خالص شراب ایسے برتنوں میں مہیا کی جائے گی جن پر کستوری کی مہر ہوگی، اس نعمت کو حاصل کرنے کے لئے لوگ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے، اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی، اور یہ وہ چشمہ ہے کہ جو برگزیدہ لوگوں کے لئے مخصوص ہے۔

جنت میں ملنے والی شراب کے ہر جام میں کستوری کی مہک ہوگی، پھر اس میں جنت کے چشمہ تسنیم کی آمیزش ہوگی، جنت کی نہروں میں کوثر اور تسنیم منفرد حیثیت رکھتی ہیں، کوثر کے بارے میں تو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کی تہہ میں مٹی کی بجائے کستوری ہوگی۔

ارشاداتِ نبوی ﷺ

حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَطۡیَبُ الطِّیۡبِ الۡمِسۡكُ [2] "سب سے بہترین خوشبو کستوری ہے"۔

مسند احمد میں بنی اسرائیل کی ایک خاتون کا تذکرہ ملتا ہے جس کا قد بہت چھوٹا تھا، اس نے لکڑی کی ٹانگیں بنوالیں، اور وہ اپنے پیروں کے نیچے لگا کر اپنا قد اونچا کر لیا کرتی تھی (جس طرح آج کل خواتین اونچی ایڑی

---

[1] المطففین: ۲۴ تا ۲۸۔ [2] مسند احمد۔

Marfat.com

کی جوتی پہن کر قد اونچا کر لیتی ہیں)۔ پھر اس نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی جس میں ایک نگینہ بڑی کاریگری کے ساتھ لگایا گیا، جس کے اندر کستوری بھری رہتی تھی، جب وہ لوگوں کے پاس سے گزرتی تو نگینہ کو دبا دیتی اور اس سے کستوری کی خوشبو سپرے کی طرح نکلتی اور پھیل جاتی (جس طرح آج کل پرفیوم لگائے جاتے ہیں)۔

یہی واقعہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے مختصر الفاظ میں یوں بیان کیا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ اِمْرَأَةً مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَشَتْ خَاتَمَهَا مِسْكًا وَالْمِسْكُ اَطْيَبُ الطِّيْبِ [1]

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسرائیل کی ایک عورت کا تذکرہ فرمایا جس نے اپنی انگوٹھی کے اندر کستوری بھری ہوئی تھی، کیونکہ کستوری خوشبو کے لحاظ سے سب سے بہترین ہوتی ہے"۔

ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا مَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ حَرَّكَتْهُ فَنَفَحَ رِيْحُهُ [2]

"جب وہ کسی مجلس میں انگوٹھی کو حرکت دیتی تو اطراف میں خوشبو بکھر جاتی تھی"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جنت والوں کیلئے ہر جمعہ کو ایک بازار لگے گا، جس کے دونوں سروں پر کستوری کے ٹیلے ہوں گے، جب ہوا چلے گی، تو اس کستوری کو ہر سمت پھیلا دے گی۔ حماد کی دریافت پر انہوں نے فرمایا: ان کے لباس چہرے اور گھر کستوری کی خوشبو سے لبریز ہوں گے"۔ [3]

کستوری کے فوائد

کستوری سانس کی نالیوں کو کھولنے کے ساتھ ساتھ اسے طاقتور بھی بناتی ہے، بلکہ جسم کے اندر کے تمام اعضاء کو یکساں طاقت دیتی ہے، سردی کے موسم میں جب (سردی کی وجہ سے) دانت بج رہے ہوں تو اس کی

[1] مسند احمد، مسلم۔ [2] مسند احمد۔ [3] مسند احمد۔

Marfat.com

ایک خوراک ہی جسم کو گرم کر دیتی ہے۔ یاداشت کی کمزوری، گھبراہٹ اور ضعف میں بہت مفید ہے، جسم کی حرارت میں اضافہ کرتی ہے اور اس کا کھانا اور لگانا آنکھ کی سفیدی کو دور کر کے اسے روشن کرتا ہے، نبی کریم ﷺ ذاتی استعمال کے سرمہ میں کستوری بھی شامل فرماتے تھے۔

کستوری کی خوشبو ہر قسم کی خوشبوؤں سے ارفع اور اعلی ہے، کستوری دل کو تقویت دینے کے ساتھ ساتھ جسم کی حرارت غریزی کو بہتر کرتی ہے اور جسم کے ہر عضو کو توانائی بخشتی ہے، نبی کریم ﷺ نے خواتین کو ایام مخصوصہ کے بعد خون کی بدبو دور کرنے کیلئے کستوری کے استعمال کی ہدایت فرمائی۔

کستوری کی پہچان کا طریقہ

کستوری کے کچھ دانے پانی میں ڈال دیئے جائیں، اگر یہ دانے حل نہ ہوں تو کستوری ٹھیک ہے ورنہ ملاوٹ ہے۔ ہرن کے نافہ سے جب کستوری تازہ تازہ نکلتی ہے، تو دودھیا ہوتی ہے، مگر تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا رنگ سرخی مائل بھورا ہو جاتا ہے، اس کی خوشبو پائیدار اور ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔

لبن ''دودھ''

دودھ انسانوں کی سب سے پرانی خوراک ہے، جب سے انسانوں کو مویشی پالنے کی سمجھ آئی، انہوں نے اس وقت سے ان کے دودھ سے فائدہ اٹھانا بھی سیکھ لیا، دنیا کے مختلف ممالک میں زیادہ تر گائے کا دودھ مقبول ہے اور اسی غرض سے عمدہ سے عمدہ گائیں پالنا اور ان کے دودھ میں اضافہ کرنا، ایک صنعت کی شکل اختیار کر گیا ہے۔

دیہات میں بکریاں پالنے کا رواج موجود ہے، لیکن بکری کا دودھ کوالٹی میں عمدہ ہونے کے باوجود مقبول نہیں۔ ہندوستان میں بکری کو شہرت مہاتما گاندھی سے ہوئی، یہ بھارتی رہنما ساری زندگی بکری کا دودھ پیتے رہے اور جب انگلستان گئے تو اپنی بکری ساتھ لے گئے۔

Marfat.com

دودھ کے فوائد

بکری کا دودھ لطیف اور معتدل ہوتا ہے، اور امراض دِق و سل میں مفید ہے۔ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں کہ دودھ وہی ٹھیک ہے جو براہ راست جانور سے حاصل کیا جائے، یا اسے دوہے ہوئے عرصہ نہ گزرا ہو۔ توانائی اور غذائیت کے اعتبار سے سب سے عمدہ دودھ عورت کا ہے، اس کے بعد گائے کا ہے۔

دودھ پینے کا صحیح وقت خالی پیٹ ہے، دودھ پینے کے فوراً بعد چہل قدمی کرنا یا سو جانا ہاضمہ کو خراب کرتا ہے، بڑی عمر کے لوگوں کیلئے دودھ میں شہد ملا کر پینا زیادہ مفید ہے، کیونکہ اس طرح وہ تبخیر پیدا نہیں کرتا۔

جب کوئی جانور بیاہنے کے قریب ہو یا تازہ تازہ بیاہا گیا ہو تو اس کا دودھ مفید نہیں ہوتا، جن جانوروں کو زیادہ مقدار میں کھل دی جاتی ہو ان کا دودھ ثقیل ہو جاتا ہے۔ کچا دودھ پیٹ پھیلاتا ہے اور زکام پیدا کرتا ہے، پھل، انڈا، مچھلی، پیاز، مولی کے ساتھ دودھ کا استعمال نقصان دہ ہوتا ہے۔

دودھ کی کیمیاوی ساخت

محدثین نے سات سو سال پہلے قرار دیا تھا کہ دودھ میں تین اہم اجزاء ہیں، چکنائی، لحمیات، پانی، یہ جسم کے لئے معتدل اور مکمل غذا ہے، چند مشہور جانوروں کے دودھ کے کیمیاوی اجزاء اس طرح سے ہیں:

جانور	پانی	چکنائی	مٹھاس	لحمیات
اونٹنی کا دودھ	86.5فیصد	3.1فیصد	5.6فیصد	4.0فیصد
بکری	86.0فیصد	4.6فیصد	4.2فیصد	4.4فیصد
گائے	87.35فیصد	3.75فیصد	4.75فیصد	3.4فیصد
بھینس	80.9فیصد	7.9فیصد	4.5فیصد	5.9فیصد
وہیل مچھلی	48.7فیصد	43.7فیصد		

Marfat.com

استسقاء کا علاج

کچھ بیماریاں ایسی ہیں جن میں مریض کے پیٹ میں پانی پڑ جاتا ہے، پیٹ پھولنے لگتا ہے، صحت گرنے لگتی ہے، پیشاب کی مقدار کم ہو جاتی ہے، جلد اور زبان خشک، آنکھیں ویران، نبض کمزور ہو جاتی ہے اور چلنا پھرنا دوبھر ہو جاتا ہے۔ اس کیفیت کو انگریزی میں ایسیٹیس کہتے ہیں لیکن یہ پانی چند ایک بیماریوں میں پیٹ تک محدود رہتا ہے، ورنہ ورم سارے جسم پر پڑ جاتا ہے، بیماری اگر گردوں میں ہو تو سب سے پہلے ورم چہرے پر نمودار ہوتا ہے، پھر ٹانگیں اور باقی جسم پر، دل کی بیماری کا ورم پیروں سے شروع ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْخَاصِرَةَ عِرْقُ الْكُلْيَةِ، إِذَا تَحَرَّكَ آذَى صَاحِبَهَا، فَدَاوُوهَا بِالْمَاءِ الْمُحَرَّقِ وَالْعَسَلِ [1]

گردے کا ''پیلوس'' نافچہ اس کی جان ہے، اگر اس میں سوزش پیدا ہو جائے، تو مریض کو شدید تکلیف ہوتی ہے، اس کا علاج جلے ہوئے پانی اور شہد سے کیا جاتا ہے۔

دل کی بیماریوں کا علاج

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دل کے دورہ کیلئے کھجور اور اس کی گٹھلیوں کا سفوف تجویز فرمایا ہے، بلکہ ایک مریض کا علاج فرما کر یہ دکھایا ہے کہ ایسا کیا جا سکتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امراضِ قلب کیلئے سفرجل، جو کا دلیا، ہندبا، کلونجی، قسطِ شیریں اور شہد جیسی مفرح اور مقوی قلب ادویہ کا پتہ بھی بتایا ہے۔

اَلْمَآءُ ''پانی''

دنیا میں سب سے زیادہ پائی جانے والی چیز پانی ہے، ایک اندازے کے مطابق دنیا کے کل رقبے کا تین چوتھائی حصہ پانی پر مشتمل ہے، اور ایک چوتھائی میں خشکی ہے، پانی کی مقدار کو ۳۲۰ ملین مکعب فٹ قرار

---

[1] المعجم الاوسط ۴/ ۲۸۷، رقم الحدیث: ۴۲۲۱۔

Marfat.com

دیا جاتا ہے، جس میں ۹۷ فیصد نمکین سمندری پانی کی صورت میں ہے، یہ پانی نمکین ہونے کی وجہ سے پینے کے قابل نہیں، لیکن سمندری حیوانات اس میں پلتے اور زندہ رہتے ہیں، کچھ سمندر ایسے بھی ہیں جن میں نمکیات کی مقدار اتنی زیادہ ہے کہ جانور بھی ان میں زندہ نہیں رہ سکتے۔

پانی سے زندگی شروع ہوتی ہے اور یہی اس کا غالب جز ہے اور اسی پر حیات کا دارو مدار ہے، ایک عام انسان کو اپنی صفائی، گھر کی صفائی، کھانا پکانے اور پینے کیلئے روزانہ ۳۰ گیلن پانی کی ضرورت ہوتی ہے، اس کو وقتی طور پر کم تو کیا جاسکتا ہے، لیکن مستقل طور پر ایسا کرنے سے تندرستی متاثر ہوسکتی ہے۔

اسلام نے آبِ جاری کو پاک قرار دیا ہے، اس سے وضو کرنا، نہانا اور پینا جائز ہے، نبی کریم ﷺ نے پانی کے برتنوں کو ڈھانپ کر رکھنے اور مشکوں کا منہ بند رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے اور مشکوں کے منہ سے منہ لگا کر پینے سے منع کیا ہے، نبی کریم ﷺ اپنے ذاتی استعمال کے لئے ایسا پانی پسند فرماتے تھے، جو کم از کم ایک دن پڑا رہا ہو۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے سمندری پانی کو صاف کرنے کی ایک مفید دیسی ترکیب بیان کی ہے، پانی کے دیگچہ کو آگ پر رکھ کر اوپر کوئی موٹا اونی کمبل یا نمدا رکھ دیا جائے، پانی کے بخارات اڑ کر اونی کپڑے میں جمع ہوں گے، بعد میں اسے نچوڑ کر استعمال کیا جائے، بارش کا پانی دس منٹ کی بارش کے بعد پینے کیلئے محفوظ پانی ہے۔

پانی پینے کے آداب

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا، وَيَقُولُ: إِنَّهُ أَرْوَى وَأَبْرَأُ وَأَمْرَأُ [1]

آپ ﷺ پانی پیتے وقت تین مرتبہ سانس لیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ ایسا کرنے سے تسلی ہو جاتی ہے، اذیت اور بیماری سے محفوظ رکھتا ہے اور ہضم خوب ہوتا ہے۔

[1] صحیح مسلم، ۱۶۲۰/۳۔

Marfat.com

بخاری اور مسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی پانی پینے میں تین سانس لینے کی روایت کی ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا [1]

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے ڈانٹا''۔

قَالَ قَتَادَةُ، قُلْنَا فَالْأَكْلُ؟ قَالَ: ذَاكَ أَشَرُّ وَأَخْبَثُ

''حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کھڑے ہو کر کھانا کیسا ہے؟ فرمایا یہ اس سے بھی بدتر ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُّتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ، أَوْ يُنْفَخَ فِيهِ [2]

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی پینے کے دوران، برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا، اور اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا''۔

مَاءُ الْمَطَرِ ''بارش کا پانی''

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ [3]

اور اس نے آسمان سے پانی برسایا جس کی وجہ سے زمین سے تمھاری خوراک کیلئے پھل پیدا ہوتے ہیں۔

بارش کا عمل

کرہ ارض میں سمندر خشکی سے زیادہ ہیں، ان پر جب سورج کی روشنی اور گرمی پڑتی ہے تو ان سے

[1] صحیح مسلم، باب کراھیۃ الشرب قائما، ۱۶۰۰/۳، رقم الحدیث: ۲۰۲۴۔ [2] مسند احمد، ج:۳، ص:۳۹۰، رقم الحدیث: ۱۹۰۷۔ [3] البقرۃ:۲۲۔

Marfat.com

دریاؤں، جھیلوں، تالابوں اور پانی کے دوسرے ذخیروں سے پانی بخارات بن کر اڑتا ہے، اور آسمان کی بلندیوں پر جا کر جمع ہوتا رہتا ہے۔ بخارات بننے کی رفتار گرمی کی شدت، موسمی حالات اور ہواؤں کی رفتار پر منحصر ہوتی ہے، گرم ملکوں میں بخارات زیادہ اٹھتے ہیں اور ٹھنڈے ملکوں میں کم اٹھتے ہیں۔ بخارات سے لبریز گرم ہوائیں جب اوپر اٹھتی ہیں اور وہاں پر دباؤ کم ہونے کی وجہ سے پھیلتی ہیں تو نمی میں اضافہ ہو جاتا ہے، ان کے ذرّے آپس میں مل جاتے ہیں جس سے یہ قطروں کی شکل بنا لیتے ہیں اور جب ہوا اُن کا مزید بوجھ نہیں اٹھا سکتی تو یہ بارش کی شکل میں گرنا شروع ہو جاتے ہیں۔

آسمان پر جمع ہونے والے آبی بخارات فضا میں صرف دس دن تک رہ سکتے ہیں، اس کے بعد یہ بارش بن کر زمین پر برس جاتے ہیں اور یہ دس دن کا ذخیرہ زمین پر ۲۵ ملی میٹر بارش کے برابر ہوتا ہے۔

لَحْمٌ

''گوشت''۔ انسانی خوراک میں گوشت ہمیشہ سے اہمیت کا حامل رہا ہے، ابتدائے آفرینش سے یہ خوراک کا اہم جزو رہا ہے۔ جن علاقوں میں بدھ مذہب کی پیروی کی جاتی ہے وہاں گوشت نہیں کھایا جاتا، ایشیائے کوچک سے آنے والے آریہ اپنے ساتھ گائیں لائے، وہ ان کا گوشت بھی کھاتے تھے۔ بعد میں ہندو مذہب نے گائے کو ماں کا درجہ دے دیا اور اس کی عزت کے پیش نظر اس کو مارنا، ذبح کرنا، اور اس کا گوشت کھانا حرام قرار دے دیا۔

گوشت ایک مکمل غذا ہے، اس لئے جو کوئی اسے مسلسل ترک کر دے تو اس کو لحمیات کی کمی ہو جاتی ہے، کھانے کیلئے گوشت کا انتخاب تمام ممالک کے افراد میں مختلف ہوتا ہے، لیکن یورپی ممالک میں زیادہ تر گائے، اس کے بعد سوَر اور پرندے شوق سے کھائے جاتے ہیں، پرندوں سے زیادہ کھپت مچھلیوں کی ہے۔ ایشیائی ممالک میں دنبہ، بکرا، بھیڑ زیادہ پسند کئے جاتے ہیں اور گائے کے گوشت سے مراد بھینس کا گوشت بھی ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

مغرب میں گھوڑے کا گوشت، مشرق بعید میں گدھا، گھوڑا، کتا، بلی اور سانپ پسند کیے جاتے ہیں۔ موسم گرما میں کوریا کے لوگ کتے کے گوشت کا شوربا بہت پسند کرتے ہیں۔ ہانگ کانگ، تھائی لینڈ اور ملائیشیا وغیرہ میں کمزوری کے علاج کے طور پر سانپ کا سرکاٹ کر کھانا بہت مقبول ہے، ایسے ہوٹل بھی دیکھے گئے ہیں، جن کے وسط میں مرتبانوں میں کئی قسم کے سانپ الکحل میں پڑے ہوتے ہیں، گاہک جس کو پسند کرتے ہیں، اس کے سامنے چھیل کر پکا دیا جاتا ہے، چین اور کوریا میں بلیاں ایک مقبول خوراک ہیں، درندوں کا گوشت توریت اور قرآن میں حرام قرار دیا گیا ہے، عیسائی لوگ مذہب میں حرام ہونے کے باوجود سوٴر کھاتے ہیں۔

وسطی ایشیائی ممالک میں بکرے اور بھیڑ کا گوشت زیادہ کھایا جاتا ہے، شمال مغربی علاقوں میں دنبہ زیادہ پسند کیا جاتا ہے، جبکہ پاکستان میں بکرے کا گوشت پسندیدہ ہے۔

لاہور میونسپل کارپوریشن کے مذبح خانہ میں ماہ نومبر ۱۹۸۸ء کے دوران جو جانور ذبح کئے گئے ان کی تعداد اس طرح ہے، بھینس ۴۹۶۵، بھیڑ ۴۸۳۹۸، بکرے ۶۷۷۰۷، بیل اور گائے ۴۶۶۸، اونٹ ۹۹۵۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کے شہریوں نے کم از کم ایک لاکھ چھبیس ہزار سات سو تینتیس (۱۲۶۷۳۳) جانور ایک ہی ماہ میں کھا لئے، جبکہ گھروں میں ذبح کئے گئے جانور اور مضافات کا گوشت اس کے علاوہ ہے، یہ ۱۹۸۸ء کے اعداد و شمار ہیں اور آج کے دور میں آبادی کے تناسب سے یہ تعداد کئی گنا بڑھ چکی ہے۔

پرندوں میں کبوتر، فاختہ، بطخ، مرغابی، سرخاب، کونج، تیتر، بھٹ تیتر، قاز، جل ککڑ (مرغ آبی) بٹیر اور مرغ زیادہ مقبول ہیں۔

ارشاداتِ ربّانی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ [1]

[1] المائدۃ:۱۔

Marfat.com

اے ایمان والو! اپنے وعدوں کو وفا کیا کرو، تمھارے لئے بے زبان مویشی حلال کر دیئے گئے، سوائے اس کے جن کا تذکرہ علیحدہ کیا گیا اور احرام کی حالت میں شکار کو حلال نہ سمجھو، اللہ تعالیٰ جس طرح مناسب یا پسند فرماتا ہے حکم صادر کرتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا [1]

اور وہی رب ہے جس نے تمھارے لئے سمندر کو مطیع کر دیا، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت حاصل کرو، اور اس سے موتی نکلتے ہیں، جن کو تم زیب و زینت کیلئے پہنتے ہو۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سَيِّدُ طَعَامِ اَهْلِ الدُّنْيَا وَاَهْلِ الْجَنَّةِ اللَّحْمُ [2]

"دنیا اور جنت کے رہنے والوں کے کھانوں کا سردار گوشت ہے"۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی گوشت کھانے کی دعوت دی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمائی۔ جس کسی نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوشت کا حصہ بھیجا، قبول فرمایا"۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

"انہوں نے لوگوں کیلئے ایک اونٹ ذبح کیا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے گوشت نکال رہے تھے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے کہ بہترین گوشت پشت کا ہوتا ہے"۔ [3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک شخص کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو دہشت کی وجہ سے اس کا جسم پھڑک رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

[1] النحل: ۱۴۔ [2] ابن ماجہ۔ [3] ابن ماجہ۔

Marfat.com

فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ [1]

''میں کوئی بادشاہ نہیں بلکہ میں ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو قدید کھایا کرتی تھی''۔

عرب کے لوگ گوشت کو نمک لگا کر دھوپ میں سکھا لیتے تھے، تا کہ جب میسر نہ ہو تو اس خشک گوشت کو بھگو کر کھا لیا کریں، یہ قدید کہلاتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے قربانی کے پائے علیحدہ رکھ لیتے تھے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو قربانی کے پندرہ دن بعد تک کھاتے تھے''۔[2]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ دُجَاجًا [3]

''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرغی کھاتے ہوئے دیکھا ہے''۔

غلاظت کھانے والی مرغی کے علماء نے مختلف حل بیان کئے ہیں:

1۔ ابن ابی شیبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُسے تین دن تک بند رکھ کر صاف غذا دینے کے بعد کھایا جا سکتا ہے۔

2۔ دوسرے علماء، گندگی کھانے والے جانور کو چالیس دن تک پاک خوراک دینے کے بعد کھانے کے قابل قرار دیتے ہیں۔

عِرق النساء کا علاج

کمر سے لے کر گھٹنے تک ٹانگ کی پچھلی طرف ایک عصب آتا ہے، جس میں اگر درد ہو تو اسے عِرق النساء (سیاٹِکا) کا درد کہتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

---

[1] ابن ماجہ۔ [2] ابن ماجہ۔ [3] بخاری۔

Marfat.com

''میں نے رسول پاک ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عربی بکری کی پچھلی ٹانگوں کے اوپر کا گوشت (چکّی) لے کر اس کے تین حصے کئے جائیں، اس کا ایک حصہ روزانہ صبح نہار منہ یخنی بنا کر پی لیا جائے''۔ [1]

حدیث میں مذکور لفظ ''الیة'' سے مراد جسم کا آخری حصہ قرار دے کر درجنوں مریضوں کو اس طرح یخنی پلائی گئی، اللہ کے فضل سے ان سب کو فائدہ ہوا، اس خیال کو اس حدیث سے بھی تقویت ملتی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَطْیَبُ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ [2] ''سب سے اچھا گوشت پشت کا گوشت ہے''۔

حضرت بریدہ بن عمر سفینہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ:

اَكَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارَى [3]

''انھوں نے حضور ﷺ کے ہمراہ سُرخاب کا گوشت کھایا''۔

گوشت کے فوائد

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گوشت کھانے سے جسم کو ستّر (۷۰) قسم کی قوتیں حاصل ہوتی ہیں، محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ گوشت کھانے سے بصارت تیز ہوتی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ وہ رمضان کے روزہ کی افطاری میں گوشت کا استعمال ضرور کرتے تھے، اگر سفر کرتے تھے تو ضرور گوشت استعمال فرماتے تھے، تاکہ توانائی قائم رہے، دن بھر کے روزہ کی کمزوری اور سفر کی تھکان کو دور کرنے کا ان کے پاس بہترین نسخہ گوشت تھا۔

بہترین گوشت جانور کے اگلے حصے کا ہے، گردن کا گوشت ذائقہ کے لحاظ سے نہایت عمدہ، جلد ہضم ہونے والا ہے، اور جسم کیلئے بوجھل نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کو بکری کے گوشت کا سب سے پسندیدہ حصہ اس کے

---

[1] ابن ماجہ، مستدرک للحاکم، مسند احمد۔ [2] بخاری۔ [3] النسائی۔

Marfat.com

اگلے پاؤں یعنی دستی تھی۔

اونٹ کے گوشت کی چربی کا لیپ بواسیر میں مفید ہے، کولھے کے درد، عرق النساء، یرقان اور پیشاب میں مفید ہے، جوڑوں کے درد اور بخار میں نافع ہے۔

بھُنا ہوا گوشت

زمانہ قدیم میں گوشت پکانے کی ایک صورت یہ تھی کہ پورا جانور یا اس کا کچھ حصہ آگ پر سینک کر کھالیا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معزز مہمانوں کی خاطر داری کے لئے سالم بچھڑا آگ پر بھونا، یہ مہمان نوازی کی عمدہ ترین مثال تھی۔ حضرت عبداللہ بن الحرث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مسجد میں بھُنا ہوا گوشت کھایا۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ بھنے ہوئے گوشت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک صورت اسے دھوپ میں سکھا کر تیار کرنے کی ہے، دوسری میں کوئلوں پر بھونا جائے اور تیسری میں شعلوں سے آنچ دی جائے۔

مکہ معظّمہ میں لوگ سالم دنبہ پکانے کیلئے اس کو تندور میں لٹکا دیتے ہیں، تندور میں کچے چاولوں کی پرات رکھی ہوتی ہے، گرم ہونے پر گوشت سے جو پانی آگ میں گرتا ہے وہ پرات میں گر کر چاولوں کو پکاتا ہے، اس طرح دنبہ پکنے کے ساتھ اسی کے پانی اور چربی میں چاول بھی تیار ہو جاتے ہیں۔

ماء اللحم

گوشت سے توانائی حاصل ہوتی ہے، لیکن ہر شخص دو کلو گوشت روزانہ ہضم نہیں کر سکتا، گوشت سے اگر طاقت دینے والے اجزاء علیحدہ ہو سکیں تو دو کلو کے فوائد ایک تولہ سے حاصل ہو جائیں گے، ماء اللحم اس کوشش کی ایک شکل ہے۔

مختلف قسم کے گوشت اور پانی ایک دیگ میں ڈال کر اس کو نلکیوں کے ذریعہ ایک خالی برتن سے ملا دیتے ہیں، جب دیگ کے نیچے آگ جلائی جاتی ہے تو گوشت اور پانی سے بخارات بھاپ کی صورت میں اُڑ کر نلکیوں

Marfat.com

کے ذریعہ خالی برتن کی طرف ہو جاتے ہیں، خالی برتن کو ٹھنڈے پانی میں رکھا جاتا ہے، اس طرح بخارات ٹھنڈے ہو کر سیال شکل اختیار کر لیتے ہیں، مزید دیگر اجزاء بھی ملا دیئے جاتے ہیں۔

اطباء قدیم نے گوشت کی افادیت میں اضافہ کرنے کیلئے مختلف دوائیں بھی دیگ میں شامل کیں، جیسے ماءاللحم طیوری جو کہ پرندوں کے گوشت سے بنا۔ ماءاللحم عنبری جس کے نسخے میں عنبر بھی شامل ہے وغیرہ وغیرہ۔

ثرید

نبی کریم ﷺ کو ثرید بہت زیادہ پسند تھی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں:

كَانَ اَحَبُّ الطَّعَامِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثَّرِيْدَ مِنَ الْخُبْزِ، الثريد مِنَ الْحَيْسِ [1]

''رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کھانا ''ثرید'' تھا جو کہ روٹی سے بنایا جاتا تھا یا حیس سے بنایا گیا ثرید''۔

عام طور پر ثرید کا طریقہ یہ تھا کہ سالن پکا کر روٹی کے ٹکڑے اس میں ڈال دیئے جاتے تھے، یہ ڈھانپ کر تھوڑی دیر رکھا جاتا تھا، پھر کھاتے تھے۔ بعض اوقات مکھن یا گھی کو گرم کر کے اس کے اوپر ڈالا جاتا تھا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دستور تھا کہ آپ کے خاندان میں جب کوئی وفات ہوتی اور تعزیت کے لئے آنے والی خواتین رخصت ہو جاتیں اور صرف گھر کے افراد اور کچھ خاص عورتیں رہ جاتیں تو تلبینہ (جَو کا دلیا) تیار کرنے کا حکم دیتیں۔ پھر ثرید تیار کیا جاتا، ثرید کے اوپر تلبینہ ڈال دیا جاتا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تلبینہ مریض کے جملہ عوارض کے لئے مفید اور غم کا بوجھ اتار دیتا ہے۔ [2]

---

[1] النسائی۔ [2] بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، النسائی۔

Marfat.com

پرندوں کے گوشت کے فوائد

مرغ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرغ کا گوشت کھاتے دیکھا، اس لئے وہ بڑے شوق سے مرغ کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ یہ پیٹ سے گندی ہوائیں نکالتا ہے، معدہ کے لئے مصلح ہے، جلد ہضم ہوتا ہے اور دماغ کیلئے مقوی ہے، آواز کو نکھارتا ہے، رنگ صاف کرتا ہے، عقل بڑھاتا ہے، خون صالح پیدا کرتا ہے، قولنج، دمہ، پرانی کھانسی کو دور کرتا ہے۔

کبوتر: کبوتر کا گوشت خون بڑھاتا ہے اور اعصاب کیلئے مقوی ہے۔

مور: جن کے ہاتھ پیر سوکھ جائیں اُن کے لئے مور کا گوشت مفید ہے۔ یہ بدذائقہ اور ثقیل ہوتا ہے۔

تیتر: تیتر کا گوشت نکسیر کو بند کرتا ہے، دل کو طاقت دیتا ہے، یادداشت کو بہتر بناتا ہے اور سُوءِ ہضم میں مفید ہے۔

بٹیر: بٹیر کا گوشت قابض، مفرح اور مقوی معدہ ہے۔

حوت، سمك

"مچھلی"۔ زمین پر مچھلی کا وجود پچھلے ۴۵ کروڑ سال سے موجود ہے، ماہرین حیاتیات نے جانوروں کو دو اہم قسموں میں تقسیم کیا ہے:

(۱) وہ جانور جو موسموں کو برداشت کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں، جیسے کہ انسان اور اکثر چوپائے، گردونواح کا موسم خواہ زیادہ گرم ہو یا ٹھنڈا، ان کے اجسام اپنے درجہ حرارت کو ایک خاص حد تک قائم رکھ سکتے ہیں۔

(۲) وہ حیوانات جو موسمی تغیرات کا مقابلہ نہیں کر سکتے، جیسے کہ مُرغابی، گرمی برداشت نہیں کر سکتی، مچھلی بھی انہی جانوروں میں سے ہے جو موسمی تغیرات کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

مچھلیوں کی جسامت، شکل وصورت، عادات، بلکہ سانس لینے کا طریقہ ہر قسم اور ہر علاقہ میں مختلف ہیں، مثلاً:

Marfat.com

۱۔ ایک عام مچھلی سانس لینے کیلئے ہمہ وقت منہ سے پانی پیتی اور گلپھڑوں کے راستے سے مسلسل باہر نکالتی رہتی ہے، اس عمل کے دوران وہ پانی میں حل شدہ آکسیجن اپنے لئے نکال لیتی ہے، ضرورت کے مطابق آکسیجن حاصل کرنے کیلئے اسے مسلسل پانی لینا اور نکالنا پڑتا ہے، بلکہ وہ یہ عمل نیند کے دوران بھی جاری رکھتی ہے۔

۲۔ کیچڑ میں رہنے والی ڈولہ مچھلی کے ایک طرف گلپھڑے ہوتے ہیں، اور دوسری طرف مینڈک کی مانند ایک پھیپھڑا ہوتا ہے، عام مچھلی زیادہ آکسیجن میں زندہ نہیں رہ سکتی، اس لئے جب وہ پانی سے باہر نکلتی ہے تو فوراً ہی دم گھٹنے سے ہلاک ہو جاتی ہے، جبکہ ڈولہ مچھلی پانی سے باہر کافی دیر زندہ رہ سکتی ہے۔

۳۔ وہیل مچھلی کو علماء حیاتیات مچھلی کی بجائے گائے قرار دیتے ہیں، بڑی قسم کی وہیل برفانی سمندروں میں رہتی ہے اور سانس لینے کیلئے ہر آدھ گھنٹہ کے بعد پانی کی سطح کے اوپر آتی ہے اور اوپر آکر تازہ ہوا کی ایک کثیر مقدار جسم میں ذخیرہ کر لیتی ہے، یہ ذخیرہ اس کی آدھ گھنٹہ کی ضروریات کیلئے کافی ہوتا ہے، اس کے بعد وہ ذخیرہ لینے کیلئے دوبارہ اوپر آجاتی ہے۔ اکثر مچھلیوں کے پیٹ میں فانوس کی شکل کا ایک غبارہ ہوتا ہے، جسے سوئم بلیڈر کہتے ہیں، مچھلی اس میں ہوا کا ذخیرہ کر سکتی ہے اور یہی ہوا اس کے جسم کو پانی کے اوپر اٹھا کر تیرنے میں مددگار ہوتی ہے۔

ہمارے ملک میں مشہور ہے کہ انگریزی کے جس مہینے کے نام میں لفظ ''ر'' نہ ہو تو اس مہینے میں مچھلی نہ کھائی جائے، جیسے مئی، جون، جولائی، اگست۔ جبکہ ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر، جنوری، فروری، مارچ، اپریل میں مچھلی کھانا درست ہے۔ اتفاق سے اپریل کے علاوہ یہ کہاوت مچھلیوں کی افزائش نسل کے پروگرام کو سامنے رکھ کر درست معلوم ہوتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا [1]

---

[1] فاطر: ۲۰۔

Marfat.com

''ان دونوں آبی ذریعوں سے ہمیشہ تازہ گوشت حاصل ہوتا ہے، اور اس سے آبدار موتی نکلتے ہیں، جن کو تم زیور بنا کر پہنتے ہو''۔

دریائی مچھلی ذائقہ میں مٹھاس کی طرف مائل، صفراء کو بڑھا دیتی ہے، ثقیل ہوتی ہے، جبکہ تالاب اور جوہڑ کی مچھلی لذیذ اور مفید ہوتی ہے، جوہڑوں اور تالابوں کی مچھلیاں موسم سرما کے آخر میں اور دریاؤں کی مچھلیاں موسم بہار میں کھائی جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ ، فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ ، فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ ، وَأَمَّا الدَّمَانِ ، فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ [1]

''ہمارے لئے مچھلی اور ٹڈی کا مردہ حلال کر دیا گیا اور ہمارے لئے دو خون یعنی کلیجی اور تلی حلال کئے گئے ہیں''۔

بعض سمندری مچھلیاں دریاؤں کے دہانوں سے داخل ہو کر ان میں دور تک چلی جاتی ہیں، جیسے کہ سندھ کی پلّہ مچھلی بحیرہ عرب کے کھاری پانی سے نکل کر دریائے سندھ میں داخل ہو کر غلام محمد بیراج تک چلی جاتی ہے۔ کوٹری، حیدرآباد اور سکھر کے لوگوں میں پلّہ مچھلی کھانے کا بڑا شوق ہے۔ کراچی کے قریب سمندر میں شارک اور وہیل مچھلیوں کی موجودگی اکثر دیگر مچھلیوں کیلئے موت کا پیغام بن جاتی ہے۔

مچھلی کے فوائد

۱۔ دمہ کے مریضوں کیلئے مچھلی کا تیل ایک مشہور ٹانک ہے۔

۲۔ پہلے خیال یہ تھا کہ تیل کی بہترین قسم اور زیادہ مقدار کاڈ مچھلی کے جگر میں ہوتی ہے، اس تیل کے ایک چھوٹے چمچہ میں وٹامن اے کے ۴۵۰۰ یونٹ ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ ۵۰۰ یونٹ وٹامن ڈی

[1] سنن ابن ماجہ باب الکبد والطحال 2/1102، رقم الحدیث: ۳۳۱۴۔

Marfat.com

بھی ہوتی ہے۔ پہلے یہ تیل صرف ناروے اور ڈنمارک سے برآمد کیا جاتا تھا، پھر دوسرے ملکوں نے بھی شروع کر دیا۔ مزید تحقیقات پر معلوم ہوا کہ شارک اور ہیلی بٹ کے جگر میں اس وٹامن کی مقدار ''کاڈفش'' سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

برطانیہ اور ناروے کے لوگ مچھلیاں برفانی سمندروں سے پکڑتے ہیں، ان مچھلیوں میں سردی کا مقابلہ کرنے کی جسمانی صلاحیت ہوتی ہے، جو شخص ان کے جگر کا تیل پیئے گا، اس کو وٹامن کے علاوہ سردی کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ بھی میسر آئے گا۔

۳۔ مچھلی جسم کو فربہ کرتی ہے، مقوی ہے، مرضعہ عورت کا دودھ بڑھاتی ہے۔

۴۔ سل دق، خشک کھانسی، ضعف گردہ میں مفید ہے۔

۵۔ خالی مچھلی جلد ہضم ہوتی ہے، روٹی ساتھ ہو تو دیر لگ جاتی ہے۔

۶۔ مچھلی کے کباب اگر کوئلوں پر سینک کر بنائے جائیں تو سب سے بہتر ہیں۔

فائدہ

ڈنگ مارنے والی مچھلیوں میں ''سینانسیجا ریچی نس'' سب سے زیادہ خطرناک ہے، اس کی کمر پر بیک وقت ۱۳ تیز کانٹے ہوتے ہیں، جن میں سے ہر ایک کے نیچے زہر کی تھیلی ہوتی ہے، جو قریب آنے والوں کا شکار کرنے میں ہر دم تیار رہتے ہیں، اور اس کی زہر جسم میں داخل ہونے کے بعد شدید تکلیف دیتی ہے، اور سانس بند ہونے کے بعد موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔

عنبر

''وہیل''، دنیا میں سب سے بڑا حیوان وہیل ہے، کہنے میں تو اسے مچھلی ہی کہا جاتا ہے، لیکن یہ مچھلی کم اور گائے زیادہ ہے۔ مچھلی یہ اس لئے ہے کہ یہ پانی میں رہتی ہے، لیکن یہ انڈے نہیں دیتی اور اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے، یہ گلپھڑوں کے ذریعے سانس نہیں لیتی، تقریباً آدھے گھنٹہ کے بعد سطح سمندر کے اوپر آ کر اگلے

Marfat.com

نصف گھنٹے کیلئے ہوا بھر کر ڈبکی لگا لیتی ہے، اگرچہ کچھ مچھلیاں اس سے زیادہ عرصہ بھی سانس روک سکتی ہیں۔

ماہرین حیوانات نے وہیل کی متعدد قسمیں بیان کی ہیں، جو ایک دوسرے سے شکل، صورت، سر کی موٹائی اور دانتوں کی تعداد کے لحاظ سے مختلف ہیں، جن میں دانتوں کی تعداد دو سے تین سو تک ہوسکتی ہے، وہیل کی بصارت معمولی ہے لیکن سماعت کے لحاظ سے یہ انسان سے دس گنا زیادہ اہلیت رکھتی ہے۔

وہیل کا وزن اور لمبائی اس کی قسم پر منحصر ہے، اور یہ ۳، ۴ فٹ سے ۱۰۰ فٹ تک ہوسکتی ہے، یہی حال ان کے وزن کا ہے، اب تک سب سے بڑی وہیل کا وزن ۱،۳۲،۰۰۰ کلوگرام یا ۱۵۰ ٹن پایا گیا ہے۔ ایک دفعہ کراچی کے ساحلوں کے پاس گرم پانی میں رہنے والی ایک وہیل پکڑی گئی، جس کا وزن ۹۰۰ من پایا گیا۔

وہیل کی کچھ قسمیں موسم اور خوراک بلکہ زچگی کیلئے اپنے ٹھکانے تبدیل کرتی رہتی ہیں اور اس نقل مکانی کے دوران ان کی رفتار ۳۵ میل فی گھنٹہ سے زیادہ بھی ہوسکتی ہے، یہ بھی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ان کی سیاحت کا علاقہ تین ہزار میل تک ہوتا ہے۔

وہیل میں فہم و فراست دوسرے جانداروں سے قدرے زیادہ ہوتی ہے، اگرچہ اس کی کچھ قسمیں تنہائی پسند ہیں لیکن مصیبت کے وقت ایک دوسرے کے کام آنا ان کا خاصہ ہے، ان میں مامتا سالوں تک موجود رہتی ہے، ماں کا دودھ دھار کی صورت میں بچے کے منہ میں زبردستی داخل کیا جاتا ہے، بچہ جوان ہوجائے تب بھی ماں سے تعلق نہیں توڑتا، بلکہ ہر پریشانی کی حالت میں ماں کے پاس آجاتا ہے۔

وہیل کی چھوٹی قسم ڈولفن اور سوشل ہے، اسے اگر سدھایا جائے تو بہت سے کھیل سیکھ سکتی ہے، اس کی اس صلاحیت سے امریکی بحریہ نے فائدہ اٹھایا ہے اور وہ آبدوزوں اور سرنگوں کا پتہ چلانے کیلئے ان مچھلیوں کو کام میں لا رہے ہیں۔

وہیل کے پکڑنے میں جدید توپیں، بم اور ہیلی کاپٹر استعمال ہوتے ہیں، وہیل کے دودھ میں آدھی چکنائی ہوتی ہے، لئی کی طرح گاڑھا ہونے کی وجہ سے یہ پیا نہیں جاسکتا، اس کا گوشت نہایت گہرا سرخ اور چربی، سیال ہوتی ہے۔

Marfat.com

قرآن کریم میں ہے:

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ [1]

بے شک یونس (علیہ السلام) ہمارے فرستادگان میں سے تھے، جب وہ فرار ہو کر کشتی پر سوار ہو گئے، تو قرعہ اندازی پر وہ سمندر میں دھکیلے جانے کے مستحق قرار پائے، ان کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے، اور وہاں حمد وثنا کرتے رہے، وہ اس مچھلی کے پیٹ میں ایک مقررہ مدت تک محبوس رہے۔

اس واقعہ میں ہماری موجودہ دلچسپی مچھلی سے ہے کہ وہ مچھلی جسامت میں اتنی بڑی تھی کہ وہ ایک سالم شخص کو چبائے بغیر نگل گئی، وہ تکلیف کے بغیر وہاں چند دن رہے، یعنی وہاں اتنی کھلی جگہ موجود تھی، اس لحاظ سے یہ مچھلی صرف وہیل ہی ہو سکتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

بَعَثَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ثَلٰثِمِائَةِ رَاكِبٍ وَاَمِیْرُنَا اَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ. فَاَتَیْنَا السَّاحِلَ فَاَصَابَنَا جُوْعٌ شَدِیْدٌ حَتّٰی اَكَلْنَا الْخَبَطَ. فَاَلْقٰی لَنَا الْبَحْرُ حُوْتًا وَیُقَالُ لَهَا عَنْبَرٌ. فَاَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ وَاَتَّدَمْنَا بِوَدَكِهٖ وَادَّهَنَّا مِنْ وَدَكِهَا حَتّٰی ثَابَتْ اَجْسَامُنَا فَاَخَذَ اَبُوْ عُبَیْدَةَ ضِلَعًا مِنْ اَضْلَاعِهٖ وَحَمَلَ رَجُلًا عَلٰی بَعِیْرِهٖ وَنَصَبَهٗ فَمَرَّ تَحْتَهٗ [2]

اور ایک روایت میں اضافہ ہے کہ: وَاَرْسَلُوْا مِنْهُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم تین سو سواروں کو حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ

---

[1] الصافات: ۱۳۹ تا ۱۴۴۔ [2] مسلم۔

Marfat.com

فرمایا، ہم ساحل پر پہنچے تو ہمارا راشن ختم ہوگیا، غذائی کمی اتنی ہوگئی کہ ہم نے کانٹے دار جھاڑیاں بھی کھائیں، کیا دیکھتے ہیں کہ سمندر نے ایک بہت بڑی مچھلی ساحل پر پھینک دی، ہم نے اس مچھلی کا گوشت نصف مہینہ تک کھایا، پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک روز اس مچھلی کی پسلی لی اور اس کو کھڑا کیا، ایک شتر سوار آرام سے اس پسلی کے نیچے سے گزر گیا، مدینہ واپس آ کر ہم نے اس مچھلی کا کچھ گوشت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قبول فرمایا۔

اس مچھلی کو عنبر کا نام دیا گیا، اب تک کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ دواؤں میں استعمال ہونے والا عنبر یا عنبر اشہب اسی مچھلی کا فضلہ ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ اس سے عنبر کا سراغ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا۔ تین سو فاقہ زدہ سواروں نے اس مچھلی کو صبح شام پندرہ دن کھایا، جب مدینہ آئے تو ان کے تھیلوں میں ابھی اس کا گوشت موجود تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس میں سے نوش فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکریوں کے لئے عنبر کا کھانا اس لئے حلال قرار دیا کیونکہ سمندر کا شکار حلال ہے، پھر اس کا مردہ حلال ہے، کیونکہ اس جانور کی موت سمندر کے اندر واقع نہیں ہوئی، بلکہ لہروں نے جب اس کو کنارے پر اچھال دیا تو اس کی موت پانی سے نکلنے کے باعث ہوئی۔

عنبر کے فوائد

"عنبر" خوشبو کی بہترین قسموں میں سے ہے، بعض لوگ اسے فوائد میں کستوری سے بہتر قرار دیتے ہیں جو کہ درست نہیں، کیونکہ کستوری کی خوشبو کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہترین قرار دیا اور کستوری کا شمار جنت کی نعمتوں میں سے ہے۔

"عنبر"، دل، دماغ، حواس خمسہ اور جسمانی اعضاء کیلئے مقوی ہے، فالج، رعشہ اور لقوہ کے علاوہ بلغمی بیماریوں، معدہ کے درد، ریاحی دردوں اور قولنج کیلئے مفید ہے۔

علامہ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ بھی عنبر کو دل اور دماغ کو تقویت دینے والا قرار دیتے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ یہ حواس کو

Marfat.com

نکھارتا ہے، اسے عرق گلاب کے ساتھ استعمال کریں تو دل کی متعدد بیماریوں میں مفید ہے، لوگوں کا کہنا ہے کہ عنبر خوشبوؤں کا بادشاہ ہے، اگرچہ یہ مفروضہ درست نہیں، لیکن یہ سر اور اعصاب کی اکثر بیماریوں میں مفید ہے۔

بوعلی سینا کے نزدیک عنبر میں تقویت اور تفریح کی بڑی خاصیت ہے، جس میں اس کی خوشبو زیادہ مددگار ہے۔ حکیم نجم الغنی نے وہیل مچھلی کی ماہیت اور اس سے حاصل ہونے والے عنبر کا بیان جدید خطوط پر کیا ہے، وہ اس کے دودھ کی تعریف میں بتاتے ہیں کہ یہ روزانہ ساٹھ ستر من دودھ دیتی ہے، جس کو دوہنے کیلئے ایک خاص آلہ ایجاد کرنا پڑا، اس کا دودھ گاڑھا، مفرح، شیریں اور خوش ذائقہ ہوتا ہے، اس کو پینے سے فرحت حاصل ہوتی ہے، بلکہ تجزیہ کرنے والے اسے دوسرے کسی بھی دودھ سے لذیذ قرار دیتے ہیں، وہیل کے دودھ میں چکنائی کی مقدار ۴۴ فیصدی کے قریب ہوتی ہے، اس لئے اسے ہضم کرنا آسان کام نہیں، بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس کے دودھ میں آدھا دودھ اور آدھا مکھن ہوتا ہے۔

عنبر اشہب

یہ سپرم وہیل کا گوبر ہے جو اس کی بڑی آنت میں شکار کرنے پر ملتا ہے، ورنہ بحیرہ قلزم اور افریقہ کے ساحلوں کے پاس گوبر کے یہ ٹکڑے پانی پر تیرتے ہوئے مل جاتے ہیں، ایک مچھلی روزانہ ۷۵۰ پونڈ گوبر خارج کرتی ہے، جس کا رنگ گہرا گلابی ہوتا ہے، کبھی کبھی اس میں سفیدی کی جھلک بھی ملتی ہے اور یہ سفیدی مائل اشہب کہلاتا ہے، اس میں ہلکی سی خوشبو ہوتی ہے۔

مرجان

''مونگا''، عطاروں کے یہاں سے چھوٹی چھوٹی سرخی مائل سخت شاخیں ملتی ہیں، دیکھنے میں ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی چھوٹا سا پودا کاٹ کر سکھایا گیا ہے، اس ظاہری شکل وصورت سے بہت سے ماہرین بھی دھوکہ کھا گئے، چنانچہ مشہور بھارتی محقق مذکارنی نے اسے سمندری جھاڑی بیان کیا ہے، اطباء قدیم بھی اس کی ماہیت کے بارے میں مشتبہ رہے ہیں، کسی نے اسے جمادات میں سے قرار دیا ہے اور کوئی نباتات کہتا ہے۔

Marfat.com

حالیہ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ ایک جانور کے جسم کا خشک ڈھانچہ ہے، جس کی مختلف شکلیں ہیں، ماہرین حیوانات البحر نے اسے سمندری کیڑوں کی کلاس ''انتھوزوا'' کے افراد قرار دیا ہے، ان کی متعدد قسمیں بلکہ ایک صنف کی ۱۰۰ شکلیں معلوم ہو چکی ہیں، ان جانوروں کا ایک منہ ہوتا ہے جس کی شکل مسے کی مانند ہوتی ہے، اس کے بعد لمبا مخروطی پتھر کی طرح کا جسم ہے، جس کے اطراف میں لمبے لمبے دھاگے ہوتے ہیں، جو شکار کو پھانستے ہیں، ان دھاگوں میں ایسے جوہر پائے جاتے ہیں، جو لمس میں آنے والے کیڑوں مکوڑوں کو مفلوج کر دیتے ہیں، پھر وہ انھیں لپیٹ کر اپنے قریب لا کر کھا لیتے ہیں۔

قرآن مجید نے بہترین چیزوں کا ذکر جب کیا تو ان میں مرجان کو بھی شامل فرمایا:

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ [1] ''ان سے نکلتے ہیں موتی اور مرجان''۔

جنت میں ملنے والی حوروں کی ماہیت کے بارے میں فرمایا:

كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ [2]

کہ وہ اپنی چمک دمک اور جسمانی ساخت میں ایسی ہونگی جیسے کہ وہ یاقوت اور مرجان سے بنی ہوں۔

مرجان کے فوائد

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مرجان کی بار بار تعریف کی ہے، اس لئے اس میں فوائد بھی بے شمار ہونے چاہئیں، مرجان کی بہترین قسم وہ ہے جو سرخ یا سرخی مائل ہو، مرجان بنیادی طور پر مفرح ہے، دل کو تقویت دیتا ہے، تاثیر کے لحاظ سے یہ مقامی طور پر قابض ہے اور دل کو طاقت دیتا ہے، جن لوگوں کو بھول جانے کی عادت ہے ان کیلئے مفید ہے۔ مرجان کی ساخت میں کیلشیم اور میگنیشیم کے نمکیات اس کی طبی افادیت کا سبب بنتے ہیں، انھی کی بنا پر اسے تیزابیت کو ختم کرنے والا، جریانِ خون کو روکنے والا، قابض قرار دیا ہے۔

اطباء نے مرجان سوختہ کو منجن میں شامل کر کے استعمال کیا اور از حد مفید پایا، اس منجن میں بادام کے

---

[1] الرحمن:۲۲۔ [2] الرحمن:۵۸۔

Marfat.com

چھلکوں کی راکھ کے علاوہ عقرقرحا، نمک سانبھر اور مصطگی رومی بھی شامل تھی۔ مرجان کی راکھ زخموں سے بہنے والے خون کو بند کرنے میں لاجواب ہے، ایک مریض کو مدتوں تھوک کے ساتھ خون آتا رہا ہو تو اس کے لئے دیگر ادویہ کے ساتھ مرجان کی ۴ گرین راکھ صبح شام بڑی مفید ہے۔

لؤلؤ

''موتی''، یہ سیپ کے اندر پائے جانے والے بغیر ہڈی کے فالودے کی سی ماہیت والے ایک جانور کے جسم سے تخلیق ہوتا ہے، عام موتی کا رنگ دودھیا ہوتا ہے، جبکہ سیاہ، نیلے، زرد اور قرمزی رنگوں کے موتی بھی دیکھے گئے ہیں۔

پہلے زمانے کے اطباء کا خیال تھا کہ برسات کے موسم میں سیپی (صدف) اپنا منہ کھول کر سمندر کی سطح پر تیرتی رہتی ہے، جب بارش کا کوئی قطرہ اس میں داخل ہو جائے تو وہ قطرہ موتی بن جاتا ہے، جبکہ جدید تحقیقات سے یہ مشاہدہ درست نہیں پایا گیا، اب معلوم ہوا ہے کہ سیپی کے اندر ایک آبی جانور ''میٹی لس مارگارٹی فیرس'' پایا جاتا ہے، جس کو بعض ''پنکٹاڈا مارگارٹی فیرس'' بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ اس کی کئی قسمیں ہیں، لیکن خلیج عرب کے گرم پانیوں میں اس کی ایک قسم ''پنکٹاڈا مارٹش'' پائی جاتی ہے، جس میں موتی بنانے کی صلاحیت دوسری تمام قسموں سے عمدہ ہوتی ہے، اس لئے اب تک بحرین، دوبئی اور مسقط کے سمندروں سے حاصل ہونے والے موتی معیار میں اعلیٰ اور قیمت میں گراں رہے ہیں۔ علاوہ ازیں موتی بحرالکاہل، بحراوقیانوس، خلیج میکسیکو، خلیج کیلیفورنیا، جنوبی ہند اور سری لنکا کے درمیان خلیج منار کا اور ساحل اومان سے لے کر مسقط تک بھی پائے جاتے ہیں۔

سیپی کے اندر رہنے والے جانور کا جسم لعاب دار اور ملائم ہوتا ہے، نہ تو اس کی کھال ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی ہڈی، سمندر میں گھومنے پھرنے کے دوران اگر کوئی ریت کا ذرہ، کنکر یا کیچڑ کا ٹکڑا اس کے اندر داخل ہو جائے تو اس کے نرم ملائم جسم کو شدید تکلیف ہوتی ہے، قدرت نے اس تکلیف سے بچانے کیلئے اس کے جسم میں ایسے لعاب پیدا کئے ہیں جو ان اذیت دینے والے بیرونی عنصر کی چبھن کو ختم کر دیتے ہیں، جیسے ہی وہ ذرہ جسم سے

Marfat.com

لگتا ہے، لیس دار لعاب خارج ہوتے ہیں اور اس چیز پر جم کر اسے چکنا اور نرم کر دیتے ہیں، جب تک وہ عنصر وہاں موجود رہتا ہے، مختلف قسم کے لعاب اس پر پڑتے رہتے ہیں، کچھ عرصہ میں اس کنکر کی ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے، اور وہ دودھیا رنگ کا گول چمکدار موتی بن جاتا ہے، جب تک وہ جانور زندہ رہتا ہے، موتی موم کی طرح نرم ہوتا ہے، اس کے مرنے کے بعد موتی سخت ہوجاتا ہے۔

سیپی کا منہ ایک طرف سے کھل سکتا ہے اور دوسری طرف عام ڈبیہ کی طرح اس میں قبضہ لگا ہوتا ہے، اس لئے ایک طرف سے منہ کھلنے کے بعد اس کے دونوں ٹکڑے آپس میں جُڑے رہتے ہیں، سیپی کے اندر داخل ہونے والا بیرونی عنصر جس حجم کا ہوگا موتی بھی اسی سائز کا ہوگا، ریت کے چھوٹے چھوٹے ذرّات سمندری لہروں کے ساتھ اس کے اندر داخل ہوتے ہی رہتے ہیں، ان سے چھوٹے چھوٹے موتی بنتے ہیں، جن کو چورا کہہ سکتے ہیں، چورے کے ۳۰۰ موتی وزن میں ایک گرام ہوتے ہیں، اس وقت تک کی معلومات کے مطابق سب سے بڑا موتی ۱۲۰ گرام (۱۰ تولہ) وزن کا پایا جاچکا ہے۔

موتی ایک زیور ہے، خواتین اسے ہار بنا کر پہنتی آئی ہیں، پھر بادشاہوں اور نوابوں کے لباس کو چمک دمک دینے کیلئے موتی استعمال ہوئے، مغل بادشاہ لوگوں کو انعام میں موتیوں کے ہار دیا کرتے تھے۔

ارشاداتِ ربّانی

قرآن شریف میں ارشادِ ربانی ہے:

كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ. جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [1]

''ان کی آنکھوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے چھپائے ہوئے موتی، اور یہ جزا ہے ان کے ان اعمال کی جو وہ کرتے رہے تھے''۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ

---

[1] الواقعہ: ۲۳، ۲۴۔

Marfat.com

فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ [1]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے، اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل کرے گا، یہ وہ جگہ ہے کہ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ان کو سونے اور موتی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ریشم کا ہوگا''۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جنت میں جانے والوں کی شان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّ عَلَيْهِمُ التِّيجَانَ أَنَّ أَدْنَى لُؤْلُؤَةٍ مِنْهُ لَتُضِيءُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ.... [2]

''ان کے لئے تاج ہوں گے جن میں سب سے ادنیٰ موتی کی چمک مشرق سے مغرب تک محسوس ہو رہی ہوگی''۔

إِنَّ الْجَنَّةَ حَصَائِبُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوتُ [3]

''جنت میں راستوں کے اطراف میں جو پتھر ہوں گے وہ حقیقت میں موتی اور یاقوت ہوں گے''۔

موتیوں کے فوائد

موتیوں کی مالا کو حِلْيَة اور موتی کو عربی میں لؤلؤ کہتے ہیں، اس کو کھانے سے خارش کم ہوتی ہے، اس کو آنکھ میں ڈالنے سے رطوبت کا اخراج ختم ہو جاتا ہے، اسے منہ میں رکھنے سے دل کو طاقت ملتی ہے۔

''جوارش لؤلؤ'' میں موتی کے ساتھ زیرہ، دارچینی، مصطگی رومی، جند بیدستر، جٹامنسی وغیرہ شامل کر کے تقویتِ قلب اور اسقاطِ حمل کو روکنے کیلئے دیتے ہیں، یہ نسخہ بے حد مفید ہے۔

[1] الحج: ۲۳۔ [2] ترمذی۔ [3] ترمذی، دارمی۔

Marfat.com

اسراء و معراج

واقعہ معراج کی تمہید:

طائف سے واپسی کے بعد حق جل وعلیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور مسجدِ اقصیٰ سے سبع سموات تک، اسی جسم اور روح کے ساتھ بحالت بیداری ایک ہی شب میں سیر کرائی، جس کو ''اسراء و معراج'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کو معراج کس سال ہوئی، اس میں علماء سیر کا اختلاف ہے، راجح قول یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور بیعتِ عقبہ سے پہلے معراج ہوئی، نیز یہ امر روایات سے ثابت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے ہی وفات پا گئیں اور یہ بھی مُسلَّم ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا شعب ابی طالب میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں، شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد ان کا انتقال ہوا، آپ ﷺ اور آپ کے رفقاء شعب ابی طالب سے ۱۰ نبوی میں باہر نکلے، لہٰذا ان تمام مقدمات سے نتیجہ یہی نکلا کہ معراج ۱۰ نبوی کے بعد ۱۱ نبوی میں سفر طائف سے واپسی کے بعد کسی مہینہ میں ہوئی، رہا یہ امر کہ کس مہینہ میں ہوئی، اس میں بھی اختلاف ہے، مشہور یہ ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب میں ہوئی۔ (وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ) - [1]

نکتہ

۱۰ نبوی گزر گیا، ابتلاء اور آزمائش کی سب منزلیں طے ہو چکیں، مشقت اور تکلیف کی کوئی نوع ایسی باقی نہ رہی کہ جو خداوند ذو الجلال کی راہ میں نہ برداشت کی گئی ہو، اور ظاہر ہے کہ اللہ ربُّ العزت کی راہ میں مشقت اور تکلیف کا انجام سوائے عزت اور رفعت، اور سوائے معراج اور ترقی کے کیا ہو سکتا ہے؟

---

[1] زرقانی شرح مواہب لدنیہ، ج:۱، ص:۳۰۷۔

Marfat.com

چنانچہ شعب ابی طالب اور سفر طائف سے تکالیف انتہاء کو پہنچ گئیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسراء و معراج کی عزت سے سرفراز فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر اونچا کیا کہ افضل الملائکۃ المقربین یعنی جبرائیل علیہ السلام بھی پیچھے اور نیچے رہ گئے اور ایسے مقام تک سیر کرائی کہ جو کائنات کا منتہٰی ہے، یعنی عرشِ عظیم تک، جس کے بعد اور کوئی مقام نہیں۔

اسی وجہ سے بعض عارفین کا قول ہے کہ عرش تک سیر کرانے میں ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ تمام کائنات عرش پر ختم ہو جاتی ہے، کتاب وسنت سے عرش کے بعد کسی مخلوق کا وجود ثابت نہیں، اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام کمالات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہیں، فَافْهَمْ ذٰلِكَ وَاسْتَقِمْ۔

مختصر واقعہ معراج

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ [1]

"پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندہ (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو رات کے ایک قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی، (جس سے اصل مقصود یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کرائیں اور وہاں کی خاص خاص نشانیاں آپ کو دکھلائیں، جیسا کہ سورۂ نجم میں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے اور وہاں جنت وجہنم اور دیگر عجائباتِ قدرت کا مشاہدہ فرمایا)"۔

اصطلاحِ شریعت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کو اسراء کہتے ہیں اور مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیر کو معراج کہتے ہیں، اور بسا اوقات اوّل سے آخر تک کی پوری سیر کو اسراء اور معراج کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، معراج کو معراج اسلئے کہتے ہیں کہ معراج کے معنی "سیڑھی" کے ہیں، مسجد اقصیٰ سے برآمد ہونے

[1] بنی اسرائیل: ۱۔

Marfat.com

کے بعد حضور ﷺ کیلئے جنت سے ایک سیڑھی لائی گئی جس کے ذریعہ حضور ﷺ آسمان پر چڑھے، جیسا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس سیڑھی کا ذکر آیا ہے۔ [۱]

ایک شب نبی کریم ﷺ حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان میں بسترِ استراحت پر آرام فرما رہے تھے، نیم خوابی کی حالت تھی کہ یکایک جبرائیل امین علیہ السلام اُترے اور آپ کے ہمراہ اور بھی فرشتے تھے، آپ ﷺ کو جگایا اور مسجدِ حرام کی طرف لے گئے، وہاں جا کر حطیم میں آپ ﷺ لیٹ گئے اور سو گئے، جبرائیل امین اور میکائیل نے آکر آپ ﷺ کو جگایا اور آپ ﷺ کو بیر زَم زَم پر لے گئے اور لٹا کر آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور قلبِ اطہر کو نکال کر زَم زَم کے پانی سے دھویا، اور ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا، اس ایمان اور حکمت کو آپ ﷺ کے دل میں بھر کر سینہ کو ٹھیک کر دیا اور دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت لگائی گئی (جو حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی حسی اور ظاہری علامت ہے)۔

بعد ازاں براق لایا گیا، براق ایک بہشتی جانور کا نام ہے جو خچر سے کچھ چھوٹا اور حمار سے کچھ بڑا، سفید رنگ، برق رفتار تھا، جس کا ایک قدم منتہائے بصر پر پڑتا تھا، جب اس پر سوار ہوئے تو شوخی کرنے لگا، جبرائیل امین علیہ السلام نے اسے کہا: اے براق! یہ کیسی شوخی ہے؟ تیری پشت پر آج تک حضور ﷺ سے زیادہ کوئی اللہ جل جلالہ کا مکرم اور محترم بندہ سوار نہیں ہوا، براق شرم کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور حضور ﷺ کو لے کر روانہ ہوا، جبرائیل و میکائیل علیہم السلام آپ ﷺ کے ہمرکاب تھے، اس شان کے ساتھ حضور ﷺ روانہ ہوئے۔

بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور پرنور ﷺ کو براق پر سوار کیا اور خود نبی کریم ﷺ کے ردیف بنے، یعنی آپ ﷺ کے پیچھے براق پر سوار ہوئے۔ [۲]

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ راستہ میں ایسی زمین پر گزر ہوا کہ جس میں کھجور کے درخت بکثرت تھے، جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا یہاں اُتر کر نمازِ نفل پڑھ لیجئے، میں نے اُتر کر نماز پڑھی، جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا، آپ کو معلوم بھی ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی؟ میں نے کہا

[۱] زرقانی، ج:۶، ص:۳۳۔ [۲] خصائص کبریٰ، ج:۱، ص:۱۸۰۔

مجھ کو معلوم نہیں، جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ نے یثرب یعنی مدینہ طیبہ میں نماز پڑھی ہے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کریں گے۔

بعد ازاں روانہ ہوئے اور ایک اور زمین پر پہنچے، جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا: یہاں بھی اتر کر نماز پڑھیے، میں نے اُتر کر نماز پڑھی، جبرائیل علیہ السلام نے کہا: آپ نے وادی سینا میں شجرہ موسیٰ کے قریب نماز پڑھی، جہاں حضرت حق جل شانہ، نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا، پھر ایک اور زمین پر گزر ہوا، جبرائیل علیہ السلام نے کہا اُتر کر نماز پڑھیے، میں نے اُتر کر نماز پڑھی، جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ نے مدین میں نماز پڑھی، (جو شعیب علیہ السلام کا مسکن تھا) وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک اور زمین پر پہنچے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا اُتر کر نماز پڑھیے، میں نے اُتر کر نماز پڑھی، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ مقام بیت اللحم ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ [1]

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

میں شبِ معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزرا، دیکھا کہ قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ [1] سیوطی، خصائص الکبریٰ، ج:۱، ص:۱۵۸۔

نزولِ اقدس در بیت المقدس

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس پہنچے، براق سے اُترے، صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا کہ جس سے انبیاء کرام علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے، اور بزّار کی روایات میں یہ ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے ایک پتھر میں انگلی سے سوراخ کر کے اس براق کو باندھ دیا، عجب نہیں کہ براق کے باندھنے میں دونوں حضرات شریک ہوں، ممکن ہے کہ مرورِ زمانہ کی وجہ سے وہ سوراخ بند ہو گیا ہو، اس لئے جبرائیل امین علیہ السلام نے اس کو انگلی سے کھول دیا ہو۔

---

[1] أخرجه ابن أبي حاتم والبيهقي وصححه والبزار والطبراني عن شدّاد بن اوس۔

Marfat.com

بعد ازاں حضور ﷺ مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوئے اور دو رکعت (تحیۃ المسجد) ادا فرمائی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور جبرائیل امین علیہ السلام دونوں مسجد میں داخل ہوئے اور ہم دونوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ [1]

آپ ﷺ کی بابرکت تشریف آوری کی تقریب میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پہلے ہی سے حضور ﷺ کے انتظار میں موجود تھے، جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے، کچھ دیر نہ گزری کہ بہت سے حضرات مسجد اقصیٰ میں جمع ہوگئے، پھر ایک موذن نے اذان دی اور پھر اقامت کہی، ہم صف باندھ کر کھڑے ہوگئے، اسی انتظار میں تھے کہ کون امامت کرے، جبرائیل امین علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا، میں نے سب کو نماز پڑھائی، جب میں نماز سے فارغ ہوگیا تو جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کن لوگوں کو نماز پڑھائی؟ میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں، جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا کہ جتنے نبی مبعوث ہوئے سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ [2]

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی آمد پر فرشتے بھی آسمان سے نازل ہوئے اور حضور ﷺ نے حضرات انبیاء اور ملائکہ سب کی امامت کرائی، جب نماز پوری ہوگئی تو ملائکہ نے جبرائیل امین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں؟ جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا یہ محمد ﷺ ہیں۔ [3]

خطبہ تحمید

نبی کریم ﷺ نے سب نبیوں کے سامنے خطبہ تحمید پڑھا، آنحضرت ﷺ جب خطبہ تحمید سے فارغ ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام انبیاء کرام سے مخاطب ہوکر یہ فرمایا:

بِهٰذَا فُضِّلَكُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [4]

یعنی انہیں فضائل اور کمالات کی وجہ سے محمد ﷺ تم سب سے بڑھ گئے۔

---

[1] خصائص کبریٰ، ج:۱، ص:۱۷۲۔ [2] اخرجہ ابن ابی حاتم عن انس۔ [3] اخرجه ابن جرير البزار و ابو يعلى والبيهقى من طريق ابى العاليه عن ابى هريره۔ [4] زرقانی کتاب مذکور، ج:۶، ص:۵۰، تفسیر ابن کثیر، ج:۲، ص:۳۰۲۔

Marfat.com

جب آپ ﷺ فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لائے تو تین پیالے آپ کے سامنے پیش کئے گئے، ایک پانی کا، ایک دودھ کا اور ایک شراب کا، آپ ﷺ نے دودھ کا پیالہ اختیار کیا، جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا:

آپ ﷺ نے دین فطرت کو اختیار کیا ہے، اگر آپ ﷺ شراب کو اختیار کرتے تو آپ ﷺ کی اُمت گمراہ ہو جاتی اور اگر آپ ﷺ پانی کو اختیار کرتے تو آپ ﷺ کی اُمت غرق ہو جاتی۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین پیالے سدرۃ المنتہیٰ کے بعد پیش کیے گئے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عجب نہیں کہ یہ پیالے دو مرتبہ پیش کئے گئے ہوں، ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ پر، اور دودھ اختیار کرنے کی تصویب کی تاکید مزید مقصود ہو، واللہ اعلم۔ [1]

بعض روایات میں ہے کہ شہد کا پیالہ بھی پیش کیا گیا اور آپ ﷺ نے اس میں سے بھی کچھ پیا، غرض یہ کہ تمام روایات کے جمع کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چار پیالے پیش کئے گئے۔ [2]

نکات

۱۔ براق یا تو البریق سے ہے کیونکہ یہ جانور سفید رنگ کا تھا، یا البرق سے ہے انتہائی تیز رفتاری کی وجہ سے (منتہیٰ نظر تک ایک قدم)، یا برقاء سے ہے جس میں سفید و سیاہ دھاریاں ہوں، یہ ایک شاہی سواری تھی، اس لئے کہ بادشاہ جب کسی کو اپنے دربار میں بلاتا ہے تو شاہی سواری بھیجتا ہے۔

۲۔ بیت المقدس اگر مشدّد پڑھیں مُقدّس بمعنی مطہّر: گناہوں سے پاکی ہوتی ہے، اگر مَقدِس مصدر یا ظرف مکان، طہارۃ کی جگہ، گناہوں سے صفائی کی جگہ، دوسرا نام ایلیا ہے۔

۳۔ ایک روایت میں چار برتن دودھ کا، شہد کا، پانی کا، خمر کا، یا تو ایک دفعہ دو مشروب اور ایک مرتبہ چار مشروب پیش کئے گئے، یا جنت کی چار نہروں سے چار برتن بھرے ہوئے، یہ خمر جنت کی تھی جو حرام

---

[1] زرقانی شرح مواہب، ج:۲، ص:۸۰۔ [2] زرقانی شرح مواہب، ج:۲، ص:۷۰۔

Marfat.com

نہ تھی، حضور علیہ السلام نے فراست سے جان لیا، یہ دنیا میں عنقریب حرام ہوگی، دودھ اختیار کرنے پر کہا گیا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا کیونکہ نومولود کی پہلی خوراک یہی ہے۔

عروجِ سماوات

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ معتبر اور مستند راویوں نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ:

جب میں بیت المقدس کے اُمور سے فارغ ہوا تو ایک سیڑھی لائی گئی کہ اس سے بہتر میں نے کوئی سیڑھی نہیں دیکھی، یہ وہ سیڑھی تھی کہ جس پر سے بنی آدم علیہ السلام کی ارواح آسمان کی طرف چڑھتی ہیں اور مرتے وقت میت اسی کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتا ہے، میرے رفیق طریق جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھ کو اس سیڑھی پر چڑھایا، یہاں تک کہ میں آسمان کے ایک دروازے پر پہنچا جس کو باب الحفظہ کہتے ہیں۔[1]

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس کے مشاغل سے فارغ ہونے کے بعد اسی سیڑھی کے ذریعہ آسمان پر تشریف لے گئے اور براق بدستور مسجدِ اقصیٰ کے دروازے پر بندھا رہا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان سے بیت المقدس میں آکر اُترے اور پھر اسی براق پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے۔[2]

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہو کر اسی سیڑھی پر سے آسمان پر تشریف لے گئے ہوں جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے، اس صورت میں تمام روایتیں متفق ہو جاتی ہیں اور نیز یہ صورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزید تکریم و تشریف کا موجب بھی ہے، واللہ اعلم۔

---

[1] البدایہ والنہایہ، ج:۳، ص:۱۱۰۔ [2] ابن کثیر البدایہ، ج:۳، ص:۱۱۰۔

Marfat.com

سیر ملکوت اور آسمانوں میں انبیا کرام علیہم السلام سے ملاقات

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان اوّل پر پہنچے، جبرائیل امین علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا، آسمانِ دنیا کے دربان نے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، فرشتے نے دریافت کیا کہ کیا ان کے بلانے کا پیام بھیجا گیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہاں، فرشتے نے یہ سن کر مرحبا کہا اور دروازہ کھول دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان میں داخل ہوئے اور ایک نہایت بزرگ آدمی کو دیکھا، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کیا، حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا اور کہا مَرۡحَبًا بِالۡاِبۡنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ مرحبا ہو فرزند صالح اور نبی صالح کو، اور آپ کے لئے دعاء خیر کی، اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ صورتیں حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب ہیں اور کچھ صورتیں بائیں جانب ہیں، جب دائیں جانب نظر ڈالتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ہنستے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے ہیں، حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے بتلایا کہ دائیں جانب ان کی نیک اولاد کی صورتیں ہیں، یہ اصحابِ یمین اور اہل جنت ہیں، ان کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور بائیں جانب اولادِ بد کی صورتیں ہیں، یہ اصحابِ شمال اور اہلِ نار ہیں، ان کو دیکھ کر روتے ہیں۔ [1]

اور مسند بزار میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب ایک دروازہ ہے جس میں سے نہایت عمدہ خوشبو آتی ہے، جب دائیں جانب دیکھتے ہیں تو مسرور ہوتے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو مغموم ہوتے ہیں۔ [2]

پھر دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے اور اسی طرح جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا، جو وہاں کا دربان تھا اُس نے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اس فرشتہ نے

[1] یہ تمام مضمون صحیحین بخاری و مسلم کی روایتوں میں ہے۔ [2] زرقانی، ج:۶، ص:۳۳۔

Marfat.com

کہا کیا بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں، فرشتہ نے کہا ''مَرْحَبًا وَلَنِعْمَ الْمَجِیْءُ'' مرحبا ہو، کیا اچھا آنا آئے۔

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا یہ یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کیا اور اُن دونوں حضرات نے سلام کا جواب دیا اور مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَبِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ کہا، یعنی مرحبا ہو برادر صالح کو اور نبی صالح کو۔

بعدازیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیسرے آسمان پر تشریف لے گئے اور جبرائیل امین علیہ السلام نے اسی طرح دروازہ کھلوایا، وہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور اسی طرح سلام وکلام ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال کا ایک بہت بڑا حصہ عطا کیا گیا ہے۔

پھر چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر چھٹے آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، اور یہ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت معمور سے پشت لگائے بیٹھے ہیں، بیت معمور قبلہ ملائک ہے جو ٹھیک خانہ کعبہ کے مقابلہ میں ہے، بالفرض وہ گرے تو خانہ کعبہ پر گرے، روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور پھر ان کی نوبت (باری) نہیں آتی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کے باپ ہیں، ان کو سلام کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا اور مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ کہا۔ [1]

سدرۃ المنتہیٰ

ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، بعدازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب فی المعراج۔

Marfat.com

بلند کیا گیا جو ساتویں آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے، زمین سے جو چیز اوپر جاتی ہے وہ سدرۃ المنتہٰی پر جا کر منتہٰی ہو جاتی ہے اور پھر اوپر اٹھائی جاتی ہے اور ملاء اعلیٰ سے جو چیز اُترتی ہے وہ سدرۃ المنتہٰی پر آ کر کھڑی ہو جاتی ہے، پھر نیچے اُترتی ہے، اس لئے اس کا نام سدرۃ المنتہٰی ہے۔ [1]

اسی مقام پر حضور ﷺ نے جبرائیل امین علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھا اور حق جل شانہٗ کی عجیب و غریب انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا اور بے شمار فرشتے اور سونے کے پتنگے اور پروانے دیکھے جو سدرۃ المنتہٰی کو گھیرے ہوئے تھے۔

مشاہدہ جنت و جہنم

جنت کیونکہ سدرۃ المنتہٰی کے قریب ہے جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے: عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى [2] اس لئے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

حضور ﷺ بیت معمور میں نماز پڑھنے کے بعد سدرۃ المنتہٰی کی طرف بلند کئے گئے اور سدرۃ المنتہٰی کے بعد جنت کی طرف بلند کئے گئے اور جنت کی سیر کے بعد آپ ﷺ پر جہنم پیش کی گئی یعنی آپ ﷺ کو دکھلائی گئی۔ [3]

صحیحین میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

میں سدرۃ المنتہٰی پر پہنچا، جہاں عجیب و غریب الوان اور رنگتیں دیکھیں، مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھیں، پھر میں جنت میں داخل کیا گیا تو اس کے گنبد موتیوں کے تھے اور مٹی اس کی مشک کی تھی۔ [4]

مقامِ صریف الاقلام

اس کے بعد آپ ﷺ کو عروج ہوا اور ایسے بلند مقام پر پہنچے کہ جہاں صریف الاقلام کو سنتے تھے، لکھنے کے وقت قلم کی جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو صریف الاقلام کہتے ہیں، اس مقام پر قضاء و قدر کے قلم مشغولِ کتابت

[1] زرقانی شرح مواہب، ج:۶، ص:۱۸۔ [2] النجم: ۱۴۔ [3] سیوطی خصائص کبریٰ: ج:۱، ص:۱۶۹: ۳۔ [4] ابن حجر فتح الباری، ج:۷، ص۱۶۹۔

Marfat.com

تھے، مَلَائِکَۃُ اللہِ اُمورِ الٰہیہ کی کتابت اور احکامِ الٰہی کو لوحِ محفوظ سے نقل کر رہے تھے۔ [۱]

نکات

۱۔ آسمان کے دروازے بند تھے، معلوم ہوا کہ وہاں کا نظام انتہائی محکم ہے، اجازت سے دروازے کھولے گئے، ملک الملوک کے حضور میں کسی کو مجال نہیں کہ بغیر اذن کے داخل ہو سکے۔

۲۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ ایشاع حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ تھیں اور حَنَّہ (اُمّ مریم) کی بہن تھیں، خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا کے لئے فیصلہ کیا۔

۳۔ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو اجساد کی شکل میں اٹھایا گیا، یا سب انبیا علیہم السلام کو بنفس نفیس حاضر کیا گیا، جیسا کہ فتح الباری میں ہے بُعِثَ آدَمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَمَنْ دُوْنَهٗ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ۔

۴۔ ایک اور میں ہے مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِیًّا قَطُّ اِلَّا بَعْثَهٗ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ حَتّٰی بَعَثَ اللّٰهُ نَبِیَّکُمْ حَسَنَ الْوَجْهِ وَحَسَنَ الصَّوْتِ۔ ''حُسْنُ الشَّیْءِ'' ہوتا ہے دیکھنے والوں کے اعتبار سے اور جمال فِیْ حَدِّ ذَاتِهٖ ہوتا ہے، ناظر، منظور کی صفائی اور رونق دیکھ کر کہتا ہے یہ حسین ہے، جمیل، جو متناسب الاعضا ہو، جس زاویہ سے دیکھو حسین نظر آئے۔ [۲]

اس سے علماء نے فرمایا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَجْمَلُ خَلْقِ اللہِ تھے اور یوسف علیہ السلام اَحْسَنُ النَّاسِ تھے، مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کَانَ اَحْسَنُ مِنْ یُوْسَفَ عَلَیْهِ السَّلَامُ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ چہرہ انور کا نور آئینے کی مثل دیوار پر پڑتا تھا۔ بعض محققین نے فرمایا حضور علیہ السلام کے کثیر جمال باھر کو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چھپایا ہوا تھا ورنہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چہرہ انور پر نگاہ نہ ڈال سکتے، نیز افادہ واستفادہ مشکل ہو جاتا مگر یوسف علیہ السلام کے حسن میں سے کوئی چیز مخفی نہ تھی۔

---

[۱] زرقانی شرح مواہب: ج ۶، ص ۸۸۔ [۲] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب القراءۃ فی الصلوٰۃ

Marfat.com

۵۔ ادریس علیہ السلام، نوح علیہ السلام کے جدِّ اعلیٰ تھے، ان کی اوّلیات میں سے ہے کپڑا کی سلائی کی، قلم کو تراش کر لکھا، وزن کرنے کے لئے باٹ ایجاد کئے۔

۶۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بڑی اُمت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تھی، اُن کے زمانے میں بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض تھیں۔ [۱]

تین عطیے

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت تین عطیے رحمت فرمائے:

۱۔ پانچ نمازیں۔

۲۔ خواتیم سورۂ بقرۃ، یعنی سورۂ بقرۃ کی آخری آیتوں کا مضمون عطا کیا گیا جن میں اس اُمت پر حق تعالیٰ شانہ کی کمالِ رحمت، لطف وعنایت، تخفیف، سہولت، عفو، مغفرت اور کافروں کے مقابلے میں فتح اور نصرت کا مضمون ہے، جس کی بصورتِ دعا اس اُمت کو تعلیم وتلقین کی گئی ہے، اشارہ اس طرف ہے کہ سورۂ بقرۃ کے اخیر میں جو دعائیں تم کو تلقین کی گئی ہیں وہ ہم سے مانگو، ہم تمہاری یہ دعائیں اور درخواستیں قبول کریں گے۔

وَ لَوْ لَمْ تُرِدْ نَيْلَ مَا نَرْجُوْوَنَطْلُبُهٗ *** مِنْ فَيْضِ جُوْدِكَ مَا عَلَّمْتَنَا الطَّلَبَا

''اگر تیرا ارادہ ہم کو اپنے دریائے کرم سے ہمارے مطلوب عطا نہ کرنے کا ہوتا تو ہم کو طلب اور استدعا کی تعلیم بھی نہ دیتا، یعنی درخواست کا مضمون ہی نہ بتاتا''۔

۳۔ تیسرا عطیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ عطا کیا گیا کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں اللہ جل جلالہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے کبائر سے درگزر فرمائے گا یعنی گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو کافروں کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہ ڈالے گا، کسی کو انبیاء کرام کی شفاعت سے معاف کرے گا اور کسی کو ملائکہ مکرمین کی شفاعت سے اور کسی کو اپنی خاص رحمت اور عنایت سے، جس کے

---

[۱] تفسیر ابن مردویہ۔

Marfat.com

قلب میں ذرہ بھی ایمان ہوگا وہ بھی جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اثناء کلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ فرمایا:

فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ: اِتَّخَذْتُكَ خَلِيلًا وَّ حَبِيبًا وَّاَرْسَلْتُكَ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّشَرَحْتُ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْتُ عَنْكَ وِزْرَكَ وَرَفَعْتُ لَكَ ذِكْرَكَ فَلَا اُذْكَرُ اِلَّا ذُكِرْتَ مَعِيَ وَجَعَلْتُ اُمَّتَكَ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَجَعَلْتُ اُمَّتَكَ وَسَطًا وَّجَعَلْتُ اُمَّتَكَ هُمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَجَعَلْتُ مِنْ اُمَّتِكَ اَقْوَامًا قُلُوْبُهُمْ اَنَاجِيْلُهُمْ وَجَعَلْتُكَ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ خَلْقًا وَّاٰخِرَهُمْ بَعْثًا وَّاَعْطَيْتُكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ لَمْ اُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ وَاَعْطَيْتُكَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ لَمْ اُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ وَاَعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ وَاَعْطَيْتُكَ ثَمَانِيَةَ اَسْهُمٍ الْاِسْلَامَ وَالْهِجْرَةَ وَالْجِهَادَ وَالصَّلَاةَ وَالصَّدَقَةَ وَصَوْمَ رَمَضَانَ وَالْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ. اَخْرَجَهُ ابْنُ جَرِيْرٍ فِيْ تَفْسِيْرِ سُوْرَةِ الْاِسْرَاءِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِطُوْلِهٖ۔

وَقَالَ السُّيُوْطِيُّ فِي الْاٰيَةِ الْكُبْرٰى فِيْ شَرْحِ قِصَّةِ الْاِسْرَاءِ اَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ وَغَيْرُهٗ وَرِجَالُهٗ مُوَثَّقُوْنَ اِلَّا اَنَّ اَبَا جَعْفَرَ الرَّازِيَ وَثَّقَهٗ بَعْضُهُمْ وَضَعَّفَهٗ بَعْضُهُمْ وَقَالَ اَبُوْزُرْعَةَ يُتَّهَمُ وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ كَثِيْرٍ الْاَظْهَرُ اَنَّهٗ سَيِّءُ الْحِفْظِ [1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے پروردگار نے کہا کہ میں نے تجھ کو اپنا خلیل اور حبیب بنایا اور تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور تیرا سینہ کھولا اور تیرا بوجھ اُتارا اور تیری آواز کو بلند کیا،

[1] خصائص کبریٰ، ج:۱،ص:۱۷۵، تفسیر ابن کثیر، ج:۲،ص:۳۴، شرح مواہب، ج:۱،ص:۱۰۳۔

Marfat.com

میری توحید کے ساتھ تیری رسالت اور عبدیت کا بھی ذکر کیا جاتا ہے اور تیری اُمت کو خیر الامم اور اُمت متوسطہ اور عادلہ اور معتدلہ بنایا، شرف اور فضیلت کے لحاظ سے اوّلین اور ظہور اور وجود کے حساب سے آخرین بنایا اور آپ ﷺ کی اُمت میں سے کچھ لوگ ایسے بنائے کہ جن کے دل اور سینہ ہی انجیل ہوں گے، یعنی اللہ جل جلالہ کا کلام ان کے سینوں میں اور دلوں پر لکھا ہوا ہوگا اور آپ ﷺ کے وجودِ نورانی اور روحانی کے اعتبار سے اوّل النبیین اور بعثت کے اعتبار سے آخر النبیین بنایا اور آپ ﷺ کو سورۃ فاتحہ اور خواتیم سورہ بقرہ عطا کئے جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے اور آپ ﷺ کو حوضِ کوثر عطا کی اور آٹھ چیزیں خاص طور پر آپ ﷺ کی اُمت کو دیں، اسلام اور مسلمان کا لقب اور ہجرت، جہاد، نماز، صدقہ، صوم رمضان، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور آپ ﷺ کو فاتح اور خاتم بنایا یعنی اول الانبیاء اور آخر الانبیاء بنایا۔

معراج سے واپسی کے حالات وواقعات

الغرض حق جلّ شانہ نے اس مقامِ قرب میں حضور ﷺ کو گونا گوں الطاف وعنایات سے نوازا اور طرح طرح کے بشارات سے مسرور کیا اور خاص خاص احکامات وہدایات دیئے، سب سے اہم حکم یہ تھا کہ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی اُمت کو پچاس نمازوں کا حکم ہوا، آنحضرت ﷺ یہ تمام احکام وہدایات لے کر بصد ہزار مسرت وابتہاج واپس ہوئے۔

واپسی میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے ملے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان احکام وہدایات اور فریضہ نماز وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں فرمایا، بعد ازاں موسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا، موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کیا حکم ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا دِن رات میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بنی

Marfat.com

اسرائیل کا خوب تجربہ کر چکا ہوں، آپ ﷺ کی اُمت ضعیف اور کمزور ہے، وہ اس فریضہ کو انجام نہیں دے سکے گی، اس لئے آپ ﷺ اپنے پروردگار کے پاس واپس جائیں اور اپنی اُمت کے لئے تخفیف کی درخواست کریں، حضور ﷺ واپس گئے اور حق تعالیٰ سے تخفیف کی درخواست کی، حق تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں، پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، انہوں نے پھر یہی بات کہی، آپ ﷺ پھر گئے اور تخفیف کی درخواست کی، مکرر سہ کرر تخفیف کے بعد جب پانچ نمازیں رہ گئیں اور پھر بھی موسیٰ علیہ السلام نے یہی مشورہ دیا کہ جائیے اور حق تعالیٰ سے تخفیف کی درخواست کیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے بار بار درخواست کی، اب میں حق تعالیٰ سے شرما گیا، آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب دے کر آگے روانہ ہوئے، غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ پانچ ہیں مگر پچاس کے برابر ہیں، یعنی ثواب میں پچاس ہیں اور میرے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، میرے علم میں اسی طرح متعین اور طے شدہ تھا۔

اصل فرض پانچ نمازیں ہیں اور پچاس سے پانچ تک یہ تدریج و ترتیب کسی مصلحت اور حکمت کی بنا پر اختیار کی گئی، جیسے طبیب کے معالجہ میں ترتیب و تدریج حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اور مریض اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس کو تغیر و تبدل سمجھتا ہے، واللہ اعلم۔

اس طرح سے آسمانوں سے واپسی ہوئی اور اوّلاً بیت المقدس میں آ کر اُترے اور وہاں سے براق پر سوار ہو کر صبح سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچے، صبح کے بعد آپ ﷺ نے یہ واقعہ قریش کے سامنے پیش کیا، سن کر حیران ہو گئے، کسی نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا اور کسی نے تالیاں بجائیں اور ازراہِ تعجب یہ کہنے لگے کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس جا کر واپس آ گئے، جو لوگ بیت المقدس دیکھے ہوئے تھے انہوں نے بطور امتحان بیت المقدس کی علامتیں دریافت کرنا شروع کر دیں، حق تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ ﷺ کی نظروں کے سامنے کر دیا، کفار نے سوالات شروع کئے، آپ ﷺ اس کو دیکھتے جاتے تھے اور ان کے سوالات کا جواب دیتے جاتے تھے۔ [1]

---

[1] از مولانا ادریس کاندھلویؒ۔

Marfat.com

نکات

۱۔ زمزم کے پانی کی اصل جنت سے ہے، دنیا کے تمام پانیوں پر اس کو فضیلت ہے، آپ علیہ السلام کا قلب زمزم سے دھویا گیا، اب یہ برکت قیامت تک زمزم میں رہے گی۔ قَلْبٌ سَدِيْدٌ فِيْهِ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ [1] یہی وہ برتن تھا جس میں انبیا علیہم السلام کے قلوب کو غسل دیا جاتا تھا۔

اشکال: حضور علیہ السلام نے خواب میں دیکھا دجال بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا حسین صورت میں، کیونکہ ان کا نزول ہوگا، اُن کا چکر کاٹنا احیاءِ دین کیلئے ہوگا، فساد کو ملیامیٹ کریں گے، دجال بھونڈی اور مکروہ شکل میں آئے گا، دین کو مٹانے کے لئے چکر کاٹے گا، فساد پھیلائے گا۔

۲۔ غالباً سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کا نزول دو مرتبہ ہوا ہے، ایک مرتبہ معراج میں بغیر واسطہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اور دوسری مرتبہ مدینہ میں بالواسطہ۔

لطائف و معارف اور اسرار و حکم

حق جل شانہ نے واقعہ اسراء کو لفظ سُبْحَانَ الَّذِیْ سے اس لئے شروع فرمایا کہ کوئی کوتاہ نظر اور تاریک خیال اس کو ناممکن اور محال نہ سمجھے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہر قسم کے ضعف اور عجز سے پاک اور منزہ ہے، ہماری ناقص عقلیں اگرچہ کسی شئے کو کتنا ہی مستبعد اور عجیب سمجھیں مگر اللہ جل جلالہ کی لامحدود قدرت اور مشیت کے سامنے کوئی مشکل نہیں۔

نیز اس طرف اشارہ ہے کہ یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں، بلکہ ایک عظیم الشان معجزہ اور کرامت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوا، حق جل شانہ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحالت بیداری اسی جسم اطہر کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرائی، تمام صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کا یہی عقیدہ ہے کہ حضور

[1] فتح الباری لابن حجر ۴۸۱ / ۱۳۔

Marfat.com

پرنور ﷺ کو اسی جسد مبارک کے ساتھ بحالت بیداری معراج ہوئی۔

دو عظیم نعمتیں، معراج اور شفاعت

نبی کریم ﷺ کو دوسرے انبیاء پر جو فضیلت ہے، اس میں دو باتیں خاص طور پر باعثِ فضیلت ہیں، دنیا میں معراج اور آخرت میں شفاعت، علماء فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو یہ دونوں فضیلتیں تواضع کی بدولت حاصل ہوئیں، نبی کریم ﷺ نے حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ تواضع کی تو دولتِ معراج پائی، اور مخلوق کے ساتھ تواضع کی، تو دولتِ شفاعت پائی۔

شانِ عبدیت

حق جل شانہٗ نے اس مقام پر حضور اقدس ﷺ کی شانِ عبدیت کو ذکر فرمایا، شانِ نبوت اور رسالت کو ذکر نہیں فرمایا، یعنی ''اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ'' فرمایا، اور ''اَسۡرٰی بِنَبِیِّہٖ'' نہیں فرمایا۔

اس لئے کہ یہ مقام سیر الی اللہ اور رب تعالیٰ کی طرف جانے کا تھا، اس لئے ''عبد'' کا لفظ استعمال فرمایا، رسول اور نبی کا لفظ استعمال نہیں فرمایا، نیز عبد کا لفظ اس لئے بھی اختیار فرمایا کہ کہیں ناقص العقل نصاریٰ کی طرح حضور پُرنور ﷺ کو معراج آسمانی کی وجہ سے الٰہ نہ خیال کر بیٹھیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد سے ناقل ہیں کہ میں نے ابو القاسم سلیمان انصاری کو یہ کہتے سنا کہ شبِ معراج میں حق تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت فرمایا کہ آپ کو کون سا لقب اور کون سی صفت سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صفت عبدیت، تیرا بندہ ہونا مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، اس لئے جب یہ سورت نازل ہوئی تو اسی پسند کردہ لقب کے ساتھ نازل ہوئی۔

رات کی تصریح کی وجہ؟

اسراء کے معنی اگرچہ رات ہی کو لے جانے کے ہیں، لیکن لَیۡلًا کی تصریح اس لئے کی گئی تا کہ نکرہ ہونے کی وجہ سے تبعیض اور تقلیل پر دلالت کرے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے رات کے بعض اور قلیل ہی حصہ

Marfat.com

میں زمین و آسمان کی سیر کروادی اور رات کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ رات عادۃً خلوت اور تنہائی کا وقت ہے، ایسے وقت میں بلانا مزید تقرب اور اختصاص خاص کی دلیل ہے۔

مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے جانے کی حکمت

مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے جانے میں شاید یہ حکمت ہو کہ مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ دونوں قبلوں کے انوار و برکات اور حضرات انبیاء بنی اسرائیل کے فضائل و کمالات حضور ﷺ میں جمع کر دیئے جائیں اور اس طرف بھی اشارہ ہو جائے کہ اب عنقریب ہی بنی اسرائیل کا قبلہ بنی اسماعیل کے قبضہ میں دے دیا جائے گا اور اُمتِ محمدیہ دونوں قبلوں یعنی کعبۃ اللہ اور مسجدِ اقصیٰ کے انوار و برکات کی حامل ہوگی اور حضرات انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مکرمین کا حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنا حضور ﷺ کی سیادت اور امامت انبیاء کا حسی نمونہ دکھلانے کے لئے تھا تاکہ مقربین بارگاہِ الٰہی اپنی آنکھوں سے آپ کی سیادت اور امامت کا مشاہدہ کرلیں۔

مسجدِ اقصیٰ میں پڑھائی جانے والی نماز نفل تھی یا فرض؟

ظاہر یہ ہے کہ حضور ﷺ نے مسجدِ اقصیٰ میں جو نماز پڑھائی وہ نفل تھی، بعض کہتے ہیں کہ فرض نماز تھی جو معراج سے پہلے آپ پر فرض تھی، واللہ اعلم۔ [1]

صحیح یہی ہے کہ وہ نماز نفل تھی، اس لئے کہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ کا یہ سفر نماز عشا اور نمازِ فجر کے درمیان میں تھا، آپ ﷺ عشا کی نماز پڑھ کر بستر استراحت پر لیٹ چکے تھے، تب جبرائیل علیہ السلام براق لے کر آئے اور نمازِ فجر سے پہلے مکہ مکرمہ آسمانوں سے واپس آگئے اور صبح کی نماز مکہ میں ادا فرمائی۔ [2]

آسمانوں میں انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کی حکمت؟

آسمانوں میں انہی چند حضرات انبیا کرام علیہم السلام کو آنحضرت ﷺ کی ملاقات کے لئے خاص کرنے میں ان خاص حالات کی طرف اشارہ تھا جو حضور ﷺ کو بعد میں وقتاً فوقتاً پیش آئے، جیسا کہ علماءِ تعبیر کا قول ہے کہ جس

---

[1] زرقانی شرح مواہب، ج:۶، ص:۵۴۔ [2] فتح الباری، باب المعراج، ج:۷، ص:۱۵۱۔

Marfat.com

نبی کو خواب میں دیکھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جیسے حالات اس کو پیش آئیں گے۔

پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی، چونکہ حضرت آدم علیہ السلام اوّل الانبیاء ہیں اور اوّل الآباء ہیں، اس لئے سب سے پہلے ان سے ملاقات کرائی گئی اور اس ملاقات میں ہجرت کی طرف اشارہ تھا کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے ایک دشمن کی وجہ سے آسمان اور جنت سے زمین کی طرف ہجرت فرمائی، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائیں گے اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرح آپ کو وطن مالوف کی مفارقت طبعاً شاق ہوگی۔

دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی، حدیث میں ہے:

اَنَا اَقْرَبُ النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ [1]

میں تمام انبیاء میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب ہوں، میرے اور ان کے درمیان میں کوئی نبی نہیں۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اخیر زمانہ میں دجال کے لئے آسمان سے اُتریں گے اور اُمتِ محمدیہ میں ایک مجدد ہونے کی حیثیت سے شریعتِ محمدیہ کو جاری فرمائیں گے اور قیامت کے دِن حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام اوّلین و آخرین کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے، شفاعتِ کبریٰ کی درخواست کریں گے، ان وجوہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرائی گئی، اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی معیت کی وجہ محض قرابت نسبی ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام دونوں خالہ زاد بھائی ہیں، اس ملاقات میں یہود کی تکالیف اور ایذا رسانیوں کی طرف اشارہ تھا کہ یہود آپ کے درپے آزار ہوں گے اور آپ کے قتل کے لئے طرح طرح کے مکر اور حیلے کریں گے مگر جس طرح اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے شر سے محفوظ رکھا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات فرمائی، اس ملاقات میں اشارہ اس طرف تھا کہ

---

[1] الصحیح البخاری، کتاب الانبیاء، ج:۱،ص:۴۸۹۔

Marfat.com

یوسف علیہ السلام کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے بھائیوں سے تکلیف اُٹھائیں گے اور آپ غالب آئیں گے اور ان سے درگزر فرمائیں گے، چنانچہ فتح مکہ کے دِن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو اسی خطاب سے مخاطب کیا جس سے یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو خطاب کیا تھا، چنانچہ فرمایا:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اِذْھَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ اَیِ الْعُتَقَاءُ [1]

آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ جل جلالہ تم کو معاف کرے، وہ ارحم الراحمین ہے اور جاؤ تم سب آزاد ہو۔

نیز اُمتِ محمدیہ جب جنت میں داخل ہوگی تو یوسف علیہ السلام کی صورت پر ہوگی۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ سلاطین کو دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ فرمائیں گے، کیوں کہ خط اور کتاب کے اوّل موجد حضرت ادریس علیہ السلام ہیں، نیز حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا [2] آیا ہے، ان کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ رفعت ومنزلت اور علوِ مرتبت عطا فرمائے گا، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہِ روم کے نام والا نامہ تحریر فرمایا تو شاہِ روم مرعوب ہوگیا، جیسا کہ صحیح بخاری میں ابوسفیان کا قول ہے لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِیْ کَبْشَۃَ، اِنَّہٗ یَخَافُہٗ مَلِکُ بَنِی الْاَصْفَرِ۔ [3]

حضرت ہارون علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح سامری اور گوسالہ پرستوں نے ہارون علیہ السلام کے ارشادِ سراپا شاد پر عمل نہ کیا، جس کا انجام یہ ہوا کہ اس ارتداد کی سزا میں قتل کئے گئے، اس طرح جنگِ بدر میں قریش کے ستر سردار مارے گئے اور ستر قید کئے گئے اور عرنیین کو مرتد ہوجانے کی وجہ سے قتل کیا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام ملک شام میں جہاد وقتال کیلئے گئے اور اللہ جل جلالہ نے آپ کو فتح دی، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ملکِ شام میں جہاد وقتال کے لئے داخل

[1] فتح الباری، ج:۷، ص:۱۶۳۔ [2] مریم:۵۷۔ [3] الصحیح البخاری، ج:۱، ص:۵۔

Marfat.com

ہوں گے، چنانچہ آپ ﷺ شام میں غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے اور دومۃ الجندل کے رئیس نے جزیہ دے کر صلح کرنے کی درخواست کی، آپ ﷺ نے اس کی صلح کی درخواست منظور فرمائی، اور جس طرح ملکِ شام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام کے ہاتھ پر فتح ہوا، اس طرح حضور پرنور ﷺ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر پورا ملکِ شام فتح ہوا اور اسلام کے زیرنگین آیا۔

ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے پشت لگائے بیٹھے ہیں، بیت معمور ساتویں آسمان میں ایک مسجد ہے جو خانہ کعبہ کے محاذات میں واقع ہے، ستر ہزار فرشتے روزانہ اس کا طواف کرتے ہیں، چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ بانی کعبہ ہیں اس لئے ان کو یہ مقام عطا ہوا۔ اس آخری ملاقات میں حجۃ الوداع کی طرف اشارہ تھا کہ حضور پرنور ﷺ وفات سے پیشتر حج بیت اللہ فرمائیں گے اور علماء تعبیر کے نزدیک خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت حج کی بشارت ہے۔ [1]

ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہاں تک سات معراجیں ہوئیں، آٹھویں معراج سدرۃ المنتہیٰ تک ہوئی، اس میں فتح مکہ کی طرف اشارہ تھا جو ۸ ہجری میں فتح ہوا، اور نویں معراج سدرۃ المنتہیٰ سے مقام صریف الاقلام تک ہوئی، اس معراج میں غزوہ تبوک کی طرف اشارہ ہوا، جو ۹ ہجری میں پیش آیا، اور دسویں معراج رفرف اور مقامِ قرب اور دُنُو تک ہوئی، جہاں دیدارِ خداوندی ہوا اور کلام ربانی سنا، اس دسویں معراج میں چونکہ لقاء خداوندی حاصل ہوا، اس لئے اس میں اشارہ اس طرف تھا کہ ہجرت کے دسویں سال حضور ﷺ کا وصال ہوگا اور اس سال خداوند ذوالجلال کا لقاء ہوگا اور دارِ دنیا کو چھوڑ کر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملیں گے۔

---

[1] فتح الباری، ج:۷، ص:۱۶۲، روض الانف، ج:۱، ص:۲۵۰۔

Marfat.com

انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات اُنکی ارواحِ مبارکہ کے ساتھ ہوئی یا اجسامِ عنصریہ کے ساتھ؟

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضراتِ انبیا کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کو حرام کیا ہے، زمین ان کے جسموں کو کھا نہیں سکتی، اسلئے حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کا اصل مستقر تو ان کے قبور ہیں اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انبیاء کرام علیہم السلام کو بیت المقدس اور آسمانوں میں دیکھنا، اس سے یا تو انکے ارواح مبارکہ کو دیکھنا مراد ہے یا مع اجسام عنصریہ کے دیکھنا مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز واکرام کیلئے انبیا کرام کو مع اجسام عنصریہ کے مسجدِ اقصیٰ اور آسمانوں میں مدعو کیا گیا، وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ ۔ [1]

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اجسام اصلیہ تو قبور میں رہے اور اللہ جل جلالہ نے ان کی ارواح کو اجسام مثالیہ کے ساتھ متمثل کر کے آپ کی ملاقات کے لئے جمع کیا، البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر جسدِ اصلی کے ساتھ دیکھا، کیونکہ وہ اسی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔

معارفِ معراج

(شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجدِ اقصیٰ تک پھر سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، سیر کرائی گئی، یہ سب کچھ جسم کے ساتھ بیداری میں تھا، لیکن یہ ایک مقام ہے جو مثال اور شہادت کے درمیان برزخ ہے، ہر دو عالم مذکورہ کے احکام کا جامع ہوتا ہے، پس جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح اور معانی نے ''جسم'' قبول کر کے ''تمثل'' اختیار کیا، اسی لئے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک حقیقت ہے۔

۲۔ صدر کا چاک کرنا، ''اسے ایمان سے بھر دیا جانا''، اس کی حقیقت ہے، انوارِ ملکیہ کا غلبہ ہو جانا اور شعلہ طبیعت کا بجھ جانا اور جو کچھ خطیرۃ القدس سے طبیعت کو فیضان ہونا ہے اس کے لئے مطیع بن جانا۔

---

[1] ابراہیم: ۲۰۔

Marfat.com

۳۔ براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ نسمیہ پر جو کمالِ حیوانی ہے غالب آجائے، پس حضور ﷺ براق پر ایسی خوبی سے سوار ہوئے جیسا کہ حضور ﷺ کے نفسِ انسانی کے احکام قوتِ بہیمیہ پر غالب اور مسلّط تھے۔

۴۔ مسجدِ اقصیٰ تک سیر اس لئے ہے کہ وہ شعائرِ الٰہیہ کے ظہور کا محل ہے، ملاءِ اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق ہیں اور وہ انبیا علیہم السلام کی نگاہوں کی نظرگاہ ہے گویا وہ ملکوت کی جانب ایک روشن دان ہے۔

۵۔ انبیا علیہم السلام کے ساتھ ملاقات اور مفاخرت کی حقیقت یہ ہے کہ حظیرۃ القدس سے ان کو اجتماعی ربط وضبط حاصل ہے اور پھر ان اجتماعی اُمور کی خصوصیات کا نہایت کاملیت اور خصوصیت کے ساتھ نبی ﷺ سے ظہور ہوا ہے۔

۶۔ آسمانوں پر یکے بعد دیگرے چڑھنے کی حقیقت درجہ بدرجہ تعلقاتِ طبعی سے نکل کر مستویٔ رحمن کی طرف جانا ہے۔

۷۔ سدرۃ المنتہٰی درخت عالم ہے کہ ایک وجود دوسرے وجود پر مترتب اور پھر سب کے سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں جیسا کہ درخت کا بھی غذا اور بڑھنے میں یہی حال ہے۔

۸۔ رہے وہ انوار جنہوں نے اسے ڈھانپ لیا تھا، یہ وہ تدلیاتِ رحمانی اور تدبیراتِ الٰہیہ ہیں جو عالمِ ظہور میں جلوہ گستر اور نور بیز ہیں، جہاں تک اس عالم میں ان کی استعداد پائی جاتی ہے۔

۹۔ بیت المعمور کی حقیقت وہ الٰہی تجلی ہے جس کی طرف بندگانِ خدا کی دعاؤں اور سجدوں کا رُخ ہوتا ہے اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے محاذ ہیں، جیسا کہ لوگوں کا ان ہر دو کی بابت اعتقاد ہے، ایک گھر کا تمثل لئے ہوئے ہے۔

۱۰۔ شبِ معراج نبی ﷺ کے سامنے ایک برتن دودھ کا، ایک برتن شراب کا پیش کیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا، اگر شراب کا برتن آپ ﷺ لے لیتے تو آپ ﷺ کی اُمت

Marfat.com

بھٹک جاتی۔ دیکھو! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کو فطرت پر جمع کرنے والے تھے اور دودھ سے مراد یہی ہے کہ اُمت فطرت کو پسند کرے اور خمر سے یہ مراد تھی کہ لذاتِ دُنیا کو پسند کرے۔

۱۱۔ پانچ نمازوں کا تقرر بھی زبان تجویزی سے ہوا، یہ پانچ، ثواب میں پچاس کے برابر ہیں، گویا رب کریم نے آہستہ آہستہ یہ سمجھایا ہے کہ ثواب تو (۵۰ کے برابر کا) کامل ہے، ہرج، مَرج اُٹھا دیا گیا ہے، یہ مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرت سے متمثل کیا گیا ہے کیونکہ جناب ممدوح (موسیٰ علیہ السلام) اُمت کی اصلاح و درستی اور اصولِ سیاست اُمت کی شناخت میں اکثر انبیا سے بڑھے ہوئے ہیں۔

رؤیت باری تعالیٰ بصری تھی یا قلبی؟

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شبِ معراج میں دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے یا نہیں، اور اگر رؤیت ہوئی تو وہ رؤیت بصری تھی یا رویت قلبی یعنی سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے دیکھا، یاد رہے کہ دل کی آنکھوں سے ''دیکھنا'' اور ہے اور ''جاننا'' اور ہے۔ جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی مذہب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار کو سر کی آنکھوں سے دیکھا اور محققین کے نزدیک یہی قول راجح اور حق ہے، اس لئے کہ احادیث میں تصریح ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب دریافت کیا گیا کہ کیا آپ نے پروردگار کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میں نے شبِ معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا۔

اَخْرَجَ اَحْمَدُ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَاَيْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ - [1]

''مسند امام احمد میں سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ کو دیکھا۔

[1] الخصائص الکبریٰ، ج:۱، ص:۱۶۱۔

Marfat.com

وَاَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ فِي السُّنَّةِ وَالْحَكِيْمُ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ النُّوْرَ الْاَعْظَمَ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيَّ مَا شَاءَ

خصائص کبریٰ، طبرانی اور حکیم ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نورِ اعظم یعنی نورِ الٰہی کو دیکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی جو چاہی یعنی مجھ سے بلا واسطہ کلام فرمایا''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک مرفوع روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شبِ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رویت بصری اور رویت قلبی دونوں حاصل ہوئیں، حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے نورِ بصر کو نورِ بصیرت میں ایسا مدغم فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رویتِ بصری اور رویتِ قلبی میں کوئی فرق نہ رہا۔

حافظ تورپشتی ''اَلْمُعْتَمِدُ فِي الْمُعْتَقِدِ'' میں لکھتے ہیں:

رؤیت قلبی یعنی دل کے دیکھنے سے محض علم اور معرفت مراد نہیں، اس لئے کہ یہ بات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے سے حاصل تھی، بلکہ مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں اس قسم کی رویت فرمائی کہ جس طرح کی رویت چشم سر کو حاصل ہے یا یہ مراد ہے کہ آنکھ دل کی معاونت سے اور دل چشم کی مرافقت اور مقارنت سے دولتِ دیدار سے مشرف ہوا، بوقت دیدار دل، آنکھ کے ساتھ تھا اور آنکھ، دل کے ساتھ تھی، ایک دوسرے سے جدا نہ تھی۔ [1]

کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج میں اللہ جل جلالہ کو دیکھا؟

(سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

معراج کے مشاہدات شئون وصفات کی جلوہ انگیزی اور آیات اللہ کی نیرنگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھی، لیکن کیا ذات الٰہی بھی حجلہ حجاب سے باہر آ کر منصۂ حقیقت پر رونما ہوئی؟ یعنی دیدارِ الٰہی سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرف

[1] المعتمد فی المعتقد، ج:٦، ص:١٢٤۔

Marfat.com

ہوئے، بعض روایتوں میں اس کا جواب اثبات میں ملتا ہے، صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شریک بن عبداللہ نے معراج کی روایت کی ہے، اس کے آخر میں ہے:

حَتّٰی جَآءَ سِدْرَۃَ الْمُنْتَھٰی وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّۃِ فَتَدَلّٰی حَتّٰی کَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو عزت والا جبار (اللہ) یہاں تک قریب ہوا اور جھک آیا کہ اس کے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔ [۱]

محدثین نے شریک کی اس روایت کے اس حصہ پر سخت اعتراضات کئے ہیں اور سب سے پہلے امام مسلم نے اس کی نسبت بے احتیاطی کا الزام قائم کیا ہے، صحیح مسلم باب المعراج میں شریک کی اس سند کو اور کسی قدر متن کو لکھ کر ناتمام چھوڑ دیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے فَقَدَّمَ فِیْهِ وَاَخَّرَ وَزَادَ وَنَقَصَ شریک نے اس روایت میں واقعات کو آگے پیچھے کر دیا اور گھٹا بڑھا دیا ہے، امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں کوئی حدیث ایسی نہیں جو بظاہر اس قدر قابل اعتراض ہو جس قدر یہ حدیث ہے، اس کے بعد اس حدیث کی تاویل بیان کر کے لکھا ہے:

فَاِنَّهٗ کَثِیْرُ التَّفَرُّدِ بِمَنَاکِیْرِ الْاَلْفَاظِ الَّتِیْ لَایُتَابِعُهٗ عَلَیْهَا سَائِرُ الرُّوَاۃِ
یعنی شریک ایسے منکر الفاظ خود تنہا بکثرت روایت کرتے ہیں جن کی تائید ان کے دیگر ہم درس راوی نہیں کرتے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج کو اور بہت سے لوگوں نے نقل کیا ہے مگر شریک کے سوا کسی اور نے ان الفاظ کی روایت نہیں کی ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے اور یہی حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تحقیق ہے۔ [۲]

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے متعلق قریب قریب یہی رائے ظاہر کی ہے۔ [۳]

بعض علمائے رجال نے بھی شریک کی نسبت اچھی آراء ظاہر نہیں کیں، نسائی اور ابن جارود کا قول ہے کہ وہ قوی نہیں، یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے حدیث نہ بیان کی جائے، البتہ ابن سعد اور ابوداؤد

---

[۱] بخاری کتاب التوحید۔ [۲] تفسیر ابن کثیر، سورۂ بنی اسرائیل۔ [۳] فتح الباری ج ۳ ص ۴۰۳۔

Marfat.com

نے ان کے وثوق کی شہادت دی ہے، اس لئے محدثین کا فیصلہ ان کے حق میں یہ ہے کہ جب تک وہ تنہا کسی بات کو بیان کریں تو ان کی وہ بات شاذ اور منکر قرار دی جائے گی، چنانچہ اس روایت میں یہ فقرہ بھی اسی قسم کا ہے۔

رؤیت باری تعالیٰ سے متعلق تفصیلی بحث

(حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۴ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۵ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی ۶ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۷ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۸ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۹ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ۱۰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۱۱ [1]

یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا، اس کو سکھلایا ہے سخت قوتوں والے نے، پیدائشی زور آور نے، پھر سیدھا بیٹھا، اور وہ تھا اونچے کنارہ پر آسمان کے، پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا، پھر رہ گیا فرق دو کمان کے برابر یا اس سے بھی نزدیک، پھر حکم بھیجا اللہ جل جلالہ نے اپنے بندہ پر جو بھیجا، جھوٹ نہیں کہا رسول کے دِل نے جو دیکھا۔

آیات نجم کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کا اختلاف

ان آیات کے بارے میں ائمہ تفسیر سے دو تفسیریں منقول ہیں، ایک کا حاصل یہ ہے کہ ان سب آیات کو واقعہ معراج کا بیان قرار دے کر حق تعالیٰ سے تعلیم بلا واسطہ اور رویت و قرب حق تعالیٰ کے ذکر پر محمول فرمایا اور شَدِیْدُ الْقُوٰی، ذُوْ مِرَّةٍ، فَاسْتَوٰی اور دَنٰی فَتَدَلّٰی سب کو حق تعالیٰ کی صفات و افعال قرار دیا اور آگے جو رویت و مشاہدہ کا ذکر ہے اس سے بھی حق تعالیٰ کی رویت و زیارت مراد لی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر منقول ہے۔ تفسیر مظہری میں اسی کو اختیار کیا ہے اور بہت سے حضرات صحابہ و تابعین اور ائمہ تفسیر نے ان آیات کو جبرائیل علیہ السلام کے ان کی اصل صورت میں دیکھنے کا بیان قرار دیا ہے اور شَدِیْدُ الْقُوٰی وغیرہ جبرائیل امین علیہ السلام کی صفات بتلائی ہیں۔

---

[1] النجم: ۴ تا ۱۱۔

Marfat.com

صحیح مسلم میں بھی یہ روایت تقریباً انہی الفاظ سے منقول ہے اور فتح الباری کتاب التفسیر میں حافظ نے ابن مردویہ سے یہی روایت اسی سند کے ساتھ نقل کی ہے، جس میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ یہ ہیں:

اَنَا اَوَّلُ مَنْ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ھٰذَا فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ھَلْ رَاَیْتَ رَبَّکَ؟ فَقَالَ لَا اِنَّمَا رَاَیْتُ جِبْرَئِیْلَ مُنْھَبِطًا [1]

یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس آیت کے متعلق سب سے پہلے میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا! کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے جبرائیل علیہ السلام کو اُترتے ہوئے دیکھا ہے۔

صحیح بخاری میں شیبانی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت زرّ سے اس آیت کا مطلب پوچھا (فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی) انہوں نے جواب دیا کہ ہم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل امین علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے اور ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے آیت (مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی) کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل امین علیہ السلام کو دیکھا اس حالت میں کہ وہ رفرف کے لباس میں تھے، اور زمین و آسمان کی درمیانی فضا کو ان کے وجود نے بھر رکھا تھا۔

خلاصہ یہ کہ سورۂ نجم کی ابتدائی آیات میں حق تعالیٰ کی رؤیت کا ذکر نہیں ہے بلکہ رُویت جبرائیل علیہ السلام مذکور ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں اور حافظ نے فتح الباری میں بھی یہی تفسیر اختیار فرمائی ہے۔

ذُوْ مِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی مرّہ کے معنی قوت کے ہیں، یہ بھی جبرائیل امین کی دوسری صفت قوت وطاقت کی زیادتی بیان کرنے کیلئے ہے تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ وحی لانے والے فرشتے کے کام میں کوئی شیطان دخیل ہوسکتا ہے، کیونکہ جبرائیل امین اتنے قوی ہیں کہ شیطان اُن کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتا اور فَاسْتَوٰی کے معنی "برابر ہوگئے" مراد یہ ہے کہ اوّل جب جبرائیل امین علیہ السلام کو دیکھا تو وہ آسمان سے اُتر

---

[1] فتح الباری: ج ۸، ص ۴۹۳۔

Marfat.com

رہے تھے، اُترنے کے بعد اُفق بلند پر مستوی ہو کر بیٹھ گئے، اُفق کے ساتھ اعلیٰ کی قید میں یہ حکمت ہے کہ افق کا وہ حصہ جو زمین کے ساتھ ملا ہوا نظر آتا ہے وہ عموماً نظروں سے مخفی رہتا ہے، اس لئے افق بلند پر جبرائیل امین علیہ السلام کو دکھلایا گیا۔

ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی دَنٰی کے معنی ''قریب ہو گیا'' اور تَدَلّٰی کے لفظی معنی ''لٹک گیا''، مراد جھک کر قریب ہو جانا ہے۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی. قَابَ، کمان کی لکڑی جہاں دستہ پکڑنے کا ہوتا ہے اور اس کے مقابل کمان کی ڈور (تانت) ہوتی ہے، ان دونوں کے درمیانی فاصلہ کو قَابَ کہا جاتا ہے، جس کا اندازہ تقریباً ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے، قَابَ قَوْسَیْنِ یعنی دو کمانوں کی قاب فرمانے کی وجہ عرب کی ایک خاص عادت ہے کہ دو آدمی اگر آپس میں معاہدہ صلح اور دوستی کا کرنا چاہتے تو جیسی اس کی ایک علامت ہاتھ پر ہاتھ مارنے کی معروف و مشہور ہے، اسی طرح دوسری علامت جس سے دوستی کا مظاہرہ کیا جاتا تھا، یہ تھی کہ دونوں شخص اپنی اپنی کمانوں کی لکڑی تو اپنی طرف کر لیتے اور کمان کی ڈور دوسرے کی طرف، اس طرح جب دونوں کمانوں کی ڈوریں آپس میں مل جاتیں تو باہمی قرب و مودّت کا اعلان سمجھا جاتا تھا، اس قرب کے وقت ان دونوں شخصوں کے درمیان دونوں قوسوں کے قاب کا فاصلہ رہتا تھا، یعنی تقریباً دو ہاتھ (یا ایک گز) اس کے بعد اَوْ اَدْنٰی کہہ کر یہ بھی بتلا دیا کہ یہ قرب و اتصال عام رسمی اتصال کی طرح نہیں تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ تھا۔

آیاتِ مذکورہ میں جبرائیل امین کا بغایت قریب ہو جانا اس لئے بیان فرمایا گیا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ جو وحی انہوں نے پہنچائی ہے اس کے سننے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور یہ کہ اس قرب و اتصال کی وجہ سے یہ بھی احتمال نہیں رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرائیل امین علیہ السلام کو نہ پہچانیں اور کوئی شیطان مداخلت کر سکے۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی. اَوْحٰی کی ضمیر فاعل حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور عَبْدِہٖ کی ضمیر بھی، معنی یہ ہیں کہ جبرائیل امین کو معلم کی حیثیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالکل قریب بھیج کر حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی نازل فرمائی۔

Marfat.com

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى، فُؤَادُ کے معنی قلب، اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ آنکھ سے جو کچھ دیکھا ہے، قلب نے بھی اس کے ادراک میں کوئی غلطی نہیں کی۔ بعض کے نزدیک خود حق تعالیٰ کو دیکھنا مراد ہے (وھو قول ابن عباس رضی اللہ عنہما) اور بعض کے نزدیک جبرائیل امین کو ان کی اصلی صورت میں دیکھنا مراد ہے۔

جنت و دوزخ کا موجودہ مقام

اس آیت نے یہ بھی بتلادیا کہ جنت اس وقت بھی موجود ہے، جیسا کہ جمہور اُمت کا عقیدہ یہی ہے کہ جنت و دوزخ قیامت کے بعد پیدا نہیں کی جائیں گی، یہ دونوں مقام اس وقت بھی موجود ہیں، اس آیت نے جنت کا محل وقوع بھی بتلادیا کہ وہ ساتویں آسمان کے اوپر، عرشِ رحمن کے نیچے ہے، گویا ساتواں آسمان جنت کی زمین اور عرشِ رحمن اس کی چھت ہے، دوزخ کا محلِ وقوع کسی آیتِ قرآنی یا روایت حدیث میں صراحۃً نہیں بتلایا، سورۂ طور کی آیت وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ سے بعض مفسرین نے یہ مفہوم نکالا ہے کہ دوزخ سمندر کے نیچے زمین کے قعر میں ہے، جس پر اس وقت کوئی بھاری اور سخت غلاف چڑھا ہوا ہے، جو قیامت میں پھٹ جائے گا، اور اس کی آگ پھیل کر پورے سمندر کو آگ میں تبدیل کردے گی۔

زمانہ حال میں یورپ کے بہت سے ماہرین نے جو زمین کو برما کر کے ایک طرف سے دوسری طرف جانے کا راستہ بنانے کی کوشش سالہا سال جاری رکھی اور بڑی سے بڑی مشینیں اس کام کے لئے ایجاد کیں، مختلف جماعتوں نے اس پر محنت خرچ کی، سب سے زیادہ جو جماعت کامیاب ہوئی وہ مشینوں کے ذریعہ زمین کی گہرائی میں چھ میل تک پہنچ سکی، مگر چھ میل کے بعد سخت پتھر نے ان کو عاجز کردیا، تو پھر دوسری جگہ سے کھدائی شروع کی، مگر وہی چھ میل کے بعد سخت پتھر سے سابقہ پڑا، متعدد جگہوں میں اس کا تجربہ کرنے کے بعد ان کی تحقیق یہ قرار پائی کہ چھ میل کی گہرائی کے بعد کوئی غلاف حجری پوری زمین پر چڑھا ہوا ہے جس میں کوئی مشین کام نہیں کرسکتی، زمین کا قطر جو ہزاروں میل کا ہے، اس میں سے سائنس کے اس عروج کے زمانہ میں سائنس کی رسائی صرف چھ میل تک ہوسکی، آگے غلافِ حجری کا اقرار کر کے اپنی کوشش چھوڑنا پڑی، اس واقعہ سے بھی اس

Marfat.com

کی تائید ہوتی ہے کہ زمین پوری کسی غلافِ حجری سے بند کی ہوئی ہے، اگر کسی روایتِ صحیحہ سے جہنم کا محل وقوع اس غلاف کے اندر ہونا ثابت ہو جائے تو کچھ بعید نہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی، زَاغَ، زَیْغٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ٹیڑھا یا بے راہ ہو جانا اور طغٰی طُغْیَان سے مشتق ہے، جس کے معنی حد سے تجاوز کر جانے کے ہیں، مراد ان دونوں لفظوں سے یہ بیان کرنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا اس میں نظر نے کوئی خطا یا غلطی نہیں کی۔

جن حضرات نے آیاتِ سابقہ کی تفسیر رویتِ جبرائیل علیہ السلام سے کی ہے، وہ اس آیت کا بھی یہی مفہوم قرار دیتے ہیں کہ جبرائیل امین علیہ السلام کے دیکھنے میں آنکھ نے کوئی غلطی نہیں کی، اس کے بیان کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ جبرائیل علیہ السلام واسطہ وحی ہیں، اگر آپ ﷺ ان کو اچھی طرح نہ دیکھیں اور نہ پہچانیں تو وحی شبہ سے خالی نہیں رہتی۔

اور جن حضرات نے آیاتِ سابقہ کی تفسیر رویت حق سبحانہ سے کی ہے وہ یہاں بھی یہی فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ کے دیدار میں آنحضرت ﷺ کی آنکھوں نے کوئی غلطی نہیں کی، بلکہ صحیح صحیح دیکھا، البتہ اس آیت نے اس بات کو اور مزید واضح کر دیا کہ یہ رُویت بچشمِ سر ہوئی ہے، صرف دِل کی رویت نہیں تھی۔

آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں ایک اور تحقیق مفید

نمونہ اسلافِ محدّثین حضرت استاذ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری قدس اللہ سرّہ جو بلاشبہ اس زمانہ میں آیۃ من آیات اللہ اور حجۃ اللہ فی الارض تھے، ان کے علوم بلاشبہ حافظ ابن حجرؒ اور ذہبیؒ جیسے ائمہ حدیث کے علوم کا نمونہ تھے اور مشکلات القرآن پر آپ کی ایک مستقل تصنیف نہایت دقیق علوم و معارف کا خزانہ ہے۔ سورۂ نجم کی آیات میں چونکہ صحابہ وتابعین سے لے کر ائمہ مجتہدین اور محدثین ومفسرین کے مختلف اقوال اور ان میں علمی اشکالات معروف و مشہور ہیں، مشکلات القرآن میں آپ نے ان آیات کی تفسیر اس طرح فرمائی کہ بیشتر روایات میں تطبیق ہو جائے۔

Marfat.com

پھر احقر کے دوسرے استاذ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب صحیح مسلم کی شرح ''فتح الملہم'' تحریر فرمائی اور اسراء و معراج کے بیان میں سورۂ نجم کی ان آیات کا حوالہ آیا تو مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر ان آیات کی تفسیر خود حضرت انور الاساتذہ قدس سرہ کے قلم سے لکھوا کر اس کو اپنی کتاب فتح الملہم کا جز بنایا اور اپنے فوائد القرآن میں بھی اسی کو اختیار فرمایا، اس طرح یہ تحقیق دو بزرگ اساتذہ کی متفقہ تحقیق ہوگئی۔ اس کے دیکھنے سے پہلے چند باتیں پیش نظر رہنا چاہیے جو تقریباً سب علما و ائمہ کے نزدیک مسلّم ہیں۔

اوّل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل امین علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے اور ان دونوں مرتبہ دیکھنے کا ذکر سورۂ نجم کی آیات مذکورہ میں موجود ہے۔ دوسری مرتبہ کس جگہ کس زمانہ میں دیکھا، اس کو تو انہی آیات میں متعین کر کے بتلا دیا ہے کہ یہ رویت ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہوئی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ساتویں آسمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لے جانا، صرف لیلۃ المعراج میں ہوا ہے، اس سے اس رویت کی جگہ بھی معلوم ہوگئی ہے، مگر صحیح بخاری، باب بدء الوحی میں حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث ذیل سے یہ دونوں چیزیں متعین ہو جاتی ہیں:

قَالَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُونِي فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ إِلَى قَوْلِهِ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی میں فَتْرَۃ یعنی وقفہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ (ایک روز) جبکہ میں چل رہا تھا اچانک آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی، میں نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ وہی فرشتہ جو حرا میں میرے پاس آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان (معلق) ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، میں اس سے مرعوب ہو کر گھر لوٹ آیا اور کہا کہ مجھے ڈھانپ دو، اس وقت اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

سورۂ مدثر کی آیات وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ تک نازل فرمائیں، اور اس کے بعد وحی آسمانی مسلسل آنے لگی۔

بہر حال جبرائیل امین علیہ السلام کی صفات بیان کرنے کے بعد پھر اصل مضمونِ وحی کو بیان فرمایا فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی یہاں تک یہ سب گیارہ آیتیں ہیں جن میں وحی و رسالت کی توثیق کے ضمن میں جبرائیل امین کی صفات کا ذکر ہے، اور غور کیا جائے تو یہ سب صفات جبرائیل امین علیہ السلام پر بے تکلف صادق آتی ہیں، ان کو اگر اللہ تعالیٰ کی صفت قرار دیا جائے جیسا کہ بعض مفسرین نے کیا ہے تو تکلف و تاویل سے خالی نہیں، مثلاً شَدِيْدُ الْقُوٰى، ذُوْ مِرَّةٍ، دَنٰى فَتَدَلّٰى، فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى، ان کلمات کو تاویل کے ساتھ توحق تعالیٰ کیلئے کہا جاسکتا ہے مگر بے تاویل و بے تکلف اس کا مصداق جبرائیل امین ہی ہو سکتے ہیں، اسلئے ان ابتدائی آیات میں جس رویت اور قرب و اتصال کا ذکر ہے، وہ سب حضرت جبرائیل علیہ السلام کی رویت سے متعلق قرار دینا ہی اقرب و اسلم معلوم ہوتا ہے۔

البتہ اس کے بعد بارہویں آیت مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى سے لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى تک جن میں واقعہ اسراء و معراج کا بیان ہو رہا ہے، اس میں بھی جبرائیل امین کا دوبارہ بصورت اصلیہ دیکھنا اگرچہ مذکور ہے، مگر دوسری آیت کبریٰ کے ضمن میں ہے جن میں رویت باری تعالیٰ کے شامل ہونے کا احتمال بھی جو مؤیَّد بالاحادیث الصحیحہ و اقوال صحابہ و تابعین ہے، اس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اس لئے مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى کی تفسیر یہ ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھ سے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ مبارک نے اس کی تصدیق کی کہ صحیح دیکھا۔ اس تصدیق میں قلبِ مبارک نے کوئی غلطی نہیں کی۔ اسی کو مَا كَذَبَ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس میں ''جو کچھ دیکھا'' کے الفاظ عام ہیں، ان میں جبرائیل امین کا دیکھنا بھی شامل ہے اور جو کچھ شبِ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا وہ سب شامل ہے، اور اس میں سب سے اہم خود حق تعالیٰ کی رویت و زیارت ہے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگلی آیت میں ارشاد ہے

Marfat.com

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی جن میں مشرکین مکہ کو خطاب ہے کہ آپ ﷺ نے جو کچھ دیکھا یا آئندہ دیکھیں گے، وہ جھگڑا اور اختلاف کرنے یا شک وشبہ میں پڑنے کی چیز نہیں ہے عین حق وحقیقت ہے۔

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا قَدْرَاٰی بلکہ عَلٰی مَا یَرٰی بصیغہ مستقبل فرمایا جس میں اگلی رویت جو لیلۃ المعراج میں ہونے والی تھی اس کی طرف اشارہ ہے اور اس کے بعد کی آیت وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی میں اس کی تصریح ہے، اور اس آیت میں بھی دونوں رؤیتوں کا احتمال ہے، یعنی رؤیت جرائیل علیہ السلام اور رؤیت حق تعالیٰ، جرائیل علیہ السلام کی رویت تو ظاہر ہے اور حق تعالیٰ کی رویت کی طرف اشارہ اس طرح پایا جاتا ہے کہ رویت کے لئے قرب عادۃً ضروری ہے، جیسا کہ حدیث میں حق تعالیٰ کا نزول سماء دنیا کی طرف آخر شب میں مذکور ہے، عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی کا مفہوم یہ ہے کہ جس وقت آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس تھے جو مقامِ قرب ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اس وقت دیکھا، اس میں حق تعالیٰ کی زیارت بھی مراد ہونے پر یہ حدیث شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَاَتَیْتُ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰی فَغَشِیَتْنِیْ ضَبَابَةٌ خَرَرْتُ لَهَا سَاجِدًا وَّهٰذِهِ الضَّبَابَةُ هِیَ الظُّلَلُ مِنَ الْغَمَامِ الَّتِیْ یَاْتِیْ فِیْهَا اللّٰهُ وَیَتَجَلّٰی

میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس پہنچا تو مجھے بادل کی طرح کی کسی چیز نے گھیر لیا، میں اس کے لئے سجدہ میں گر پڑا، قیامت کے روز محشر میں حق تعالیٰ کا ظہور قرآنِ کریم کی ایک آیت میں اسی طرح مذکور ہے کہ بادلوں کے سایہ کی طرح کی کوئی چیز ہوگی اس میں حق تعالیٰ نزولِ اجلال فرمائیں گے۔

اسی طرح اگلی آیت مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا مفہوم بھی دونوں رؤیتوں کو شامل ہے اور اس سے یہ مزید ثابت ہوا کہ یہ رُؤیت حالتِ بیداری میں آنکھوں سے ہوئی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن آیات میں لیلۃ المعراج کا ذکر ہے ان میں رُؤیت کے بارے میں جتنے الفاظ آئے

Marfat.com

ہیں ان سب میں رؤیتِ جبرائیل اور رؤیتِ حق سبحانہ دونوں محتمل ہیں، اور بھی حضرات نے اِن کی تفسیر رویت حق تعالیٰ سے کی ہے، اس کی گنجائش الفاظِ قرآن میں موجود ہے۔

رؤیتِ باری تعالیٰ کا مسئلہ

تمام صحابہ و تابعین اور جمہور اُمت اس پر متفق ہیں کہ آخرت میں اہل جنت و عام مومنین حق تعالیٰ کی زیارت کریں گے، جیسا کہ احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں، اس سے اتنا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت و زیارت کوئی امرِ محال یا ناممکن نہیں، البتہ عالمِ دنیا میں انسانی نگاہ میں اتنی قوت نہیں جو اس کو برداشت کر سکے، اس لئے دنیا میں کسی کو رؤیت و زیارت حق تعالیٰ کی نہیں ہو سکتی، آخرت کے معاملہ میں خود قرآنِ کریم کا ارشاد ہے فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ یعنی آخرت میں انسان کی نگاہ تیز اور قوی کر دی جائے گی اور پردے ہٹا دیئے جائیں گے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی انسان اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو نہیں دیکھ سکتا کیونکہ اس کی نگاہ فانی ہے، اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ باقی، پھر جب آخرت میں انسان کو غیر فانی نگاہ عطا کر دی جائے گی تو حق تعالیٰ کی رؤیت میں کوئی مانع نہ رہے گا، تقریباً یہی مضمون قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اس کی تقریباً تصریح ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ لَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوْتُوْا [1]

اس سے امکان تو اس کا بھی نکل آیا کہ عالمِ دنیا میں بھی کسی وقت خصوصی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں وہ قوت بخش دی جائے جس سے وہ حق تعالیٰ کی زیارت کر سکیں، لیکن اس عالم سے باہر نکل کر جبکہ شبِ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانوں اور جنت و دوزخ اور اللہ تعالیٰ کی خاص آیات قدرت کا مشاہدہ کرانے ہی کیلئے امتیازی حیثیت سے بلایا گیا، اُس وقت تو حق تعالیٰ کی زیارت اس عام ضابطہ سے بھی مستثنیٰ ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالمِ دنیا میں نہیں ہیں، ثبوت امکان کے بعد مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ کیا رویت واقع ہوئی یا نہیں؟

---

[1] فتح الباری، ج:۸، ص ۴۹۳۔

Marfat.com

اس معاملہ میں روایاتِ حدیث مختلف اور آیاتِ قرآن محتمل ہیں، اس لئے صحابہ وتابعین اور ائمہ دین رضی اللہ عنہم میں یہ مسئلہ ہمیشہ زیرِ اختلاف ہی رہا ہے، ابن کثیر نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے رؤیت حق سبحانہ وتعالیٰ کو ثابت فرماتے ہیں، اور سلف صالحین کی ایک جماعت نے ان کا اتباع کیا ہے اور صحابہ وتابعین کی بہت سی جماعتوں نے اس سے اختلاف کیا ہے، آگے دونوں جماعتوں کے دلائل وغیرہ بیان کئے ہیں۔

اسی طرح حافظؒ نے فتح الباری تفسیر سورۂ نجم میں اس اختلاف صحابہ وتابعین کے ذکر کرنے کے بعد بعض اقوال ایسے بھی نقل کئے جن سے ان دونوں مختلف اقوال میں تطبیق ہو سکے اور فرمایا کہ قرطبی نے مُفہم میں اس بات کو ترجیح دی ہے کہ ہم اس معاملہ میں کوئی فیصلہ نہ کریں، بلکہ توقف اور سکوت اختیار کریں، کیونکہ یہ مسئلہ کوئی عملی مسئلہ نہیں جس کے کسی ایک رُخ پر عمل کرنا ناگزیر ہو، بلکہ یہ مسئلہ عقیدہ کا ہے جس میں جب تک قطعی الثبوت دلائل نہ ہوں کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا، اور جب تک کسی امر میں قطعی بات نہ معلوم ہو حکم سکوت اور توقف کا ہے۔[1]
احقر کے نزدیک یہی اسلم واحوط ہے، اس لئے اس مسئلہ کے دوطرفہ دلائل ووجوہات کو ذکر نہیں کیا، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔[2]

رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق تحقیق دقیق

(حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں عبد ضعیف نے حضرت انور شاہ کشمیری دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے سورۃ النجم کی ابتدائی آیات کی تفسیر کے متعلق دریافت کیا اور پوچھا کہ اس بارے میں آپکی کیا تحقیق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا یا نہیں؟

حضرت کی شخصیت کا یہ عالم تھا کہ حضرت بڑے متقی، پاکباز تھے، آپ جیسا نہ تو ہماری آنکھوں نے

[1] فتح الباری، ج:۸، ص:۴۹۴۔ [2] معارف القرآن، تفسیر سورۂ نجم۔

Marfat.com

دیکھا ہے اور نہ خود انہوں نے دیکھا ہے اور حضرت اس پائے کے عالم تھے کہ اگر گزشتہ زمانے میں پیدا ہوتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اھل علم کے ہاں ایک عظیم شان کے مالک ہوتے، آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آقا اور ہمارے سردار ہیں، تو جب میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تقریر فرمائی جو نہایت دلنشین، عمدہ، بلیغ، تمام متفرق روایات کو جامع، اور کلام کی تمام اطراف پر مشتمل تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس تقریر میں بہت سی آیات قرآنی کی باریکیوں پر متنبہ فرمایا، تو میں حضرت کی خدمت اقدس میں ملتمس ہوا کہ آپ اس تقریر کو ایک کتابی شکل دیدیں تا کہ اسکا نفع عام و تام ہو، تو حضرت نے باوجود بہت سی مشغولیت اور مصروفیت کے میری اس درخواست کو قبول فرمایا (اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا اجر و ثواب) اور یہ وہی موضوع ہے جسے حضرت نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى یعنی قسم ہے تارے کی جب وہ گرے، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کا آغاز آسمانی چیزوں سے فرمایا، کیونکہ اسکے بعد جو کلام آرہا ہے، وہ اخبار سماویہ کے متعلق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سفر معراج کے متعلق ہے جو آسمانِ دنیا سے لیکر آخری آسمان تک ہے اور پھر آخری آسمان سے لیکر سدرۃ المنتہیٰ تک ہے بلکہ اس سے بھی آگے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی) پس یہی آیت ان تمام آیات کا خلاصہ اور اجمال ہے۔ اس میں (موحی) حا کے کسرہ کے ساتھ یعنی وحی کرنے والی ذات کو مبہم رکھا گیا، کیونکہ وحی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی میں منحصر ہے (لہٰذا اسکو بیان کرنے کی ضرورت نہیں) اور وحی اور رسالت، اور اُن اوصاف کے ذکر کرنے پر اکتفاء کرنا جو اوصاف موصوف میں ہی منحصر ہوں، یہ موصوف کا نام ذکر کرنے سے زیادہ بلیغ ہے (اسلئے موحی یعنی وحی کرنے والی ذات اور موصوف کا نام مذکورہ آیات میں مذکور نہیں ہے) جیسا کہ عرب کا مقولہ ہے: مَرَرْتُ بِأَكْرَمِ الْقَوْمِ یعنی میرا گزر قوم کے سب سے بڑے کریم اور سخی شخص سے ہوا (یہاں چونکہ موصوف معین اور مشخص تھا

Marfat.com

اسلئے اسکا نام نہیں لیا گیا)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى) موحی یعنی وحی کرنے والے کا ذکر کرنے کے بعد اب روئے سخن معلّم کی طرف ہے، اب یہاں دو ہستیوں کا ذکر ہوا، نمبر ۱: موحی، نمبر ۲: معلّم۔ اب اسکے بعد اوصاف معلم کا تذکرہ فرمایا، کیونکہ کلام اہل مکہ کے ساتھ ہے اور وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں پہنچانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی صفات اور انکے کام کا تذکرہ فرمایا اور یہی انکی صفات سورۃ التکویر میں بھی مذکور ہیں۔

تو گویا کہ اس سے صفات جبرائیل علیہ السلام اور عمل جبرائیل علیہ السلام کو بیان کر کے سند وحی کو صحیح اور معتبر قرار دینا ہے، اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے تشریف لانے کی ھیئت، کیفیت اور انکی صورت کو بیان کرنا مقصود ہے۔ اسلئے کہ جب یہ کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک فرشتہ وحی لیکر آتا ہے تو دل میں ایک خیال اور وسوسہ سا پیدا ہوا کہ وہ فرشتہ کس کیفیت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وحی لیکر آتا ہے تو ارشاد فرمایا کہ وہ اس بات پر قادر ہے اور وہ بڑی سخت قوت والا، اور زور آور ہے، نورانی، اور مبارک حلیے کے ساتھ ساتھ وہ ایک ایسی ہستی ہے کہ جس سے خیر اور بھلائی کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا جا سکتا اور وہ (معراج کی رات) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ہوا اور لٹک گیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی خوبی، حسن صورت، اور انکے اوصاف، حلیہ، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنیکی کیفیت کا ذکر فرمایا۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ..ذُوْ مِرَّةٍ.. کا معنی ہے کہ آپ علیہ السلام کے آنیکا منظر نہایت دلفریب اور صورت نہایت حسین ہوتی تھی اور پروقار ہوتے کہ شیطان ایسی صورت نہیں بنا سکتا، وہ تو مخلوق میں سب سے زیادہ بدصورت ہے، اور جبرائیل علیہ السلام تو ساری مخلوق میں خوبصورت، طاقتور اور عند اللہ امانت دار اور مرتبے کے اعتبار سے بڑی عظمت کے مالک ہیں۔

یہ نبوت اور وحی کی نہایت معتبر اور قوی ترین سند ہے، یہ جبرائیل امین علیہ السلام کا تزکیہ اور پاکیزگی ہے جیسا

Marfat.com

کہ اس کی ایک جھلک سورۃ التکویر میں بھی موجود ہے، پس اللہ تعالیٰ نے انہیں علم وقوت، حسن منظر، عزت ووقار کے عظیم الشان اوصاف کے ساتھ نوازا ہے اور یہی تمام اوصاف اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں اور پیغمبروں کے ہوا کرتے ہیں چاہے وہ نوری یعنی ملائکہ ہوں یا بشر یعنی انبیاء ہوں۔

یہ حضرت انور شاہ کشمیری دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے پہلی تقریر ہے جو انہوں نے اسوقت کے مخاطبین کے سامنے فرمائی اور قدرے تفصیل سے فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ..فَتَدَلّٰی.. کے متعلق ایک اور قول بھی نقل کیا گیا ہے جسے علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی ذکر فرمایا کہ: ..فَتَدَلّٰی.. سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے، کیونکہ تدلّٰی کا معنی ہے کہ کسی چیز کے ساتھ چمٹ کر لٹک اور جھک جانا، جیسے کوئی پھل (باوجود اسکے کہ وہ درخت کے ساتھ چمٹا اور لگا ہوتا ہے) لٹک اور جھک جاتا ہے، یہ بالکل ایسا ہے کہ جیسے ایک عظیم الشان اور فضاء میں پھیلا ہوا نور سمٹ کر روشن دان سے داخل ہوتا ہے تو دیکھنے والے کو وہ نور اپنی جگہ اور مرکز سے جدا اور منفصل نظر نہیں آتا۔

تو گویا کہ یہ تفصیل ساری کی ساری اس وقت ہو سکتی ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک انسانی روپ میں آئے ہوں، یہاں پر اس روایت کا ذکر کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا جسے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شریح رحمۃ اللہ علیہ بن عبید رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے نقل کیا ہے، جیسا کہ علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس روایت کو ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آسمان کی طرف صعود ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی بھیجی جو اس نے بھیجنی تھی، تو اسوقت جبرائیل امین علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے رب کے ساتھ قربت اور نزدیکی کو دیکھ کر فوراً سجدہ ریز ہو گئے اور لگاتار ان کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہے: سُبْحَانَ رَبِّ الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف جو حکم پہنچانا تھا، وہ پہنچا دیا، فرمایا کہ پھر جبرائیل امین علیہ السلام نے اپنا سر سجدہ سے اٹھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسوقت میں نے ان کو اپنی اصلی حالت وصورت میں

Marfat.com

دیکھا کہ جس پر ان کی تخلیق ہوئی کہ ان کے تمام پر زبرجد، لؤلؤ اور یاقوت سے پروئے ہوئے تھے اور میں نے انہیں دیکھا کہ ان کی دو آنکھوں کے درمیان کا فاصلہ اس قدر ہے کہ جس قدر آسمان کے دو کناروں کے درمیان ہے اور میں اس سے پہلے ان کو مختلف صورتوں میں دیکھا کرتا تھا اور سب سے زیادہ انہیں دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں دیکھا کرتا تھا۔

اور اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ایسی صورت میں بھی دیکھا کرتے تھے کہ جیسے کوئی شخص اپنے ساتھی کو کسی جال اور چھلنی کے پار دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد.. فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ.. میں جو ضمیر فاعل ہے اسکا مرجع اللہ ہے، نہ کہ جبرائیل علیہ السلام اور علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ..فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ.. کی تفسیر فَأَوْحَىٰ إِلَيَّ مَا أَوْحَىٰ ہے یعنی اس نے وحی بھیجی میری طرف جو اس نے وحی بھیجی اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ تفسیر سے مقصود بھی یہی ہے، اسمیں نہ تو انتشار فی الضمائر ہے اور نہ ہی نظم قرآنی میں کوئی خلل پڑتا ہے، کیونکہ یہ وصف (وصف وحی) منحصر ہے اللہ تعالیٰ کی ذات میں، اور اس وجہ سے بھی کہ وہاں آیات اور نظم میں موحی (وحی کرنے والا) اور معلم دونوں کا ذکر آجائے گا اور اس وجہ سے بھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول کا انتخاب فرمایا تو بالآخر معاملہ مرسِل (رسول بھیجنے والے) تک ہی جا پہنچا اور وہ رسول تو موحی یعنی وحی بھیجنے والا نہیں ہوتا بلکہ مرسِل یعنی رسول بھیجنے والا ہی موحی ہوتا ہے۔

یہ ہماری ذکر کردہ تفصیل و تفسیر باری تعالیٰ کے اس ارشاد کے عین مطابق ہے..أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ..[1] یعنی یا وہ بھیجتا ہے رسول کو پس وحی کرتا ہے اس کی طرف اپنے حکم سے جو وہ چاہتا ہے۔ اور وہاں سورۃ النجم کی آیات.. ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ . . . فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ . کے جملے بذریعہ واو ایک دوسرے پر معطوف نہیں ہیں (جو کہ مطلقاً جمع کیلئے آتا ہے) بلکہ بذریعہ فا ایک دوسرے پر معطوف ہیں (جو کہ ترتیب کیلئے آتا ہے) تو لہٰذا آیات مذکورہ کے تمام جملے ایک مرتب سلسلہ ہیں کہ ہر بعد میں آنے والا جملہ پہلے پر مرتب ہوتا ہے (بالآخر معاملہ اللہ ہی کی طرف منتہی ہوتا ہے) اور یہ بھی ..فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ.. ایک

[1] شوریٰ:۵۱۔

Marfat.com

اجمال اور خلاصہ ہے جیسا کہ سابق میں ارشاد ربانی ..اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی.. ایک اجمال اور خلاصہ ہے۔اور.. مَآ اَوْحٰی.. یہ جملہ مستانفہ (نیا) جملہ ہے جملہ سابق کے اعادہ کے ساتھ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:..اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ..۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:..مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی.. یہ جملہ ماقبل کی تفصیل ہے ماقبل پر معطوف نہیں۔کیونکہ یہ جملہ دل سے رؤیت اور دیدار الٰہی پر مشتمل ہے،اور ایسے ہی صورت اصلی میں رؤیت جبریلؑ پر بھی مشتمل ہے اور یہ دونوں (رؤیت باری،اور رؤیت جبرائیل علیہ السلام) معراج اور ان تمام مناظر سے پہلے وقوع پذیر ہوئیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ المعراج میں دیکھے،اس لئے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:.. وَلَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی.. یعنی تحقیق اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں،اور ایسے ہی سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد خداوندی ہے:..لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیَاتِنَا.. تا کہ ہم اس کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں۔ (یہ دونوں آیتیں اس بات پر دلالت کرتیں ہیں کہ دیدار الٰہی اور رؤیت جبریل کا وقوع پہلے ہوا بعد میں معراج اور تمام عجیب وغریب مناظر دکھلائے گئے)۔

اور وہاں یعنی سورۃ بنی اسرائیل میں یہ بھی ارشاد فرمایا:"وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ.. یعنی نہیں بنایا ہم نے وہ دکھلاوہ جو ہم نے آپ کو دکھلایا مگر لوگوں کی آزمائش کو۔پس آیت مذکورہ میں (فتنة) سے مراد لوگوں کا معراج کے بارے میں آپس میں جھگڑا کرنا ہے،جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم میں ارشاد فرمایا:..اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی.. یعنی کیا پس تم جھگڑا کرتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا۔

اور ارشاد فرمایا:مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی یعنی جھوٹ نہیں کہا ہمارے بندے کے دل نے جو ہمارے اس بندے نے دیکھا ہے (كَذَبَ) یہ متعدی بہ دو مفعول ہے اور یہ عرب کے اس قول کی طرح ہے (صَدَّقْتُ فُلَانًا الْحَدِیْثَ وَ كَذَّبْتُهٗ) یعنی میں نے فلاں کی اس بات میں تصدیق کی اور میں نے اس کی اس بات کی تکذیب کی۔تو(صَدَّقْتُ. كَذَّبْتُهٗ) یہ دونوں متعدی بہ دو مفعول ہیں (۱) فلانا (۲) الحدیث۔

Marfat.com

اور آیت میں بھی کَذَبَ کے دو مفعول ہیں (۱) عبدنا (۲) ما رأی اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں صرف ایک مفعول پر اکتفاء کیا جائے اور آیت کا معنی ہوگا، اَیْ مَاقَالَ کِذْبًا هٰذِهِ الْمَقُوْلَةَ یعنی اس نے جھوٹی بات نہیں کہی بلکہ اس نے دیدار الٰہی کے متعلق وہی کچھ کہا جو سفر معراج میں ان کے سامنے پیش آیا۔ اور اگر وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی کی ضمیر فاعل عبد کی طرف راجع نہ ہو تو زیادہ واضح ہوگا اور یوں تفسیر کی جائے گی.. مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی.. اَیْ مَا رَاٰی الْفُؤَادُ.. یعنی دل نے جھوٹ نہیں کہا جو دل نے دیکھا تو یہاں رؤیت سے مراد دل کی رؤیت ہوگی اور اس کے بعد رؤیت بصری ہوگی تو اس سے نظم قرآنی میں کسی قسم کا خلل نہیں پڑے گا، اس لئے کہ نفس رؤیت شئ واحد ہے فرق صرف اور صرف فاعل کی طرف سے ہوگا اور بہت ساری احادیث اور روایات سے دونوں قسم کی رؤیت ثابت ہے۔ پہلی رؤیت الٰہی رؤیت قلبی واقع ہوئی اور دوسری رؤیت رؤیتِ بصری واقع ہوئی۔

یہ بالکل ایسے ہے کہ جیسے حدیث بعثت میں (آپ ﷺ نے فرمایا میری بعثت کا آغاز وحی کے سچے خوابوں سے ہوا) تو اس میں وحی منامی وحی واقعی پر مقدم ہے اور اس میں آپ ﷺ کا کلام وحی کی دونوں قسموں کو شامل ہے، جیسا کہ المواھب میں المھدی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، البتہ وہاں منضبط الفاظ وعبارت میں تفسیر وتشریح نہیں کی گئی جو بالکل عام وفہم ہو اور جامع اور مانع ہو بلکہ قصہ کے بعض مصدقات اور اجزاء کو بیان کرنے پر اکتفاء کیا گیا۔

اور اس طرح کی مثالیں احادیث اور سلف صالحین کے کلام میں بہت ساری ملتی ہیں مثلاً حدیث (اَوَّلُ مَسْجِدٍ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰی) [1] ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے قصہ کے بعض اہم اجزاء کو بیان فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم میں ارشاد فرمایا: اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی تو آیت کریمہ میں عَلٰی مَا یَرٰی فرمایا مَا قَدْ رَاٰی نہیں فرمایا، تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہاں ایک دوسری رؤیت بھی ہے اس رؤیت کے بعد۔

اور علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عَلٰی مَا یَرٰی فرمایا فِیْمَا یَرٰی نہیں فرمایا کیونکہ اہل مکہ کا جھگڑا

[1] ترمذی: ۳۲۳۔

Marfat.com

نفس رؤیت میں تھا نہ کہ مرئی کی تخصیص میں، کہ مرئی ذات باری ہے یا جبریل علیہ السلام ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق روایت ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ اپنے رب کا دیدار کیا ہے، ایک مرتبہ دل کے ساتھ اور دوسری مرتبہ آنکھوں کے ساتھ۔ (علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو اپنی کتاب اوسط میں نقل کرتے ہیں) اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں سوائے جھور بن منصور الکوفی رحمۃ اللہ علیہ کے اور جھور بن منصور الکوفی رحمۃ اللہ علیہ کو ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ (جیسا کہ الزوائد میں مذکور ہے) اور علامہ دارمیؒ ابن غنم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیٹ مبارک چاک کیا اور فرمایا قَلْبٌ وَكِيعٌ فِيهِ أُذُنَانِ سَمِيعَتَانِ وَعَيْنَانِ بَصِيرَتَانِ یعنی دل بڑا مضبوط ہے، اس میں دو کان ہیں جو سنتے ہیں اور دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں۔ اور ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وکیع کا معنی قوی اور مضبوط ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ یعنی اس نے اسکو دیکھا دوسری بار اترتے ہوئے۔ تو یہ آیت کریمہ بھی دونوں قسم کی رؤیت کو شامل ہے ایک رؤیت جبریل کو جو بالکل ظاہر ہے اور دوسری رؤیت الٰہی کو، کیونکہ رؤیت الٰہی بغیر اسکی طرف تقرب اور نزدیکی کے حاصل نہیں ہوسکتی، جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کی آخری تہائی میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں، اور ایسے ہی حدیث پاک میں آتا ہے يَطَّلِعُ اللّٰهُ عَلَىٰ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ هَلْ رَضِيْتُمْ [1] یعنی اللہ تعالیٰ اہل جنت پر مطلع ہونگے اور فرمائیں گے کیا تم راضی ہو گئے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب واقع ہوتا ہے جیسا کی اسکی شان کے لائق ہے۔

اور ارشاد ربانی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى کا تعلق رائی یعنی دیکھنے والے کے ساتھ ہے، یہ بالکل ایسے ہے جیسے تم یہ کہو: رَأَيْتُ الْهِلَالَ مِنَ الْمَسْجِدِ کہ چاند کو میں نے مسجد کی طرف سے دیکھا، اور ایسے ہی آپکا یہ کہنا: رَأَيْتُ الْهِلَالَ مِنَ السَّحَابِ کہ میں نے چاند کو بادلوں سے دیکھا۔ اب ان مثالوں میں جہت کا تعلق رائی کے ساتھ

---

[1] ترمذی، رقم الحدیث: ۲۵۵۵۔

Marfat.com

ہے نہ کہ مرئی یعنی چاند کے ساتھ، وہ تو اپنی جگہ پر قائم ہے، اس بات کو علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی یہاں ما سے مراد انوارات اور تجلیات ہیں، پس ملائکہ سدرۃ المنتہیٰ پر مثل پتنگوں کے جمع ہو گئے، اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک روایت میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَتَیْتُ سِدْرَۃَ الْمُنْتَھٰی، فَغَشِیَتْنِیْ ضَبَابَۃٌ خَرَرْتُ لَہٗ سَاجِدًا کہ میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس آیا تو مجھے ایک تجلی نے ڈھانپ لیا اور میں اسکے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ اور ضبابہ یہ بادلوں کا سایہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ تشریف لائیں گے اور تجلی فرمائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالتِ بیداری میں تھے، یہ آیت اگرچہ باعتبار لفظ کے ہر اس چیز کو شامل ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیلۃ المعراج میں دیکھی لیکن موقع اور موردِ کلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ معاملہ ہے جو لیلۃ المعراج میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیش آیا۔

اور پھر آیت مذکورہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی کا اجمال ہے اور خلاصہ ہے اور بغیر حرف عطف کے ہے کیونکہ یہ آیت بھی ان تمام مناظر کو شامل ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں دکھائے گئے، اور حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رَأَیْتُ نُوْرًا، نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ کہ میں نے ایک نور دیکھا اور وہ نور ہے میں کہاں سے دیکھتا اسکو۔

اور علامہ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''کتاب العلو'' میں ہے کہ علامہ مزوری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس دلیل کے متعلق دریافت کیا کہ جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا دفعیہ اور رد ہو جائے تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان اور ارشاد رَأَیْتُ رَبِّیْ (کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا) سے دفع اور ردّ کیا جا سکتا ہے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد میں یہ روایت ذکر کی ہے:

حَدَّثَنَا اَسْوَدُ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْلَمَۃَ، عَنْ قَتَادَۃَ، عَنْ عِکْرَمَۃَ، عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ

Marfat.com

اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ
کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا۔

اس روایت کی تمام اسناد قوی ہیں، اور یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ روایت جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۃ ''ص'' کی تفسیر میں مروی ہے اسکا اختصار بھی نہیں ہے، کیونکہ وہ دوسری روایت ہے جو ابی قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے مروی ہے اور یہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے مروی ہے اور یہی روایت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ النجم کی تفسیر میں بھی ذکر کی ہے اور یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مشہور بھی ہے۔

اور بعض لوگ رؤیت عینی کی نفی کرتے ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ آنکھ اس رؤیت کے لئے ناکافی ہے اور جو کچھ اس بارہ میں مروی ہے وہ سب قابل توجیہ ہے، اور انہوں نے کہا کہ کلام کی ہر طرف کو ذکر کیا گیا اور مجموعہ کلام تمام اطراف اور جہات کو جامع ہے، البتہ طریقِ رؤیت میں کلام مبہم ہے کیونکہ رؤیت اس پر چسپاں نہیں ہوتی اور اس میں بہت ساری غلطیاں واقع ہوتی ہیں، پس یہی وجہ بنی طریقِ رؤیت کو مبہم رکھنے کی، وَاللهُ اَعْلَمُ۔

یہاں تک حضرت انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اختتام پذیر ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ...الخ، اس میں قَابَ سے مراد وہ فاصلہ ہے کہ جو کمان کے قبضہ اور اس کے سرے کے درمیان ہوتا ہے اور علامہ وحدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہی قول جمہور مفسرین کا ہے اور قوس سے مراد وہ آلہ ہے کہ جس سے تیر، یا نیزہ پھینکا جاتا ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہاں قوس سے مراد ذراع ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ قوس یہ قیاس سے مشتق ہے اور قیاس کا معنی ہے اندازہ کرنا اور ناپنا، تو ذراع سے بھی کوئی چیز ناپی جاتی ہے، لہٰذا قوس سے مراد ذراع ہے۔

شارح نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مناسب یہی ہے کہ یہ آخری قول راجح ہو، کیونکہ ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس روایت کی بسند صحیح تخریج کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قاب مقدار اور قدر ہے اور قوسین سے مراد ذراعین ہیں، اور اس بات سے بھی اس قول کی

Marfat.com

تائید ہوتی ہے کہ اگر یہاں قوس سے مراد وہ آلہ ہو کہ جس سے نیزہ وغیرہ پھینکا جاتا ہے تو یوں مثال بیان نہ کی جاتی اور قاب کو تثنیہ لایا جاتا اور مثال میں یوں کہا جاتا قَابَ رُمْحٍ یا اس طرح کے الفاظ مثال میں ذکر کیے جاتے۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں پر قلبِ مکانی واقع ہوا ہے اور اصل میں عبارت یوں تھی فَكَانَ قَابَيْ قَوْسٍ کیونکہ (القاب) وہ فاصلہ ہوتا ہے جو کمان کے قبضے اور سرے کے درمیان ہوتا ہے تو ہر کمان کے دو سرے ہوتے ہیں تو جب سرے دو ہیں تو قبضے کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہر کمان میں قابان یعنی اس طرح کے دو فاصلے ہوئے، قبضہ سے ہر ایک سرے کی طرف کا فاصلہ الگ الگ ہوا۔

اور ارشادِ ربانی: أَوْ أَدْنَىٰ کا معنی ہے اقرب یعنی یا اس سے زیادہ قریب، اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو ایسے لفظ سے خطاب فرمایا کہ جس سے وہ مانوس تھے، اب اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ جو قرب کو تشبیہ دی گئی قوس کے فاصلے کے ساتھ، ان اشیاء میں سے ہے کہ جن پر تمہیں قدرت حاصل ہے کہ تم اس کو سمجھ سکو اور اس کا اندازہ لگا سکو، وگرنہ اللہ تعالیٰ کو تو تمام اشیاء کا علم ہے کہ انکے درمیان کتنا فاصلہ ہے اور وہ کس حالت پر ہیں اور اللہ تعالی کے ہاں تو کسی قسم کا تردد نہیں ہے (تو آیت میں لفظ أَوْ جو کہ تردد اور شک کیلئے استعمال ہوتا ہے یہ بطور محاورہ کے ہے) اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہاں أَوْ بمعنیٰ بل کے ہے اور یہ تقریر کیلئے ہے، اب معنی یہ ہوگا کہ بلکہ وہ مقدار مذکور سے بھی زیادہ قریب تھے، اس قول کے قائل حافظ ابن الحجر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ارشاد باری: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین کا رجحان اس بات کی طرف ہے کہ یہاں دنو اور تدلّی (نزدیکی اور لٹکنا) یہ جبریل علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان منقسم ہیں، اب مطلب یہ ہوگا کہ دُنُوّ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہوا، اور تدلّی جبریل علیہ السلام کی طرف سے، یا اسکے برعکس یا دونوں (دنو اور تدلّی میں سے ہر ایک (جبریل علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے اکٹھے واقع ہوئے، اب مطلب یہ ہوگا کہ جبریل امین علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ہوئے اور لٹک اور جھک گئے

Marfat.com

یا اس کے برعکس کہ نبی کریم ﷺ جبریل امین کے نزدیک ہوئے اور ان کی طرف جھک گئے، یا یہ (دنو اور تدلی) دونوں میں سے ہر ایک ہر ایک کی جانب سے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف واقع ہوا، یعنی جبرائیل علیہ السلام یا نبی کریم ﷺ میں سے کوئی ایک سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک ہوئے اور اس کی طرف لٹک اور جھک گئے۔

اور بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ یہ (دنو اور تدلی) اللہ اور اسکے رسول کے درمیان منقسم ہیں، پس دنو یہ تو نبی ﷺ کی طرف سے واقع ہوا، اور تدلی اللہ تعالیٰ کی طرف سے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کو کسی جہت کے ساتھ مخصوص کرنا محال ہے تو اب ہم اسمیں تاویل کریں گے اور وہ یہ کہ ''دنوا لنبی ﷺ'' یہ کنایہ ہے آپ ﷺ کے مرتبہ عظیمہ سے کہ آپ ﷺ کو وہ مرتبہ ملا کہ آج تک کسی کو نہ مل سکا، اور ''تدلی اللہ سبحانہ وتعالیٰ'' یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے وہ عالی مرتبہ اور درجہ ظاہر فرمایا، اور (قاب قوسین) یہ کنایہ ہوگا اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو انتہائی درجے کا قرب نصیب فرمایا اور حقیقت پر مطلع فرمایا۔

اور اس میں بھی وہی تاویل کی جائیگی جو اس حدیث قدسی میں کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: جو ایک بالشت میرے قریب آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اور جو میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں، الی آخرہ۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی جِبْرِیْلَ ....الخ آپ رضی اللہ عنہ کے اس قول کا حاصل یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا اس بات کی طرف رجحان ہے کہ جس ہستی کو نبی کریم ﷺ نے دیکھا ہے وہ جبرائیل علیہ السلام ہی ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی مذہب ہے، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی کی تقدیری عبارت اور تفسیر یوں ہوگی فَاَوْحٰی اَیْ جِبْرِیْلُ اِلٰی عَبْدِهٖ اَیْ مُحَمَّدٍ یعنی جبریل امین علیہ السلام نے محمد ﷺ کی طرف وحی کی، کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق جو ہستی قریب ہوئی اور لٹک گئی وہ جبریل علیہ السلام ہی ہیں، تو محمد ﷺ کی طرف وحی کرنے والے بھی وہی ہوں گے۔

جبکہ اکثر مفسرین کا کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس ذات نے وحی کی وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

Marfat.com

اور جس بندے کی طرف وحی کی گئی وہ محمد ﷺ ہیں اور بعض مفسرین یہ بھی کہتے ہیں کہ یہاں عبد سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔

اور ارشادِ ربانی: وَلَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ..... الخ آیت مذکورہ میں آیات سے کیا مراد ہے؟ اسکی تعیین میں حضرات مفسرین کا اختلاف ہے، چنانچہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں آیات سے مراد وہ تمام مناظر ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو لیلۃ المعراج میں دکھائے گئے، اور حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہاں آیات سے مراد جبریل علیہ السلام کو انکی اصلی صورۃ میں دیکھنا ہے، اور علامہ حافظ ابن الحجر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: رَاٰی جِبْرِیْلَ علیہ السلام ... الخ یعنی آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب بھی یہی ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد: رَاٰهُ بِقَلْبِهٖ ..... الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے دل سے اپنے رب کا دیدار کیا ہے، جیسا کہ روایات ابن عباس رضی اللہ عنہما میں اسکی تصریح بھی ہے۔ راوی کا قول: زیاد بن الحصین أبی جهیمه یہ جیم کی فتحہ اور یا کے سکون کے ساتھ ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان: رَاٰهُ بِفُؤَادِهٖ مَرَّتَیْنِ .. الخ [1] حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بعض مرویات کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ کو دو طرح کی رؤیت نصیب ہوئی نمبر ۱: رؤیتِ قلبی، نمبر ۲: رؤیتِ بصری۔

حافظ ابن الحجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلف صالحین کا آپس میں اختلاف ہوا ہے کہ آیا آپ ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کا انکار کرتے ہیں اور علماء کرام کی ایک جماعت اس کو ثابت کرتی ہے۔

علامہ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے عمر رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قسم

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۷۶۔

Marfat.com

کھا کر کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے، اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک روایت کی تخریج کی ہے اور اسمیں رؤیت النبی ﷺ ربہ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے) اس کو ثابت کیا ہے۔ تو جب ان کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کا تذکرہ ہوتا تو وہ غصے میں آجاتے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگرد اس رؤیت کے قائل ہیں، اور کعب احبار رضی اللہ عنہ، علامہ زھری رحمۃ اللہ علیہ معمر، اور دیگر علماء کرام پورے یقین کے ساتھ اس کے قائل ہیں اور حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے اکثر متبعین بھی اسی کے قائل ہیں، البتہ ان کا آپس میں اس بارہ میں اختلاف واقع ہوا ہے کہ آیا یہ رؤیت قلبی ہوئی یا رؤیت بصری ہوئی، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارہ میں دونوں طرح کے قول نقل کیے گئے ہیں۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو قسم کی روایات منقول ہیں، بعض تو ان میں مطلق ہیں اور بعض مقید، تو مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہوگا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بسند صحیح عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے اس روایت کی تخریج کی ہے اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی تصحیح بھی کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ تمہیں ابراہیم علیہ السلام کی خلت پر، اور موسی علیہ السلام کے کلام پر، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رؤیت پر تعجب ہے۔

اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کے ساتھ اس روایت کی تخریج کی ہے: إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی إِبْرَاهِيْمَ بِالْخُلَّةِ... الحدیث یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی خلت کے ساتھ چن لیا (اپنا خلیل بنالیا) اور ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابی سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے تخریج کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس پیغام بھیجا اور پوچھا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جی ہاں! انہوں نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو العالیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے تخریج کی ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے تحت مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى، وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔

Marfat.com

اور ایسے ہی امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے تخریج کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دل سے اپنے رب کو دیکھا۔ان تمام روایات میں سب سے زیادہ صریح اور واضح وہ روایت ہے کہ جس کی تخریج ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھ سے نہیں بلکہ اپنے دل سے دیکھا ہے۔

اب ان تمام روایات کو سامنے رکھ کر اثبات ابن عباس رضی اللہ عنہما اور نفی عائشہ رضی اللہ عنہا میں تطبیق ممکن ہے، چنانچہ نفی عائشہ رضی اللہ عنہا کو رؤیتِ بصری پر محمول کیا جائے اور اثبات ابن عباس رضی اللہ عنہما کو رؤیتِ قلبی پر محمول کیا جائے۔

پھر برؤیۃ الفؤاد سے مراد رؤیت قلب ہے فقط حصولِ علم مراد نہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ کے بارہ میں ہمیشہ علم تھا، بلکہ جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے رؤیت قلبی کو ثابت کیا تو اسکی مراد یہ ہے کہ جو رؤیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئی اسکا مطلب یہ ہے کہ قوتِ رؤیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہر میں پیدا کردی گئی تھی جیسا کہ دوسرے لوگوں کے لئے قوتِ رؤیت آنکھ میں پیدا کی گئی ہے۔اور رؤیت کے لئے کسی عضو مخصوص کا ہونا کوئی شرط نہیں ہے، جو قادر مطلق قوۃ رؤیت کو آنکھ میں پیدا کرسکتا ہے وہی قوتِ رؤیت قلب میں بھی پیدا کر سکتا ہے، اگرچہ عادت یہی ہے کہ قوۃ رؤیت آنکھ میں پیدا کی گئی ہے۔

اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے بسند قوی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رؤیت کے بارہ میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نُوْرٌ أَنّٰى أَرَاهُ کہ وہ تو نور ہے میں کہاں اسے دیکھ سکتا ہوں، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے اور اس کے الفاظ یوں ہیں رَأَيْتُ النُّوْرَ کہ میں نے نور دیکھا، اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے اور اسکے الفاظ یوں ہیں قَالَ رَاٰهُ بِقَلْبِهٖ وَلَمْ يَرَهُ بِعَيْنِهٖ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دل سے اپنے رب

Marfat.com

کو دیکھا ہے اور اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔

اب نور کے ذکر کرنے سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی مراد واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ایسا نور تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رؤیت بصری کے درمیان حائل ہو گیا۔ اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس قول سے رجوع فرما لیا جو "اَلْمُفْهِمُ" میں مذکور ہے کہ اس مسئلہ میں واقفیت اور اطلاع پانا ضروری ہے، تو اس سے انہوں نے رجوع فرما لیا اور فرمایا کہ نہیں اس مسئلہ پر واقفیت اور اطلاع کوئی ضروری نہیں ہے، محققین کی ایک جماعت نے علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تائید کی اور ان کے اس رجوع کو سراہا اور انہوں نے کہا کہ اس بارہ میں کوئی دلیل قطعی نہیں ہے، اور دونوں گروہ، چاہے وہ قائلینِ رؤیتِ بصری ہوں یا قائلینِ رؤیتِ قلبی ہوں، سب کا مستدل صرف اور صرف ظاہر پر مبنی ہے، اور ایک دوسرے کے متعارض ہے، اور قابل تاویل ہے۔

اور علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کا تعلق اعمال سے نہیں کہ صرف اس میں دلیل ظنی پر اکتفاء کیا جائے، بلکہ اس کا تعلق عقائد سے ہے، اس میں تو دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ اور کتاب التوحید میں ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کا میلان بھی اثبات والی روایات کو ترجیح دینے کی طرف ہے اور اس بارہ میں انہوں نے تمام مرویات ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر محمول کیا ہے کہ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ رؤیت دو مرتبہ واقع ہوئی، ایک مرتبہ آنکھ سے اور دوسری مرتبہ دل سے، اور شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ اس بارہ میں میں نے ذکر کیا اس پر قناعت کی جائے۔

اور ان حضرات میں سے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے رؤیت کو ثابت کیا ہے ان میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، علامہ خلال رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب السنۃ" میں حضرت علامہ مروزی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس نے یہ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے، تو کس دلیل سے قولِ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ردّ کیا جا سکتا ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے .. رَأَيْتُ رَبِّيْ. کہ

Marfat.com

میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے، اور فرمانِ نبی ﷺ فرمانِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر ہے، جیسا کہ ''فتح الباری'' میں مذکور ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب آپ سے رؤیت کے متعلق دریافت کیا جاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے رَاٰهُ، رَاٰهُ یعنی آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، دیکھا ہے، یہ کہتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سانس ختم ہو جاتا اور اس کلمہ یعنی رَاٰهُ، رَاٰهُ کے علاوہ اور کچھ نہ کہتے، جیسا کہ ''روح المعانی'' میں مذکور ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ دوسروں کی اتباع کرتے ہوئے فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو وقوع رؤیت کی نفی فرمائی، یہ حدیثِ مرفوع کی بنا پر نہیں فرمائی، اگر ان کے پاس حدیثِ مرفوع ہوتی تو اس کو ذکر کرتیں، بلکہ ظاہرِ آیت پر اعتماد کرتے ہوئے عدمِ رؤیت کا استنباط فرمایا۔ حافظ ابن الحجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کرتے ہوئے فرماتے ہیں انہیں یقین ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث مرفوع کے ذریعہ رؤیت کی نفی نہیں فرمائی، کیونکہ انہوں نے ''کتاب التوحید'' میں فرمایا: اَلنَّفْیُ لَایُوْجِبُ عِلْمًا.. یعنی نفی علم کو ثابت نہیں کرتی، اور نہ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کو بیان فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں بتلایا کہ انہوں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا، بلکہ یہ بات انہوں نے آیت کی تاویل و تفسیر کرتے ہوئے فرمائی، حافظ ابن الحجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات عجیب ہے، کیونکہ یہ بات خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا، جیسا کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث مذکور ہے جس کی خود علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تشریح فرمائی ہے۔

فرمان عائشہ رضی اللہ عنہا: اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ ((لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ)) الخ حافظ ابن الحجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت سے عدمِ رؤیت پر استدلال کیا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس بارہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کرتے ہیں، چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حکم بن ابان، عن عکرمہ، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے اس روایت کی تخریج کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا. رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ.

Marfat.com

کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ یہ ارشاد نہیں فرماتے: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ الخ تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا تیرا ناس ہو، یہ اس وقت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے اس نور کی تجلی فرمائیں کہ جو اس کا نور خاص ہے اور محمد ﷺ نے تو اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ آیتِ مذکورہ (لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ) الخ میں بوقت رؤیت احاطہ کی نفی ہے نہ کہ اصل رؤیت کی نفی ہے۔

اور علامہ سید آلوسی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کرام نے قول عائشہ رضی اللہ عنہا اور قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان تطبیق دی ہے، وہ اس طرح کہ قول عائشہ رضی اللہ عنہا محمول ہے اس رؤیت کی نفی پر جو ایسے نور میں ہو جو اللہ تعالیٰ کی صفت خاص ہے، جس کے سامنے نظر نہیں ٹھہر سکتی اور قول ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ محمول ہے اس رؤیت کے اثبات پر جو ایسے نور میں ہو کہ جو نظروں کو نہیں لے جاتا، اس کا قرینہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ قول اور ارشاد ہے کہ جو انہوں نے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ) الخ کے متعلق دریافت کیا اور وہ.. وَيْحَكَ ذَاكَ اِذْ تَجَلّٰى بِنُوْرِهِ الَّذِىْ هُوَ نُوْرُهٗ. تیرا ناس ہو یہ تو اس وقت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے اس نور کی تجلی فرمائیں کہ جو اس کا نور خاص ہے۔ تو اس سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی دونوں حدیثوں کو جمع کرنا بھی واضح اور ظاہر ہو جائے گا اور وہ یہ ہیں:

نمبر ۱۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ابراہیم عن قتادہ عن عبداللہ بن شقیق عن ابی ذر رضی اللہ عنہ کے طریق سے تخریج کی ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:.. نُوْرٌ اَنّٰى اَرَاهُ.. کہ وہ نور ہے میں کہاں اسکو دیکھ سکتا ہوں۔

نمبر ۲۔ دوسری روایت ہشام رحمۃ اللہ علیہ اور ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے ہے، یہ دونوں حضرات قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیتا تو ان سے دریافت کرتا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کس چیز کے متعلق دریافت کرتے؟ تو میں نے کہا کہ میں ان سے یہ دریافت کرتا کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کر چکا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رَأَيْتُ نُوْرًا کہ میں نے نور دیکھا ہے۔

پس حدیثِ اول میں جو نور ہے اسے اس خاص نور پر محمول کیا جائے گا جو نظر پر غالب آجائے کہ نظر اس کے سامنے نہ ٹھہر سکے، اور اس میں جو تنوین ہے یہ نوعیت اور تعظیم کے لئے ہوگی۔ اور حدیث ثانی میں جو نور ہے اسے محمول کیا جائے گا اس نور پر کہ جس کے سامنے نظر ٹھہر جائے، اور اس میں جو تنوین ہے یہ نوعیت کی ہے۔

اور اگر روایت اول اس لفظ کے ساتھ صحیح ہو جائے جسے علامہ ابو عبد اللہ المازری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں اور وہ.. نُوْرَانِيٌّ.. ہے یعنی را کے فتحہ، نون کے کسرہ اور یا کی تشدید کے ساتھ، تو اب دونوں حدیثوں میں کسی طرح کا اختلاف واقع نہ ہوگا، اور.. نُوْرَانِيٌّ.. یہ منسوب ہوگا نور کی طرف خلافِ قیاس اور منسوب الیہ یعنی جس نور کی طرف نسبت کی جا رہی ہے اس سے مراد وہ نور ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا خاص نور ہے۔

اور منسوب یعنی جس نور کی نسبت کی جا رہی ہے اسے حدیث السبحات کی طرف نسبت کرتے ہوئے حجاب پر محمول کیا جائے گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں کہ.. حِجَابُهُ نُوْرٌ. اس نور سے مراد ایسا نور ہے کہ جو جلانے سے مانع ہے اور جس کے سامنے نظر ٹھہر جاتی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اپنے نورِ حجاب کے پیچھے تجلی فرمائی، تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک قسم کی رؤیت حاصل ہوئی اور یہ رؤیت اس رؤیت کی طرح نہیں تھی جو آخرت میں اہل ایمان کو بغیر حجاب کے حاصل ہوگی، اور بعض حجابات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو مطلقاً رؤیت سے مانع نہیں ہوتے، جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

کیا دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ ممکن ہے؟

فرمانِ باری تعالیٰ: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ... الخ، علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں الْاَبْصَارُ یہ معرّف بِاللَّام ہے جو کہ تخصیص کو قبول کرتا ہے اور اس تخصیص پر دلیل اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں بھی مذکور ہے اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ [1] یعنی ان کو اس دن اپنے رب کے دیدار سے روک لیا جائیگا، اس سے مراد کفار ہیں، اور اس تخصیص پر دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں بھی ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ. اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ یعنی بعض چہرے اس دن تروتازہ ہونگے اور اپنے رب کا دیدار کرنے والے ہونگے۔ تو جب یہ تخصیص آخرت میں جائز ہے تو دنیا میں بھی جائز ہوگی، کیونکہ مرئی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہوئے دنیا و آخرت دونوں کا وقت برابر ہے، اور علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بہترین استدلال ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رؤیت اللہ عقلاً بھی جائز ہے اور احادیث صحیحہ، مشہورہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ اہل ایمان کو آخرت میں رؤیت باری نصیب ہوگی، لیکن کیا دنیا میں اس کا وقوع ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں حق تعالیٰ شانہ کو نہیں دیکھا جاسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ باقی ہیں اور دنیا فانی ہے اور فانی میں باقی کو نہیں دیکھا جاسکتا، ہاں جب آخرت قائم ہوگی تو اہل ایمان کو باقی رہنے والی آنکھیں دی جائیں گی تو وہ پھر باقی رہنے والی ذات کا باقی رہنے والی آنکھوں سے دیدار کریں گے۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کلام سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ رؤیت باری محال ہے، ہاں رؤیت کا محال ہونا من حیث القدرۃ ہے تو جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو اپنی رؤیت پر قدرت دیدیں تو یہ کوئی ممتنع نہیں ہے۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کی تائید اس حدیث مرفوع سے بھی ہوسکتی ہے جو کہ صحیح مسلم میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِعْلَمُوْا اَنَّكُمْ لَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوْتُوْا کہ تم جان لو کہ تم

---

[1] مطففین: ۱۵۔

Marfat.com

اپنے رب کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے یہاں تک کہ تمہیں موت آ جائے۔ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے، تو اب ثابت ہوا کہ عقلاً رؤیت باری رحمۃ اللہ علیہ دنیا میں جائز ہے کوئی ممتنع نہیں ہے، ہاں سمعاً ممتنع ہے، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر ہم نے کہا کہ یہ دنیا میں ممتنع ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے رؤیت کو ثابت کیا جا سکتا ہے اس دلیل کی بنیاد پر کہ متکلم اپنے کلام کے عموم میں داخل نہیں ہوتا، جیسا کہ حافظ ابن الحجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رؤیت کے ساتھ اس لئے مختص فرمایا اور اس کی حکمت یہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق، تخلیق اکمل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورۃ اور صفات باکمال ہیں اور اس میں ہر طرح سے اللہ تعالیٰ نے تناسب رکھا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت علی وجہ الاعتدال تمام حقائق کی جامع شخصیت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تمام اوصاف اور حقائق کی کشش ہے۔

اب یہ تمام چیزیں باذنِ اللہ تعالیٰ دوام اور ثبات کا تقاضہ کرتی ہیں اور باوجود اسکے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان تمام صفات وحقائق کا ظہور کامل آخرت میں ہی ہوگا، تو اس تخصیص رؤیت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بھی مقتضی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات بھی، جیسا کہ روح المعانی میں ہے۔

آخرت میں مؤمنین کو دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا

اہل السنۃ کا متفقہ مذہب ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ عقلاً ممکن ہے، محال نہیں ہے، اور اس بات پر بھی تمام اہل السنۃ کا اجماع ہے کہ رؤیتِ باری کا آخرت میں وقوع ہوگا اور تمام مؤمنین دیدار الٰہی سے بہرہ ور ہونگے اور کافر اس سے محروم ہونگے اور اہلِ بدعت میں سے بعض لوگ مثلاً معتزلہ، اور خوارج اور بعض مرجعہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق میں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا اور اس کی رؤیت عقلاً محال، ناممکن ہے حالانکہ یہ واضح اور صریح غلطی ہے اور بدترین جہالت ہے، کیونکہ کتاب اللہ اور سنت سے اس کے ثبوت اور اثبات پر بہت سارے دلائل آئے ہیں کہ آخرت میں تمام اہل ایمان کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا، اور اس پر اجماع صحابہ بھی منعقد ہوا ہے اور سلف صالحین کا بھی اس پر اجماع ہے اور بیس کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث رؤیت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

سے نقل کیا ہے اور آیات قرآنی بھی اس بارہ میں مشہور ہیں۔

اہل بدعت کے رؤیت باری تعالیٰ پر جتنے بھی اعتراضات ہیں متکلمین اہل السنۃ کی کتابوں میں ان کے جوابات مشہور و معروف ہیں اور اسی طرح انکے باقی شبہات کے جوابات بھی دیے گئے ہیں اور وہ تمام اعتراضات اور ان کے جوابات علمِ کلام کی کتابوں میں مذکور ہیں اور اس کتاب میں ان کے ذکر کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ دنیا میں رؤیتِ باری ممکن ہے یا نہیں تو اس بارہ میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ دنیا میں رؤیت ممکن تو ہے لیکن جمہور سلف صالحین اور ان کے تبعین اور متکلمین وغیرہم کے نزدیک دنیا میں رؤیتِ باری تعالیٰ کا وقوع نہیں ہوگا۔

جنت میں اللہ تعالیٰ مؤمنین کو دیدار کرائیں گے، چنانچہ ترمذی شریف کی روایت میں ہے:

عَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (یونس:۲۶) قَالَ: إِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ نَادٰى مُنَادٍ إِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللهِ مَوْعِدًا يُرِيْدُ اَنْ يُنْجِزَكُمُوْهُ. قَالُوْا: اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ وَتُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ؟ قَالَ: فَيُكْشَفُ الْحِجَابُ. قَالَ: فَوَاللهِ مَا اَعْطَاهُمُ اللهُ شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلَيْهِ (السنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۱۰۵)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ”جن لوگوں نے نیکی کی ہے اُن کے واسطے اچھائی (جنت) ہے اور مزید برآں بھی (یعنی دیدارِ الٰہی)،“ کی تفسیر اس طرح فرمائی: جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا: اللہ کے پاس تمہارے لئے اس کی طرف سے کیا ہوا ایک وعدہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تم سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کر دے، تو وہ جنتی کہیں گے کیا اللہ نے ہمارے چہرے روشن نہیں کر دیے ہیں، آگ سے نجات نہیں دی ہے، اور ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا ہے؟ (اب کونسی نعمت باقی رہ گئی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر پردہ اٹھا دیا جائے گا، آپ نے فرمایا: قسم اللہ کی! اللہ نے انہیں کوئی ایسی چیز دی ہی نہیں جو انہیں اس کے دیدار سے زیادہ لذیذ اور محبوب ہو۔

Marfat.com

قرآن کریم اور تقدیر کا بیان

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَكَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا

شریعت کی اصطلاح میں تقدیر نام ہے قضاء (فیصلہ) کا، یعنی کائنات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ازل سے جو منصوبہ بندی (پلاننگ) کی ہے اس کا نام ''تقدیر الٰہی'' ہے، عربی میں عام طور پر لفظ قدَر مستعمل ہے اور اردو میں تقدیر، مطلب دونوں کا ایک ہے۔

قضا و قدر میں فرق

قضا و قدر در حقیقت ایک ہیں مگر کبھی دونوں میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حکمِ ازلی قضا ہے اور اس کا وقوع قدر ہے، پس قضا، قدر سے سابق ہے مگر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ کے نزدیک معاملہ برعکس ہے، تقدیر پلاننگ کا نام ہے اور قضا اس کے وقوع کا نام ہے، مثلاً جب کوئی مکان بنانے کا ارادہ کرتے ہیں تو پہلے اجمالی نقشہ ذہن میں قائم کر لیتے ہیں یہ قدر ہے، پھر اس اجمالی نقشہ کے مطابق مکان تیار کرتے ہیں یہ موجود فی الخارج مکان بمنزلہ قضا ہے۔

بھلی اور بُری تقدیر کا مطلب

حدیثِ جبرائیل میں ایمانیات میں تُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ آیا ہے یعنی مؤمن ہونے کے لئے تقدیر پر ایمان ضروری ہے اور اس کے بھلے بُرے ہونے پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، اور ابن ماجہ کے مقدمہ میں بِالْاَقْدَارِ کُلِّھَا خَیْرِھَا وَشَرِّھَا. حُلْوِھَا وَمُرِّھَا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام طے کردہ باتوں پر، خواہ وہ بھلی ہوں یا بُری، میٹھی ہوں یا کڑوی، ایمان لانا ضروری ہے۔

Marfat.com

ان حدیثوں میں ضمیروں کا مرجع قدر اور اقدار ہیں، اور تقدیر الٰہی کا بھلا برا اور میٹھا کڑوا ہونا انسانوں کے اعتبار سے ہے ورنہ اللہ کی پلاننگ کے اعتبار سے ہر چیز بھلی ہے، پس بھلی بُری تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ خواہ وہ طے کردہ باتیں انسانوں کیلئے مفید ہوں یا مضر، میٹھی ہوں یا کڑوی، یعنی اچھی لگیں یا بُری سب پر ایمان لانا ضروری ہے، جیسے گھی کے بارے میں تجویز الٰہی یہ ہے کہ وہ صحت بخش ہے اور زہر کے بارے میں یہ طے ہے کہ وہ مہلک ہے، اسی طرح ایمان اور اعمال صالحہ کے بارے میں طے ہے کہ وہ جنّت میں لے جانے والے اعمال ہیں اور کفر و معاصی جہنم میں لے جانے والے ہیں، یعنی اوّل انسان کیلئے مفید اور ثانی مضر اعمال ہیں، اسی طرح بچہ کا زندہ رہنا انسان کو پسند ہے اور مَر جانا ناپسند ہے، بہرحال یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ ہیں اور ان پر ایمان لانا اور عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

اور کائناتی چیزوں کی حد تک ہر شخص تقدیر الٰہی کا قائل بھی ہے اور اس کا پابند بھی ہے، لوگ بڑی قیمت دے کر گھی خریدتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں اور زہر کے پاس کوئی نہیں بھٹکتا اور کسی کو اس معاملہ میں تقدیر الٰہی پر اعتراض نہیں مگر جب ایمان و اعمال صالحہ اور کُفر و اعمالِ طالحہ کا معاملہ آتا ہے تو انسان باتیں چھانٹتا ہے اور جب اس کا بچہ فوت ہو جاتا ہے تو جزع، فزع کی حد کر دیتا ہے، یہ تقدیر پر ایمان نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ [1]

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ لوگ ''بھلی بُری تقدیر'' کا مطلب، نفس الامر کے اعتبار سے بھلی بُری تقدیر یعنی فی نفسہ بھلی بُری تقدیر سمجھتے ہیں، حالانکہ اس اعتبار سے تو ہر چیز خیر محض ہے، ''کوئی بُرا نہیں کارخانہ خداوندی میں''، بلکہ مراد انسان کے تعلق سے بھلا بُرا ہونا ہے یعنی انسان کے لئے مفید اور غیر مفید ہونا ہے اور اس کو کائناتی چیزوں کی حد تک ہر شخص تسلیم کرتا ہے اور مفید باتیں حاصل کرنے کی اور مضر باتوں سے بچنے کی سعی کرتا ہے۔ پس اعمال و واقعات میں بھی یہ بات مان لینی چاہئے اور یہی بھلی بُری تقدیر پر ایمان لانا ہے۔

---

[1] رحمۃ اللہ الواسعہ ۱: ٦٦١۔

Marfat.com

تقدیر کا دائرہ

کائنات خواہ ارضی ہو یا سماوی، اس کا کوئی ذرہ اوراس کا کوئی حال تقدیر کے دائرہ سے باہر نہیں، اور تقدیر صرف اجمالی نہیں، بلکہ تفصیلی ہے، یعنی تقدیر میں صرف مسببات ومعلولات ہی نہیں بلکہ ان کے اسباب وعلل بھی ہیں، ایک صحابی نے آنحضور ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ جھاڑ پھونک جس کو ہم (دُکھ درد میں) کرواتے ہیں اور وہ دوائیں جن سے ہم اپنا علاج کرتے ہیں اور وہ پرہیز (اور بچاؤ کی تدبیریں) جن کو ہم اپناتے ہیں، کیا یہ چیزیں قضاوقدر کو ٹال سکتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ سب چیزیں اللہ کی تقدیر میں شامل ہیں۔''

یعنی ہم جن مقاصد کیلئے جو تدبیریں اور کوششیں کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں جن اسباب کو اختیار کرتے ہیں وہ سب اللہ کی تقدیر کے ماتحت ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے کہ فلاں شخص پر فلاں بیماری آئے گی اور وہ فلاں جھاڑ پھونک یا فلاں دوا کرے گا جس سے وہ اچھا ہو جائے گا۔

دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہر چیز تقدیر سے ہے، یہاں تک کہ آدمی کا ناکارہ (ناقابل) ہونا اور ہوشیار ہونا۔[1]

یعنی آدمی کی صفات مثلاً قابلیت وعدمِ قابلیت، صلاحیت وعدم صلاحیت اور عقل مندی وبیوقوفی وغیرہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہیں، پس دنیا میں جو کوئی جیسا اور جس حالت میں ہے وہ سب اللہ کی قضاوقدر کے ماتحت ہے۔

اسی طرح مکلّف مخلوقات کے جملہ احوال بھی قضاوقدر کے دائرہ میں ہیں، یعنی یہ طے کر دیا گیا ہے کہ جن وانس ایک جزوی اختیار رکھنے والی مخلوقات ہونگی اور ان میں سے فلاں فلاں اپنے کسب واختیار سے یہ عمل کر کے جنّت میں جائیں گے اور اتنے افراد یہ عمل کر کے جہنم میں جائیں گے اور دیگر مخلوقات کے لئے جزوی اختیار نہیں ہوگا، اس لئے وہ پاداش عمل کے قانون سے مستثنیٰ ہوں گی، غرض سب احوال اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ تقدیر الٰہی میں طے شدہ ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم۔

Marfat.com

تقدیر کا مسئلہ آسان ہے

تقدیر کا مسئلہ آسان ہے، اس میں کچھ پیچیدگی نہیں، یہ مسئلہ نصاری کی تثلیث کی طرح نہیں ہے جس کا راز آج تک کوئی نہیں پا سکا، نہ آئندہ پا سکے گا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تقدیر پر ایمان لانا ایمانیات میں شامل ہے، تقدیر پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا اور ایمان کا مکلّف ہر عاقل و بالغ ہے، اور سب لوگوں کی عقلیں یکساں نہیں، پس کوئی ایسا مسئلہ ایمانیات میں کیسے شامل کیا جا سکتا ہے جو ہر ایک کیلئے قابل فہم نہ ہو، ورنہ بعض لوگوں کے حق میں تکلیف مالا یطاق لازم آئے گی، جو باطل ہے، پس لامحالہ یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ تقدیر کا مسئلہ ہر کس و ناکس کے لئے قابلِ فہم ہے، کیونکہ یہ کوئی دقیق مسئلہ نہیں اور حدیث شریف میں جو تقدیر کے باب میں تنازع کی ممانعت آئی ہے اور اس معاملہ میں تنازع کی وجہ سے اممِ سابقہ کے ہلاک ہونے کا ذکر آیا ہے، اس میں تنازع سے بحث و مباحثہ مراد ہے، اور قضا و قدر میں بحث اس لئے ممنوع ہے کہ یہ خدا کی صفات میں بحث ہے، کیونکہ قضا و قدر اللہ کی صفات ہیں اور صفات میں بحث، ذات میں غور و فکر ہے اور خالق میں غور کرنے کی ممانعت ہے۔

اور سابقہ امتوں کے ہلاک ہونے سے مراد اُن کی گمراہی ہے، قرآن و حدیث میں ہلاکت کا لفظ گمراہی کیلئے بکثرت استعمال ہوا ہے، اس لئے آپ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ گزشتہ اُمتوں میں اعتقادی گمراہیاں اس وقت در آئیں جب انہوں نے اس مسئلہ کو بحث کا موضوع بنایا اور تاریخ شاہد ہے کہ اُمّت محمدیہ میں بھی اعتقادی گمراہیوں کا سلسلہ اسی مسئلہ سے شروع ہوا ہے۔[1]

تقدیر کا مسئلہ مشکل کیوں بن گیا ہے؟

تقدیر کا مسئلہ دو وجہ سے مشکل بن گیا ہے:

پہلی وجہ: یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ تقدیر کا مسئلہ درحقیقت صفات باری تعالیٰ کا مسئلہ ہے اور

---

[1] معارف الحدیث ۱:۱۷۵۔

Marfat.com

صفاتِ الٰہیہ کو ایک حد تک ہی سمجھا جا سکتا ہے، ان کی تمام حقیقت سمجھنا انسان کے بس کی بات نہیں، صفات کے باب میں ایک حد پر پہنچ کر رُک جانا پڑتا ہے۔ اسی طرح تقدیر کے مسئلہ میں بھی ایک حد پر رُکنا ضروری ہے، مگر لوگ رُکتے نہیں، وہ سب کچھ سمجھنا چاہتے ہیں، حالانکہ یہ بات صفات کے تعلق سے ممکن نہیں، یہی بات درج ذیل حدیث میں سمجھائی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے ہر ایک کا ٹھکانہ دوزخ کا اور جنّت کا لکھا جا چکا ہے'' (بس تقدیر کا مسئلہ اتنا ہی ہے) صحابہ نے عرض کیا: پس کیا ہم اس نوشتہ پر بھروسہ کر کے بیٹھ نہ رہیں؟ اور عمل چھوڑ نہ دیں؟ (یہ تقدیر کے مسئلہ پر اُٹھنے والا سوال ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: ''عمل کئے جاؤ، ہر ایک کے لئے وہی عمل آسان کیا جاتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے، نیک بخت کو نیک بختی کے کاموں کی توفیق ملتی ہے اور بد بخت کو بدبختی کے کاموں کی، اور دلیل میں آپ ﷺ نے سورۃ اللیل کی آیات (۵-۱۰) پڑھیں۔'' [1]

اس حدیث میں حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کا جواب نہیں دیا بلکہ ان کو عمل میں لگایا ہے، کیونکہ قضا و قدر کے مسئلہ کو جس حد تک آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے اسی حد تک سمجھا جا سکتا ہے، اس سے آگے کی بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، اس حد پر رُک جانا ضروری ہے تمام صفات خداوندی کا یہی معاملہ ہے۔

رہی یہ بات کہ تقدیر کا مسئلہ صفات الٰہیہ کا مسئلہ کیسے ہے؟ یہ بات اس سے واضح ہے کہ عرف میں قضا و قدر ایک ساتھ بولتے ہیں، یہ دو مترادف لفظوں کا عطف تفسیری کے ساتھ استعمال ہے اور ''قضا'' کا صفت الٰہی ہونا قرآن کریم میں بیسیوں جگہ مصرح ہے، مثلاً: ''وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْٓا إِلَّآ إِيَّاهُ'' [2] اور سورۃ الاحزاب آیت ۳۸ میں ہے: ''وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا'' (اور اللہ کا حکم (پہلے سے) تجویز کیا ہوا ہے) ان آیات سے قضا و قدر کا صفتِ الٰہی ہونا صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔

[1] مشکوٰۃ حدیث ۸۵۔ [2] بنی اسرائیل: ۲۳۔

Marfat.com

دوسری وجہ: ہماری صفات مفہوم کے اعتبار سے ہماری ذات سے زائد (مغائر) ہیں اور وجود کے اعتبار سے متحد، اسی طرح ہماری متعدد صفات اپنے مفاہیم کے اعتبار سے جدا جدا ہیں، مگر سب ذات کے وجود میں شامل ہیں، یعنی صفات، ذات کے ساتھ مل کر ایک اکائی بناتی ہیں، یہی حال بلاتشبیہ ذاتِ ربّ اور صفاتِ الٰہیہ کا ہے، اور ہر صفت کا اپنا ایک دائرہ ہے جیسے صفت سمع کا دائرہ الگ ہے، اور صفت بصر کا الگ، مگر کبھی ایک صفت کے دوسری صفت پر اثرات پڑتے ہیں، اگر ان سب باتوں کو باریک بینی سے ملحوظ نہ رکھا جائے تو حقائق فہمی میں دشواری پیش آئے گی، مثلاً خداوند قدوس کے تعلق سے اگر تقدیر معلق کا قائل ہوا جائے تو شمولِ علم کے مسئلہ پر اس کا اثر پڑے گا، یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ کا علم عام و تام نہیں، حالانکہ شمول علم کے مسئلہ میں آج تک کسی فرقہ نے اختلاف نہیں کیا، اسی طرح بندوں کو ان کے اختیاری اعمال میں مختارِ کل مانا جائے تو عموم قدرت کے مسئلہ پر اثر پڑے گا، ماننا پڑے گا کہ کچھ چیزیں اللہ کے اختیار میں نہیں، بندوں کے اختیار میں ہیں، توبہ! ایسی حماقت بھری بات کون مان سکتا ہے۔

اسی طرح لوگ قضا و قدر کے مسئلہ کو شمول علم کے مسئلہ کے ساتھ ملا دیتے ہیں، وہ پوچھتے ہیں کہ جب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کو ازل سے معلوم ہے کہ ایسا ہونا ہے تو ویسا ہونا ضروری ہے، کیونکہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا علم غلط نہیں ہو سکتا، پھر بندے با اختیار کیسے ہوئے؟ وہ تو مجبورِ محض ہو گئے! حالانکہ سوچنے کا انداز یہ ہونا چاہئے تھا کہ اگر ازل میں سب چیزوں کو طے شدہ نہیں مانیں گے تو شمول علم کی بات غلط ہو کر رہ جائے گی، جب کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا علم محیط ہے تو ضروری ہے کہ ہر چیز ازل سے طے شدہ ہو، ورنہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کو ان کا علم کیسے ہوگا؟ غرض صفات کے دائرے الگ الگ ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے اور ایک صفت کے دوسری صفت پر پڑنے والے اثرات کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے تقدیر کا مسئلہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔

تقدیر پر ایمان لانے کے تین اہم فائدے

پہلا فائدہ: تقدیر پر ایمان کے ذریعہ آدمی اس ہم آہنگ نظم و انتظام کو سمجھ سکتا ہے جو ساری کائنات میں

Marfat.com

پھیلا ہوا ہے، وہ جان لے گا کہ تمام کائنات ایک منظّم و متحد قانون کی پابند ہے، کائنات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے برتاؤ میں پوری طرح یگانگت ہے، سرِ مو تفاوت نہیں۔

دوسرا فائدہ: جس شخص کا تقدیر الٰہی پر ٹھیک ایمان ہوگا اور وہ جانتا ہوگا کہ ہر چیز ازل سے طے شدہ ہے، کوئی اَمر منتظر نہیں، ہر بات فیصل ہو چکی ہے، اس کی نگاہ اللہ کی قدرت کاملہ کی طرف اُٹھی رہے گی، وہ دنیا و مافیہا کو اللہ کا پَرتو سمجھے گا، وہ جان لے گا کہ ہر چیز قضا و قدر سے ہے حتی کہ اختیاری اعمال میں بھی بندوں کو جو اختیار حاصل ہے وہ اللہ کی دَین ہے، انہوں نے ہی ازل میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ مکلّف مخلوقات کو ایک جزوی اختیار حاصل ہو، اسی فیصلے کی وجہ سے بندے مختار ہیں اور بندوں کا حال اس معاملہ میں ایسا ہے جیسا آئینہ میں منعکس ہونے والی صورت کا ہے کہ وہ ذی صورت کا پَرتو اور ظل ہے، اسی طرح بندوں کو اختیار بھی خالق ارض و سماء کی طرف سے ملا ہے اور جب بندہ اس طرح اللہ جل جلالہ کی قدرت کاملہ پر یقین رکھے گا اور خود کو ''مردہ بدست زندہ'' سمجھے گا تو وہ ہر معاملہ میں مطمئن رہے گا، کسی معاملہ میں اس کو کوئی غیر معمولی پریشانی لاحق نہیں ہوگی، وہ ہر حالت کو اللہ کی طرف سے سمجھے گا:

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا [1]

''آپ فرما دیجئے کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر ان لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں ہوتے۔''

تیسرا فائدہ: جس طرح دیدارِ خداوندی آخرت میں نصیب ہوگا مگر اس کی تیاری نمازوں کی پابندی کے ذریعہ اسی دنیا میں کرنی ہے، اسی طرح تقدیر پر ایمان آدمی میں رفتہ رفتہ استعداد پیدا کرتا ہے کہ وہ اللہ کی یکساں اور ہم آہنگ تدبیرِ وحدانی کو سمجھ سکے، گو کہ اس کا انکشاف تام آخرت میں ہوگا، مگر اس کی صلاحیت ابھی سے پیدا کرنی ہے اور وہ تقدیر پر ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] النساء: ۷۸۔ [2] رحمۃ اللہ الواسعہ ۱: ۶۶۳ـ۶۶۶۔

Marfat.com

تقدیر کے ساتھ تدبیر ضروری ہے

جاننا چاہئے کہ تقدیر پر ایمان لانا معرفت خداوندی کے لئے ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کی تمام صفات کے ساتھ پہچاننا ضروری ہے اور اللہ کی صفات میں قضاو قدر بھی ہیں، مگر تقدیر پر ایمان لانے کے ساتھ معرفتِ خودی بھی ضروری ہے، یعنی اپنا مقام و مرتبہ پہچاننا بھی ضروری ہے، کیونکہ ہم بندے ہیں، بندگی ہمارا وصفِ خاص ہے، پس اللہ کی جانب سے تقدیر پر نظر، معرفتِ خداوندی کے لئے ضروری ہے اور اپنی جانب سے تقدیر پر نظر، معرفتِ خودی کے لئے ضروری ہے اور ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جزوی اختیار رکھنے والی مخلوق بنایا ہے، پس ہمیں اپنے اختیار سے اپنے لئے مفید کام کرنے چاہئیں اور اپنے اختیار سے اپنے لئے مضر کاموں سے بچنا چاہئے، تاکہ آخرت میں ہمارے لئے جو مفید گھر ہے یعنی جنّت وہ ہمیں ملے اور جو مضر جگہ ہے یعنی جہنم اس سے ہم بچ جائیں۔

آگے قضاو قدر کی جو روایات آرہی ہیں ان کو پڑھتے وقت یہ نکتہ خاص طور پر پیش نظر رہنا چاہئے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تقدیر کا مسئلہ سمجھایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اشکال پیش آیا، یہ اشکال ان کو اللہ کی جانب سے تقدیر پر نظر کرنے کی وجہ سے پیش آیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی نظر اس طرف پھیری کہ ہم بندوں کو اپنی جانب سے تقدیر کو دیکھنا چاہئے، یہی تدبیر ہے، فرمایا: اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ [1] ”اپنے اختیار سے اچھے عمل کرو، ہر انسان کیلئے وہی عمل آسان کیا جاتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے“، یعنی دوسرے عمل کا وہ تصور ہی نہیں کرسکتا۔

تقدیر معلق صرف بندوں کے اعتبار سے ہوتی ہے

اب یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر تقدیر مبرم اور ملزم ہوتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کا ازلی فیصلہ لازم کرنے والا ہے، جس کے مطابق کائنات کا وجود پذیر ہونا ضروری ہے یعنی اس طے

---

[1] صحیح مسلم، بَابُ كَيْفِيَّةِ خَلْقِ الْآدَمِيِّ فِيْ بَطْنِ أُمِّهٖ وَكِتَابَةِ رِزْقِهٖ وَأَجَلِهٖ وَعَمَلِهٖ وَشَقَاوَتِهٖ وَسَعَادَتِهٖ۔

Marfat.com

شدہ اُمر سے حوادث کا تخلف نہیں ہوسکتا، اور تقدیر معلق صرف بندوں کے اعتبار سے ہوتی ہے، جس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے کہ: ”والدین کے ساتھ حسنِ سلوک عمر بڑھاتا ہے، اور جھوٹ روزی گھٹاتا ہے، اور دعا فیصلہ خداوندی کو پھیر دیتی ہے“ یہ باتیں معلق صرف بندوں کے علم اور ظہور حوادث کے اعتبار سے ہیں، علم الٰہی کے تعلق سے ہر شئے طے شدہ ہے، ازل سے اللہ کو معلوم ہے کیا ہونا ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ طالب علم اگر محنت کرے گا تو امتحان میں کامیاب ہوگا اور کھیلے گا تو فیل ہوگا، یہ بات صرف بندوں کے اعتبار سے ہے، اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی کے اعتبار سے نہیں، ان کو ازل سے وہ پہلو معلوم ہے جو ظہور پذیر ہونے والا ہے، بلکہ وہ پہلو انہی کا طے کیا ہوا ہے، ورنہ علم الٰہی کا ناقص ہونا لازم آئے گا کیونکہ ماننا پڑے گا کہ کچھ باتیں ان کو ازل میں متعین طور پر معلوم نہیں تھیں توبہ! توبہ!!

اور اس سے جبر اس لئے لازم نہیں آتا کہ علم، معلوم سے منتزع ہوتا ہے یعنی معلوم کے تابع ہوتا ہے، معلوم کبھی علم کے تابع نہیں ہوتا، جیسے تاج محل کا واقعی علم وہ ہے جو تاج محل سے حاصل ہو، تاج محل کبھی ہمارے تصور کے تابع نہیں ہوسکتا، بس فرق اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم حضوری ہے، اکتسابی نہیں، اس لئے وہ معلومات کے محتاج نہیں، وہ لایزال میں جو کچھ رونما ہونے والا ہے اس کو ازل سے بغیر معلومات کے جانتے ہیں اور چونکہ ان کا علم واقعہ کے مطابق ہے اس لئے وہ جو کچھ جانتے ہیں وہی ہوگا، ورنہ ان کا علم غلط ہو جائے گا، مگر قاعدہ وہی رہے گا کہ علم، معلوم سے حاصل ہوتا ہے یعنی علم معلوم کے تابع ہوتا ہے، معلوم علم کے تابع نہیں ہوتا، اس لئے جبر لازم نہیں آئے گا۔

خلاصہ کلام

پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ قدر و تقدیر کے معنی ہیں: اندازہ کرنا، اسکیم بنانا اور پلاننگ کرنا، جس طرح آدمی حویلی بناتا ہے تو پہلے نقشہ بناتا ہے، پھر اس کے مطابق تعمیر کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے علمِ ازلی میں اس عالم کے لئے پلاننگ کی ہے، جس میں انسان کا مکلّف ہونا بھی شامل ہے، انسان کو اللہ تعالیٰ نے جزوی اختیار دیا

Marfat.com

ہے، اور وہ اپنے اختیار سے کیا کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ ازل سے جانتے ہیں، کائنات کا کوئی ذرہ ان سے مخفی نہیں، اور یہ معرفت الٰہی کا پہلو ہے اور اس اعتبار سے تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے، ورنہ معرفتِ الٰہی ناتمام رہ جائے گی۔

اور معرفت خودی کے نقطہ نظر سے اس طرح سوچنا چاہئے کہ ہم بندے ہیں اور مجبور بندے نہیں ہیں، بلکہ جزوی اختیار رکھنے والی مخلوق ہیں، پس ہم بہ اختیار خود اچھا بھی کر سکتے ہیں اور برا بھی، پس ہمیں اچھے کاموں کی سعی کرنی چاہئے اور بُرے کاموں سے بچنا چاہئے، یہ اپنی جانب سے تقدیر الٰہی پر غور کرنے کا طریقہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسی کی تعلیم دی ہے، یہی تقدیر کے ساتھ تدبیر ہے، اور دنیوی امور کی حد تک ہر شخص تدبیر کی ضرورت کا قائل ہے، ہر شخص ہاتھ پیر ہلاتا ہے تاکہ روزی روٹی ملے، اشکال صرف ایمان و کُفر اور اعمالِ صالحہ وسیئہ میں پیش آتا ہے، یہ ٹھیک نہیں، اس میں بھی تقدیر پر ایمان کے ساتھ تدبیر ضروری ہے یعنی اپنے اختیار تمیزی سے ایمان لانا اور نیک کام کرنا ضروری ہے تاکہ ہم جنّت سے ہم کنار ہوں۔ ''وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ''۔

مثالوں سے مزید وضاحت

بعض مسائل ذوجہتین ہوتے ہیں اور دونوں جہتوں کے احکام الگ ہوتے ہیں، وہاں اگر فرق مراتب نہ کیا جائے تو مسئلہ پیچیدہ ہو جاتا ہے، مثلاً

۱۔ حدیث میں ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل سے جنّت میں نہیں جائے گا حتیٰ کہ نبی بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنّت میں نہیں جائیں گے بلکہ اللہ کے فضل وکرم کی وجہ سے جائیں گے، یہاں بھی سوال پیدا ہوگا کہ پھر عمل سے کیا فائدہ؟ نیز قرآن وحدیث بھرے پڑے ہیں کہ ایمان واعمال صالحہ جنّت میں لے جائیں گے اور کُفر و اعمال سیئہ جہنم میں پہنچائیں گے، پس پہلی حدیث ان تصریحات کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہی ہے کہ پہلی حدیث میں جو بات ہے وہ عقیدہ ہے اور قرآن وحدیث کی تصریحات میں

Marfat.com

اسباب کا بیان ہے جو برائے عمل ہیں، کیونکہ اسباب محض اسباب ہوتے ہیں، مسبب الاسباب حق تعالیٰ ہیں، پس جس طرح کھانے پینے سے شکم سیری اور سیرابی حاصل نہیں ہوتی بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ شکم سیر اور سیراب کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے، اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا، مگر شکم سیری اور سیرابی کے لئے اسباب اختیار کرنے ضروری ہیں، کیونکہ وہ برائے عمل ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ رزّاق ہیں، قرآن کریم میں اس کی صراحت ہے مگر یہ عقیدہ ہے، برائے عمل یہ بات نہیں، عمل کے لئے وہ اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے روزی کے لئے پیدا کئے ہیں، چنانچہ ہر شخص روزی کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے اور جو ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا رہتا ہے وہ بے وقوف ہے، یہاں بھی مسئلہ کی دو جانبیں ہیں، ایک اللہ کی جانب ہے اور وہ صرف عقیدہ ہے، اور دوسری عمل کی جانب ہے اور وہ اسباب کو اختیار کرنا ہے۔

مسئلہ تقدیر کی دو جانبیں

اسی طرح تقدیر کے مسئلہ کی بھی دو جانبیں ہیں، ایک اللہ کی جانب ہے کہ سب کچھ ازل سے طے شدہ ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ جانتے بھی ہیں مگر یہ صرف عقیدہ ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت ہے۔ اور دوسری بندوں کی جانب ہے جو عمل کی جانب ہے، یعنی ہم کو یہ حکم ہے کہ اپنے اختیار تمیزی سے اچھے کام کریں تا کہ اچھے انجام سے ہمکنار ہوں، کیونکہ یہ دنیا دارُ الاسباب ہے، یہاں ہر چیز کا سبب ہے، جس سے مسببات وجود میں آتے ہیں، اور تقدیر الٰہی میں صرف مسبباب نہیں، بلکہ اسباب بھی ہیں اور کائنات کو برتنے کی حد تک ہر شخص اس کو تسلیم کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا بھی ہے، پس کیوں نہ ایمان و اعمال صالحہ اور کُفر اور اعمالِ سیئہ میں بھی یہ بات تسلیم کر لی جائے؟ یعنی جو جنّت میں جائے گا وہ اس کے اسباب کی وجہ سے جائے گا اور جو جہنم میں جائے گا وہ بھی اس کے اسباب کی وجہ سے جائے گا اور تقدیر الٰہی اسباب و مسببات کے مجموعہ کا نام ہے، تقدیر میں صرف مسببات ہی نہیں ہیں، اسباب بھی ہیں اور اسباب اختیار کرنا یہ عمل کی جانب ہے اور اسی اعتبار سے تقدیر معلق ہے۔ اُمید ہے کہ اس سے مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی، مزید تفصیل احادیث کی شرح میں آئے گی۔

Marfat.com

حضرت آدم و موسیٰ علیہم السلام میں ایک مناظرہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حضرت آدم و موسی علیہم السلام میں مناظرہ ہوا، موسی علیہ السلام نے کہا، اے آدم! آپ وہی ہیں جن کو اللہ تعالی نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ہے، اور آپ میں اپنی خاص روح پھونکی ہے، آپ نے لوگوں کو بے راہ کر دیا اور ان کو جنت سے نکال دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس آدم علیہ السلام نے جواب دیا، آپ وہ موسی ہیں جن کو اللہ جل جلالہ نے اپنی ہم کلامی کا شرف بخشا ہے، کیا آپ مجھے ایک ایسے عمل پر ملامت کرتے ہیں جس کو میں نے کیا ہے، جس کو اللہ جل جلالہ نے مجھ پر لکھ دیا ہے آسمان و زمین پیدا کرنے سے پہلے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس آدم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے، یعنی موسیٰ علیہ السلام لا جواب ہو گئے۔

تشریح

یہ مناظرہ کہاں ہوا؟ مسلم شریف کی روایت میں عِنْدَ رَبِّهِمَا ہے، یعنی یہ مناظرہ عالم ارواح میں بارگاہ خداوندی میں ہوا، جہاں حضرت آدم علیہ السلام اور موسی علیہ السلام کی ارواح جمع ہوئی تھیں۔

نوشتہ تقدیر کوتاہی کا عذر تو نہیں بن سکتا، مگر اس کے ذریعہ الزام رفع کیا جا سکتا ہے، چنانچہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی، اور عتاب خداوندی نازل ہوا، تو آپ نے فوراً توبہ کی، تقدیر کا عذر پیش نہیں کیا، مگر جب حضرت موسی علیہ السلام نے آپ کو الزام دیا تو آپ نے اپنی لغزش کا وہ پہلو سامنے رکھا جو نوشتہ تقدیر تھا، جس کے مطابق واقعات کا رونما ہونا ضروری تھا، چنانچہ موسی علیہ السلام لا جواب ہو گئے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش میں دو پہلو ہیں:

ایک پہلو: وہ ہے جس کا تعلق خاص حضرت آدم علیہ السلام سے ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک آپ نے شجرہ ممنوعہ نہیں کھایا تھا جنت کی سب نعمتیں حاصل تھیں، اس وقت آپ کی حالت فرشتوں جیسی تھی، کوئی کلفت پیش

Marfat.com

نہیں آتی تھی، پھر جب آپ علیہ السلام نے درخت کھالیا، تو صورت حال بدل گئی، اس پہلو سے درخت کا کھانا ایک ایسا گناہ تھا جس سے استغفار ضروری تھا، چنانچہ آپ علیہ السلام نے استغفار کیا جو بارگاہ خداوندی میں قبول ہوا۔

اور دوسرا پہلو: وہ ہے جس کا تعلق نظام عالم سے ہے، جس کا اظہار اللہ تعالی نے تخلیق آدم سے پہلے ہی فرشتوں سے کر دیا تھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تخلیق آدم کی غرض نوع انسانی کو زمین میں اپنا خلیفہ بنانا ہے، اور ایک ایسی مخلوق وجود میں لانا ہے جس میں خیر وشر کی صلاحتیں جمع ہوں، جن کو احکام شرعیہ کا مکلف بنایا جائے ،اس پہلو سے حضرت آدم علیہ السلام کا شجرۂ ممنوعہ کھانا اللہ کی مراد کے مطابق اور ان کی حکمت کے موافق تھا۔

اور جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو یہ دوسرا پہلو ان سے مخفی تھا، پہلا ہی پہلو پیش نظر تھا اس لئے آپ پر عتاب نازل ہوا، اور آپ نے استغفار کیا، جس کا مداوا کیا گیا، پھر جب وفات کے بعد آپ بارگاہ خداوندی میں منتقل ہوئے تو واقعہ کا یہ دوسرا پہلو واضح ہوا، اور حضرت موسی علیہ السلام نے واقعہ کے پہلے پہلو سے اعتراض کیا تھا، مگر جب ان کے سامنے معاملہ کا یہ دوسرا پہلو آیا، تو وہ خاموش ہو گئے اور بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔

فائدہ

بندوں کو تقدیر کا معاملہ اپنی جانب سے دیکھنا چاہئے ،یعنی اپنے اختیار اور اسباب ومسببات کے دائرہ میں سوچنا چاہئے، تقدیر الٰہی کی جانب سے نہیں دیکھنا چاہیے، ہاں جب معاملات کھل جائیں تو جس طرح چاہیں سوچیں، حضرت آدم علیہ السلام نے بھی جب ان سے لغزش ہوئی تھی، تو معاملہ کو اسی طرح سوچا تھا اور توبہ کی تھی، کیونکہ بندے کی بندگی کے لائق یہی طریقہ ہے، پھر جب معاملہ واضح ہو گیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے دوسرے انداز سے گفتگو کی۔

اور اس کی نظیر یہ ہے کہ تقدیر پر تکیہ نہیں کرنا چاہئے ،معاملات کو اسباب کے دائرہ میں لانا چاہیے، اور اچھائی کے اسباب اختیار کرنے چاہئیں اور برائی کے اسباب سے بچنا چاہیے، پھر جب معاملہ ایک طرف ہو جائے ،تو تقدیر پر اعتماد کرنا چاہیے، مثلاً کسی کا لاڈلا بچہ بیمار پڑے تو وہ ہر طرح سے علاج معالجہ کرائے ،تقدیر پر بھروسہ

Marfat.com

کر کے نہ بیٹھے، مگر جب بچہ فوت ہو جائے، تو رضا بہ قضاء کا مرحلہ شروع ہوتا ہے، اب آدمی کو یہ سوچنا چاہیئے کہ جو مقدر تھا وہ ہوا اور اسی میں میرے لئے خیر تھی، یہ تقدیر پر ایمان کا بہت بڑا فائدہ ہے۔

اخروی انجام آخری اعمال کے مطابق ہوگا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پس قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! تم میں سے ایک جنتیوں والے کام کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، یعنی موت کے قریب تک ایمان و عمل صالح میں مشغول رہتا ہے، پھر اس پر نوشتۂ تقدیر غالب آتا ہے، پس اس کیلئے زندگی ختم کی جاتی ہے دوزخ والوں کے عمل کے ساتھ، پس وہ دوزخ میں جاتا ہے، اور تم میں سے ایک آدمی دوزخ والوں کے کام کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر نوشتۂ تقدیر غالب آتا ہے، پس اس کیلئے اختتام کیا جاتا ہے جنتیوں کے عمل کے ساتھ، پس وہ جنت میں جاتا ہے۔

اس حدیث کا خاص سبق یہ ہے کہ کسی کو بداعمالیوں میں مبتلا دیکھ کر اس کے قطعی دوزخی ہونے کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ معلوم نہیں زندگی کے باقی حصہ میں اس کا رخ اور رویّہ کیا ہونے والا ہے، اسی طرح آج اعمال خیر کی توفیق مل رہی ہے تو اس پر مطمئن نہیں ہو جانا چاہیئے، بلکہ برابر حسن عمل کیلئے فکر مند اور کوشاں رہنا چاہئے۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ [1]

جو جنتیوں والے اعمال کر رہا ہے، لوگوں پر جس چیز کا ظہور ہو رہا ہے کہ یہ نیک ہے، موت پر اللہ

[1] صحیح مسلم۔

Marfat.com

تعالی باطنی کفر ظاہر کر دیتے ہیں، اسی طرح فرمایا لوگ سمجھ رہے ہیں کہ یہ برے اعمال کر رہا ہے ،اور قلب میں گناہ کی شرمندگی اور ڈر ہے، موت پر اللہ تعالی اس کو ظاہر کر دیتے ہیں۔

عہد اَلَستُ اور عالمِ ذرّ

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی پشت سے ان کی صلبی اولاد پیدا کی گئی، پھر اولاد کی پشت در پشت سے ان کی اولاد نکالی گئی، اور اللہ تعالی نے تمام انسانوں کو اپنے سامنے پھیلا دیا، یعنی ان پر اپنی تجلی فرمائی ،اپنا جلوہ دکھایا، اس طرح دیدار کرا کر اپنی معرفت اور پہچان کرائی، پھر ان سے پوچھا: ''کیا میں تمھارا رب نہیں؟'' سب نے کہا کیوں نہیں، ! ہم سب گواہی دیتے ہیں یعنی اقرار کرتے ہیں، یہ مضمون مسند احمد اور مستدرک حاکم میں ہے جس کی سند صحیح ہے۔

پھر وہ روحیں اصلاب میں واپس نہیں کی گئیں بلکہ عالم ارواح میں ان کو خاص ترتیب سے رکھ دیا گیا، بخاری شریف میں روایت ہے: اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ عالم ارواح میں روحیں خاص ترتیب سے جیسے فوج کی پلٹنیں ہوتی ہیں، رکھی ہوئی ہیں، پھر شکم مادر میں تیار ہونے والے جسم میں وہیں سے روح لا کر فرشتہ پھونکتا ہے۔[1]

الغرض معرفت خداوندی اور ربوبیت ربانی کا علم ہر انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے، اور اس دنیا میں آنے کے بعد انسان گو اس عہد کی تفصیلات بھول گیا ہے، مگر اصل استعداد موجود ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آڑے وقت میں انسان کو اللہ یاد آتا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ معرفت اس کی فطرت میں ہے۔

نابالغ بچوں کا حکم دو طرح کا ہے، دنیوی اور اخروی

نابالغ بچوں کا دنیوی حکم یہ ہے کہ وہ خیر الابوین کے تابع ہوتے ہیں، اگر ماں باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہو تو بچہ بھی مسلمان تصور کیا جائے گا، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اس کو مسلمانوں کے قبرستان

---

[1] رحمۃ اللہ الواسعہ، ج:۱،ص:۱۱۶۔

Marfat.com

میں دفن کیا جائے گا، اور اس کی میراث مسلمان ورثاء کو ملے گی، اور اگر بچہ کے والدین غیر مسلم ہیں تو اس کو مسلمان تصور نہیں کیا جائے گا۔

اور نابالغ بچوں کا اخروی حکم یہ ہے کہ جو بچہ نابالغ ہونے کی حالت میں مر گیا اگر وہ مسلمان کا بچہ ہے تو اس کے بارے میں تقریباً اتفاق ہے کہ وہ جنتی ہوگا، اور اطفال مشرکین کے بارے میں اختلاف ہے، چھ قول ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ وہ دوزخی ہوں گے، یہ مذہب واضح طور پر باطل ہے کیونکہ سلف کا اجماع ہے کہ عمل بد کے بغیر عذاب نہیں ہوتا۔

۲۔ وہ اعراف میں ہونگے، وہاں ان کو نہ عذاب ہوگا، نہ راحت ہوگی، یہ قول بھی صحیح نہیں، کیونکہ اعراف ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں۔

۳۔ ان کا آخرت میں امتحان ہوگا، جیسے اصحاب فترت اور پاگلوں کا امتحان ہوگا جو کامیاب ہونگے جنت میں جائیں گے، اور جو ناکام ہوں گے جہنم میں جائیں گے، یہ قول بھی صحیح نہیں، کیونکہ آخرت دار جزاء ہے، دار تکلیف نہیں۔

۴۔ ایک رائے یہ ہے کہ وہ اہل جنت کے خدّام ہوں گے، مگر اس قول کی مرفوع حدیث سے کوئی دلیل نہیں، اور قرآن کریم میں دو جگہ (وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ) آیا ہے وہ لڑکے جنت کی مخلوق ہیں۔

۵۔ اطفال مشرکین بھی جنتی ہوں گے، یہ امام ابوالحسن اشعری کا قول ہے۔

۶۔ اطفال مشرکین کے مسئلہ میں توقف کیا جائے۔

توقف کے دو معنی ہیں، ایک، کسی چیز کے بارے میں علم نہ ہونا یا حکم نہ لگا سکنا، یعنی سکوت اختیار کرنا، دوسرے، کسی چیز پر کوئی کلی حکم نہ لگانا، اطفال کے مسئلہ میں توقف بالمعنی الثانی ہے یعنی نہ ہم سب کو ناجی کہتے ہیں نہ ناری، کون ناجی ہوگا، اور کون ناری؟ اس کی تعیین اللہ کے سپرد ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور سفیان ثوری رحمہم اللہ وغیرہ بہت سے اکابر کا مسلک یہی ہے، کیونکہ

Marfat.com

اس مسئلہ میں حدیثیں مختلف ہیں، اور نسخ یعنی تقدیم وتاخیر کا کوئی قرینہ نہیں، اور سند کے اعتبار سے اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِيْنَ [1] والی روایت قوی ہے، جو توقف پر دلالت کرتی ہے، پس یہی قول راجح ہے۔ [2]

دل، رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکثرت یہ دعا کرتے تھے: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلَى دِيْنِكَ اے دلوں کے الٹنے پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر مضبوط رکھ، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر اور اس دین پر جس کو آپ لائے ہیں، ایمان لائے، پس کیا آپ ہم پر کوئی خطرہ محسوس کرتے ہیں، (جو یہ دعا بکثرت کرتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نَعَمْ، إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَآءُ [3]

ہاں! دل اللہ تعالی کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں، وہ ان کو الٹتے پلٹتے ہیں، جس طرح چاہتے ہیں۔

اس حدیث میں اللہ پاک کی قدرت کاملہ کا بیان ہے، جس طرح اللہ پاک کا علم ہر چیز کو شامل ہے، ان کی قدرت بھی کامل ہے، کائنات کا کوئی ذرہ اُن کے علم اور اُن کی قدرت سے خارج نہیں ہے، اگر ایک بھی چیز کا اُن کو علم نہ ہوگا، یا کوئی بھی چیز اُن کی قدرت سے خارج ہو جائے گی، تو اُن کا علم اور قدرت ناقص ہوگی، پس وہ خدا کہاں رہے؟ بلکہ جزوی اختیار رکھنے والی مخلوق کے اختیاری افعال حتی کہ اس کا چاہنا بھی اللہ کی قدرت واختیار میں ہے۔

اور جزاء وسزا کیلئے کامل اختیار ضروری نہیں، ایک حد تک اختیار کافی ہے جو انسان کو حاصل ہے، انسان کے احوال اور چوپایوں کے احوال میں غور کرنے سے یہ بات عیاں ہے، اور ایک حد تک اختیار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سمجھایا ہے، ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس یہی سوال لے کر آیا کہ انسان اپنے افعال میں مختار ہے یا مجبور؟

---

[1] صحیح مسلم، بَابُ مَعْنٰى كُلِّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَحُكْمِ مَوْتِ اَطْفَالِ الْكُفَّارِ وَاَطْفَالِ الْمُسْلِمِيْنَ، رقم الحدیث: ۶۷۶۲۔ [2] رحمۃ اللہ الواسعہ ۳: ۹۰۔ [3] ترمذی، رقم الحدیث: ۲۱۴۰۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مختار بھی ہے اور مجبور بھی، اس نے کہا یہ کیسے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کھڑے ہو جاؤ، وہ کھڑا ہو گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک پیر اٹھالو، اس نے اٹھالیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دوسرا بھی اٹھالو، کہنے لگا دوسرا کیسے اٹھاؤں؟ گر پڑوں گا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلا پیر اٹھانے تک تم با اختیار تھے، اب مجبور ہو گئے، اسی طرح بندوں کی مشیت و اختیار کا ابتدائی حصہ ان کے اختیار میں ہے مگر آخری سرا ان کے اختیار میں نہیں، یعنی انسان کو جزوی اختیار حاصل ہے، کلی اختیار حاصل نہیں، اور مجازات کیلئے جزوی اختیار بھی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور جہنمیوں کے نام رجسٹروں میں لکھ لئے ہیں

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے، درانحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دو رجسٹر تھے، پس فرمایا جانتے ہو یہ دو رجسٹر کیا ہیں؟ ہم نے کہا نہیں، اے اللہ کے رسول! مگر یہ کہ آپ ہمیں بتلائیں، (تو ہم جان سکتے ہیں) پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رجسٹر کیلئے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں ہاتھ میں تھا، فرمایا: یہ تمام جہانوں کے پالنہار کی طرف سے ایک رجسٹر ہے جس میں جنتیوں کے، ان کے باپ دادوں کے اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں، پھر ان کے آخر میں میزان لگا دی گئی ہے، یعنی ٹوٹل کر دیا گیا ہے، پس کبھی بھی نہ تو ان میں کوئی اضافہ کیا جائے گا اور نہ ان میں کوئی کمی کی جائے گی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رجسٹر کیلئے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں ہاتھ میں تھا، فرمایا: ''یہ تمام جہانوں کے پالنہار کی طرف سے ایک رجسٹر ہے، اس میں جہنمیوں کے، ان کے باپ دادوں کے اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں، پھر ان کے آخر میں میزان لگا دی گئی ہے، پس کبھی بھی نہ ان میں کوئی اضافہ کیا جائے گا، اور نہ ان میں کوئی کمی کی جائے گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: فَفِيمَ الْعَمَلُ يَارَسُولَ اللهِ! إِنْ كَانَ أَمْرٌ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ؟

Marfat.com

پس عمل کا کیا فائدہ، اے اللہ کے رسول! اگر وہ ایک ایسا معاملہ ہے جس سے نمٹا جا چکا ہے؟ (یعنی جنت اور جہنم میں جانے والے طے ہو چکے ہیں تو اب عمل سے کیا فائدہ؟) پس آپ ﷺ نے فرمایا: سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا ٹھیک ٹھیک چلو، قریب قریب رہو، پس بیشک جنتی کی زندگی کا اختتام جنتیوں کے عمل پر ہوگا، اگرچہ وہ کوئی عمل کرتا رہا ہو، اور بیشک دوزخی کی زندگی کا اختتام دوزخیوں کے عمل پر ہوگا، اگرچہ وہ کوئی عمل کرتا رہا ہو۔

پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا، پس دونوں رجسٹروں کو ڈال دیا، پھر فرمایا قَدْ فَرَغَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ تمھارے پروردگار بندوں کے معاملات سے نمٹ چکے، ایک فریق جنت میں ہے اور ایک فریق دوزخ میں!۔[1]

یہ دو رجسٹر جو آپ ﷺ کے ہاتھوں میں تھے، محسوس تھے یا معنوی؟ حدیث سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ محسوس تھے، اور دوسری دنیا کی چیزیں جس طرح انبیاء کیلئے متمثل ہوتی ہیں، صحابہ وغیرہ کیلئے بھی متمثل ہوتی ہیں، مثلاً حضرت جبرائیل علیہ السلام کبھی صحابہ کو بھی نظر آتے تھے، اسی طرح یہ رجسٹر صحابہ کو بھی نظر آئے ہوں تو اس میں کوئی استبعاد نہیں۔

رہا یہ سوال کہ اتنے سارے نام ایک ایک رجسٹر میں کیسے آ گئے؟ اور اتنے بڑے بڑے رجسٹر ہاتھوں میں لے کر آپ ﷺ کیسے تشریف لائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب کمپیوٹر اور ڈیجیٹل کا زمانہ ہے، بڑے سے بڑا کتب خانہ ایک چھوٹی سی چِپ میں آ جاتا ہے، پس یہ سارے نام قابل تحمل رجسٹروں میں کیوں نہیں آ سکتے؟

اس حدیث میں تقدیر کا اللہ کی صفت ہونے کے اعتبار سے تعارف ہے، یعنی سب کچھ اللہ تعالی نے طے کر دیا ہے اور ابد تک کے سارے معاملات اللہ تعالی کے علم میں ہیں، اور اللہ تعالی کا علم واقعی ہے، اس میں کسی غلطی کا احتمال نہیں، اس لئے ناموں کے آخر میں جو ٹوٹل ہے وہ قطعی ہے، اس میں کسی کمی بیشی کا سوال نہیں۔

پھر تقدیر کے مسئلہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتراض کیا کہ جب معاملہ نمٹ چکا ہے، جنتی اور جہنمی طے ہو چکے

[1] ترمذی: رقم الحدیث: ۲۱۴۱۔

Marfat.com

ہیں، تو اب عمل سے کیا فائدہ؟ اس اعتراض کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے ان کا ذہن دوسری طرف پھیرا کہ بندوں کو یہ معاملہ اپنی طرف سے دیکھنا چاہیے، بندوں کے حق میں تقدیر معلق ہے یعنی مسببات اسباب سے پیدا ہوتے ہیں، پس بندوں کو چاہئے کہ وہ ٹھیک ٹھیک صراط مستقیم پر چلیں، اور اگر ہٹیں تو دور نہ جائیں، قریب قریب ہی رہیں، ایسے بندوں کی واپسی کا امکان رہتا ہے، اور جو بندے صراط مستقیم سے بہت دور چلے جاتے ہیں، ان کا واپسی کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے یہ بات واضح کی کہ اعتبار آخری عمل کا ہے، جنتی کی زندگی جنت والے کاموں پر ختم ہوتی ہے، چاہے وہ پہلے کچھ بھی کرتا رہا ہو، اسی طرح جہنمی کی زندگی جہنم والے کاموں پر پوری ہوتی ہے، چاہے وہ پہلے کچھ بھی کرتا رہا ہو، پس ہر شخص کو آخری لمحہ تک صراط مستقیم پر آنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور ہر مومن کو آخری لمحہ تک صراط مستقیم سے چمٹا رہنا چاہیے، جو گمراہ ہے وہ بھی مایوس نہ ہو، اپنی آخرت سنوارے اور جو ہدایت پر ہے وہ بھی غرور میں مبتلا نہ ہو، کیونکہ کسی بھی وقت گاڑی پٹڑی سے اتر سکتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھیں، اور ہر گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

جھاڑ پھونک اور دوا دارو تقدیر کو ٹال نہیں سکتے

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا، اور اس نے پوچھا:

اَرَأَیْتَ رُقًی نَسْتَرْقِیْھَا وَدَوَاءً نَتَدَاوٰی بِہٖ وَتُقَاةً نَتَّقِیْھَا ، ھَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدْرِ اللہِ شَیْئًا؟

بتلائیے جو جھاڑ پھونک ہم کرتے ہیں، اور جو علاج معالجہ ہم کرتے ہیں، اور جو پرہیز ہم اختیار کرتے ہیں، کیا یہ چیزیں اللہ کی تقدیر میں سے کچھ بھی پھیر سکتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ھِیَ مِنْ قَدْرِ اللہِ یہ سب چیزیں اللہ کی تقدیر میں شامل ہیں۔ [1]

تقدیر کے مسئلے میں یہ حدیث بنیادی اہمیت کی حامل ہے، تقدیر کا اللہ کی صفت ہونے کے اعتبار سے تو

[1] ترمذی، باب ماجاء فی الرقاء، رقم الحدیث: ۲۰۶۵۔

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ ہر چیز ازل سے طے ہے، اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، مگر بندوں کے اعتبار سے تقدیر میں اسباب ومسببات کا پورا سلسلہ شامل ہے، جھاڑ پھونک، علاج معالجہ اور احتیاطی تدابیر یہ سب صحت کے اسباب ہیں، اور یہ بھی تقدیر میں شامل ہیں، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بندوں کی طرف سے تقدیر معلق ہوتی ہے، اور اسی جہت سے بندوں کو امور کے ساتھ معاملہ کرنا چاہیے، اور اللہ کی صفت ہونے کے اعتبار سے تقدیر کے جو معنی ہیں اس پر ایمان لانا ضروری ہے، یہ صرف ایمانی بات ہے، اور عملی مرحلہ یہ ہے کہ اچھائی کے اسباب اختیار کرے تا کہ بھلائی سے ہم کنار ہو، اس کی نظیر یہ حدیث ہے کہ جنت میں کوئی اپنے عمل سے نہیں جائے گا، جو بھی جنت میں جائے گا، اللہ کے فضل سے جائے گا، جبکہ قرآن وحدیث بھرے پڑے ہیں کہ جنت میں بندے ایمان وعمل صالح کی وجہ سے جائیں گے۔

یہ دونوں باتیں صحیح ہیں اعتقاد پہلی بات کا رکھنا ہے کہ جو بھی جنت میں جائے گا، اللہ کے فضل سے جائے گا، مگر عمل دوسری بات پر کرنا ہے کیونکہ ایمان اور عمل صالح دخول جنت کے اسباب ہیں، اور یہ دنیا دارالاسباب ہے اس لئے اسباب اختیار کرنا ضروری ہے، مگر اسباب، اسباب ہوتے ہیں، ان میں تاثیر اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے، اس لئے جو بھی جنت میں جائے گا اللہ کے فضل سے جائے گا، مگر اسباب کے سہارے جائے گا، اسی طرح تقدیر کے مسئلہ کو بھی سوچنا چاہیے، کہ ہر چیز مقدر ہے مگر تقدیر اجمالی نہیں، بلکہ اسباب بھی تقدیر میں شامل ہیں، اس لئے دارالاسباب میں اسباب اختیار کرنے ضروری ہیں، تا کہ ان سے مسببات پیدا ہوں، اس لئے سائل کا یہ سوال کہ یہ باتیں تقدیر کو پھیر سکتی ہیں،؟ بے معنی ہے، کیونکہ یہ تمام چیزیں تقدیر میں شامل ہیں۔

تقدیر کا انکار گمراہی ہے

نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا، اس نے کہا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے،

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اس نے بدعت ایجاد کی ہے یعنی غلط عقیدہ اختیار کیا

Marfat.com

ہے، پس اگر اس نے بدعت ایجاد کی ہے تو میرا اسلام اس سے مت کہنا، میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے، اس امت میں یا فرمایا میری اُمت میں زمین میں دھنسنا یا شکل بگڑنا یا پتھر برسایا جانا ہوگا، تقدیر کا انکار کرنے والوں میں۔

وہ شخص جس نے سلام بھیجا تھا، وہ بصرہ کا باشندہ تھا اور منکرین تقدیر میں سے تھا، یہ فرقہ سب سے پہلے بصرہ میں وجود میں آیا تھا، اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کا سلام قبول نہیں کیا، سلام قبول کرتے تو جواب دیتے، پس اس حدیث سے یہ مسئلہ نکلا کہ گمراہ فرقوں کے ساتھ سلام، دعا کا رابطہ نہیں ہونا چاہئے۔

عبدالواحد بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

میں مکہ مکرمہ پہنچا، وہاں میری ملاقات حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، میں نے ان سے عرض کیا، اے ابو محمد! بصرہ والے تقدیر میں گفتگو کرتے ہیں، یعنی وہ تقدیر کا انکار کرتے ہیں، حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے بچے! تو نے قرآن پڑھا ہے؟ میں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا سورۃ الزخرف پڑھ، عبدالواحد کہتے ہیں، پس میں نے پڑھا: حٰم، قسم ہے اس واضح کتاب کی، بیشک ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ (اے عربو) تم (آسانی سے) سمجھ لو، اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے'' حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا جانتا ہے، لوح محفوظ کیا ہے، میں نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''ام الکتاب ایک نوشتہ ہے جس کو اللہ تعالی نے آسمانوں کو پیدا کرنے سے پہلے اور زمین کو پیدا کرنے سے پہلے لکھ لیا ہے، اس میں یہ ہے کہ فرعون دوزخی ہے، اور اس میں ''ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں، اور وہ برباد ہو'' ہے، یعنی ابولہب کا انجام بھی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، (پس بصرہ والوں کا تقدیر کا انکار کرنا اس آیت کے خلاف ہے، اس لئے وہ گمراہ ہیں)۔

Marfat.com

پھر حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا:

پس میری ملاقات حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ولید سے ہوئی، یہ بھی صحابی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں، پس میں نے ان سے پوچھا: آپ کے والد نے موت کے وقت کیا وصیت کی تھی؟ ولید نے کہا مجھے بلایا اور کہا اے میرے پیارے بچے! اللہ سے ڈر، اور جان لے کہ تو ہرگز نہیں ڈر سکتا، جب تک کہ تو اللہ پر ایمان نہ لائے، اور ساری تقدیر پر ایمان نہ لائے، اس کے بھلے پر بھی، اور اس کے برے پر بھی، پس اگر تو مر گیا اس کے علاوہ عقیدہ پر تو دوزخ میں جائے گا، پس بیشک میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، پس فرمایا لکھ! اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ اللہ تعالی نے فرمایا تقدیر لکھ، جو ہو چکا وہ لکھ اور جو تا ابد ہونے والا ہے وہ بھی لکھ۔

تقدیر الٰہی کا دوسرا مظہر

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: قَدَّرَ اللّٰهُ الْمَقَادِيرَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ۔ [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی نے تقدیریں طے فرما دی ہیں، آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں بڑی تفصیل سے یہ مضمون سمجھایا ہے کہ تقدیر الٰہی پانچ مراحل میں ظاہر ہوتی ہے، جیسے حویلی بنانے والا پہلے انجینئر سے نقشہ بنواتا ہے، انجینئر پہلے ذہن میں خاکہ بناتا ہے، پھر اس میں ذہنی خاکہ کے مطابق کاغذ پر نقشہ بناتا ہے، پھر معمار اس نقشہ کے مطابق موقع پر محل

[1] 2156 سنن الترمذی ت بشار (باب) 28 /4۔

Marfat.com

تیار کرتا ہے، اسی طرح بلا تشبیہ تقدیر الٰہی کے پانچ مختلف مراحل و مظاہر ہیں، پہلی مرتبہ، اللہ کے علم ازلی میں تمام چیزوں کے اندازے ٹھہرائے گئے، پھر دوسری مرتبہ، تخلیق ارض و سماء سے پچاس ہزار سال پہلے عرش کی قوت خیالیہ میں سب چیزیں موجود ہوئیں، پھر تیسری مرتبہ، تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد جب عہد اَلَسْتُ لیا گیا، اس وقت تقدیر کا تحقق ہوا، پھر چوتھی مرتبہ، شکم مادر میں جب روح پڑنے کا وقت آتا ہے تو تقدیر کا ایک گونہ تحقق ہوتا ہے، پھر پانچویں، مرتبہ دنیا میں واقعہ رونما ہونے سے پہلے تقدیر پائی جاتی ہے، تقدیر کے یہ مراحل انسانوں کے احوال کے اعتبار سے ہیں، دیگر مخلوقات کا حال اس سے مختلف ہوسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

عورت دینی خدمات میں بہت عمدہ معاون و مددگار ثابت ہوسکتی ہے، مگر وہی عورتیں ایسا ساتھ نبھا سکتی ہیں جو اپنی خواہشات، آرام، تعیش پرستی کو قربان کرسکیں، نام و نمود اور فیشن کی دنیا سے نکل کر اخروی نعمتوں کے حصول کا جذبہ صادق رکھتی ہوں، خالق کائنات کی بندی بن کر اس کے ہاں بلند مقام اور عظیم رتبہ کی متلاشی ہوں، اور جو خواتین چار دن کی زندگی کے عیش و عشرت کو اپنا مقصد بنالیں، لباس و زیور کی پیاس بجھانے میں لگی رہیں، وہ اپنی صلاحیتیں کھو بیٹھتی ہیں، دنیا اُن کے نام تک بھول جاتی ہے، ان کی زندگی بس ان کی ذات تک محدود رہ جاتی ہے۔

البتہ وہ خوش نصیب جو دینی غم رکھتی ہوں، اخلاقِ صحابیات سے مزین ہوں، خلافِ شرع کاموں پر رنجیدہ اور نیک اعمال و عمدہ کردار کی کڑھن رکھتی ہوں، دینی احکام پر عمل پیرا ہونے کی حریص ہوں، اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسروں کی فکر کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھتی ہوں، ایسی خواتین تاریخی صفحات کا حصہ بن جاتی ہیں اور اپنے رب کے ہاں بہت محبت پاتی ہیں۔

یاد رکھئے! ایک باہمت نیک خاتون پورے خاندان کی کایا پلٹ سکتی ہے، اس پُرفتن معاشرے میں جو نیک خاتون اپنے شوہر، والدین، اولاد، بھائی، اعزہ و اقارب اور اپنی سہیلیوں کو دینی راستے پر ڈال کر، اصلاح کی فکر کرکے انہیں دینی اعمال و کردار سے آراستہ کردے، وہ عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما جیسا کردار ادا کرسکتی ہے، مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ۔

Marfat.com

اَلْجَبْرُ وَالْقَدَرُ

مسئلہ جبر وقدر:

بیشک یہ بہت مشکل مسئلہ ہے، لیکن خالق کا وجود تسلیم کرنے کے بعد اس کا انکار اور بھی زیادہ مشکل ہے، جس نے شریعت کی بیان کردہ راہِ اعتدال چھوڑ دی، یا تو وہ بندے کو پتھر کی طرح مجبورِ محض ماننے والے بنے جیسے جبریہ، یا اس کو خالقیت میں خالق کے برابر تسلیم کرنا پڑا جیسے معتزلہ۔

اس پر تو تقریباً اہلِ حق کا اجماع رہا ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے ان سب کا حق تعالیٰ کو پہلے سے قطعی علم ہے، بلکہ قیدِ کتابت میں آچکا ہے یعنی لوحِ محفوظ پر مندرج کر دیا گیا، اب عالم کا ایک ذرہ بھی اس کے خلاف جنبش نہیں کرسکتا، ایسا نہیں کہ معاملہ اُنف ہے، نو پیدا ہے جیسے واقعہ کا علم بندہ کو اب ہو رہا ہے نعوذ باللہ خالق کو ایسے ہی اب معلوم ہو رہا ہے۔

اب بحث یہ پیدا ہوئی کہ پھر انسانی افعال کی حقیقت کیا ہے، اگر اس میں انسان کو مختار کہتے ہیں پھر لازمی طور پر اس میں قدرت اور اختیار کی صفت تسلیم کرنی پڑے گی، پھر قضاء وقدر کے سامنے اس کو مجبور کہنے کا مفہوم باطل ہو جاتا ہے اور اگر انسان کو مجبور کہہ دیا جائے تو پھر انسان میں قدرت اور اختیار کی صفت کا انکار کرنا پڑے گا۔

کائنات میں مخلوقات دو قسم کی ہے

ا۔ ایک وہ مخلوق ہے جس میں اختیار اور ارادہ نہیں، کھلے طور پر قدرت الٰہیہ کی مسخر بنی ہوئی ہے جیسے آفتاب کا حرکت کرنا، نباتات کا اُگنا اور نکلنا، سارے نباتات اور جمادات۔

موجودہ تحقیق یہ ہے کہ سورج چھ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کر رہا ہے، زمین اپنے پورے ماحولیات

Marfat.com

اور ہوائی کرہ سمیت پہاڑ اور جنگلوں کے ساتھ، یہ تمام بر و بحر چھیاسٹھ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کر رہی ہے، ہم سائیکل کے پہیہ پر کنکری رکھیں، اس کے بعد پیڈل چلا کر تیزی سے گمائیں، کنکری دور جا پڑے گی، سائیکل کی رفتار ۲۵ میل فی گھنٹہ بمشکل ہوگی، زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہی ہے، ہم زمین پر بھاگ دوڑ رہے ہیں، مکانات بنا رہے ہیں، ہمارا وہ حال نہیں ہوتا جو کنکری کا ہوتا ہے، وجہ یہ ہے کہ زمین کے نیچے شدید کشش ثقل ہے اور اوپر ۵۰۰ میل تک موٹا کرہ ہوائی ہے جس نے ہمیں نیچے دبا رکھا ہے۔ اب ہم یہ سب جانتے ہیں کہ یہ کائنات اپنے ارادہ سے متحرک نہیں بلکہ اللہ کے ارادے اور حکم سے حرکت کر رہی ہے۔

۲۔ دوسری قسم کی وہ مخلوق ہے جو بداہۃً اختیار کی مالک نظر آ رہی ہے۔

بداہۃً اختیار کی مالک مخلوق کی اقسام

بداہۃً اختیار کی مالک مخلوق کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ ایک قسم کی وہ مخلوق ہے جو خیر ہی خیر کا ارادہ کرتی ہے، شر کا ارادہ کر ہی نہیں سکتی جیسے ملائکہ:

"لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ"۔ [1]

۲۔ دوسری قسم کی وہ مخلوق ہے جو شر کا ارادہ کرتی ہے، جیسے شیطان۔

۳۔ تیسری قسم وہ ہے جو دونوں قسم کا ارادہ کرتی ہے، اس میں اصالۃً انسان اور بالتبع جنات۔

انسان کی اقسام

پھر انسان کی بھی تین قسمیں ہیں:

۱۔ جس کی عقل و معرفت خواہشات نفسانی پر غالب ہو، یہ تو ترقی کر کے فرشتوں سے آگے یا فرشتوں کے ساتھ جا ملتے ہیں۔

---

[1] تحریم:۶۔

Marfat.com

۲۔ جس کی عقل اور معرفت خواہشات نفسانی کے سامنے مغلوب ہوتی ہے، یہ برادر شیطان بن جاتا ہے۔

۳۔ تیسری قسم وہ ہے جس کی قوّتِ شہوت نے عقل کو مفتوح کر لیا اور خود فاتح بن گئی، یہ بہائم کے ساتھ مُلحق ہو جاتے ہیں۔

اب یہ بات تو ہمیں ماننی پڑے گی کہ بندہ میں اختیار و قدرت کی صفت یقینی ہے، اس کا انکار بداہت کا انکار ہو گا، کم عقل شخص بھی اپنے ارادے سے حرکت دینے والے ہاتھ اور مُرتعش (رَعشہ زدہ) کی حرکات کے درمیان فرق سمجھتا ہے، اور یہ بھی بدیہی چیز ہے کہ بندہ کا یہ اختیار اور قدرت ضعیف در ضعیف ہے، ہم ہر چیز سُن نہیں سکتے اور ہر چیز دیکھ نہیں سکتے، لیکن سمع اور بصر ثابت ضرور ہے، اتنی ضعیف ہے کہ زیادہ دور چل کر کام نہیں دے سکتی۔

اپنی مرضی سے نہ بوڑھے ہوتے ہیں نہ بال سفید ہوتے ہیں اور نہ بیماریاں وغیرہ آتی ہیں، اگر دنیا کا بڑا بادشاہ یہ کہے کہ اے بیماری بھاگ جا، اے ناخنو! مت بڑھو، اے بال سفید مت ہو، اسکی نہیں چل سکتی، معلوم ہوا انسانی اختیار محدود ہے۔

ہمارے اندر حق تعالیٰ شانہٗ نے قدرت اور اختیار کی صفت رکھی ہے مگر ناقص، کیونکہ صفت اختیار پر ہمارا کوئی اختیار نہیں، اس لئے ہم مختار مُطلق نہیں، لیکن جو کچھ ہم کرتے ہیں اللہ کے دیئے ہوئے اختیار سے کرتے ہیں، اس لئے مجبور نہیں کہلاتے۔ ہم جبریہ سے ممتاز ہو گئے جو جبرِ مطلق کے قائل ہیں۔

اللہ کی شان! اس نے اپنی کمال حکمت کیساتھ ہمیں ایسا مختار بنایا کہ اپنے گرد و پیش میں اپنے احساس کے مطابق ادنیٰ سا جبر بھی محسوس نہیں کرتے، حالانکہ اللہ کے جبر کی گرفت ہم پر اس قدر سخت ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر ذرا بھی جُنبش نہیں کر سکتے۔

Marfat.com

خلاصہ

خلاصہ یہ ہوا کہ ہمارا غیر مستقل اختیار بھی مختار کل اور مختار مطلق کی مشیت کا محکوم بنا ہوا ہے، عجیب احسان فرمایا کہ معدوم محض کو شرفِ وجود بخشا، پھر اپنی حکمت سے سمیع وبصیر بنایا اور اختیار دیا۔

ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے یہ سوال پیش کیا کہ یارسول اللہ! مرض میں دوا کا استعمال اور جنگ میں ڈھال کا استعمال، کیا خدائی تقدیر کو ٹال سکتا ہے؟ یعنی جب نہیں ٹال سکتا تو پھر ان کے استعمال کا کیا فائدہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہت مختصر تشفی بخش جواب دیا، فرمایا: میرے صحابہ! تم ان اسباب کو تقدیر سے خارج سمجھتے ہو، تقدیر میں یہ بھی لکھا ہوا ہوتا ہے کہ دوا کرو گے تو شفاء یاب ہو گے، ڈھال استعمال کرو گے تو دشمن کے داؤ سے بچو گے۔

گویا کہ نتائج اور ثمرات کیساتھ اسباب کا ارتکاب بھی دائرہ تقدیر میں ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مقام سَرغ میں پہنچے، آپ کو اطلاع ملی کہ شام میں تو طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے، ساتھیوں سے مشورہ کیا، آگے جائیں یا پیچھے ہٹیں، دونوں قسم کی رائے آئیں، آپ رضی اللہ عنہ نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا، اس پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے تعجب سے فرمایا: أَفِرَارًا مِّنْ قَدَرِ اللهِ ''آپ تقدیر سے بھاگ رہے ہیں''، اگر موت مقدر ہو چکی ہے تو واپسی کا کیا فائدہ؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکیمانہ جواب دیا، فرمایا:

أَرَيْتَ لَوْ كَانَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ إِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصِبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ، وَإِنْ رَأَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ اے ابو عبیدہ! اگر دو وادیاں ہوں، ایک خشک اور ایک سرسبز، جس وادی میں بھی آپ اونٹ چرائیں گے، کیا یہ تقدیر سے گریز ہوگا یا تقدیر کے تحت ہوگا۔ [1]

خلاصہ یہ ہوا کہ میرے واپس جانے کو احاطہ تقدیر سے باہر کیوں سمجھ رہے ہو؟ اگر موت کی وادی سے بچ کر

[1] صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۷۲۹۔

Marfat.com

جا رہا ہوں تو یہ بھی تقدیر میں لکھا ہوا ہوگا۔ ''نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ''۔

بعد میں حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، انہوں نے فرمایا اس سلسلے میں میرے پاس تو حدیث بھی ہے، آقا علیہ السلام نے فرمایا:

اِذَا سَمِعْتُمْ بِہٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَیْہِ، وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِھَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْہُ ''اگر کسی علاقے میں طاعون پھیل جائے تو باہر والے اندر نہ جائیں اور اندر والے بھاگ کر باہر نہ جائیں''۔

یہ حدیث سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خوشی ہوئی کہ میرا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہوا۔ [۱]

تقدیر اور تدبیر

اس پر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تقدیر اور تدبیر میں جنگ نہیں ہے، جنگ تو اس وقت ہوتی کہ کہیں تدبیر، تقدیر کے احاطہ سے باہر ہوتی، تدبیر بھی تقدیر کا جز بنی ہوئی ہے، جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا: یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ [۲] میرے بیٹو! تم سب ایک دروازے سے (شہر میں) داخل نہ ہونا، بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔

شفقتِ پدری کا تقاضا تھا کہ نظرِ بد سے بچنے کیلئے تدبیر کی جائے، اُدھر لسانِ نبوت رمزِ تقدیر سے بھی واقف تھی اس لئے کہا: ''مَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ'' میں اللہ کی مشیت سے تمہیں نہیں بچا سکتا، یعنی میری یہ تدبیر عالمِ اسباب کی ایک تسلی ہے، جو مالک جلّ جلالہٗ کا لکھا ہوا ہے اس کو میں ٹال نہیں سکتا''۔

---

[۱] صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۷۲۹۔ [۲] یوسف: ۶۷۔

Marfat.com

مجبورِ محض

ہم مجبورِ محض نہیں ہیں، گویا کہ تقدیر نے ہم مجبوروں کو ایک محدود پیمانے پر مختار بنا دیا، ایسا مختار کہ وہ اختیار بھی ہماری حیثیت سے کہیں زیادہ ہے، یہ اس مختارِ مطلق جلّ جلالہٗ کا ہمارے اوپر کرم ہے کہ اس نے محض اپنے کرشمہ قدرت سے ایک انسان کو اختیار دیا اور اس اختیار کے سامنے نظام جبر کو ایسا پس پردہ کر دیا کہ اس جبر کا ادراک کرنا مشکل ہوگیا: ''اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا'' [1]

ناتمام اختیار

ہمارا یہ ناتمام اختیار قائم ہی تب رہ سکتا ہے جب کہ قدرتِ الٰہی کا اختیار اس کے ساتھ ساتھ لگا رہے، اگر قدرت کا اختیار اس کی سرپرستی چھوڑ دے تو ہمارا اختیار خود بخود ختم ہو جائے گا۔ جیسے بچہ جب ضد کرتا ہے کہ وہ اپنے پیروں پر چلے، ماں باپ اس کو اُٹھا کر چلاتے ہیں، اس کی ضد پوری ہوگئی، والدین یوں خوش ہو جاتے ہیں کہ ان کا بچہ خوش ہوگیا، اور اگر بچہ یہ ضد کرکے سمجھے کہ والدین کی دستگیری کے بغیر اپنی طاقت سے میں چلا ہوں تو ظاہر ہے جتنا فاصلہ اس نے اپنے ناتمام اختیار کے ساتھ طے کرلیا تھا وہ بھی طے نہ ہوتا۔

فرق یہ ہے کہ ماں باپ اپنی طاقت اور مشیت کو بچے کے تابع بنا دیتے ہیں، ادھر صرف کرتے ہیں جدھر بچہ ارادہ کرتا ہے، مگر خالق کی مشیت اور ارادہ، انسانی ارادے کے ماتحت نہیں، بلکہ انسانی مشیت خالق کی مشیت کے سہارے پر چلتی ہے: وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ [2] یعنی تم ارادہ ہی وہ کرسکتے ہو جو مشیتِ الٰہیہ چاہتی ہے۔

گویا ہمارا اختیار ہے، لیکن اختیارِ مطلق کے زیر سایہ رہ کر، اگر اللہ کا اختیار ہمارے اختیار کو نہ سنبھالے تو سارا عالم درہم برہم ہو جائے، اسی وجہ سے تو اس پاک ذات کا نام قیّوم ہے، ''اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ''۔ [3]

---

[1] الدھر: ۲۔ [2] الدھر: ۳۰۔ [3] الفاطر: ۴۱۔

Marfat.com

خلق اور کسب میں فرق

خلق اور کسب میں بڑا فرق ہے، انسان جب کوئی عمل کرتا ہے تو وہ عمل اس کے ساتھ اس طرح قائم ہوتا ہے جیسے کپڑے کے ساتھ سفیدی اور سیاہی، اب جس طرح کپڑے کو سفید اور سیاہ کہہ سکتے ہیں، اسی طرح اعمال کے لحاظ سے بندہ کو بُرا اور بھلا بھی کہہ سکتے ہیں۔

مگر مخلوق خالق سے علیحدہ رہتی ہے، وہ اس کے ساتھ قائم نہیں ہوجاتی، لہٰذا بُری مخلوق خالق کی صفت نہیں ہو سکتی، البتہ اس کا پیدا کرنا اس کی صفت ہے، صفتِ خلق بہر حال ایک کمال ہے، اسی لئے ناقص نہ خیر پیدا کر سکتا ہے نہ شر، کیونکہ خلق مطلقاً ایک کمال ہے۔

سوال

خلقِ شر کمال کیوں ہے؟

جواب

عالَم میں کفر و شر اس لئے ضروری ہے کہ اگر ابولہب جیسا کافر نہ ہو تو جہنم کی پیدائش کا فائدہ کیا؟ بادشاہی کا کمال دونوں قسم کی طاقتوں ہی سے ظاہر ہوتا ہے، اس لئے کافر کے حق میں کفر کتنا ہی قبیح سہی، لیکن خالق کے حق میں تو مظہرِ کمال ہے۔ بڑی سے بڑی عالیشان کوٹھی اس وقت تک ناقص سمجھی جاتی ہے جب تک اس میں ناقص در ناقص چیز بیت الخلاء نہ ہو، اسی طرح عالم کے کمال کیلئے بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے مؤمن کامل کے مقابلے میں ابولہب جیسے کافر کی بھی ضرورت ہے، پھر جس طرح کوٹھی میں کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ یہ سوال کرے کہ اس زمین کے ٹکڑے نے کیا قصور کیا کہ اس کو بیت الخلاء بنا دیا اور اس ٹکڑے میں کیا کمال تھا کہ اس کو شہ نشین بنا دیا، اسی طرح یہاں بھی یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ ابولہب نے کیا قصور کیا تھا کہ اس کو کافر بنا دیا، اور صِدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ میں کیا کمال تھا کہ ان کو صدیقیت سے نواز دیا۔ یہ سب مالک کے اپنے ارادہ اور پسند کی بات ہے، اسی کا علمِ بلیغ اور حکمتِ عمیقہ ہے۔

Marfat.com

شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوائد قرآن میں ''وَلَا یَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا'' [1] کے تحت لکھا ہے: ''ربّ جو کرے سو ظلم نہیں، سب اسی کا مال ہے''۔

مالک کی تعریف یہی ہے کہ جو ہر قسم کے تصرّف کا مجاز ہو، آپ ایک چیز عاریۃً لیتے ہیں، کرائے پر لیتے ہیں، اس کی حفاظت آپ کے ذمہ ہوتی ہے، صرف وقتِ مقررہ تک احتیاط کیساتھ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں، نہ فروخت کر سکتے ہیں نہ ھبہ اور نہ ترمیم کر سکتے ہیں، توڑنا اور خراب کرنا دور کی بات، لیکن جب آپ کسی چیز کے مالک ہوجاتے ہیں تو پھر آپ کو ان تمام تصرفات کا حق حاصل ہوتا ہے، آپ اس قیمتی چیز کے ضائع کرنے پر بھی مسئول نہیں، جب مجازی ملک کے حقوق یہ ہیں تو حقیقی ملک کے حقوق کیا ہوں گے؟ پھر مزید براں صرف تعلق اور علاقہ مملوکیت کا نہیں بلکہ مخلوقیت کا بھی ہے۔

جیسے بعض ائمہ کے ہاں کوئی اپنے مملوک کو مار ڈالے، بڑا گناہ ہونے کے باوجود قصاص نہیں لیا جاتا ہے، باپ بیٹے میں خالقیت کی معمولی سی مشابہت ہے، بیٹے کے قتل کرنے کا قصاص باپ سے نہیں لیا جاتا، جب مالکیت اور خالقیت پوری حقیقت کیساتھ جلوہ گر ہو وہاں جزاء وسزا کے سُوال کا حق کس کو پہنچتا ہے؟ ''لَا یُسۡـَٔلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَهُمۡ یُسۡـَٔلُوۡنَ''۔ [2]

حضرت شاہ عبدالقادر محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

> ظاہر میں جو ظلم نظر آئے وہ بھی نہیں کرتا، بے گناہ دوزخ میں نہیں ڈالتا، نیکی ضائع نہیں کرتا، اگر کوئی اعتراض کرے کہ گناہ میں ہمارا کیا اختیار ہے؟ تو وہ آدمی اپنے دل سے پوچھ لے، کیا وہ گناہ پر اپنے قصد سے نہیں دوڑتا؟ اگر کوئی کہے قصد بھی اسی نے دیا تو اس سے کہے قصد تو دونوں طرف لگتا ہے، آپ نے ایک طرف کیوں لگا دیا؟۔

مسئلہ مجازات

اگر کوئی مسئلہ مجازات پر اشکال کرے کہ جب ہر چیز تقدیر میں لکھی ہوئی ہے تو میری یہ بدکاری بھی لکھی ہوئی

---

[1] الکہف:۴۹۔ [2] الانبیاء:۲۳۔

Marfat.com

تھی سو اس میں، میں مجبور ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تقدیر میں لکھا ہوا ہے کہ فلاں، فلاں دن اپنے اختیار سے گناہ کرے گا۔

ایک حسّی مثال یہ ہے کہ گاڑیوں والے ایک سال قبل اپنا ٹائم ٹیبل بناتے ہیں کہ یہ گاڑی اتنے بجے فلاں شہر میں پہنچے گی، سو اس کے مطابق پہنچتی ہے تو کیا کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ ٹائم ٹیبل نے گاڑی کو اس جگہ پہنچانے پر مجبور کر دیا، بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ گاڑی کو ڈرائیور نے چلا کر اسٹیشن تک پہنچایا، اور وہ ایندھن سے چلی، ٹائم ٹیبل کا وقت ایک تخمینہ و تقدیر ہے۔

مگر انسانی اندازوں میں کمی بیشی کا امکان ہے، خدائی تقدیر میں غلطی ہرگز نہیں ہو سکتی، زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیا کہ فلاں، فلاں دن یہ گناہ اپنے اختیار سے کرے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی میں تو اس سے پہلے ہے، جو مُبرم اور قطعی ہے، اب مجال نہیں اس میں ذرا برابر فرق آئے، لیکن یہ سب اللہ کے تفویض کردہ اختیار سے ہے، اگر اللہ تعالیٰ ازل سے نہیں جانتے تو نعوذ باللہ اُس علیم ذات کی طرف جہالت کی نسبت ہو جائے گی، العیاذ باللہ، الامان والحفیظ۔

دوسری مثال

ایک باپ نے اپنے دو بیٹوں کو کسی کام بھیجا، اور کہا یہ کر کے آئے گا اور یہ دوسرا بیٹا کام نہیں کر کے آئے گا، اس بات کو کاغذ پر لکھ دیا، بعد میں ایسے ہوا جیسے باپ نے کہا، اب وہ نکمّا بیٹا یہ کہے کہ آپ کی تحریر کی وجہ سے میں مجبور ہو گیا یہ اس کی حماقت ہے، تحریر باپ کا علم و اندازہ ہے، نہ کرنا اس کے بیٹے کا اپنا فعل ہے، اللہ کے علم ازلی سے انسان مجبور نہیں ہوتا، وہاں تو لکھا ہے کہ کرنے والا اپنے اختیار سے کرے گا اور نہ کرنے والا اپنے اختیار سے نہیں کرے گا۔

دوسرا فائدہ

قدریہ معتزلہ کا یہ خیال ہے کہ انسانی افعال خود بندے کی قدرت اور اس کی تاثیر سے ثابت ہوتے ہیں اور

Marfat.com

جبریہ یہ کہتے ہیں کہ بندے کے افعال صرف اللہ کی قدرت سے صادر ہوتے ہیں، بندے میں قدرت، ارادہ اور فعل میں سے کچھ بھی نہیں، وہ جمادِ محض کی طرح بے اختیار ہے، معتزلہ نے بندہ کو مختارِ مطلق بنادیا اور جبریہ نے مجبورِ محض کہہ دیا۔

متکلمین اشاعرہؒ کہتے ہیں کہ قدرت، ارادہ اور فعل یہ اللہ کے دیئے ہوئے ہیں، جب بندہ کسی فعل کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ اپنی قدرت سے اس فعل کا خلق کردیتے ہیں، انسان میں اختیار کی صفت رکھی، اسی وجہ سے اس کو مختار کہتے ہیں، لیکن یہ اختیار خود اس کے اختیار میں نہیں، اس اعتبار سے اس کو جزوی اختیار والا کہتے ہیں۔

خلق اور کسب

خلق بہت وزنی چیز ہے، وہ ممکن کے بس کی بات نہیں ہے، شارح عقیدہ طحاویہ اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ بندے کا جو فعل ہے، مثلاً نماز، یہ بندے کا فعل ہے نہ کہ اللہ کا، ہاں اس کا مفعول اس کی مخلوق ہے، اللہ کا فعل، فعلِ صلوٰۃ کا خلق یعنی اس کا پیدا فرمانا ہے، جب صلوٰۃ بندے کا فعل ہے تو وہ بندے کے ساتھ قائم ہے اور جو اللہ کا فعل ہے یعنی اس کو پیدا فرمانا، یہ اس کی صفت ہے اور اس کے ساتھ قائم بھی ہے، جبکہ نماز اس کا فعل نہیں، اس کی مخلوق ہے، لہٰذا اس کے ساتھ قائم بھی نہیں۔

ایسا فعل جس کا نفع نقصان فاعل کی طرف عود کرے، اسے کسب کہتے ہیں، اس لئے کہا جاتا ہے کہ بندے اپنے افعال کے کاسب ہیں، حق تعالیٰ ان کا خالق ہے، اس کو ہماری نماز سے نہ فائدہ ہے اور نہ کوئی نقصان، فائدہ نقصان کا تعلق خود ہماری ذات سے ہے، پڑھیں گے تو فائدہ ہوگا، نہ پڑھیں گے تو نقصان ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ ہمارے افعال کا تعلق اور علاقہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی سے خلق کا ہے، اور بندہ سے کسب کا، اسی بناء پر جزاوسزا کا ترتب ہوتا ہے۔

امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”بندہ جب کوئی فعل کرتا ہے تو بداھۃً دو چیزیں نظر آتی ہیں، ایک، اس بندے کا فعل اور دوسری

Marfat.com

اس فعل کی ہیئت، پہلی چیز کو معنی مصدری کہتے ہیں، جبکہ دوسری کو حاصل بالمصدر کہتے ہیں، مثلاً ہاتھ کو حرکت دینا یہ تو معنی مصدری ہے، دوسری وہ چیز جو ہماری آنکھوں کے سامنے نقشہ سا بنتا ہے یہ حاصل بالمصدر ہے، ان دونوں کے درمیان فرق ہے، پہلی چیز ایک موجود چیز ہے، دوسری چیز اعتباری چیز ہے۔''

امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''ہاتھ کا اوپر نیچے آنا جانا یہ فعل اللہ کی مخلوق ہے اور حاصل بالمصدر جس کا وجود خیال میں آتا ہے، وہ اللہ کی خالقیت سے خارج ہے، کیونکہ وہ محض اعتباری چیز ہے۔''

مگر اشعری رحمۃ اللہ علیہ اس اعتباری حرکت کو بھی اللہ کی مخلوق قرار دیتے ہیں، خلاصہ یہ نکلا کہ اشاعرہ رحمۃ اللہ علیہ ان افعال کے صرف قیام کو کسب کہتے ہیں اور ماتریدی حاصل بالمصدر کو کسب کہتے ہیں۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سرِ تقدیر فہم سے بالا کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف تو بندے کے افعال میں خود اس کی قدرت کا احساس بدیہی ہے، ادھر شریعت اور مذہب یہ کہتا ہے کہ وہ افعال اللہ کے اختیار سے ہوتے ہیں، لہٰذا کوئی چارہ کار نہیں کہ دونوں قدرتوں کو تسلیم کیا جائے۔

یہاں جو ایک باریکی پیدا ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ہم جتنا بھی تجزیہ کریں مگر کسی مرتبے میں پہنچ کر بندے کی قدرت کو حق تعالیٰ کی قدرت سے علیحدہ اور ممتاز نہیں کر سکتے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس فعل میں اتنا کام تو بندے کی قدرت ہے اور اتنا قدرت الٰہیہ سے۔ جب ہمیں حسیات میں اس کی مثال نہیں ملتی تو شریعت کی بات تسلیم کرنی پڑے گی، جو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کہے گا وہ ہم مانیں گے، کیا جنت جہنم کو ہم نے دیکھا ہے؟ اللہ کی ذات کو ہم نے دیکھا ہے؟ جیسے یہ تمام غیبی حقائق ہم مانتے ہیں یہ بھی ہمیں ماننا پڑے گا کہ اصل اللہ کی قدرت اور اس کا ارادہ ہے لیکن بندے کو کچھ اختیار ضرور دیا ہے، لیکن وہ ممتاز کر کے ہم بیان نہیں کر سکتے اسی پر ہی جزا و سزا کا ترتب ہے۔''

Marfat.com

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہاں دو عالم علیحدہ علیحدہ ہیں، ایک عالم غیب در غیب ہے، دوسرا عالم تکلیف جو مشہود ہی مشہود ہے، عالم تکلیف میں بندہ کھلا ہوا مختار رکھا گیا ہے، جہاں عالم تقدیر ہے وہاں اس کو مجبور ہی مجبور بنا دیا گیا ہے، مگر ہم وہاں کے مکلّف ہی نہیں۔

دونوں عالموں کو خلط ملط کر دینے سے اشکالات پیدا ہو جاتے ہیں، غیبی نظر میں ہم صرف مجبور مخلوق ہیں مگر اللہ کی حکمت نے اس جہاں میں ہمیں بصورت مختار ظاہر فرما دیا، اب تمہاری مرضی، چاہے اس کو ناتمام اختیار سے تعبیر کرو، چاہے اس جہاں کے لحاظ سے مستقل اختیار کہہ دو۔ یہاں جب اپنے نفس کو دیکھو تو مختار ہی پاتے ہو، پھر اپنے اس بدیہی وجدان کو چھوڑ کر تقدیر میں اُلجھنا کٹ حجتی نہیں؟''

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''انسان جب کتّے کو لاٹھی مارتا ہے، کتّا انسان کو قصور وار سمجھتا ہے، انسان پر حملہ کرتا ہے، معلوم ہوا کہ مجبور، مختار کے فرق کو وہ بھی سمجھتا ہے جس کو مجبور سمجھتا ہے اس پر حملہ نہیں کرتا جس کو مختار سمجھتا ہے اس پر حملہ کرتا ہے۔''

چوتھا فائدہ

قدریہ فرقے کے بانی کا نام سُوسَن یا سِیُو یہ تھا، یہ ایک یہودی النسل شخص ہے، اس سے معبد جُہنی اور معبد جہنی سے غَیلان نے اس عقیدہ کو سیکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری دور میں اس فتنے کا ظہور ہوا، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُس وقت موجود تھے اُنہوں نے پوری قوّت کے ساتھ اس کے استیصال میں حصہ لیا، جن میں سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ ایک مرتبہ خانہ کعبہ کو آگ لگ گئی، کسی کی زبان سے نکلا تقدیر الٰہی یوں ہی ہوگی، دوسرا بولا اس میں تقدیر کو کیا دخل، بس اتنی بات پر قضاء وقدر کی بحث چل پڑی۔

Marfat.com

قدریہ کا عقیدہ یہ تھا ''اَلْاَمْرُ اُنُفٌ''، عربی میں ''رَوْضٌ اُنُفٌ'' اس باغ کو کہتے ہیں جس میں سرسبزی کے باوجود کسی جانور نے منہ نہ ڈالا ہو، ان کا بھی عقیدہ تھا کہ بندے کی سعادت وشقاوت خود اس کے افعال سے پیدا ہوتی ہے، ساتھ یہ بھی کہتے تھے حق تعالیٰ کو پہلے سے نہ اس کا علم ہوتا ہے اور نہ کہیں اس کی کتابت ہوتی ہے، بلکہ وہ بدبخت یوں کہتے تھے اللہ نے اپنے بندوں پر شریعت نازل فرمائی مگر اس کو یہ معلوم نہ تھا کون عمل کرے گا کون نافرمانی، کون جنتی ہوگا کون جہنمی، عمل کے بعد اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے، اس قسم کے خرافات اس فرقے کے عقیدے میں تھے۔

علماء کرام نے جب اس فرقے کو باطل کر کے دکھایا اور بہت قوت سے اس کا ابطال کیا تو لاچار انہیں ایک قدم پیچھے ہٹنا پڑا، علمِ الٰہی کے تو قائل ہو گئے مگر افعالِ عباد کا مشیتِ الٰہی کے تحت ہونے کا پھر بھی انکار کیا، پہلا فرقہ کافر رہا، دوسرا بدعتی۔

امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جیسے اشیاء کا خالق اللہ ہے ان میں صفات بھی اللہ نے پیدا کی ہیں، سبب مسبب دونوں کا خالق وہی ہے، سبب کی مسبب میں تاثیر ظاہر ہو یہ اللہ کی مشیت اور ارادے سے ہے، چاہے مسبب کی تاثیر باطل قرار دے یا تاثیر قائم رکھتے ہوئے موانع پیدا فرمادے، کبھی تاثیر رکھ دے، کبھی اُٹھالے۔

کم علم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ توحید یہ ہے کہ نہ آگ میں جلانے کی، نہ روٹی میں پیٹ بھرنے کی، نہ پانی میں غرق کرنے کی اور نہ تلوار میں کاٹنے کی تاثیر ہے، یہ اثرات براہِ راست قدرت کا فیض ہیں، یہ توحید ناقابل فہم توحید ہے، اس سے خوامخواہ لوگوں میں اشکالات جنم لیتے ہیں۔''

ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ آگ جلاتی ہے، آدمی زہر کھاتا ہے مرجاتا ہے، تریاق زہر کے اثر کو ختم کردیتی ہے، یہ کہا جائے کہ ان اسباب میں تاثیر ہے مگر یہ تاثیر ہوتی ان کے اذن سے ہے، تاثیر من جانب اللہ پیدا کردہ ہے اور اس کا مؤثر ہونا، نہ ہونا، اللہ کے قبضہ وقدرت میں ہے۔

امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''بندے کو اگر مجبور کہا جائے تو صرف اس معنی کے اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ قدرت نے اس میں اختیار کی صفت جبراً پیدا کر دی ہے، بعد میں اس کے سامنے ہر قسم کے راستے کشادہ کر دیئے، جدھر وہ اپنی قدرت والی صفت اختیار کرے گا اللہ اس کی معاونت فرمائیں گے، اس کے عزم کے مطابق جب بھی وہ ارادہ کرتا ہے تو قدرت اس عمل کو پیدا فرما دیتی ہے۔

اسی صفتِ اختیار کو کسی ایک جانب استعمال کرنے کا نام کسب ہے، اور اسی کے لحاظ سے اس کو بندہ کا فعل کہا جاتا ہے اور خلق کے لحاظ سے اس فعل کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کہا جاتا ہے، اس لحاظ سے وہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی اور مکسوب بندہ کا ہوتا ہے، ''فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى [1] فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ''۔[2]

لطیف بات

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی لطیف بات لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں:

''جبر و قدر کا مسئلہ سمجھنے سے پہلے جبر کے معنی سمجھ لو، جبر کے ایک معنی تو اکراہ کے ہیں، یعنی رضا مندی اور اختیار کے بغیر کام لینا، اللہ اس سے پاک ہے، اللہ جب اپنے بندوں سے کام لینا چاہتا ہے تو انہیں اختیار دیتا ہے، پھر عمل کے کرنے کی رغبت یا نفرت دیتا ہے، جب وہ عمل کرتے یا نہیں کرتے تو دونوں صورتوں میں اپنی مرضی اور اختیار سے کرتے ہیں اور پھر یہ اللہ کی قدرت کا کمال ہے کہ دوسروں سے اختیار اور قدرت سے وہی کرا لیتا ہے جو اس کی مشیت ہوتی ہے لہٰذا اب وہ کسی پر اکراہ کرے تو کیوں کرے۔ جبر کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ کسی میں اختیار کی صفت پیدا فرما کر اُس سے اپنی مرضی کے موافق کام لینا، اس اعتبار سے یہاں جبر موجود ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں ایک اسم جبار بھی ہے''۔

محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ اس اسم کی تشریح میں فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِيْ جَبَرَ الْعِبَادَ عَلٰى مَا أَرَادَ ''جو اختیار عطا کر کے اپنی مرضی کے مطابق کام لے لے''۔

---

[1] سورۃ اللیل: ۷۔ [2] سورۃ اللیل: ۱۰۔

Marfat.com

فائدہ جلیلہ

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں خیر و شر کا مادہ اور بیج رکھ دیا ہے، انسان اپنے آپ کو دونوں طرح استعمال کر سکتا ہے، آنکھ نیک جگہ، مصحف کی زیارت، والدین کا چہرہ وغیرہ کی طرف بھی دیکھتی ہے، اور اگر حرام کی طرف دیکھے گا تو آنکھ کا حدقہ باہر نہیں نکلے گا۔ پاؤں خیر کی طرف بھی چلیں گے اور معاصی کی طرف بھی، یہ نہیں کہ گناہ کی طرف قدم اُٹھایا تو پاؤں ٹوٹ جائے گا۔ پیٹ حلال خوراک بھی ہضم کرے گا اور حرام بھی، یہ نہیں کہ حرام مال اندر جا کر سانپ، بچھو بن جائے گا، زبان حق میں بھی چلے گی اور جھوٹ میں بھی، اگر جھوٹ بولے گا تو زبان لٹک کر سینے پر نہیں آئے گی، وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ [1] ''دونوں راستے دکھا دیئے''، اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا [2] ''شکر گزار بنے یا ناشکرا''۔

اگر اللہ تعالیٰ نظامِ جبر کے ذریعے ہدایت دیتے، جیسا کہ قرآن میں ہے: ''لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا'' [3] اگر اللہ تعالیٰ نظامِ جبر کو کام میں لاتے تو سب کو جبری ہدایت دے دیتے، مثلاً جہنم دکھا دیں تو سب کے سب سجدہ میں گر جائیں گے، حورِ عین کی زیارت کرا دیں تو سب جنّت کے گرویدہ ہو جائیں۔

جھوٹ بولنے پر زبان ایک ہاتھ باہر نکال دیں، حرام کھانے پر پیٹ میں اُسی وقت سانپ پیدا ہو جائیں، بدنظری کرنے پر آنکھ کا ڈھیلہ باہر جا پڑے، تو کوئی بھی یہ کام نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ کے لئے کیا مشکل ہے ایک لمحہ میں روئے زمین کے انسانوں کو ولی و صالح بنا دیں، مالکِ حقیقی کے لئے کوئی مشکل نہیں، مگر اس عالم کو عالم باختیار بنایا، جدھر ارادہ کرلے گا اُدھر کے احوال اور راستے کھول دیں گے: ''فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى'' [4] ''فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى'' [5]

نیز دنیا میں فوراً اسباب کے ثمرات مشاہدہ نہیں کراتے اِلَّا قلیل، مثلاً حلال کے پھل کھائے یا حرام کے، معدہ دونوں کو ہضم کرے گا، حرام کی کمائی کا مکان ہے یا حلال کا، نیند دونوں میں آجائے گی، حلال پیسوں کا ایندھن گاڑی میں ڈالا یا حرام رقم کا، گاڑی ہر صورت چلے گی، البتہ باطنی طور پر قلب میں نور یا سیاہی مرتب ہو رہی ہے، برکت اور نحوست کے اثرات تدریجاً مرتب ہوں گے۔

---

[1] البلد: ۱۱۔ [2] الدھر: ۳۔ [3] السجدہ: ۱۳۔ [4] اللّیل: ۷۔ [5] اللّیل: ۱۰۔

Marfat.com

صفاتِ متشابہات

متشابہاتِ قرآنیہ میں بحث اور قصہ صبیغ

متشابہات میں کلام کرنے کی ممانعت ہے، صبیغ بن عسل عراقی ایک شخص بصرہ میں رہتا تھا جو متشابہاتِ قرآنیہ میں بحث کرتا تھا۔ مصر پہنچا، وہاں مسلمانوں سے اس نے بحث شروع کی، مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں عریضہ لکھا، انہوں نے اس کو طلب فرمایا، جب مدینہ پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا کہ تو کون شخص ہے؟ اس نے کہا اللہ کا بندہ صبیغ ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ عمر ہوں، اور تر و تازہ لکڑیوں (قمچیوں) سے اس کو مارنا شروع کیا، حتی کہ سارا بدن خون سے لبریز ہو گیا، پھر جب وہ زخم اچھے ہونے لگے تو دوبارہ مارنا شروع کیا، جس سے بدن اور سر پر خون ہی خون ہو گیا، اس نے عرض کیا کہ اگر آپ میرے قتل کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں تو سہولت سے قتل کر دیجئے، اور اگر میرے دماغ (کے سودا) کا علاج مقصود ہے تو میرے دماغ میں جو چیز تھی وہ نکل چکی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھوڑ دیا اور بصرہ اپنے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمادی، لیکن ایک حکم بھیج دیا کہ کوئی شخص اس کے پاس نہ بیٹھے۔

ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر اگر ہم لوگ سو نفر کا مجمع ہوتا اور صبیغ آجاتا تو سب اس جگہ سے چلے جاتے، اس کو یہ مصیبت بہت ہی شاق تھی، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عریضہ لکھا کہ اب اس کی حالت درست ہو گئی ہے، وہ خیالات بالکل نہیں رہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس سے ملنے جلنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔[1]

---

[1] دارمی، در منثور۔

Marfat.com

صفاتِ متشابہات کے متعلق احادیثِ نبویہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَیْنَمَا نَبِیُّ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَّاَصْحَابُهٗ. اِذْ اَتٰی عَلَیْهِمْ سَحَابٌ، فَقَالَ نَبِیُّ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَاهٰذَا؟ قَالُوْا: اَللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ: هٰذَا الْعَنَانُ، هٰذِهٖ رَوَایَا الْاَرْضِ یَسُوْقُهُ اللهُ اِلٰی قَوْمٍ لَا یَشْکُرُوْنَهٗ وَلَا یَدْعُوْنَهٗ۔

ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَکُمْ؟ قَالُوْا: اَللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ: فَاِنَّهَا الرَّقِیْعُ، سَقْفٌ مَّحْفُوْظٌ وَمَوْجٌ مَّکْفُوْفٌ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ کَمْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهَا؟ قَالُوْا: اَللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ: قَالَ: بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهَا خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ؟ قَالُوْا: اَللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ! قَالَ: فَاِنَّ فَوْقَ ذٰلِكَ سَمَاءَیْنِ، مَا بَیْنَهُمَا مَسِیْرَةُ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ، حَتّٰی عَدَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ، مَا بَیْنَ کُلِّ سَمَاءَیْنِ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ۔

ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ؟ قَالُوْا: اَللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ! قَالَ: فَاِنَّ فَوْقَ ذٰلِكَ الْعَرْشَ، وَبَیْنَهٗ وَبَیْنَ السَّمَاءِ بُعْدُ مَا بَیْنَ السَّمَاءَیْنِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الَّذِیْ تَحْتَکُمْ؟ قَالُوْا: اَللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ! قَالَ: فَاِنَّهَا الْاَرْضُ۔

ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الَّذِیْ بَعْدَ ذٰلِكَ؟ قَالُوْا: اَللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ! قَالَ: فَاِنَّ تَحْتَهَا اَرْضًا اُخْرٰی، بَیْنَهُمَا مَسِیْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ۔

ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ! لَوْ اَنَّکُمْ دَلَّیْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَی الْاَرْضِ السُّفْلٰی لَهَبَطَ عَلَی اللهِ، ثُمَّ قَرَاَ: هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ، هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔[1]

---

[1] ترمذی، رقم الحدیث: ۳۲۹۸۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں دریں اثنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ان پر ایک بادل آیا، پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا جانتے ہو، یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ عنان (نمودار ہونے والا بادل) ہے، یہ زمین کو پانی فراہم کرنے والے اونٹ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہانک کرلے جاتے ہیں ایسے لوگوں کی طرف جو اللہ کے شکر گزار نہیں ہوتے، اور جو اس سے بارش نہیں مانگتے، یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے بے طلب لوگوں کو بارش عنایت فرماتے ہیں۔

پھر پوچھا جانتے ہو، تم سے اوپر کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک وہ رقیع (مضبوط بنایا ہوا آسمان) ہے، محفوظ چھت اور رُکی ہوئی موج ہے، یعنی وہ زمین والوں کے لئے محفوظ چھت کا کام کرتا ہے، اور اس کا مادہ سیال چیز جیسا ہے، جیسے دریا کی موج روک دی گئی ہو، اور سورۃ حم السجدۃ (آیت ۱۱) میں ہے: ثُمَّ اسْتَوٰى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ پھر اللہ تعالیٰ آسمان (بنانے) کی طرف متوجہ ہوئے درانحالیکہ وہ دھواں تھا، اس سے زیادہ آسمان کی حقیقت معلوم نہیں۔

پھر پوچھا: جانتے ہو تمہارے درمیان اور آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اور اس کے درمیان پانچ سو سالہ مسافت یعنی بے حد فاصلہ ہے۔

پھر پوچھا: جانتے ہو اس سے اوپر کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے اوپر دوسرا آسمان ہے، اور دونوں آسمانوں کے درمیان پانچ سو سالہ مسافت ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات آسمان گنے، ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے، جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔

Marfat.com

پھر پوچھا: جانتے ہو اس سے اوپر کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے اوپر عرش الٰہی ہے، اور اس کے اور آسمان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا آسمانوں کے درمیان ہے۔

پھر پوچھا: جانتے ہو تمہارے نیچے کیا چیز ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس بیشک وہ زمین ہے۔

پھر پوچھا: جانتے ہو اس چیز کو جو زمین کے بعد ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس بے شک اس کے نیچے دوسری زمین ہے، دونوں زمینوں کے درمیان پانچ سو سالہ مسافت ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات زمینیں شمار کیں، ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سالہ مسافت ہے۔ پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے، اگر تم کوئی رسّی لٹکاؤ نچلی زمین کی طرف تو وہ اللہ تعالیٰ پر گرے گی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ الحدید کی (آیت ۳) پڑھی: ''وہی پہلے، وہی پچھلے، وہی ظاہر اور وہی باطن ہیں، اور وہ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں''۔

مفہومِ حدیث

بعض اہل علم نے اس حدیث (کے آخری مضمون) کی تفسیر کی ہے کہ وہ رسّی اللہ جل جلالہ کے علم، قدرت اور اقتدار ہی پر گرے گی اور اللہ جل جلالہ کا علم، قدرت اور اقتدار ہر جگہ ہے، اسی سورت کی آیت ۴ میں ہے: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وہ تمہارے ساتھ ہیں جہاں بھی تم ہوؤ۔ اور وہ خود عرش (تختِ شاہی) پر ہیں، جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں (سات جگہ یہ) بیان کیا ہے، اور عرش پر رہنے کی تاویل بھی وہی جانتے ہیں۔

اللہ جل جلالہٗ پر رسّی گرنے کی یہ تاویل ضروری ہے کہ وہ رسّی ان کے علم پر، قدرت پر اور اقتدار پر گرے گی، ذات پر گرنا مراد نہیں، اسی طرح عرش پر متمکن ہونے کی تاویل بھی ضروری ہے کہ اس سے استعلاء مراد ہے،

Marfat.com

یعنی آسمانوں اور زمین کو چھ ادوار میں پیدا کر کے خود ان کا کنٹرول سنبھالا، وہ خود تختِ شاہی پر جلوہ افروز ہیں، اپنی کائنات کا نظام کسی اور کے ہاتھ میں نہیں دے دیا جیسا کہ مشرکین کا خیال ہے، مگر اس تاویل کے ساتھ مبدأ کا ثبوت بھی ضروری ہے، یعنی اللہ پاک کا عرش سے تعلق ماننا بھی ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دوسری حدیث

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَمِيْنُ الرَّحْمٰنِ مَلْأٰى، سَحَّاءُ، لَا يَغِيْضُهَا اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، قَالَ: اَرَاَيْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ؟ فَاِنَّهٗ لَمْ يَغِضْ مَا فِيْ يَمِيْنِهٖ، وَعَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ، وَبِيَدِهِ الْاُخْرَى الْمِيْزَانُ، يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہایت مہربان ہستی کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے، وہ ہاتھ بخشش کے لئے ہمہ وقت کھلا رہتا ہے، اس ہاتھ کو شب و روز نہیں گھٹاتے، (یعنی وہ ہمہ وقت خرچ کرتے ہیں، پھر بھی ان کے خزانوں میں کچھ کمی نہیں آتی)، بتاؤ کتنا خرچ کیا ہے جب سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ پس بے شک اس خرچ کرنے نے نہیں گھٹایا اس کو جو اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ میں ہے، اور ان کا تختِ شاہی پانی پر تھا، اور ان کے دوسرے ہاتھ میں ترازو ہے، وہ جھکاتے ہیں اور اُٹھاتے ہیں۔

تشریح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ یَمِیْنُ الرَّحْمٰنِ مَلْأٰی: نہایت مہربان ہستی کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ مَلْأٰی، مَلْآن کا مونث ہے، اور

[1] ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ، سنن الترمذی۔

Marfat.com

ہاتھ بھرا ہوا ہونا، کنایہ ہے انتہائی مالداری سے، اور اس بات کا بیان ہے کہ مخلوق اندازہ نہیں کرسکتی اتنا رزق اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے پاس ہے۔ اور نام پاک ''اللہ'' کے بجائے، صفت ''الرحمن'' اس لئے لائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی فیاضی پر دلالت کرے، کیونکہ جو نہایت مہربان ہوتا ہے، وہ بے دریغ خرچ کرتا ہے، کبھی ہاتھ نہیں روکتا، جب بھی کوئی حاجت مند سامنے آتا ہے، خود داد و دہش کرتا ہے۔

۲۔ سَحَّاءُ: وہ ہاتھ بخشش کے لئے ہمہ وقت کھلا رہتا ہے۔ سَحَّاءُ اسم ممدود ہے، اس لئے غیر منصرف ہے، اور اس کا فعل لازم ہے، اس لئے اس سے اسم تفضیل نہیں آتا، اسی لفظ میں مبالغہ کے معنی بھی ہیں، سَحَّ الْمَاءُ پانی کا اوپر سے نیچے بہنا، گرنا، برسنا۔

۳۔ لَا يَغِيضُهَا اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ: اس ہاتھ کو شب و روز نہیں گھٹاتے، ھا کا مرجع یمین ہے، بتاویل یَدٌ اور یَدٌ مونث سماعی ہے اور اَللَّيْلُ وَالنَّهَارُ فاعل ہیں، غَاضَ الْمَاءُ پانی کا گھٹنا، زمین میں اتر جانا، سورۂ ہود میں ہے غِيضَ الْمَاءُ طوفانِ نوح علیہ السلام کا پانی گھٹ گیا۔ اور شب و روز نہیں گھٹاتے، یعنی وہ ہمہ وقت خرچ کرتے ہیں، پھر بھی ان کے خزانوں میں کچھ کمی نہیں آتی۔

۴۔ اَرَأَيْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ؟: بتاؤ کتنا خرچ کیا ہے جب سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ مَا مصدریہ موصولہ اور استفہامیہ دونوں ہوسکتا ہے، ترجمہ استفہامیہ کا کیا ہے، اور بخاری شریف میں وَالْاَرْضَ بھی ہے۔

۵۔ فَاِنَّهٗ لَمْ يَغِضْ مَا فِيْ يَمِيْنِهٖ: پس بے شک اس خرچ کرنے نے نہیں گھٹایا اس کو جو اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ میں ہے۔ فَاِنَّهٗ کی ضمیر انفاق کی طرف لوٹتی ہے، جو اَنْفَقَ سے مفہوم ہوتا ہے۔

۶۔ وَعَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ: اور ان کا تخت شاہی پانی پر تھا۔ بخاری شریف میں كَانَ بھی ہے، اور یہ ارشاد ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی شان کیا تھی؟ جواب دیا، اس وقت ان کی حکومت پانی پر تھی۔

Marfat.com

۷۔ وَبِيَدِهِ الْأُخْرَى الْمِيزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ: اور ان کے دوسرے ہاتھ میں ترازو ہے، وہ جھکاتے ہیں اور اُٹھاتے ہیں۔ بِيَدِهِ الْأُخْرَى اس لئے کہا اور بِشِمَالِهِ اس لئے نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، ان کا کوئی ہاتھ بایاں نہیں، کیونکہ لفظ ''دایاں'' قوت وکمال پر دلالت کرتا ہے اور لفظ ''بایاں'' کمی، ضعف اور کمزوری پر اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی جملہ صفات، صفاتِ کمالیہ ہیں، اور ''ہاتھ'' بھی ایک صفت ہے، پس اس میں بھی نقص نہیں ہوسکتا، اس لئے ان کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، چنانچہ لفظ ''بائیں'' سے احتراز کرتے ہوئے فرمایا: ''ان کے دوسرے ہاتھ میں''۔

اور یہ بھی ایک سوال کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے پاس بے انتہا خزانے ہیں، تو پھر بعض لوگ غریب کیوں ہیں؟ اور یہود پر روزی تنگ کیوں ہو رہی ہے؟ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ حکیم بھی ہیں، اس لئے بے اندازہ روزی عنایت نہیں فرماتے، بندوں کی مصلحتیں دیکھتے ہیں اور دیتے ہیں، کسی کو کم دیتے ہیں، کسی کو زیادہ۔ جیسے ہم اپنے چھوٹے بچوں کو خرچ کے لئے پیسے کم دیتے ہیں اور بڑوں کو زیادہ، ایسا بچوں کی مصلحت کے پیش نظر کیا جاتا ہے، حالانکہ ہمیں چھوٹی اولاد سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔

اور ''ترازو جھکانا'' کنایہ ہے زیادہ دینے سے، جھکنا تولنے کا یہی مطلب ہوتا ہے، اور ''ترازو اُٹھانا'' کنایہ ہے کم دینے سے، اور ''ترازو'' سے مراد مخلوق کے درمیان رزق کی تقسیم ہے۔

تیسری حدیث

وَيَبْقَى أَهْلُ النَّارِ، فَيُطْرَحُ مِنْهُمْ فِيهَا فَوْجٌ، فَيُقَالُ: هَلِ امْتَلَأْتِ فَتَقُولُ: هَلْ مِنْ مَزِيدٍ؟ ثُمَّ يُطْرَحُ فِيهَا فَوْجٌ فَيُقَالُ: هَلِ امْتَلَأْتِ فَتَقُولُ: هَلْ مِنْ مَزِيدٍ؟ حَتَّى إِذَا أُوْعِبُوا فِيهَا وَضَعَ الرَّحْمٰنُ قَدَمَهُ فِيهَا، وَأَزْوَى بَعْضَهَا إِلَى بَعْضٍ، ثُمَّ قَالَ: قَطْ؟ قَالَتْ: قَطْ قَطْ!۔ [1]

[1] ترمذی، باب ما جاء فی خلود اہل الجنۃ واہل النار، رقم الحدیث: ۲۵۵۷۔

Marfat.com

دوزخی باقی رہ جائیں گے، چنانچہ ایک فوج اس میں ڈالی جائے گی اور پوچھا جائے گا کیا تو بھر گئی، وہ عرض کرے گی کچھ اور ہے، پھر ایک اور فوج ڈال کر پوچھا جائے گا تو بھی اس کا یہی جواب ہوگا، یہاں تک کہ سب کے ڈالے جانے پر بھی یہی جواب دے گی، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دے گا جس سے وہ سمٹ جائے گی، پھر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ بس، وہ کہے گی بس بس۔

وَقَدْ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رِوَایَاتٌ كَثِیْرَةٌ مِثْلُ هٰذَا: مَا یُذْكَرُ فِیْهِ اَمْرُ الرُّؤْیَةِ :اَنَّ النَّاسَ یَرَوْنَ رَبَّهُمْ ، وَذِكْرُ الْقَدَمِ ، وَمَا اَشْبَهَ هٰذِهِ الْاَشْیَاءَ، وَالْمَذْهَبُ فِیْ هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الْاَئِمَّةِ مِثْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ ، وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ ، وَسُفْیَانَ بْنِ عُیَیْنَةَ ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ ، وَوَكِیْعٍ ، وَغَیْرِهِمْ : اَنَّهُمْ رَوَوْا هٰذِهِ الْاَشْیَاءَ ، وَقَالُوْا: تُرْوٰی هٰذِهِ الْاَحَادِیْثُ ، وَنُؤْمِنُ بِهَا ، وَلَا یُقَالُ كَیْفَ؟ وَهٰذَا الَّذِی اخْتَارَهٗ اَهْلُ الْحَدِیْثِ :اَنْ یَرْوُوْا هٰذِهِ الْاَشْیَاءَ كَمَا جَاءَتْ ، وَیُؤْمَنُ بِهَا ، وَلَا تُفَسَّرُ ، وَلَا یُتَوَهَّمُ ، وَلَا یُقَالُ كَیْفَ ؟ وَهٰذَا اَمْرُ اَهْلِ الْعِلْمِ الَّذِیْ اخْتَارَهٗ ، وَذَهَبُوْا اِلَیْهِ ۔ [1]

نبی کریم ﷺ سے اس قسم کی بہت سی روایات مروی ہیں، جن میں رؤیت باری کا معاملہ ذکر کیا جاتا ہے کہ لوگ اپنے پروردگار کو دیکھیں گے، اور (جن روایات میں) قدم اوران چیزوں کا تذکرہ ہے جو ان کے مشابہ ہیں، اور اس سلسلہ میں بڑے علماء کا مذہب، جیسے سفیان ثوری، امام مالک، سفیان بن عیینہ، ابن مبارک، وکیع رحمۃ اللہ علیہم اوران کے علاوہ ہیں، یہ ہے کہ وہ حضرات ان باتوں کا (جو احادیث میں آئی ہیں) عقیدہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں روایت کی جائیں، اور ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں، اور نہ پوچھا جائے: کیسے؟ اور یہی وہ بات ہے جس کو

[1] ترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی خلود اھل الجنۃ واھل النار۔

Marfat.com

محدثین نے اختیار کیا ہے کہ یہ چیزیں اسی طرح روایت کی جائیں جس طرح وہ آئی ہیں، اور ان پر ایمان رکھا جائے، اور ان کی تفسیر نہ کی جائے، اور کوئی خیال بھی نہ پکایا جائے، اور نہ پوچھا جائے، کیسے؟ اور یہی اھلِ علم کا معاملہ ہے جس کو انہوں نے اختیار کیا ہے اور جس کی طرف وہ گئے ہیں۔

صفاتِ متشابہات کے سلسلہ میں صحیح موقف

اس قسم کی احادیث صفاتِ متشابہات سے بھری ہوئی ہیں، تقریباً ہر جملہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی کوئی ایسی صفت بیان ہوئی ہے جو ہماری صفات سے ملتی جلتی ہے، ایسی صفات کے سلسلہ میں اہل السنہ والجماعۃ کا موقف تنزیہ مع التفویض ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ حدیث اس آیت وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ الآیۃ [1] کی تفسیر ہے اور اس حدیث کے بارے میں ائمہ فرماتے ہیں: يُؤْمَنُ بِهِ كَمَا جَاءَ اس پر ایمان لایا جائے، جس طرح وہ آئی ہے۔ یعنی اس کو ظاہر پر محمول کیا جائے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے لئے یہ صفات ثابت کی جائیں، اس کے بغیر کہ اس کی کوئی تفسیر کی جائے، یا کوئی خیال پکایا جائے، یہی بات متعدد ائمہ نے فرمائی ہے، مثلاً:

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہی بات کہی ہے کہ یہ حدیثیں بیان کی جائیں (ان کو چھپایا نہ جائے، اس ڈر سے کہ ان سے گمراہ فرقے استدلال کریں گے) اور ان پر ایمان لایا جائے اور یہ نہ پوچھا جائے کہ یہ صفات کیسی ہیں؟ (کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی صفات کو ایک حد تک ہی سمجھا جا سکتا ہے، پوری طرح نہیں سمجھا جا سکتا)۔

---

[1] المائدہ: ۶۴۔

Marfat.com

محکم اور متشابہ

جاننا چاہئے کہ قرآن میں دو قسم کی آیات ہیں: محکم اور متشابہ، محکم وہ آیات ہیں جن کی مراد اس شخص پر واضح ہے جو عربی زبان اچھی طرح جانتا ہے، اور متشابہ وہ آیات ہیں جن کی مراد ایسے شخص پر واضح نہیں۔

پہلی قسم کی آیات کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران (آیت ۷) میں اُمّ الکتاب کہا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تعلیماتِ اسلامیہ کا اصل سرچشمہ یہی آیات ہیں، کیونکہ ان کے معانی اور مفاہیم اشتباہ والتباس سے پاک ہیں، اور متشابہات کی مراد صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، اپنی رائے سے کھینچ تان کر کے ان کے کوئی معنی متعین کرنا صحیح نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ [1]

اللہ تعالیٰ ایسے ہیں جنہوں نے تم پر کتاب نازل کی، جس کا ایک حصہ وہ آیات ہیں جو اشتباہِ مراد سے پاک ہیں اور وہی آیتیں اس کتاب کا مدار علیہ ہیں، اور دوسری آیتیں وہ ہیں جو مشتبہ المراد ہیں، پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے اسی حصہ کے پیچھے پڑتے ہیں جو مشتبہ المراد ہے، شورش ڈھونڈھنے کی غرض سے اور اس کا مطلب ڈھونڈھنے کی غرض سے، حالانکہ ان کی صحیح مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں، یہ سب آیتیں ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔

---

[1] آل عمران: ۷۔

Marfat.com

اس آیت میں خاص مضمون یہ ہے کہ جن کے دلوں میں روگ ہے وہ محکم آیات سے آنکھیں بند کر کے متشابہات کی کھود وکرید میں لگے رہتے ہیں، اور ان سے اپنی خواہش کے مطابق معانی گھڑ کر لوگوں کو مغالطے میں ڈالتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن وحدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں تو تم ان سے دور رہو، کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) کیا ہے۔ [1] اور جو لوگ سلیم الفطرت ہیں وہ متشابہات کے بارے میں زیادہ تفتیش نہیں کرتے، بلکہ اجمالاً ان پر ایمان لاتے ہیں کہ یہ بھی اللہ ہی کا برحق کلام ہے۔

اور راسخین فی العلم کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں، راجح قول یہ ہے کہ ان سے مراد اہل السنۃ والجماعۃ ہیں، وہ قرآنی تعلیمات کی محور اور مرکزی آیات کو یعنی محکمات کو مانتے ہیں اور متشابہات کو جن کے معانی ان کے فہم وادراک سے باہر ہیں ان پر اپنی کوتاہ نظری اور قصور علمی کا اعتراف کرتے ہوئے ایمان لاتے ہیں اور حقیقی مراد کو اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔

متشابہات کے بارے میں سلف وخلف کا مذہب

صفاتِ متشابہات کے بارے میں سلف کا مذہب تنزیہ مع التفویض ہے یعنی نصوص کی اتباع کرتے ہوئے باری تعالیٰ کے لئے صفات کو ثابت مانا جائے لیکن اس کے معنی مرادی اور اس کی کیفیت کے بارے میں توقف وسکوت کیا جائے، ان میں غور وخوض نہ کیا جائے، اور خلف کا مذہب تنزیہ مع التاویل ہے، وہ کہتے ہیں کہ الفاظ کا ظاہری مفہوم مراد نہیں، کیونکہ وہ تشبیہ (مخلوق کے مانند ہونے) کو مستلزم ہے، اور درجہ احتمال میں ان کے ایسے معنی بیان کئے جائیں جو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہیں، اور خلف نے تنزیہ مع التاویل کی راہ اس لئے اختیار کی ہے کہ بیمار ذہن کو مطمئن کیا جائے اور فلسفیانہ اذہان کو قابو میں لایا جائے، ورنہ وہ اللہ کی صفات کے بارے میں گمراہی میں مبتلا ہو جائیں گے۔

---

[1] بخاری، رقم الحدیث: ۴۵۴۷۔

Marfat.com

سلف وخلف میں امتیاز

جب سے علم کلام کی تدوین ہوئی اور اشعری اور ماتریدی مکاتبِ فکر وجود میں آئے، اس وقت سے خلف کا دور شروع ہوتا ہے اور اس سے پہلے سلف کا زمانہ تھا، جب یونان کا فلسفہ، عربی میں منتقل ہوا اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کے عقائد میں تزلزل آیا تو ان کی تردید کے لئے یہ دو مکاتب فکر وجود میں آئے، اشعری مکتب فکر کے روح رواں حضرت ابوالحسن علی بن اسماعیل ہیں، ۲۶۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۴ھ میں وفات پائی، آپ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں، اس لئے اشعری کہلاتے ہیں، اور ماتریدی مکتب فکر کے سرخیل ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی (متوفی ۳۳۳ھ) ہیں، ''ماترید'' سمرقند کا ایک محلہ ہے۔

اشاعرہ وماتریدیہ

شیخ ابو منصور ماتریدی فقہی مسلک کے لحاظ سے حنفی تھے اور شیخ ابوالحسن اشعری شافعی تھے، چنانچہ علم کلام میں شوافع زیادہ تر اشعری ہیں اور احناف عموماً ماتریدی ہیں (بعض اشعری بھی ہیں جیسے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ حنفی تھے، مگر علم کلام میں اشعری ہیں)، مالکیہ میں کچھ اشعری اور کچھ ماتریدی ہیں، امام احمد رحمہ اللہ سے فقہ میں تو حنبلیت چلی ہے اور علم کلام میں سلفیت، ابتداء میں دونوں مسلکوں کو حنبلی کہتے تھے، پھر بعد میں فرق کرنے کے لئے فقہ میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین کو حنبلی اور علم کلام میں آپ کے مقلدین کو ''سلفی'' کہنے لگے۔

اعتدال کا راستہ

پھر جب علماء دیوبند کا دور آیا تو انہوں نے سلف وخلف اور اشاعرہ وماتریدیہ کا جھگڑا ختم کردیا، انہوں نے نصاب میں دو کتابیں شامل کیں، ایک، عقیدہ طحاویہ، یہ کتاب سلف کے مسلک کی ترجمانی کرتی ہے، دوسری، شرح عقائد نسفی، اس کا متن ''العقائد النسفیۃ'' نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفی (۴۶۱۔۵۳۷ھ) کا ہے، جو ماتریدی تھے اور شارح علامہ سعد الدین تفتازانی (۷۲۲ یا ۷۹۱۔۷۱۲ یا ۷۹۳ھ) ہیں جو اشعری تھے۔

Marfat.com

غرض دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں جامعیت ہے اور اکابرین دیوبند کے نزدیک اصل مذہب سلف کا ہے اور بیمار اذہان کو گمراہی سے بچانے کے لئے اور کمزور ایمان والوں کو ٹھہرانے کے لئے صفات کی ایسی تاویل جائز ہے جو اللہ کے شایانِ شان ہو۔

اہم واقعہ

اب سلفی بھی حد سے گزر گئے ہیں اور خلفی بھی اپنی ڈگر پر نہیں رہے، اور حق درمیان میں ہے، سلفی اللہ جل جلالہ کیلئے مخلوق جیسی صفات ماننے لگے ہیں اور تنزیہ کا پہلو، اُن کے ذہنوں سے اوجھل ہو گیا ہے، ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے (۱:۵۷) میں یہ قصہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وہ دمشق کی جامع مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے گئے، نماز کے بعد ایک صاحب نے وعظ کہنا شروع کیا۔ دورانِ وعظ انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری پہر میں سمائے دنیا پر نزول فرماتے ہیں۔ کسی نے پوچھا: اللہ تعالیٰ کیسے نزول فرماتے ہیں؟ وہ صاحب ممبر سے نیچے اترے اور کہا: یَنْزِلُ كَنُزُوْلِیْ هٰذَا یعنی باری تعالیٰ میرے اس اترنے کی طرح اترتے ہیں، لوگوں نے اس کی خوب پٹائی کی، ابن بطوطہ کہتا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ابن تیمیہ ہے۔

محققین نے اس واقعہ کو تاریخی اعتبار سے غلط قرار دیا ہے، کیونکہ اسی جلد کے صفحہ ۵۰ پر تصریح ہے کہ ابن بطوطہ ۹ رمضان ۷۲۶ھ میں دمشق پہنچا تھا اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ شعبان ۷۲۶ھ کے اوائل ہی میں دمشق کے قلعے میں قید کر دیئے گئے تھے، اور اسی قید کی حالت میں ۲۰/ ذیقعدہ ۷۲۸ھ میں ان کی وفات ہو گئی تھی، مگر اس اعتراض کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ وہ اگر حقیقی ابن تیمیہ نہیں تو ان کے نظریات کا حامل کوئی ہے، اس لئے اس کو ابن تیمیہ کہہ دیا گیا ہے۔ حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت نے فرمایا: وہ حدیث میں تو ہے کھلاڑی اور علم کلام میں ہے اناڑی! غرض سلفیوں نے صفاتِ باری تعالیٰ کی ایسی وضاحتیں کی ہیں کہ تنزیہ کا پہلو بالکل ختم ہو گیا ہے، حالانکہ سلف کا مذہب تنزیہ مع التفویض ہے۔

Marfat.com

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا تسامح

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے تسامح ہوا ہے کہ انہوں نے اہل السنۃ والجماعۃ میں سے خلف کا جو مذہب ہے یعنی تنزیہ مع التاویل اس کو فرقہ جہمیہ کی طرف منسوب کیا ہے، فرقہ جہمیہ کا بانی جہم بن صفوان ترمذی ہے جو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ہم وطن تھا، مگر وہ امام ترمذی سے بہت مقدم ہے، سن ۱۲۸ھ میں ایک جنگ میں مارا گیا تھا۔

جہمیہ اور معتزلہ دونوں صفاتِ باری کے منکر ہیں مگر وہ براہِ راست انکار نہیں کرتے، اس لئے کہ اللہ کی صفات قرآن میں آئی ہیں، ان کا کوئی انکار کیسے کر سکتا ہے؟ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ صفات عینِ ذات ہیں، یعنی صفات بذاتِ خود کچھ نہیں۔

جیسا کہ غیر مقلدین اجماع کا انکار کرتے ہیں اور ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا کے طور پر کہتے ہیں ہم قطعی اجماع کو مانتے ہیں، ظنی اجماع کو حجت نہیں مانتے، تو کیا اجماع کا تذکرہ قرآن میں ہوگا؟ اس کے قطعی ہونے کی اور کیا صورت ہے؟ اور جب اخبار آحاد جو ظنی ہیں حجت ہیں تو اجماع ظنی کیوں حجت نہیں؟ غرض جہمیہ اور معتزلہ صفات کو عین ذات کہہ کر ان کا انکار کرتے ہیں، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ کی صفات ہوں گی تو تعدد آلہہ لازم آئے گا، کیونکہ جس طرح اللہ الٰہ ہیں، ان کی صفات بھی الٰہ ہوں گی، پس چند الٰہ ہوئے جو باطل ہے، علاوہ ازیں اللہ کا مخلوق کے مشابہ ہونا لازم آئے گا، کیونکہ ان کا سننا، دیکھنا ہمارے سننے دیکھنے ہی کی طرح ہوگا، درانحالیکہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے۔

ان کے ان خیالات کے جوابات علم کلام کی کتابوں میں موجود ہیں، اور حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ لَهٗ مثل یدٍ یا لَهٗ ید کیدٍ تو تشبیہ ہے لیکن اگر کہا جائے: لَهٗ یدٌ اور لَهٗ سمعٌ تو یہ تشبیہ نہیں، صرف صفات کا اثبات ہے، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ سورۃ شوریٰ (آیت ۱۱) میں ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ. اس آیت میں پہلے یہ قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے مانند کوئی چیز نہیں،

Marfat.com

پھر صفات سمع وبصر کو ثابت کیا ہے، پس اگر اب بھی کوئی گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرح سمیع وبصیر ہیں تو وہ پاگل ہے اور یہی بات اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کے تعلق سے ہے۔

فائدہ

بندوں کی صفات کے لئے جو الفاظ ہیں انہی الفاظ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات بیان فرمائی ہیں، اور ایسا بندوں کی مصلحت کیلئے کیا ہے، اس لئے کہ اگر صفاتِ خداوندی بیان کرنے کیلئے نئے الفاظ استعمال کئے جاتے تو وہ بندوں کی گرفت سے باہر رہ جاتے، اور صفات کا بیان ضروری تھا، اس لئے بندوں کی صفات کیلئے جو الفاظ تھے وہ مستعار لئے ہیں اور چونکہ ان الفاظ کا موضوع لہٗ بندوں کی صفات ہیں، اس لئے ان لفظوں سے اللہ کی صفات کی تمام حقیقت سمجھنا ممکن نہیں۔

سورتوں کے اوائل بھی متشابہات میں داخل ہیں

سورتوں کے اوائل (شروع کی پہلی آیات اور حروفِ مقطعات) بھی متشابہ کے شمار میں داخل ہیں اور ان کے بارہ میں ایک مختار قول یہ بھی ہے کہ وہ ایسے اسرار ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ابن منذر وغیرہ نے شعبی سے روایت کی ہے کہ اس سے سورتوں کے فواتح کی نسبت سوال کیا گیا تو اس نے کہا: ''ہر ایک کتاب کا کوئی راز ہوا کرتا ہے اور اس کتاب کا راز سورتوں کے فواتح ہیں''۔

اس کے علاوہ دوسرے لوگوں نے سورتوں کے فواتح کے معنوں میں خوض بھی کیا ہے، چنانچہ ابن ابی حاتم وغیرہ نے ابی الضحیٰ کے طریق پر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الٓمّٓ کے بارہ میں روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا:

اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ یعنی اس کے معنی ہیں میں اللہ اور جانتا ہوں، الٓمّٓصٓ کے بارہ میں کہا: اَنَا اللّٰہُ اَفْصَلُ میں اللہ ہوں اور فیصلہ کرتا ہوں اور الٓرٰ کے بارہ میں روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: اَنَا اللّٰہُ اَرٰی میں اللہ ہوں اور دیکھتا ہوں۔

پھر سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے طریق پر ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے الٓمّٓ، حٰمٓ اور نٓ کے بارہ میں یہ قول روایت کیا

Marfat.com

ہے کہ ''یہ مقطع اسم ہیں''۔اور عکرمہ کے طریق پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: الٓرٰ. حٰمٓ اور نٓ، الرَّحمٰن کے طریق کئے گئے حروف ہیں۔

ابوالشیخ محمد بن کعب القرظی سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا: الٓرٰ. الرحمٰن میں سے ہے، اور اسی راوی سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ اس نے کہا: المٓصٓ میں، الف لام اللہ کا، میم الرحمٰن کا اور صاد الصمد کا ہے۔

پھر یہی راوی ضحاک کا قول یوں نقل کرتا ہے کہ ضحاک نے کہا: المٓصٓ یعنی اَنَا اللّٰہُ الصَّادِقُ میں سچا اللہ تعالیٰ ہوں، اور کہا گیا ہے کہ المٓصٓ کے معنی المصور ہے، اور قول بھی آیا ہے کہ المٓر کے معنی انا اللّٰہُ اَعْلَمُ اَرْفَعُ میں خدا ہوں، جانتا ہوں اور بلند تر ہوں، ان دونوں آخری اقوال کو کرمانی نے اپنی کتاب غرائب میں بیان کیا ہے۔

حاکم وغیرہ نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے طریق پر قولہ تعالیٰ کھٰیٰعٓصٓ کے بارہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کاف کریم کا، ھا ھادی کی، ی حکیم کی، عین علیم کا اور ص صادق میں سے لیا گیا ہے۔ حاکم ہی نے ایک دوسری وجہ پر سعید ہی کے واسطہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے کھٰیٰعٓصٓ کے بارہ میں کہا کافٍ، ھادٍ، امینٌ، عزیزٌ، صادقٌ۔

خلاصۂ کلام

متعدد علماء نے ان حدیثوں کے بارے میں جن میں صفاتِ متشابہہ اللہ تعالیٰ کا ہر رات سمائے دنیا پر اترنا مذکور ہے، ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ حدیثیں ثابت ہیں، ان پر ایمان لایا جائے، اور وہم نہ کیا جائے اور کیف سے سوال نہ کیا جائے (یعنی ان صفات کی ماہیت دریافت نہ کی جائے، سلف کا یہی مذہب ہے)، اسی طرح مالک وسفیان، ابن عیینہ اور ابن مبارک سے مروی ہے، وہ سب کہتے ہیں کہ ان احادیث کو روایت کرو کیف کے بغیر، اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کے علماء کا قول ہے، رہے جہمیہ تو انہوں نے ان روایتوں کا انکار کیا، وہ کہتے ہیں یہ تشبیہ ہے، (یعنی اللہ کا بندوں کے مشابہ ہونا لازم آتا ہے) حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن میں

Marfat.com

متعدد جگہ ہاتھ، سمع اور بصر کا تذکرہ کیا ہے تو جہمیہ نے ان آیات کی قطعی تاویل کی۔

اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تشبیہ اسی وقت ہوگی جب کہا جائے: یَدٌ کَیَدٍ یا یَدٌ مَثَلُ یَدٍ (ہاتھ جیسا ہاتھ) یا سمع کسمع یا مثل سمع (سننے جیسا سننا) پس اگر اللہ فرماتے: سمع کسمع یا سَمْعٌ مثل سمع تو یہ تشبیہ ہوتی، مگر جب کوئی کہے جیسا اللہ نے فرمایا ہے: یَدٌ، سَمْعٌ، بَصَرٌ (یعنی اللہ کے لئے یہ صفات ثابت کرے) اور نہ کہے: کَیْس اور نہ کہے: مِثْلُ سَمْعٍ اور نہ کَسَمْعٍ تو یہ تشبیہ نہیں، اور وہ ایسا ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ''اللہ کے مانند کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع و بصیر ہیں''۔[1]

استواء علی العرش

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کے بعد يُدَبِّرُ الْأَمْرَ وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں جو استواء علی العرش کی تفسیر ہیں، اور یہود بے بہود یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین پیدا کرنے کے بعد تھک گیا اور درماندگی کی وجہ سے عرش پر لیٹ گیا، تمام اہلِ اسلام کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی نہایت ہے اور نہ اس کے لئے کوئی مکان، سمت اور جہت ہے، اس کی ہستی سمت، جہت، مکان اور زمان کے قیود اور حدود سے پاک اور مُنزّہ ہے، اس کی ہستی کسی زمان یا مکان کی ہستی پر موقوف نہیں بلکہ مکان اور زمان کی ہستی اُس کی ایجاد اور تکوین پر موقوف ہے کیونکہ جب مکان و زمان موجود نہ تھے وہ اس وقت بھی تھا اور اب جبکہ زمان اور مکان موجود ہیں تب بھی موجود ہیں، وہ ربّ ذوالجلال زمین و آسمان اور عرش و کرسی کے پیدا کرنے سے پہلے جس صفت اور شان پر تھا اب بھی اسی صفت اور شان پر ہے۔

معاذ اللہ عرش عظیم خداوند کریم کا حامل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اُوپر اُٹھائے ہوئے یا تھامے ہوئے ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور رحمت عرش کو اُٹھائے ہوئے اور تھامے ہوئے ہے، وہ ذرّہ برابر کسی عرش اور فرش کا محتاج نہیں بلکہ سب اسی کے محتاج ہیں۔

---

[1] ترمذی، کتاب الزکوۃ، ج:۱۔

Marfat.com

معلوم ہوا کہ استواء علی العرش سے عرش پر بیٹھنا اور متمکن اور مستقر ہونا مراد نہیں بلکہ کائنات عالم کی تدبیر اور تصرف کی طرف متوجہ ہونا مراد ہے اور یہ جملہ (یعنی استواء علی العرش) قرآن کریم میں سات جگہ آیا ہے ایک تو یہ جگہ کہ آپ کے سامنے ہے، دوم سورۂ یونس میں، سوم سورۂ رعد میں، چہارم سورۂ طٰہٰ میں، پنجم سورۂ فرقان میں، ششم سورۂ سجدہ میں اور ہفتم سورۂ حدید میں اور سب جگہ اس کی شان شہنشاہی اور تدبیر اور تصرف کو بیان کرنا مقصود ہے کہ وہی سارے عالم کا خالق ہے اور وہی تمام کائنات کا مدبر اور ان میں متصرف ہے، یہی فی الحقیقت تمہارا ربّ ہے جس کا حکم آسمانوں اور زمینوں میں جاری ہوتا ہے۔

اہلِ حق کا عقیدہ

اہل حق یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ وہ کسی عرش اور تخت پر یا کسی جسم پر متمکن اور مستقر ہو یعنی جس طرح کسی بادشاہ کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے یا ایک چارپائی پر بیٹھا ہوا ہے مگر خدا تعالیٰ کو ایسا کہنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ اگر:

۱۔ اللہ تعالیٰ کسی جسم اور محل پر متمکن اور مستقر ہو تو اس کا مقداری ہونا لازم آئے گا کیونکہ جو چیز کسی جسم پر متمکن ہوتی ہے وہ یا تو اس سے بڑی ہوتی ہے یا چھوٹی ہوتی ہے یا برابر ہوتی ہے اور کمی اور بیشی اور مساوات کے ساتھ وہی شئے موصوف ہو سکتی ہے جو مقداری ہو اور اللہ تعالیٰ کمیت اور کیفیت اور مقدار سے پاک اور منزہ ہے۔

۲۔ نیز جو چیز کسی مکان یا جہت میں ہوگی وہ محدود اور متناہی ہوگی اور اطراف اور جوانب میں محصور ہوگی اور جو محدود اور محصور ہے وہ مخلوق اور حادث ہے۔

۳۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ [1] وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ [2] سو ان آیات کو اگر ظاہری معنی پر محمول کیا جائے کہ خدا کی ذات ہر مکان میں موجود ہے اور تمام

---

[1] انعام:۳۔ [2] حدید:۴۔

Marfat.com

آسمانوں اور زمینوں میں موجود ہے تو یہ آیتیں استواء علی العرش کی آیت کے معارض ہوں گی اس لئے کہ جب خدا کی ذات آسمان اور زمین میں ہر جگہ موجود ہے تو عرش کی خصوصیت باطل ہوئی۔

۴۔ نیز حدیث میں آیا ہے: یَنْزِلُ اللّٰہُ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا کُلَّ لَیْلَۃٍ [1] خدا تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اگر اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے تو لازم آئے گا کہ معاذ اللہ تعالیٰ کبھی عرش پر بیٹھتا ہے اور کبھی نیچے اُترتا ہے اور سب کو معلوم ہے کہ حق تعالیٰ نقل و حرکت سے پاک اور منزہ ہے۔

۵۔ اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین پر نمازی کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے، کیا کوئی موحّد اس بات کی جرأت کرسکتا ہے کہ اس حدیث کو ظاہری معنی پر محمول کرے۔

معاذ اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کبھی عرش پر بیٹھتا ہے اور کبھی آسمان دنیا پر اُترتا ہے اور کبھی نمازی کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے جس کا اہل اسلام میں سے کوئی بھی قائل نہیں۔

۶۔ بے شمار آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے حق تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیس صراحۃً ثابت ہے اور تمام انبیاء و مرسلین اپنی اپنی اُمتوں کو ایمان تنزیہی ہی کی دعوت دیتے چلے گئے ایمان تشبیہی و تمثیلی اور اسلام تجسیمی و مقداری کی کسی نبی نے دعوت نہیں دی۔

۷۔ اور اسی پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین اور سلف اور خلف کا اجماع ہے۔

۸۔ اور اللہ تعالیٰ کا مکان اور جہت سے پاک اور منزہ ہونا دلائل عقلیہ اور قطعیہ سے ثابت ہے۔

۹۔ اور شریعت کے مسلمات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کوئی مکان ہے اور نہ کوئی زمان ہے اور نہ کوئی حد اور نہایت ہے، اس خداوند قدوس کی ذات، صفات مکان اور جہت اور سمت سے مُبرّا ہے اور کیوں نہ ہو کیونکہ مکان اور جہت کو اسی نے پیدا کیا ہے وہ مکان کے پیدا کرنے سے پہلے بغیر مکان کے تھا، بعد میں اس نے اپنی قدرت سے مکان اور جہت کو پیدا کیا پس جس صفت اور شان پر وہ

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۷۷۴۔

Marfat.com

مکان اور جہت کے پیدا کرنے سے پہلے تھا پیدا کرنے کے بعد بھی وہ اسی صفت اور شان پر ہے۔

فائدہ جلیلہ

لفظ تاویل متقدمین کی اصطلاح میں تفسیر کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، تفسیر ابن جریر میں جابجا تاویل کا لفظ تفسیر کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور متاخرین کی اصطلاح میں کسی قرینہ یا دلیل کی بناء پر ظاہر سے غیر ظاہر کی طرف پھیرنے کا نام تاویل ہے اور بلا کسی دلیل اور بلا کسی قرینہ کے ظاہر سے پھیرنے کا نام تحریف ہے لیکن تاویل کے یہ دونوں معنی اصطلاحی ہیں اور قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ لفظ مستعمل ہوا ہے وہاں تاویل سے مخفی حقیقت، مصداق، مآل، انجام، نتیجہ، حکمت اور کلام کی غرض وغایت کے معنی مراد لئے گئے ہیں، لفظ تاویل اصل میں اوّل سے مشتق ہے جس کے معنی اصل کی طرف رجوع کرنے کے ہیں مثلاً هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ [1] سے یوم آخرت مراد ہے جس دن وعدہ اور وعید کا مصداق ظاہر ہوگا اور جزاء اور سزا کی حقیقت واضح ہوگی۔

تاویل اجمالی وتاویل تفصیلی

تاویل کی دوقسمیں ہیں، ایک تاویل اجمالی اور دوسری تفصیلی

تاویل اجمالی

تاویل اجمالی تو یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان آیات سے ظاہری اور حسی معنی مراد نہیں اور استواء علی العرش کا یہ مطلب نہیں کہ خدائے قدوس کی ذات مقدس عرش سے متصل اور اس سے ملاقی ہے اور اس پر متمکن اور جاگزیں ہے جس سے جسمیت لازم آئے، رہا یہ امر کہ پھر ان سے کیا مراد ہے سو اس کو حق تعالیٰ کے سپرد کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان سے مراد لیا ہے وہ حق ہے اور ہم بلا تشبیہ، بلا تمثیل اور بلا کیفیت اللہ کی مراد پر ایمان لاتے ہیں، یہ مذہب سلف صالحین، فقہاء، محدثین اور اصولیین محققین کا ہے، جیسا کہ امام

---

[1] الاعراف: ۵۳۔

Marfat.com

مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے اُن سے کسی شخص نے استواء علی العرش کے معنی پوچھے اور سوال کیا کہ حق تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہے اور اس کا استواء کیسا ہے؟ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے (حق تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کی بناء پر) سر نیچے جھکا لیا اور خوفِ الٰہی سے پسینہ پسینہ ہو گئے، پھر سر اُٹھایا اور فرمایا کہ استواء معلوم ہے اور کیفیت مجہول اور غیر معقول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے، اور اے سائل تو بلاشبہ ایک بُرا آدمی اور بدعتی شخص ہے، پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اس کو یہاں سے نکال دو، اس پر آپ کے اصحاب نے اس کو نکال دیا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر اور شرح قصیدہ بدء الامالی میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ تھا کہ استواء کے معنی لغت میں معلوم ہیں عربی زبان میں لفظ استواء متعدد معنی کے لئے مستعمل ہوتا ہے، مثلاً کبھی استقرار اور تمکن اور قعود کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور کبھی قصد، ارادہ، اقبال، توجہ، اکمال، اتمام، اعتدال، استیلاء، قہر اور غلبہ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، جس میں سے بعض معنی شان الٰہی کے مناسب ہیں اور بعض غیر مناسب، اور حق تعالیٰ نے ہمیں اپنے معنی مرادی کی تعیین سے مطلع نہیں کیا، پس ہم قطعی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ معنی مراد ہیں اور وہ معنی مراد نہیں، اس لئے مذہب اسلم تفویض و تسلیم ہے کہ ان کی مراد کو اللہ کے سپرد کیا جائے۔

پس استواء علی العرش جو قرآن سے ثابت ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے مگر اسی معنی کے اعتبار سے ایمان لانا واجب ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان تنزیہ و تقدیس کے شایان ہوں، ایسے معنی کے اعتبار سے استواء ثابت کرنا جس میں اجسام کی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے مکان اور محل لازم آئے یہ جائز نہیں، اور اللہ تعالیٰ کے لئے جس معنی سے استواء ثابت ہوگا اس میں کیفیت اور کمیت کا شائبہ بھی نہ ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کمیّت اور کیفیت سے پاک اور منزہ ہے۔

قرآن کریم میں نوح علیہ السلام کے قصہ میں آیا ہے فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ سو اس آیت میں استواء سے نوح علیہ السلام کا اور ان کے اصحاب کا کشتی میں سوار ہونا اور بیٹھنا مراد ہے تو کیا معاذ اللہ حق

Marfat.com

تعالیٰ شانہٗ کے حق میں استواء علی العرش سے عرش پر سوار ہونے اور بیٹھنے کے معنی مراد ہو سکتے ہیں؟ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ [1] اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ لفظ وَالْکَیْفُ غَیْرُ مَعْقُوْلٍ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ بارگاہ خداوندی میں استواء سے ظاہری اور عرفی معنی مراد نہیں جو لوگوں کی عقل میں آسکیں، بلکہ ایسے معنی مراد ہیں کہ جو عقل اور ادراک سے بالاتر ہیں اور ظاہر ہے کہ استواء کے معنی جلوس، قعود، استقرار اور تمکن کے ایسے معنی ہیں کہ عامۃ الناس کی عقلیں بھی اس کو جانتی اور سمجھتی ہیں، اس معنی استواء کو کیسے غیر معقول کہا جا سکتا ہے؟

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹھنے اور سوار ہونے کے معنی کے لحاظ سے استواء علی العرش پر ایمان لانے کو واجب قرار نہیں دیا، بلکہ اس معنی پر ایمان لانا واجب قرار دیا جو خداوند قدوس کی شان تنزیہ اور تقدیس کے لائق اور مناسب ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ان آیات متشابہات کی تلاوت فرمائی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سن کر ان پر ایمان لائے اور بلا تشبیہ وتمثیل کے ان امور کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کیا اور سُن کر خاموش ہو گئے اور کیفیت دریافت کرنے کے درپے نہ ہوئے، اس لئے ان کے بارہ میں سوال کرنا اور درپے حقیقت وکیفیت ہونا یہ بدعت ہے۔

تاویلِ تفصیلی

اور تاویل تفصیلی یہ ہے کہ جب ان متشابہات کو بوجہ آیات تنزیہ وتقدیس ظاہری اور حسی معنی پر محمول کرنا ناممکن ہوا تو ضرورت اس بات کی ہوئی کہ ایسے معنی مجازی کی تعیین کی جائے جو اس آیت سے قواعد شریعت اور قواعد عربیت کے تحت رہ کر مراد لیے جا سکتے ہیں، مثلاً استواء علی العرش سے عُلو اور ارتفاع کے معنی مراد لینا یا استیلاء وقہر اور غلبہ کے معنی مراد لینا اور مثلاً وجہ اور نفس سے ذات مراد لینا وغیرہ یہ تاویل تفصیلی ہوئی، یہ مذہب جمہور متکلمین کا ہے اور راسخین فی العلم وہ لوگ ہیں جو محکمات کو اصل قرار دے کر متشابہات میں تاویل کرتے ہیں اور جو شخص محکمات کو نظر انداز کر کے متشابہات کو ظاہری، حسی اور عرفی معنی پر محمول کرے اور اسی کو حقیقت سمجھے تو یہ شخص زائغین میں سے ہے یعنی کج فہم اور جاہل ہے جس کو اپنی جہالت کی بھی خبر نہیں۔

[1] انعام: ۱۰۰۔

Marfat.com

سلف اور خلف کا حق تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس پر ایمان ہے اور سب اس پر متفق ہیں کہ استواء اور نزول سے ظاہری اور حسی طور پر اُترنا اور چڑھنا بیٹھنا مراد نہیں، رہا یہ امر کہ پھر کیا مراد ہے؟ سو سلف نے معنی مرادی کو اللہ کے سپرد کیا اور خلف نے عوام کو تشبیہ اور تمثیل کے فتنہ سے بچانے کے لئے قواعد عربیت اور قواعد شریعت کے تحت ان متشابہات کے معنی بیان کئے اور محاورات عرب میں جو مجازات کثیر الاستعمال تھے ان پر متشابہات کو محمول کیا۔

اِستِوَاء عَلَی العَرش سے متعلق متکلمین کی جانب سے مختلف تاویلیں

اب ہم اس بارہ میں حضرات متکلمین سے جو مختلف تاویلیں منقول ہیں، وہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:

تاویلِ اوّل

۱۔ استواء کے معنی علو اور ارتفاع کے ہیں اور استواء علی العرش سے علو مرتبت اور رفعت شانِ خداوندی کو بیان کرنا مقصود ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح میں اسی تاویل کو اختیار فرمایا۔

۲۔ امام ابوبکر بن فورک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استواء کے معنی علو اور ارتفاع کے ہیں مگر یہ علو، حاشا باعتبار مکان اور جہت کے اور باعتبار سمت کے اور مسافت کے نہیں بلکہ باعتبار شان اور مرتبہ کے ہے اور جس شخص نے استواء کو تمکن اور استقرار کے معنی پر محمول کیا اس نے خطاء کی۔[1]

تاویلِ دوم

قفّال مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استواء علی العرش کے معنی یہ ہیں کہ آسمان وزمین کے پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ تمام کائنات کی تدبیر اور تصرّف کی طرف متوجہ ہوا جیسا کہ سورۂ یونس میں ہے:

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مَا مِنۡ شَفِیۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِہٖ الاٰیۃ [2]

سو اس آیت میں استواء علی العرش کے بعد تدبیر عالم کا ذکر فرمایا اور بتلایا کہ تمام عالم میں مدبر اور متصرف

---

[1] مشکل الحدیث صفحہ ۱۴۶۔ [2] الیونس: ۳۔

Marfat.com

وہی خالق سموات وارضین ہے اور وہی فی الحقیقت تمہارا ربّ ہے لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو اور کسی کو اسکے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور عرش کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ کائنات عالم میں عرش سے بڑی کوئی مخلوق نہیں، عرشِ عظیم اس قدر عظیم ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے اور خداوند ذوالجلال کی اوّل مخلوقات سے ہے اور اس کی شان شہنشاہی کا مظہر اور تجلی گاہ ہے، تمام احکام اور تدابیر کا نزول عرش ہی سے ہوتا ہے۔

استواء علی العرش سے دنیاوی بادشاہوں کی طرح ظاہری اور حسی طور پر تخت نشینی مراد نہیں، بلکہ بطور کنایہ اپنی شاہنشاہی اور احکم الحاکمینی کو بیان کرنا ہے کہ آسمان وزمین پیدا کرنے کے بعد تمام کائنات میں اس کے مالکانہ اور شہنشاہانہ تصرّفات، تدبیرات اور احکام جاری ہو رہے ہیں جیسا کہ سورۂ رعد میں اِسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ کے بعد یدبر الامر کا لفظ آیا ہے سو یہ جملہ اِسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ کی تفسیر ہے اور اس آیت میں اِسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ کے بعد یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّهَارَ کا لفظ آیا ہے یہ بھی تدبیر اور تصرف اور اقتدارِ کامل کو بیان کرنے کے لئے ذکر کیا گیا ہے کہ آفتاب اور ماہتاب اور تمام ستارے سب ہی اس کے حکم کے سامنے مسخر ہیں اور اس کے علاوہ جہاں کہیں بھی اِسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ کا ذکر آیا ہے، سب جگہ اس کے بعد تدبیر اور تصرف ہی کا ذکر ہے گویا کہ بعد کی تمام آیتیں اِسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ کی تفسیر ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے متشابہات کے بارے میں سنہری ارشادات

اللہ تعالیٰ کی صفات وافعال کے متعلق یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ نصوص قرآن وحدیث میں جو الفاظ حق تعالیٰ کی صفات کو بیان کرنے کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں اُن میں اکثر وہ ہیں جن کا مخلوق کی صفات پر بھی استعمال ہوا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کو ''حی'' ''سمیع'' ''بصیر'' ''متکلم'' کہا گیا، انسان پر بھی یہ الفاظ اطلاق کئے گئے تو ان دونوں مواقع میں استعمال کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے، کسی مخلوق کو سمیع وبصیر کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اُس کے پاس دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان موجود ہیں، اب اس میں دو چیزیں ہیں ایک وہ آلہ جسے ''آنکھ'' کہتے ہیں اور جو دیکھنے کا منبع اور ذریعہ بنتا ہے، دوسرا اُس کا نتیجہ اور غرض وغایت (دیکھنا) یعنی وہ خاص علم جو رُویت بصری سے حاصل ہوا۔

Marfat.com

مخلوق کو جب ''بصیر'' کہا تو یہ مبدا اور غایت دونوں چیزیں معتبر ہوئیں اور دونوں کی کیفیات ہم نے معلوم کر لیں، لیکن یہی لفظ جب اللہ کی نسبت استعمال کیا گیا تو یقیناً وہ مبادی اور کیفیات جسمانیہ مراد نہیں ہو سکتیں جو مخلوق کے خواص میں سے ہیں اور جن سے خداوند قدوس قطعاً منزہ ہو، البتہ یہ اعتقاد رکھنا ہوگا کہ ابصار (دیکھنے) کا مبدا اس کی ذات اقدس میں موجود ہے، اُس کا نتیجہ یعنی وہ علم جو رویت بصری سے حاصل ہو سکتا ہے، اُس کو بدرجہ کمال حاصل ہے۔

آگے یہ کہ وہ مبدا کیسا ہے اور دیکھنے کی کیا کیفیت ہوگی، تو بجز اس بات کے کہ اس کا دیکھنا مخلوق کی طرح نہیں ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ [1] نہ صرف سمع و بصر بلکہ اس کی تمام صفات کو اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ صفت باعتبار اپنے اصل مبدا و غایت کے، ثابت ہے، مگر اُس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی اور نہ شرائع سماویہ نے اس کا مُکلف بنایا ہے کہ آدمی اس طرح کی ماوراء عقل حقائق میں خوض کر کے پریشان ہو۔

اسی طرح عرش کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں استواء کا ترجمہ اکثر محققین نے ''استقرار و تمکن'' سے کیا ہے، گویا یہ لفظ تخت حکومت پر ایسی طرح قابض ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اُس کا کوئی حصہ اور گوشہ حیطہ نفوذ و اقتدار سے باہر نہ رہے اور نہ قبضہ و تسلط میں کسی قسم کی مزاحمت اور گڑبڑ پائی جائے سب کام اور انتظام برابر ہو، اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبدا اور ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت یا غرض و غایت یعنی ملک پر پورا تسلط و اقتدار اور نفوذ تصرف کی قدرت حاصل ہونا، حق تعالیٰ کے استواء علی العرش میں یہ حقیقت اور غرض و غایت بدرجہ کمال موجود ہے، یعنی آسمان و زمین کل علویات و سفلیات کو پیدا کرنے کے بعد اُن پر کامل قبضہ و اقتدار اور ہر قسم کے مالکانہ و شہنشاہانہ تصرفات کا حق بے روک ٹوک اُسی کو حاصل ہے۔

اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کا مبدا اور ظاہری صورت کے متعلق وہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو ہم ''سمع و بصر'' وغیرہ صفات کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ اُس کی کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی جس میں صفاتِ مخلوقین اور سمات حدوث کا ذرا بھی شائبہ ہو۔

---

[1] الشوریٰ:۱۱۔

Marfat.com

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام

دجّال اور برمودہ تکون کا تذکرہ

اس وقت دُنیا میں موجود تین بڑے آسمانی مذاہب (اسلام، یہودیت اور عیسائیت) کے ماننے والے ہیں، جو دنیا کی غالب اکثریت بھی ہیں، ایک ہستی کا انتظار کر رہے ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگی اور انسانیت کے لئے نجات دہندہ ثابت ہوگی۔

عیسائی حضرات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے منتظر ہیں، فرق یہ ہے کہ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہونے کے تین دن بعد آسمان پر لے جائے گئے اور پھر آخر زمانہ میں نازل ہو کر غیر عیسائیوں کا خاتمہ کر دیں گے، جبکہ مسلمانوں کے نزدیک سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ پاک صحیح وسالم آسمان پر لے گئے، یہودی ان کا بال بیکا نہیں کر سکے، پھر آپ نازل ہو کر یہودیوں کا خاتمہ کریں گے اور یہودیوں کے ساتھ وہ عیسائی جو ''صہیونی عیسائی'' بن کر یہودیوں کے مددگار تھے، ان کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور بقیہ رحم دل و ہمدرد عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام لے آئیں گے۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ

حضرت مہدی کے ظہور کی علامتیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے سات سال پہلے حضرت محمد مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور ہوگا، آپ کے ظہور کی مختلف علامتیں بیان کی گئی ہیں، مثلاً:

ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سال ذی الحجہ میں منیٰ میں خون ریزی ہوگی لیکن یہ بہت قریب کی علامت

Marfat.com

ہے، اس لئے کہ اس ذی الحجہ کے فوراً بعد محرم میں عاشورہ کی رات حضرت کے ہاتھ پر بیعت جہاد ہوگی۔

فلکیات کی رو سے چاند گرہن ہمیشہ اسلامی مہینے کے وسط میں اور سورج گرہن آخر میں ہوتا ہے جب کہ اس مرتبہ چاند گرہن شروع میں اور سورج گرہن وسط میں ہوگا، دوسری بات یہ ہے کہ ایک مہینے میں دو مرتبہ چاند گرہن نہیں ہوتا، اس سال ایک رمضان میں دو مرتبہ چاند گرہن لگے گا، یہ واضح ترین علامت ہوگی کہ تین ماہ بعد محرم میں حضرت مہدی کا ظہور ہونے والا ہے۔

حضرت مہدی کے نام ایک خط

دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مہتمم حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے، نقشبندیہ خاندان کے اکابر میں سے تھے، آخر عمر میں ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ آئے وہیں اُن کی وفات بھی ہوئی اور وہیں قبر بھی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آخر زمانہ میں علاماتِ قیامت کے ظہور خصوصاً حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں عالمی ایمانی جدوجہد سے خصوصی دلچسپی تھی، حضرت مہدی کا ظہور مکہ مکرمہ میں ہونا تھا، دوسری طرف انہیں یہ حدیث معلوم تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیبی خاندان کو فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ کی کنجیاں سپرد کی ہیں اور بیت اللہ چونکہ قیامت تک باقی رہے گا، اس لئے مکہ میں چاہے سارے خاندان اُجڑ جائیں، شیبی خاندان قیامت تک باقی رہے گا۔

چنانچہ مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جب آخری عمر ہوئی اور انہیں شدید اشتیاق تھا کہ حضرت مہدی کے ہاتھ پر بیعت اور ان کی قیادت میں جہاد نصیب ہو جائے تو ان کو عجیب ترکیب سوجھی کہ جب یہ خاندان قیامت تک باقی رہے گا تو لامحالہ ظہورِ مہدی کے زمانہ میں بھی موجود رہے گا، جب حضرت مہدی کا ظہور ہوگا اور وہ کعبۃ اللہ کی دیوار سے ٹیک لگائے مسلمانوں کو بیعت کریں گے تب کعبۃ اللہ کی کنجیاں شیبی خاندان کے کسی فرد کے ہاتھ میں ہوں گی، چنانچہ اسی کے پیشِ نظر انہوں نے ایک حمائل شریف اور ایک تلوار لی اور ایک خط حضرت مہدی کے نام لکھا، اس خط کا مضمون یہ ہے:

"فقیر رفیع الدین دیوبندی مکہ معظمہ میں حاضر ہے اور آپ جہاد کی ترتیب کر رہے ہیں، ایسے مجاہدین آپ کے ساتھ ہیں جن کو وہ اَجر ملے گا جو غزوۂ بدر کے مجاہدین کو ملا تھا، سو رفیع الدین کی

Marfat.com

طرف سے یہ حمائل تو آپ کے لئے ہدیہ ہے اور یہ تلوار کسی مجاہد کو دے دیجئے کہ وہ میری طرف سے جنگ میں شریک ہو جائے اور مجھے بھی وہ اَجر مل جائے''۔

یہ تینوں چیزیں شیبی خاندان والوں کے سپرد کیں اور ان سے کہا کہ تمہارا خاندان قیامت تک رہے گا، یہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے لئے امانت ہے، جب تمہارا انتقال ہو تو تم اپنے قائم مقام کو وصیت کر دینا اور ان سے کہہ دینا کہ وہ اپنے قائم مقام کو وصیت کرے اور ہر ایک یہ وصیت کرتا جائے یہاں تک کہ یہ امانت حضرت مہدی رضی اللہ عنہ تک پہنچ جائے۔[1]

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے حالات وواقعات

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ عام انسانوں کی طرح پیدا ہوں گے، ۴۰ سال کی عمر میں اُمّت مسلمہ اُن کو اپنا قائد بنائے گی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرکے کُفر کے برپا کردہ مظالم کے خلاف وہ عظیم جہاد شروع کرے گی جس کا اختتام عالمی خلافتِ اسلامیہ کے قیام پر ہوگا۔

عالمی خلافت کا انعام

نواسہ رسول سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ عظیم ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے اور محض مسلمانوں میں اتفاق اور صلح کی خاطر اپنا یہ حق چھوڑ دیا، اس کے بدلے آخر زمانے میں جب اُمّت کو اتفاق واتحاد کی ضرورت ہوگی تو اللہ پاک انہی کی اولاد میں سے ایک مجاہد لیڈر عالمی سطح پر خلافت کے قیام کے لئے منتخب فرمائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کوئی چیز چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو یا اس کی اولاد کو اس سے بہتر چیز عنایت فرما دیتے ہیں، چنانچہ محدود علاقے میں خلافت چھوڑنے کے بدلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کو عالمی خلافت کا انعام ملے گا۔

حضرت مہدی کے حسنی ہونے کی دوسری وجہ علمائے کرام نے یہ لکھی ہے:

''جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں اللہ تعالیٰ نے صرف ایک نبی بھیجے جو ''خاتم

---

[1] خطباتِ حکیم الاسلام: ج ۲، ص ۹۸۔

Marfat.com

الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' تھے، اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نسل سے بہت سے اولیاء آئے جبکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ایک ہی بہت بڑے ولی آئیں گے جو ''خاتم الاولیاء'' ہوں گے''۔[1]

کمالِ تواضع

وہ سات علماء جو دنیا کے مختلف حصوں (پاکستان، افغانستان، ترکی، شام، مراکش، الجزائر، ازبکستان، سوڈان وغیرہ) سے حضرت مہدی کی تلاش میں آئے ہوں گے اور ہر ایک کے ہاتھ پر تین سو دس سے کچھ اُوپر افراد نے بیعت کر رکھی ہوگی اور یہ سب مل کر شدت سے اس شخص کو تلاش کر رہے ہوں گے جس کے ہاتھ پر بیعت سے اُمت میں اتحاد و اتفاق ہوگا، مرکزی قیادت نصیب ہوگی، فتنوں کا خاتمہ ہوگا۔

یہ ساتوں حضرات مل کر حضرت مہدی کو حرمین میں تلاش کریں گے، جب حضرت مہدی تک پہنچ جائیں گے اور ان میں تمام علامتیں پائیں گے تو تصدیق کے لئے اُن سے پوچھیں گے: ''آپ فلاں بن فلاں ہیں؟'' حضرت مہدی ان کو خوبصورتی سے ٹالتے ہوئے کہیں گے ''میں تو ایک انصاری ہوں'' یعنی اللہ کے دین کی مدد کرنے والا! اور یہ کہہ کر مکہ مکرمہ سے چھپ کر مدینہ منورہ چلے جائیں گے۔ یہ حضرات آپ کو تلاش کرتے کرتے مدینہ شریف پہنچ جائیں گے، حضرت مہدی امامت کا عہدہ دیئے جانے سے بچنے کے لئے ان سے چھپ کر پھر مکہ مکرمہ آجائیں گے۔

حضرت محمد مہدی رضی اللہ عنہ سے بیعت

اس طرح تین چکر حرمین کے درمیان لگیں گے، آخر کار یہ علماء تیسری مرتبہ حضرت مہدی کو حجر اسود کے پاس جالیں گے، آپ کعبہ کے ساتھ چمٹ کر، چہرہ کعبہ کی دیوار پر رگڑتے ہوئے اُمّت کی حالت پر رو رہے ہوں گے، یہ علماء آپ کو پہلے اللہ کا واسطہ دے کر کہیں گے کہ اگر آپ نے بیعت کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا تو جتنی اُمّت مظلومیت کی حالت میں ماری جارہی ہے اس سب کا گناہ آپ کے سر پر ہوگا، اس پر حضرت مہدی مجبور ہو کر مقامِ ابراہیم اور حجرِ اسود کے درمیان بیٹھ کر ان سے بیعت لیں گے۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح: ۱۰/ ۱۴۷، التعلیق الصبیح: ۶/ ۱۹۷۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَهْدِيُّ مِنَّا اَهْلِ الْبَيْتِ يُصْلِحُهُ اللهُ فِيْ لَيْلَةٍ۔ [1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہدی ہم اہلِ بیت میں سے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں ان کو یہ صلاحیت عطا فرمادے گا"۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالغنی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يُصْلِحُهُ اللهُ فِيْ لَيْلَةٍ اَيْ يُصْلِحُهُ لِلْاِمَارَةِ وَالْخِلَافَةِ بَغَاءَةً وَبَغْتَةً [2]

اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں اچانک ان کو امارات اور خلافت کی یہ صلاحیت عطا فرمادے گا۔

کمالِ تزکیہ من جانب اللہ

حضرت محمد مہدی رضی اللہ عنہ کا کمالِ تزکیہ من جانب اللہ ہوگا، حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"ایک عمیق حقیقت اس سے حل ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں پر بعض ضعیف الایمان قلوب میں یہ سوال اُٹھ سکتا ہے کہ جب حضرت مہدی ایسی کھلی ہوئی شہرت رکھتے ہیں تو پھر ان کا تعارف عوام وخواص میں کیسے مخفی رہ سکتا ہے؟ اس لئے مصائب وآلام کے وقت ان کے ظہور کا انتظار معقول معلوم نہیں ہوتا، لیکن اس لفظ (يُصْلِحُهُ اللهُ فِيْ لَيْلَةٍ) نے یہ حل کر دیا کہ یہ صفات خواہ کتنے ہی اشخاص میں کیوں نہ ہوں، لیکن ان کے وہ باطنی تصرفات اور روحانیت، مشیت الٰہیہ کے ماتحت اوجھل رکھی جائے گی، یہاں تک کہ جب ان کے ظہور کا وقت آئے گا تو ایک ہی شب کے اندر اندر ان کی اندرونی خصوصیات منظرِ عام پر آجائیں گی۔ گویا یہ بھی ایک کرشمۂ قدرت ہوگا کہ ان کے ظہور کے وقت سے قبل کوئی شخصیت ان کو پہچان نہ سکے گی اور جب وقت

[1] ابن ماجہ، باب خروج المہدی، ج:۴، ص:۱۰، ۳۱۰، مسند احمد، ج:۱، ص:۱۰۶۔ [2] انجاح الحاجۃ علی حاشیہ ابن ماجہ۔

Marfat.com

آئے گا تو قدرتِ الٰہیہ شب بھر میں وہ تمام صلاحیتیں ان میں پیدا کر دے گی جن کے بعد ان کا مہدی ہونا خود ان پر اور تمام دنیا پر بھی منکشف ہو جائے گا''۔ [1]

حضرت مہدی جس طرح کعبے کے پردوں سے چمٹ کر دیوار کعبہ پر منہ رگڑتے ہوئے اُمّت کی بدحالی پر رو رہے ہوں گے، اسی طرح یہ سات علماء بھی ان کی جستجو میں بے چین و بے تاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کے ساتھ موجود تین تین سو افراد بھی دنیا بھر سے ان کی تلاش میں حرمین پہنچ چکے ہوں گے۔

سفیانی کی بے حیائی

حضرت مہدی کے خلاف نکلنے والا لشکر جس کا سربراہ سفیانی نام کا شخص ہوگا، یہ زمین میں فساد برپا کئے ہوئے ہوگا حتیٰ کہ ایک عورت سے دن کے وقت دمشق کی جامع مسجد میں شراب کی ایک مجلس میں بدکاری کی جائے گی، اسی طرح ایک عورت سفیانی کی ران پر آ کر بیٹھ جائے گی جبکہ وہ جامع دمشق کی محراب میں بیٹھا ہوگا، اس وقت ایک غیرت مند مسلمان سے مسجد کی یہ بے حرمتی اور یہ کریہہ منظر دیکھا نہ جائے گا اور وہ کھڑا ہو کر کہے گا کہ افسوس ہے تم پر، ایمان لانے کے بعد کُفر کرتے ہو؟ یہ ناجائز ہے، سفیانی کو حق کی یہ بات کڑوی لگے گی اور وہ اس کو کلمہ حق کہنے کی پاداش میں موت کے گھاٹ اُتار دے گا اور صرف اسی کو نہیں بلکہ جس نے بھی اس کی تائید کی ہوگی اس کو بھی قتل کر دے گا۔

حضرت مہدی لشکرِ سفیانی کے سردار سفیان نامی شخص کو ایک چٹان پر بکری کی طرح ذبح کر دیں گے، اور پھر وہ پورا لشکر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

حضرت مہدی کا ساتھ دینے والے بمطابق حدیث شریف، روئے ارض کے صالح ترین مسلمان ہوں گے اور ان کی فضیلت اصحاب بدر والی ہے، اسی طرح ان کا ساتھ چھوڑ کر بھاگنے والوں کے لئے وعید بھی اتنی ہی سخت ہے، حدیث شریف میں ہے:

> ''اس پر (یعنی مسلمانوں کا کافروں کے حوالے نہ کرنے پر) جنگ شروع ہو جائے گی اور مسلمان تین گروہوں میں بٹ جائیں گے: (۱) ایک تہائی لشکر تو میدان جنگ سے بھاگ

---

[1] ترجمان السنۃ، ج: ۴، ص: ۴۰۴۔

Marfat.com

جائے گا، ان کی توبہ اللہ تعالیٰ کبھی قبول نہیں فرمائیں گے۔ (۲) ایک تہائی لشکر شہید ہو جائے گا، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل الشہداء ہوں گے۔ (۳) ایک تہائی لشکر کو فتح نصیب ہوگی، یہ آئندہ کسی فتنے میں مبتلا نہ ہو سکیں گے"۔ [1]

"اس دن وہ شخص سب سے بڑا محروم ہوگا جو بنو کلب کے مال غنیمت سے محروم رہا (یعنی ہر صاحب ایمان مجاہد اس مال غنیمت میں سے کچھ نہ کچھ ضرور لے گا) اگرچہ اُونٹ کو باندھنے کی رسی ہی کیوں نہ ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ لوگ ان کے اموال کو غنیمت اور بچوں کو ان کے مسلمان ہونے کے باوجود کیسے قیدی بنالیں گے؟ فرمایا: "وہ شراب اور زنا کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر قرار دیئے جائیں گے"۔

متحدہ یورپی فوج سے حضرت مہدی کی جنگ

نزولِ عیسیٰ تک اس اُمّت میں ایک جماعت حق کے لئے برسر پیکار رہے گی جو اپنے مخالفین کی پروا نہ کرے گی، اس جماعت کے آخری امیر امام مہدی ہوں گے، جب حضرت مہدی کی یورپی عیسائیوں سے جنگ ہوگی اس میں حضرت کے ساتھ بارہ ہزار کے قریب مجاہد ہوں گے، حدیث شریف میں ہے:

"بارہ ہزار کی تعداد کو کمی کی بناء پر شکست نہیں دی جا سکتی"۔

دوسری طرف متحدہ یورپی فوج میں نو لاکھ ساٹھ ہزار کا ٹڈی دَل لشکر ہوگا، بارہ جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے اسّی ہزار سورما ہوں گے۔ (9,60,000=80x12) یہ لوگ یورپ کے دروازہ قسطنطنیہ (استنبول) سے گزر کر شام کی سرزمین پر آئے ہوئے ہوں گے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم دیکھو کہ خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے نکل آئے تو اس لشکر میں شامل ہو جاؤ، چاہے تمہیں اس کے لئے برف پر گھسٹ کر (کرالنگ کرکے) کیوں نہ جانا پڑے، کہ اس لشکر میں اللہ کے آخری خلیفہ مہدی ہوں گے"۔

وفات

حضرت مہدی اپنے ظہور کے بعد (جو چالیس سال کی عمر میں ہوگا) سات سال تک دنیا کی تین بڑی کفریہ

[1] مسلم شریف۔

Marfat.com

طاقتوں میں سے دو کے خلاف جہاد فرمائیں گے، ہندوؤں اور عیسائیوں کے خلاف شاندار فتح حاصل کریں گے، اب پیچھے صرف یہودی رہ جائیں گے، آٹھویں سال دجال ظاہر ہوگا اور فتنۂ یہود عروج پر پہنچ جائے گا جو درحقیقت شیطانی طاقتوں کا فتنہ ہے، اسی سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔

۴۹ سال کی عمر میں حضرت مہدی انتقال کر جائیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی نمازِ جنازہ پڑھ کر بیت المقدس میں ان کو دفن فرمائیں گے، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۳۸ سال تک زمین پر رہیں گے۔ اس طرح حضرت مہدی ظہور کے بعد زمین پر کل نو سال رہیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے حضرت مہدی سات سال اور وفاتِ مہدی کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اڑتیس سال دنیا میں رہیں گے، بیچ کے دو سال دونوں قائدین اکٹھے گزاریں گے۔

غیبی نصرت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

(ایک مرتبہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: کیا تم نے کسی ایسے شہر کے متعلق سنا ہے جس کے ایک جانب خشکی اور دوسری جانب سمندر ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ بنی اسحاق، بعض جگہ بنی اسماعیل آیا ہے، کے ستر ہزار افراد اس شہر کے لوگوں سے جہاد نہ کرلیں۔ چنانچہ مجاہدین جب وہاں پڑاؤ کریں گے تو نہ اسلحہ سے لڑیں گے اور نہ تیر پھینکنے کی نوبت آئے گی، صرف ایک مرتبہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" کہنے سے شہر پناہ کا ایک حصہ گر جائے گا"۔

یہ بات اس وقت اور بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے جب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد کے واقعات کا جائزہ لیتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس دِن فجر کی نماز میں نازل ہوں گے، اس دِن فجر کے بعد وہ دجال اور اس کی یہودی فوج کے خلاف جہاد شروع کریں گے، دجال ان کو دیکھتے ہی چوکڑیاں بھرتا ہوا فرار ہوگا، اس کی ساری شیطانی اور مادّی طاقتیں سلب ہو جائیں گی اور شام تک ہر پتھر پکار کر مجاہدین سے کہے گا:

"اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہے، اسے آکر ختم کر دے"۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نزولِ روح اللہ:

حضرت اوس بن اوس الثقفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''عیسیٰ ابن مریم دمشق کی جانب مشرق میں سفید مینارے کے پاس نازل ہوں گے۔'' [۱]

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مسیح علیہ السلام دمشق کے مشرقی دروازہ پر سفید پل کے پاس اس طرح نازل ہوں گے کہ ان کو ایک بادل نے اُٹھا رکھا ہوگا اور اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے ہوں گے، ان کے جسم پر دو ملائم کپڑے ہوں گے جن میں سے ایک کو تہہ بند بنا کر باندھا ہوا ہوگا، دوسرے چادر کے طور پر اوڑھ رکھا ہوگا جب سر جھکائیں گے تو اس سے چاندی کے موتی (کی طرح پانی کے قطرے) ٹپکیں گے۔'' [۲]

حالاتِ سیدنا عیسیٰ مسیح بن مریم علیہ السلام

مسیح کا معنٰی:

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نام ''مسیح'' کیوں رکھا گیا؟ اہلِ علم نے اس کی کئی وجوہات بیان کی ہیں:

۱۔ مسح کے معنی چھونے کے ہیں، آپ کو مسیح اس لئے کہا گیا کہ آپ جس بھی مصیبت زدہ کو چھوتے تھے وہ اللہ کے اذن سے صحت یاب ہو جاتا تھا۔ کتنے برص کی بیماری والے اور مادرزاد اندھے صحت یاب ہوئے۔

---

[۱] الدر المنثور بحوالہ طبرانی، کنز العمال، ابن عساکر وغیرہ۔ [۲] تاریخ دمشق لابن عساکر ص: ۲۱۸، ج: ۱۔

Marfat.com

۲۔ آپ نے دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہوئے زمین میں سیاحت کی اور اللہ کی زمین پر بسلسلہ دعوت بہت چلے، اس لئے مسیح کہا گیا۔

۳۔ ان کے پاؤں پورے زمین پر لگتے تھے، تلووں میں خلا نہیں تھا اس لئے مسیح کہا گیا۔

۴۔ چونکہ انہیں برکت کے ساتھ مسح کیا گیا یا گناہوں سے پاک کیا گیا، اس لئے وہ بابرکت تھے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ جب پیدا ہوئے تو ممسوح تھے، یعنی آلائشوں سے پاک تھے۔

دجال کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ایک آنکھ اور ابرو نہیں ہے، ابن فارس کہتے ہیں: مسیح وہ ہے جس کے چہرے کے دو حصوں میں سے ایک حصہ مٹا ہوا ہو، اس میں نہ آنکھ ہو اور نہ ہی ابرو، اسی لئے دجال کو مسیح کہا گیا ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

وَاَنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوحُ الْعَيْنِ، عَلَيْهَا ظَفَرَةٌ غَلِيظَةٌ ''بلا شبہ دجال مٹی ہوئی آنکھ والا ہے جس پر ایک غلیظ بھدّا اسا ناخونہ (پھلّی) ہے''۔[1]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قد و قامت میانہ اور رنگ سرخ و سفید ہوگا، ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑوں میں ہوں گے، سر کے بال اگرچہ بھیگے نہ ہوں گے تب بھی (چمک اور صفائی کی وجہ سے) ایسے ہوں گے کہ گویا ان سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اسلام کی خاطر کفار سے قتال کریں گے، صلیب توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ لینا بند کر دیں گے، اور اللہ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا تمام مذاہب کو ختم کر دے گا اور (انہی کے ہاتھوں) مسیح دجّال ہلاک ہوگا، عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال رہ کر وفات پائیں گے، اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔[2]

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مزید علامات بیان فرمائی گئی ہیں:

رَجُلٌ آدَمُ كَأَحْسَنِ مَا يُرَى مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ، رَجِلُ الشَّعْرِ، يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً[3] رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيمَاسٍ[4]

[1] صحیح مسلم، باب ذِكْرِ الدَّجَّالِ وَصِفَتِهِ وَمَا مَعَهُ۔ [2] ابو داود، ابن ابی شیبہ، مسند احمد، صحیح ابن حبان، ابن جریر۔ [3] بخاری، رقم الحدیث: ۳۴۴۰۔
[4] بخاری، رقم الحدیث: ۳۳۹۴۔

Marfat.com

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہایت حسین گندمی رنگ کے ہوں گے، بال بہت گھنگھریالے نہیں ہوں گے، بالوں کی لمبائی شانوں تک ہوگی، سر سے پانی ٹپکتا ہوگا۔ معتدل جسم وقامت کے ہوں گے، سرخی مائل رنگ ہوگا جیسے ابھی حمام سے (غسل کرکے) آئے ہوں''۔

پس جب یہ لوگ نماز کے لئے اُٹھیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام ان کے سامنے نازل ہوں گے اور نماز ان کے ساتھ پڑھیں گے، نماز سے فارغ ہو کر وہ (ہاتھ سے) اشارہ کرتے ہوئے فرمائیں گے: میرے اور دشمن خدا (دجال) کے درمیان سے ہٹ جاؤ (تاکہ مجھے دیکھ لے) ابوحازم (جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہیں) کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دجال (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی) ایسا پگھلے گا جیسے دھوپ میں چکنائی پگھلتی ہے اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ (ایسا گھلے گا) جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اور اللہ تعالیٰ دجال اور اس کے لشکر پر مسلمانوں کو مسلط کردے گا چنانچہ وہ ان سب کو قتل کر دیں گے، حتیٰ کہ شجر وحجر بھی پکاریں گے کہ اے اللہ کے بندے! اے رحمٰن کے بندے! اے مسلمان! یہ یہودی ہے اسے قتل کردے۔ غرض اللہ تعالیٰ ان سب کو فنا کردے گا اور مسلمان فتح یاب ہوں گے، پس مسلمان صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ بند کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ٹھیک اس وقت خاص طور پر مسیح ابن مریم کو بھیجے گا کہ جب دجال ایک نوجوان کو مار کر زندہ کرنے کا تماشا دکھا رہا ہوگا، کسی اور وقت کیوں نہیں؟ اس لئے کہ زندگی اور موت پر یہ اختیار ایک ایسی بات ہوگی جو لوگوں نے اپنی زندگیوں میں نہیں دیکھی ہوگی اور لوگوں کے گروہ کے گروہ یہ سمجھتے ہوئے کہ دجال ان کا خدا ہے، منحرف ہو جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم پر ایک زرہ ہوگی، لوگ ان سے پوچھیں گے آپ کون ہیں؟ وہ فرمائیں گے: میں عیسیٰ ابن مریم اللہ کا بندہ اور رسول ہوں اور اس کی (پیدا کردہ) جان اور اس

Marfat.com

کا کلمہ ہوں (یعنی باپ کے بغیر محض اس کے کلمہ ''کُن'' سے پیدا ہوا ہوں) تم تین صورتوں میں سے ایک کو اختیار کرلو:

۱۔ اللہ جل جلالہٗ، دجال اور اس کی فوجوں پر بڑا عذاب آسمان سے نازل کردے۔

۲۔ ان کو زمین میں دھنسا دے۔

۳۔ ان کے اُوپر تمہارا اسلحہ مسلط کردے اور ان کے ہتھیاروں کو تم سے روک دے۔

مسلمان کہیں گے: ''اے اللہ کے رسول! یہ (آخری) صورت ہمارے لئے اور ہمارے قلوب کے لئے زیادہ طمانیت کا باعث ہے، چنانچہ اس روز تم بہت کھانے پینے والے (اور) ڈیل و ڈول والے یہودی کو (بھی) دیکھو گے کہ ہیبت کی وجہ سے اس کا ہاتھ تلوار نہ اُٹھا سکے گا۔

نکاحِ عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں (نازل ہونے کے اکیس سال بعد) نکاح کریں گے اور (نکاح کے بعد) دنیا میں انیس سال قیام فرمائیں گے۔'' (اس طرح دنیا میں قیام کی کل مدت چالیس سال ہوجائے گی جیسا کہ پیچھے صحیح احادیث میں گزرا ہے)۔ [1] فتح الباری، بحوالہ نعیم بن حماد۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبیلۂ جذام کے وفد سے فرمایا:

''شعیب علیہ السلام کی قوم اور موسیٰ علیہ السلام کے سسرال کا (یعنی تمہارا آنا) مبارک ہو اور قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک مسیح علیہ السلام تمہاری قوم میں نکاح نہ کریں اور ان کی اولاد پیدا نہ ہو''۔

بعض روایات میں ہے کہ قبیلہ ازدشنوہ میں شادی کریں گے، دو بیٹے پیدا ہوں گے ایک کا نام موسیٰ اور

---

[1] فتح الباری، بحوالہ نعیم بن حماد۔

Marfat.com

دوسرے کا نام محمد ہوگا۔

عالمی خلافت کے قیام کے بعد کے حالات

آپ کے دور کے حالات کیا ہوں گے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کے آخر میں ارشاد ہے:

''اور عیسیٰ ابن مریم نازل ہو کر اس (دجال) کو قتل کریں گے۔ اس کے بعد لوگ چالیس سال تک زندگی سے اس طرح لطف اندوز ہوں گے کہ نہ کوئی مرے گا، نہ کوئی بیمار ہوگا (جانور بھی کسی کو نہ مالی نقصان پہنچائیں گے نہ جانی حتیٰ کہ) آدمی اپنی بکریوں اور جانوروں سے کہے گا، جاؤ! گھاس وغیرہ چرو۔ (یعنی چرنے کے لئے انہیں بغیر چرواہے کے بھیج دے گا) اور وہ بکری دو کھیتوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے کھیت کا ایک خوشہ بھی نہ کھائے گی (بلکہ صرف گھاس اور وہ چیزیں کھائے گی جو جانوروں ہی کے لئے ہیں تاکہ زراعت کا نقصان نہ ہو) اور سانپ اور بچھو کسی کو گزند نہ پہنچائیں گے۔ اور درندے گھروں کے دروازوں پر (بھی) کسی کو ایذا نہ دیں گے اور آدمی زمین میں ہل چلائے بغیر ہی ایک مد گندم بوئے گا تو اس سے سات سو مد (گندم) پیدا ہوگی۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مسیح علیہ السلام کے نزول کے بعد زندگی بڑی خوشگوار ہوگی، بادلوں کو بارش برسانے اور زمین کو نباتات اُگانے کی اجازت مل جائے گی حتیٰ کہ اگر تم اپنا بیج ٹھوس اور چکنے پتھر میں بھی بوؤ گے تو اُگ آئے گا اور (امن وامان کا) یہ حال ہوگا کہ آدمی شیر کے پاس سے گزرے گا تو شیر نقصان نہ پہنچائے گا اور سانپ پر پاؤں رکھ دے گا تو وہ گزند نہ پہنچائے گا، (لوگوں کے مابین) نہ بخل ہوگا، نہ حسد اور نہ کینہ۔'' [1]

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابونعیم۔

Marfat.com

انتقال اور تدفین

چالیس سال کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پائیں گے اور مدینہ منورہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس میں مدفون ہوں گے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

''تورات میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صفات لکھی ہوئی ہیں اور (یہ کہ) عیسیٰ ابن مریم ان کے پاس دفن کئے جائیں گے۔'' [1]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث موقوف میں ہے:

''عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔''

نیز انہی کی روایت میں یہ بھی ہے:

''عیسیٰ ابن مریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو رفیقوں کے ساتھ دفن کیا جائے گا، پس عیسیٰ علیہ السلام کی قبر چوتھی ہوگی''۔ [2]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کیا ہوگا؟

آپ کے بعد مسلمانوں پر اور اس دنیا پر کیا بیتے گی؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے اور چالیس سال (دنیا میں) رہیں گے، لوگوں میں کتاب اللہ اور میری سنّت کے مطابق عمل کریں گے اور ان کی موت کے بعد لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق (قبیلہ) بنی تمیم کے ایک شخص کو آپ کا خلیفہ مقرر کریں گے جس کا نام مقعد ہوگا، مقعد کی موت کے بعد لوگوں پر تیس سال گزرنے نہ پائیں گے کہ قرآن پاک لوگوں کے سینوں اور ان کے مصاحف سے اُٹھا لیا جائے گا۔''

---

[1] ترمذی، والدر المنثور۔ [2] رواہ البخاری فی تاریخہ والطبرانی کما فی الدر المنثور۔

Marfat.com

روایات کے مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد قیامت تک کم از کم ایک سو بیس سال ضرور لگیں گے، مثلاً: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اثر میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد قیامت سے پہلے ایک سو بیس برس تک عرب لوگ شرک و بُت پرستی میں مبتلا رہیں گے؟ اور فتح الباری میں تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ آفتاب کے مغرب سے طلوع کے بعد لوگ دنیا میں ایک سو بیس سال تک رہیں گے پھر قیامت آئے گی۔

حیات ونزول مسیح علیہ السلام، احادیث کی روشنی میں

۱۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قسم ہے اللہ کی کہ عیسیٰ اوپر سے تم میں نازل ہوگا، حضرت مریم کا فرزند جو حاکم ہوگا انصاف والا، صلیبی قوت توڑ دے گا اور خنزیر کے قتل کا حکم دے گا اور تمام لوگوں کے مسلمان ہو جانے سے جہاد کی ضرورت نہ رہے گی اور لوگوں کو اس قدر مال دے گا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا اور عبادت کی محبت اس قدر بڑھ جائے گی کہ لوگوں کو ایک سجدہ تمام دنیا کی دولت سے بہتر نظر آئے گا۔

پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کیلئے اس آیت کی طرف توجہ دلائی جس کا معنی یہ ہے کہ اس وقت کوئی کتابی نہ ہوگا مگر ایمان لائے گا عیسیٰ علیہ السلام پر۔

۲۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان نبی نہیں، اور وہ اتریں گے جب اس کو دیکھو تو پہچان لو، وہ قامت کے درمیانے ہیں، سرخ وسفید ہیں، دو زرد کپڑوں میں اتریں گے، سر کے بال اس کے ایسے معلوم ہوں گے کہ گویا اس سے پانی ٹپکتا ہے اگرچہ اس کو پانی نہیں پہنچا ہوگا، تو اسلام پر لوگوں سے جہاد کریں گے، صلیبی قوت توڑ دیں گے، خنزیر کے قتل کا حکم دیں گے، جزیہ موقوف کریں گے، اس وقت اسلام کے سوا تمام ادیان کا خاتمہ ہوگا، دجال کو قتل کریں گے، زمین میں

Marfat.com

چالیس برس رہیں گے، پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔[1]

۳۔ مشکوٰۃ، باب نزول عیسیٰ میں عبداللہ بن عمرو نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے:

ابن مریم زمین پر اتریں گے، شادی کریں گے اور ان کی اولاد پیدا ہوگی، اور ٹھہریں گے زمین پر پینتالیس برس، پھر فوت ہوں گے اور دفن ہوں گے میرے مقبرہ میں، تو قیامت میں اٹھیں گے ہم اور عیسیٰ ابن مریم ایک مقبرہ سے، جو ابوبکر و عمر کے درمیان ہوں گے۔

۴۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرق میں سفید منارہ پر اتریں گے، دو کپڑوں میں درمیان دو فرشتوں کے، دونوں ہتھیلی فرشتوں پر رکھے ہوئے ہوں گے، دجال کو باب لد پر پائیں گے تو اس کو قتل کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول کی حکمت آپ کی ذاتی حیثیت کے اعتبار سے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا (عمران) جو زاہد اور امام تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسل سے تھے اور آپ کی بیوی حنّہ بنت فاقوذ حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے تھی، جو بناء بر تحقیقی قول حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی ایشاع کی بھانجی تھی، گویا حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے خالہ زاد بھائی تھے، حدیث معراج میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو ابنا خالہ یعنی خالہ زاد بھائی کہا گیا، وہ مجاز ہے کیونکہ عمران وحنّہ کی حضرت مریم علیہا السلام کے سوا اور کوئی اولاد نہ تھی۔

مریم کے معنی سریانی زبان میں خادم کے ہیں، حضرت مریم سے حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام نفخہ جبرائیل سے پیدا ہوئے، مسیح کے معنی مبارک ہے یا بمعنی سیاحت کرنے والے جس کا گھر نہ ہو، نفخہ جبرائیلی جو گریبان مریم میں پھونکا گیا وہ کلمہ کن ہے، اس وجہ سے کلمہ کہلائے، اس بنیاد پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

[1] ابوداؤد عن ابو ہریرۃ مرفوعا، ج:۲، ص:۲۳۸۔

Marfat.com

شخصیت مادری رشتہ سے انسانی ہے اور نفخہ جبرائیلی پدری تعلق کے قائم مقام تھا لہٰذا ذات مسیح میں مادری اور پدری دونوں رشتوں کا جمع ہونا ضروری ہے، مادری رشتہ کے لحاظ سے زمین پر رہنا، زمینی خواہشات کھانا پینا، میلان صنفی کا موجود ہونا ضروری تھا اور جبرائیلی اور ملکی رشتہ کے لحاظ سے ملکی خواص کھانے، پینے وغیرہ خواہشات کا منقطع ہونا لازمی تھا، اس حکمت کی بنیاد پر آپ میں زمینی اور انسانی زندگی کے صفات بھی جمع کئے گئے اور ملکی زندگی سے آسمانی زندگی، اور انسانی خواہشات سے استغناء اور ملکی صفات آپ کو عطا کئے گئے۔

لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام کا طویل حیات سماوی اور ضروریات انسانی سے منقطع ہونا آپ کی شخصیت کے ملکی پہلو کا عقلی تقاضا ہے، اور جب دوبارہ نزول فرمائیں گے تو زمینی خواص سے موصوف ہوں گے، اس لئے حدیث نزول مسیح میں آیا ہے کہ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ [1] کہ وہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔ شیخ اکبر، فتوحات مکّیہ میں لکھتے ہیں نِصْفُہٗ بَشَرٌ وَ نِصْفُہٗ مَلَکٌ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کا نصف بشر اور نصف ملک ہے، آسمان پر ملکی خواص اور زمین پر انسانی خواص کے ساتھ ظاہر ہوں گے۔

ازالہ شبہ

سطحی نگاہ والے شبہ کرتے ہیں کہ اگر مسیح آسمان پر ہے تو کھانا اور پینا کہاں سے ہے؟ اس کا پہلا جواب تو ابھی گزرا کہ آسمانی زندگی ان کی ملکی طرز کی زندگی ہے، جس میں وہ کھانے، پینے اور اس کے لوازمات سے بے نیاز ہیں، جس کے کچھ نظائر زمینی زندگی میں بھی موجود ہیں:

(۱) طبقات شافعیہ، ج:۵، ص:۳۰۷ میں شیخ عزیز الدین فاروقی سے روایت ہے کہ انہوں نے عراق میں ایک آدمی دیکھا کہ نہ کھاتا تھا اور نہ پیتا تھا۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام، رقم الحدیث: ۵۵۰۸۔

Marfat.com

(۲) امام ذہبی فرماتے ہیں کہ اندلس میں ایک عورت تھی جو بیس سال سے نہ کھاتی تھی اور نہ پیتی تھی، جس کا واقعہ مشہور ہے۔

دوسرا جواب: بحوالہ مذکورہ طبقات دوسرا جواب یہ ہے کہ زمین کو آسمان سے ایسی نسبت ہے جیسے رائی کے دانہ کو پہاڑ سے، تو جب اس چھوٹی زمین پر اللہ تعالیٰ نے اربوں مخلوقات کے کھانے کا انتظام فرما دیا ہے تو کیا آسمان پر ایک فرد کی ضروریات کا انتظام کرنا اس کے لئے مشکل ہے؟ قطعاً نہیں۔

حکمت نزول مسیح بلحاظ فتن عالمی و اصلاح عمومی

حکمت نمبر ا: آپ کے نزول کا ایک مقصد دجالی فتنے کا استیصال اور قتل دجال ہے، دجال مدعی الوہیت ہوگا اور آپ توحید باری قائم کرنے اور غیر اللہ کی الوہیت کی طرف دعوت دینے کے جرم میں اس کو قتل کریں گے جس سے خود آپ کی امت کی گمراہی جو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ مانتی ہے، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس عمل (قتلِ دجال) سے باطل قرار پائے گی اور نصاریٰ کو ذہن نشین ہو جائے گا کہ خدا کے سوا کسی اور کو الٰہ ماننا ایسا عقیدہ ہے جو موجب سزا قتل ہے۔

حکمت نمبر ۲: یہود آپ کے قتل اور مصلوب ہونے کے مدعی تھے جب آپ کے ہاتھوں دجال یہودی اور اس کے ماننے والے یہود قتل کئے جائیں گے۔ تو یہ عمل یہود کے اس جھوٹے دعویٰ کی تردید اور سزاء ہوگی۔

حکمت نمبر ۳: آپ علیہ السلام اور دجال میں اسمی مناسبت ہے کہ آپ مسیح ہدایت ہیں اور مکان نہ رکھنے کی وجہ سے سیاحت کرتے تھے اس لئے مسیح کہلائے اور دجال، مسیح ضلالت ہے جو دائیں آنکھ کے ممسوح ہونے کی وجہ سے مسیح کہلائے گا تو آپ ہی کے ہاتھوں دجال ممسوح العین کے قتل اور اس کے متبعین کی تباہی زیادہ موزوں تھی۔

حکمت نمبر ۴: اس وقت تمدن جدید اور سائنسی ترقی نے عالمی تباہی کی جو صورت پیدا کی ہے اس کو دیکھ کر عالم

Marfat.com

موجود کی اس تباہی اور خون ریزی اور عالمگیر فساد کی اصلاح اور ازالہ مادی ذرائع سے ہونا ناممکن ہو گیا ہے، پوری دنیا مادیت پرستی کی وجہ سے جہنم کے کنارہ پر کھڑی ہے، انسانی اخلاق کا تقریباً خاتمہ ہو چکا ہے، انسانی لباس میں اس وقت حیوانیت اور حیوانی جذبات برسر عروج ہیں، اصلاح کی راہیں مادی ذرائع سے کلیۃً مسدود ہو چکی ہیں، اس وقت کا مشرقی و مغربی بلاک یاجوج و ماجوج کی صورت میں دنیا کی تخریب میں مصروف ہے، یاجوج ماجوج کو عبرانی زبان میں غوغ ماغوغ اور انگریزی میں گاگ میگاگ کہتے ہیں، ملاحظہ ہو عقیدۃ الاسلام ۲۹۸، روس اور چین یاجوج ہے اور برطانیہ اور امریکہ وغیرہ ماجوج ہے اور بعض کاس میکاس اور بعض چین ماچین سے تعبیر کرتے ہیں، ناسخ التواریخ نے ہبوط آدم علیہ السلام سے تعمیر سد ذی القرنین تک کی تاریخ ۳۴۶۰ ہو طی لکھا ہے اور کبھی یاجوج ماجوج کا اطلاق مطلق کافر پر کیا جاتا ہے، حدیث حشر میں ہے:

فَإِنَّ مِنْ يَاجُوجَ وَمَاجُوجَ أَلْفٌ وَمِنْكُمْ رَجُلٌ [1]

"یعنی دوزخ میں یاجوج و ماجوج سے ہزار اور تم میں سے ایک ہوگا"۔

یعنی کافروں سے ہزار اور تم سے ایک ہوگا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کی ہے:

وَقَوْلُهُ: وَمِنْكُمْ رَجُلٌ يَعْنِي مِنْ أَصْحَابِهِ وَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا مِثْلَهُمْ [2] گویا ہزار سے مطلق کافر اور منکم سے مطلق مومن مراد ہیں۔

بہر حال دور حاضر میں عالمی فساد مادیت انتہائی کی شکل میں متشکل ہو گئی ہے اور اس کا ازالہ اپنی ضد یعنی روحانیۃ انتہائی کے بغیر ناممکن ہے جس کے لئے قدرت کی طرف سے حضرت مسیح علیہ السلام مقدر ہے کہ وہ روح المقدس کی پھونک سے پیدا ہوئے یہ پہلی روحانیت ہوئی وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ [3] کے تحت زمینی زندگی میں

---

[1] بخاری، رقم الحدیث: ۶۵۳۰۔ [2] فتح الباری لابن حجر، ۱۱/۳۹۲۔ [3] البقرۃ: ۸۷۔ [4] صحیح مسلم۔

Marfat.com

بھی آپ کی تقویت روح القدس سے کی گئی، یہ دوسری روحانی قوت ہوئی، آسمان پر روح القدس کے ذریعہ اٹھائے گئے یہ تیسری تقویت روحانیت کی ہوئی، آپ کا نزول از روئے حدیث ایسی حالت میں ہوگا وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ [۴] کہ آپ کی دونوں ہتھیلیاں دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھی ہوئی ہونگی جیسے مسلم کی حدیث میں نواس بن سمعان سے روایت ہے، یہ پانچویں ملکی اور روحانی قوت ہوئی۔

ان تمام قوتوں کا اثر یہ ہوگا کہ آپ کا ایک دعائیہ جملہ کہ اے خدا ان مادی مفسد یا جوجی ماجوجی قوتوں کو ہلاک کردے، ایسا کام انجام دے گا کہ تمام مادہ پرست یا جوجی ماجوجی ہستیاں اپنی اپنی جگہ پر ہلاک ہوں گی اور خس کم جہاں پاک کے تحت، تخریبی سائنس کے علمبرداروں کا خاتمہ ہو جائے گا اور پوری زمین ان کی لاشوں سے پر اور بدبودار ہو جائے گی۔

مسلم کی حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ یاجوج ماجوج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور ان کے متبعین کا بھی محاصرہ کریں گے، چنانچہ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِيْ رِقَابِهِمْ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر گردن پکڑنے والی بیماری مسلط کردے گا، فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ تو سب کے سب مردہ لاشوں کا ڈھیر ہو جائیں گے، کہ گویا ان سب کا مرنا ایک آدمی کا مرنا ہوگا، بالشت بھر زمین خالی نہ ہوگی جو ان کی لاشوں کی بدبو سے پر نہ ہوئی ہوگی، تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں جتنے بڑے بڑے پرندے بھیجے گا جو ان کی لاشوں کو اٹھا کر کہیں اور جگہ پھینک دیں گے۔ [۱]

سائنس نے جو موجودہ ایٹمی دور کو جنم دیا ہے اس کے ازالے کی تدبیر مادی قوت سے ممکن نہیں، اگر کوئی صالح حکومت ان کے توڑ کے لئے کارخانے بنائے تاکہ ان کا مقابلہ کیا جائے تو یہ مفسد قوتیں اس قدر آگے نکل چکی ہیں کہ ان کی برابری مشکل ہے، پھر سائنسی آلات حرب سے مسلح سلطنتیں مشرقی بلاک کی ہوں یا مغربی

---

[۱] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۷۳۷۳۔

Marfat.com

ہلاک کی، سب تخریب عالم، فساد اور خدا دشمنی پر متفق ہیں، فساد اس قدر زوردار ہے جس کی نظیر تاریخ بشری میں ناپید ہے، اس لئے صحیح مسلم میں عمران بن حصین کی حدیث میں اس دجالی فتنہ کے متعلق مذکور ہے:

مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اَمْرٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ [1]

''دجالی فتنہ سے بڑا کوئی فتنہ پیدائش آدم سے قیامت تک نہیں''۔

نزولِ مسیح کی پانچویں حکمت

پانچویں حکمت یہ ہے کہ موجودہ دور کے عالمی فتنوں اور ایٹمی تباہیوں کے بانی مبانی یہود و نصاریٰ ہیں، اشتراکیت کا بانی کارل مارکس یہودی ہے، ایٹم بم کا موجد شوپن ہار یہودی ہے، تہذیب جدید کے خدا فراموشانہ، فاسقانہ معاشرہ اور انسان کش سامراجیت کی بنیاد مسیحی طاقتوں نے قائم کی ہے اور دیگر مذاہب والوں کو مثلاً مسلمانوں کو بگاڑنے والی بھی عیسائی قومیں ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ ایک اسرائیلی پیغمبر جو مسیحی اقوام کا پیشوا ہے، انہی کے ہاتھوں ان کی امت کے پیدا کردہ فساد کا خاتمہ ہو۔

الغرض امت مسیح علیہ السلام نے مادی اور سائنسی ایٹمی ذرائع سے جو عالمی فساد برپا کیا ہے اور زمینی قوتیں اس کے مقابلہ میں عاجز ہیں اور اب بجز مذکورہ آسمانی تدبیر کے زمین کی اصلاح قطعاً ناممکن ہے، اس لئے عقلاً بھی نزول مسیح علیہ السلام کی ضرورت ہے، جو اللہ تعالیٰ کی تدبیر نے ہزاروں سال پیشتر طے کر دیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

[1] صحیح مسلم، باب فی بقیۃ من احادیث الدجال، ج:۲، ص:۴۰۵، ط: قدیمی، کراچی۔

Marfat.com

دجّال

دجال کا نام اور اس کا معنی

دجال کا مادہ ''د، ج، ل'' ہے، دجّال کا لفظ فعّال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، دجال کا معنی ہے ڈھانپ لینا، لپیٹ لینا۔ دجال کو دجّال اس لئے کہا گیا کیونکہ اس نے حق کو باطل سے ڈھانپ دیا ہے یا اس لئے کہ اس نے اپنے جھوٹ، ملمّع سازی اور تلبیس کے ذریعے سے اپنے کُفر کو لوگوں سے چھپا لیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ چونکہ وہ اپنی فوجوں سے زمین کو ڈھانپ لے گا، اس لئے اسے دجال کہا گیا ہے۔

دجّال کا خاکہ

حدیث شریف میں ہے:

''وہ (الدجال، مسیحِ کاذب) ایک نوجوان مرد ہوگا، اس کے بال چھوٹے اور گھنگھریالے ہوں گے اور وہ ایک آنکھ سے نابینا (کانا) ہوگا''۔ [1]

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ وہ کعبے کا طواف کر رہے ہیں کہ اس دوران انہیں دجال دکھایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''وہ بھاری بھر کم جسم، سرخ رنگت، گھنگھریالے بال اور ایک آنکھ سے نابینا ہے، اس کی آنکھ لٹکے ہوئے انگور کے دانے جیسی ہے''۔ [2]

''اس کی پیشانی پر لفظ ''کافر'' لکھا ہوگا اور ہر اہلِ ایمان چاہے خواندہ ہوگا یا ناخواندہ، وہ اس لفظ کو پڑھ سکے گا''۔ [3]

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے:

''دجال کے پیروکاروں کی اکثریت یہودی اور عورتیں ہوں گی''۔ [4]

---

[1] صحیح مسلم، ۷۰۱۵ [2] صحیح بخاری ۹-۲۴۲ [3] مسند احمد ۳-۳۶۸/۳۶۷- [4] مسند احمد۔

Marfat.com

دجال کی طاقت

۱۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

''دجال کے ساتھ اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو ایرانی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے''۔ [۱]

۲۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کے متعلق فرمایا:

''اس کے پاس آگ اور پانی ہوں گے، (جو) آگ (نظر آئے گی وہ) ٹھنڈا پانی ہوگا اور (جو) پانی (نظر آئے گا وہ) آگ (ہوگی)''۔ [۲]

۳۔ ''اس (دجال) کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کا دریا ہوگا (مطلب یہ کہ اس کے پاس پانی اور غذا وافر مقدار میں ہوں گے)، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان باتوں کے لئے وہ نہایت حقیر ہے لیکن اللہ اسے اس کی اجازت دے گا (تا کہ لوگوں کو آزمایا جا سکے کہ وہ اللہ پر یقین رکھتے ہیں یا دجال پر)''۔ [۳]

۴۔ اور پھر دجال اپنے ساتھ ایک دریا اور آگ لے کر آئے گا، جو اس کی آگ میں پڑے گا اس کو یقیناً اس کا صلہ ملے گا اور اس کا بوجھ کم کر دیا جائے گا، لیکن جو اس کے درمیان میں اُترے گا اس کا بوجھ برقرار رہے گا اور اس کا صلہ اس سے چھین لیا جائے گا۔ [۴]

۵۔ ہم نے پوچھا: ''اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ اس زمین پر کتنی تیزی سے چلے گا''، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس طرح ہوا بادلوں کو اُڑا لے جاتی ہے''۔ [۵]

۶۔ وہ (دجال) ایک گدھے پر سوار ہوگا، اس (گدھے) کے کانوں کے درمیان چالیس ہاتھوں کا

---

[۱] صحیح المسلم: ۷۰۳۴، روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ [۲] صحیح البخاری: روایت حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ [۳] صحیح البخاری، ج: ۹، ص: ۲۴۴، روایت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔ [۴] سنن ابوداؤد: ۴۲۳۲۔ [۵] صحیح المسلم: ۷۰۱۵، روایت نواس ابنِ سمعان رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

فاصلہ ہوگا۔[1]

۷۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ شیاطین کو بھیجے گا جو لوگوں کے ساتھ باتیں کریں گے۔[2]

۸۔ وہ ایک بدّو سے کہے گا، اگر میں تمہارے باپ اور ماں کو تمہارے لئے دوبارہ زندہ کروں تو تم کیا کہو گے؟ کیا تم شہادت دو گے کہ میں تمہارا خدا ہوں، بدّو کہے گا: ہاں! چنانچہ دو شیاطین اس بدّو کے ماں اور باپ کے روپ میں اس کے سامنے آجائیں گے اور کہیں گے، ہمارے بیٹے اس کا حکم مانو! یہ تمہارا خدا ہے۔[3]

۹۔ دجال آئے گا لیکن اس کے لئے مدینہ میں داخل ہونا ممنوع ہوگا، وہ مدینہ کے مضافات میں کسی بنجر (شورزدہ) علاقے میں خیمہ زن ہوگا، اس دن بہترین آدمی یا بہترین لوگوں میں سے ایک اس کے پاس آئے گا اور کہے گا کہ میں تصدیق کرتا ہوں کہ تم وہی دجال ہو جس کا حلیہ ہمیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تھا، دجال لوگوں سے کہے گا کہ اگر میں اسے قتل کردوں اور پھر زندہ کردوں تو کیا تمہیں میرے دعویٰ میں کوئی شبہ رہے گا، وہ کہیں گے، نہیں! پھر دجال اسے قتل کردے گا اور پھر اسے دوبارہ زندہ کردے گا، وہ آدمی کہے گا کہ اب میں تمہاری حقیقت کو پہلے سے زیادہ بہتر جان گیا ہوں، دجال کہے گا، میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں لیکن ایسا نہیں ہوسکتا۔[4]

دجال کی سواری

وہ ایسی رفتار کے ساتھ سفر کرے گا جو بادلوں کو اُڑا لے جانے والی ہوا کی ہوتی ہے، ایسے جہاز ایجاد ہو چکے ہیں جو ہوا سے کئی گنا تیز رفتاری کے ساتھ پرواز کرتے ہیں، بلاشبہ یہ سواری ہوائی جہاز جیٹ یا کنکورڈ یا سپر سانک قسم کی سواری ہوگی، ایک خلائی شٹل پینتالیس منٹ میں پوری زمین کے گرد چکر لگالیتی ہے۔

---

[1] مسند احمد: جلد ۳، صفحہ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ [2] مسند احمد: جلد ۳، ۳۶۸۔ ۳۷۲، ۶۷، اقتباس: ۲۰۔۵۱۔ [3] ابنِ ماجہ: کتاب الفتن ۴۰۷۷، اقتباس: ۲۰۔۵۸۔ [4] صحیح البخاری ۱۰۶۔ ۳، روایت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

حدیثِ تمیم داری رضی اللہ عنہ

ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ چکے تو وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا: ''تمام لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں''، پھر فرمایا: جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے تمہیں نہ تو کسی چیز کا شوق دلانے کے لئے جمع کیا ہے اور نہ کسی چیز سے ڈرانے دھمکانے کے لئے اکٹھا کیا ہے بلکہ میں نے تمہیں یہ بتانے کے لئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری پہلے عیسائی تھا، وہ آیا اس نے بیعت کی اور اسلام میں داخل ہو گیا، اس نے مجھے ایسا واقعہ سنایا جو ان باتوں سے تعلق رکھتا ہے جو میں تمہیں دجال کے بارے میں بتایا کرتا ہوں۔

اس نے مجھے بتایا کہ وہ لخم اور جذام قبیلہ کے تیس آدمیوں کے ہمراہ ایک بحری جہاز میں سمندر کے سفر پر روانہ ہوا، سمندر کی لہریں مہینہ بھر انہیں اِدھر اُدھر دھکیلتی رہیں یہاں تک کہ وہ ایک جزیرے میں پہنچ گئے، اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا، وہ ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں داخل ہوئے۔ جب وہ جزیرے میں داخل ہوئے تو ان کو ایک جانور ملا جس کے جسم پر بہت سے بال تھے، بالوں کی کثرت کی وجہ سے انہیں اس کے آگے پیچھے کا کچھ پتہ نہ چل رہا تھا، انہوں نے کہا: تیرا ناس ہو تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ میں جساسہ ہوں، انہوں نے پوچھا ''یہ جساسہ کیا چیز ہے؟'' اس نے کہا: اے لوگو! خانقاہ میں موجود اس آدمی کی طرف جاؤ وہ تمہاری خبریں سننے کا بڑے تجسّس سے انتظار کر رہا ہے، بیان کرنے والا بتاتا ہے کہ جب اس نے آدمی کا ہم سے ذکر کیا تو ہمیں خوف لاحق ہوا کہ یہ جانور شیطان نہ ہو، پھر ہم تیزی سے چلے اور خانقاہ میں داخل ہو گئے، وہاں ہم نے بھاری بھر کم، قد کاٹھ کا ایک آدمی دیکھا جس کے گھٹنوں سے ٹخنوں تک بندھی ایک لوہے کی زنجیر تھی اور اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ

Marfat.com

بندھے تھے۔ ہم نے پوچھا ''تیرا ناس ہو تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: میرا پتہ تمہیں جلد چل جائے گا، یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ ہم نے کہا ہم عرب سے آئے ہیں، ہم جہاز میں سوار ہوئے، سمندر میں طوفان آ گیا، مہینہ بھر لہریں ہمیں دھکیلتی رہیں، یہاں تک کہ اس جزیرے کے کنارے لے آئیں، ہم کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں داخل ہوئے، یہاں ہمیں ایک جانور ملا جس کے بدن پر بہت بال تھے، بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے آگے پیچھے کا کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا، ہم نے اس سے پوچھا: تیرا ناس ہو، تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: میں جساسہ ہوں، ہم نے پوچھا: یہ جساسہ کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: خانقاہ میں موجود اس آدمی کی طرف جاؤ وہ تمہاری خبریں سننے کا بہت شوق سے انتظار کر رہا ہے، ہم تیزی سے تمہاری طرف آئے، اس ڈر سے کہ کہیں یہ شیطان نہ ہو۔

اس نے کہا مجھے بیسان کے نخلستان کا حال بتاؤ، ہم نے کہا کہ اس نخلستان کے بارے میں کون سی بات پوچھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا اس کے درختوں پر پھل آتے ہیں یا نہیں؟ ہم نے کہا: ہاں! اس نے کہا مجھے طبریہ کی جھیل کے بارے میں بتاؤ، ہم نے پوچھا: اس کی کون سی بات جاننا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: کیا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا ہاں! اس میں بہت پانی ہے، وہ بولا: اس کا پانی بہت جلد ختم ہو جائے گا، پھر اس نے کہا: مجھے زغر کے چشمہ کے بارے میں بتاؤ، ہم نے پوچھا: کون سی بات معلوم کرنا چاہتے ہو؟ زنجیر میں جکڑے آدمی نے کہا: کیا چشمہ میں پانی ہے اور لوگ اس پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: اس میں بہت پانی ہے اور شہر کے رہنے والے اس سے کھیتوں کی آبیاری کرتے ہیں، پھر اس نے پوچھا: مجھے نبی اُمّی ﷺ کے بارے میں بتاؤ، اس نے کیا کیا ہے؟ ہم نے کہا: وہ مکہ سے نکل کر یثرب (مدینہ) میں آ گئے ہیں، اس نے پوچھا: کیا عربوں نے اس کے ساتھ جنگ کی؟ ہم نے کہا: ہاں! اس نے پوچھا: اس نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ ہم نے بتایا کہ وہ اردگرد کے عربوں پر

Marfat.com

غالب آچکے ہیں اور انہوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے، اس پر اس نے کہا: کیا واقعی ایسا ہو چکا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں! اس پر اس نے کہا: ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ اس کی اطاعت قبول کر لیں، اب میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں، میں دجال ہوں، مجھے عنقریب خروج کی اجازت مل جائے گی۔" [1]

بیسان کا باغ

"بیسان"، فلسطین میں ایک جگہ کا نام ہے، اسے سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مشہور کمانڈر صحابی حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ ۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد جب جزیرۃ العرب کے حصے بخرے ہوئے تو یہ اُردن کا حصہ بن گیا، ۱۹۴۸ء تک یہ اسلامی ملک اُردن کا حصہ تھا، مئی ۱۹۴۸ء میں اسرائیل نے بیسان سمیت اردگرد کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور تا حال یہ اسرائیل کے قبضہ میں ہے جو دجالی ریاست ہے، یہ علاقہ قدیم زمانے میں کھجوروں کے باغات کے لئے مشہور تھا، جس کی تصدیق صحابی رسول نے کی۔

بحیرۂ طبریہ کا پانی

دجال کا دوسرا سوال یہ تھا کہ بحیرۂ طبریہ کا پانی خشک ہو چکا ہے یا نہیں؟ گویا اس پانی کے خشک ہونے کا دجال کے خروج سے ضرور کوئی تعلق ہے، بحیرۂ طبریہ اسرائیل کے شمال مشرق میں اُردن کی سرحد کے قریب واقع ہے، اس کی لمبائی ۲۳ کلومیٹر اور زیادہ سے زیادہ چوڑائی ۱۳ کلومیٹر ہے اور انتہائی گہرائی ۱۵۷ فٹ ہے۔ اس کا کل رقبہ ۱۶۶ مربع کلومیٹر ہے، اس پر اس وقت اسرائیل کا قبضہ ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کا پانی بھی بغیر کسی ظاہری وجہ کے رفتہ رفتہ خشک ہوتا جا رہا ہے، اسرائیلی حکومت خلیج عقبہ سے پانی کی پائپ لائنوں کے ذریعے یہاں پانی پہنچاتی ہے، لیکن بحیرۂ طبریہ کا پانی میٹھا اور سمندر کا پانی کڑوا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، روایت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا، رقم الحدیث: ۷۲۰۸۔

Marfat.com

زُغر کا چشمہ

دجّال کا تیسرا سوال (جو درحقیقت اس کو خروج کی اجازت ملنے کا وقت قریب آنے کی تیسری علامت ہے) زُغر کے چشمے کے بارے میں تھا، زُغر دراصل حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی کا نام ہے، آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں ''ربہ'' اور ''زُغر''، بڑی صاحبزادی کو انتقال کے بعد جس جگہ دفنایا گیا وہاں قریب ہی ایک چشمہ تھا جس کا نام ''عین ربہ'' پڑ گیا، عربی میں چشمے کو ''عَیْنٌ'' کہتے ہیں، چھوٹی صاحبزادی کے انتقال پر انہیں بھی ایک چشمے کے قریب دفن کیا گیا تو اس کا نام ''عَیْنِ زُغَرْ'' (زُغر کا چشمہ) پڑ گیا، یہ جگہ بھی اسرائیل ہی میں بحر مردار (Dead Sea) کے مشرق میں ہے، دجال کی تفتیش اور تجسس کے عین مطابق یہ تیسری جگہ بھی اسرائیل میں واقع ہے اور اس کا پانی پوری طرح خشک ہوتے ہی اسے خروج کی اجازت مل جائے گی۔

ابلیسی سمندر اور شیطانی تکون

(یہ واقعہ سنانے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصا منبر پر مار کر فرمایا: یہ ہے طیبہ، یہ ہے طیبہ (یعنی مدینہ منورہ) پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو یہی بتایا کرتا تھا، جان لو کہ دجال شام کے سمندر (بحیرۂ روم) میں ہے یا یمن کے سمندر (بحر عرب) میں ہے، نہیں! وہ مشرق میں ہے! مشرق میں! اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔[1]

اب جزیرۃ العرب سے مشرق کی جانب دیکھا جائے تو دو جگہیں ایسی ہیں جنہیں مغرب کے عیسائیوں کے ہاں بھی ''شیطانی سمندر''، ''شیطانی جزیرے'' یا ''جہنم کا دروازہ'' کہا جاتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ دونوں کا آخری سرا امریکہ سے جا ملتا ہے۔

دونوں کے درمیان اُڑن طشتریاں اُڑتی دیکھی گئی ہیں جنہیں امریکی میڈیا کی مخصوص ''نادیدہ طاقتیں'' خلائی مخلوق کی سواری قرار دیتی ہیں جبکہ وہ دجال کی تیز رفتار سواری بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۷۲۰۸۔

Marfat.com

حدیث شریف میں آتا ہے:

''دجّال کے گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان چالیس گز کا فاصلہ ہوگا اور اس گدھے کا ایک قدم تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا اور وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر سمندر میں ایسے گھس جائے گا جیسے تم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چھوٹی نالی میں گھس جاتے ہو۔'' [1]

فتنۂ دجّال سے بچنے کی روحانی تدابیر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''فتنوں کے درمیان سب سے زیادہ خوش نصیب وہ ہوگا جو چھپا رہے اور پاک وصاف رہے، اگر سامنے آئے تو کوئی اسے پہچان نہ سکے اور اگر سامنے نہ ہو تو کوئی اس کا حال احوال نہ پوچھے، اور لوگوں میں سب سے زیادہ بدنصیب وہ خطیب ہوگا جو بلند آواز سے فصیح وبلیغ خطبہ دے گا اور وہ سوار ہوگا جو سواری کو تیز دوڑنے پر مجبور کرے گا، ان فتنوں کے شر سے وہی نجات پائے گا جو سمندر میں ڈوبنے والے کی طرح خلوص سے دعا مانگے گا''۔

نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک دجال چار مسجدوں، مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد طور سینا اور مسجد اقصیٰ کے سوا ہر گھاٹ پر پہنچے گا''۔

مستند روایتوں میں یہ بھی ہے:

''جو بندہ جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھتا ہے وہ اگلے جمعہ تک نور اور روشنی میں رہتا ہے، بعض روایتوں میں ہے: ''اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے''، یہ بھی ہے کہ سورۂ کہف جس گھر میں پڑھی جاتی ہے اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا''۔

---

[1] کتاب الفتن، نعیم بن حماد۔ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

دجالیات کے محقق مولانا مناظر احسن صاحب اپنی کتاب ''فتنہ دجال کے نمایاں خدوخال'' میں فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا عام دستور بھی ہے کہ ان میں متقی اور پرہیز گار لوگ ہر جمعہ کو سورۂ کہف ضرور تلاوت کرتے ہیں، مسجدوں میں اسی لئے اس سورت کے متعدد نسخوں کے رکھنے کا عام رواج ہے، صاحب خیر لوگوں کو یہ بھی کرنا چاہئے، سورۂ یٰسین کی طرح سورۂ کہف کے مستند نسخے بھی چھپوا کر مساجد میں رکھوائے جائیں''۔[1]

برمودا تکون

ڈریگن تکون یا شیطانی سمندر

برمودا تکون کے بارے میں تمام دنیا بھر میں بہت کچھ لکھا جاتا رہا ہے اور اس کے بارے میں لوگوں کو خاصی معلومات ہیں، لیکن برمودا تکون کی طرح پراسرار اور حادثات کے مرکز جاپان کا ''ڈریگن تکون یا شیطانی سمندر'' کے بارے میں لوگوں کو بہت کم معلومات ہیں۔ جاپان کے لوگوں کو اس کے بارے میں اچھی طرح علم ہے اور جاپانی حکومت نے سرکاری اعلان کے ذریعے لوگوں کو اس علاقے سے دور رہنے کا حکم جاری کر رکھا ہے، لیکن جاپان سے باہر کی دنیا اس کے بارے میں کم ہی جانتی ہے، حالانکہ برمودا تکون کی طرح یہاں بھی جہازوں، آبدوزوں اور طیاروں کے غائب ہونے کے واقعات بڑی تعداد میں ہوتے رہے ہیں، بلکہ بعض لوگوں کا خیال ہے یہاں حادثات کی تعداد برمودا تکون سے زیادہ ہے۔ یہاں بھی اغواء ہونے والوں کی اکثریت ماہرین، کپتانوں اور ہوابازوں کی رہی ہے بلکہ ایک بات جو یہاں زیادہ خطرناک نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں غائب ہونے والے جہاز اور آبدوزوں میں ایسے جہاز اور آبدوزیں بھی شامل ہیں جن میں خطرناک ایٹمی مواد بھرا ہوا تھا۔

---

[1] فتنہ دجال کے نمایاں خدوخال، ص:۱۵۔

Marfat.com

شیطانی سمندر کا محل وقوع

یہ علاقہ بحرالکاہل میں جاپان اور فلپائن کے علاقے میں ہے، یہ تکون جاپان کے ساحلی شہر ''یوکوہاما'' سے فلپائن کے جزیرے ''گوام'' تک اور ''گوام'' سے پھر جاپان کے ''ماریانا'' جزائر تک پھر ''ماریانا'' سے ''یوکوہاما'' تک بنتی ہے۔

۱۹۵۲ تا ۱۹۵۴ میں جاپان نے اپنے پانچ بڑے فوجی جہاز اس علاقے میں کھوئے ہیں، افراد کی تعداد ۷۰۰ سے اُوپر ہے، اس معمہ کا راز جاننے کے لئے جاپانی حکومت نے ایک جہاز پر سو سے زائد سائنسدانوں کو سوار کیا، لیکن شیطانی سمندر کا معمہ حل کرنے والے خود معمہ بن گئے، اس کے بعد جاپان نے اس علاقے کو خطرناک علاقہ قرار دیدیا۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران بحری لڑائی میں جاپان کو اپنے پانچ طیارہ بردار جہازوں سے ہاتھ دھونا پڑا، اس کے علاوہ ۳۴۰ طیارے، دس جنگی جہاز، دس جنگی کشتیاں، نو اسپیڈ بوٹ اور ۴۰۰ خودکش طیارے بھی اس تکون کے علاقے میں تباہ ہوئے۔

جہاز۔۔۔۔منزل نامعلوم

یہاں ہونے والے چند مشہور حادثات کے بارے میں جانتے چلیں تاکہ غائب ہونے والوں کی تفصیل معلوم ہوجائے:

۱۔ جاپانی پیٹرول بردار جہاز ''کایو مارو ۵'' یہ ایک بڑا پیٹرول بردار جہاز تھا، جس کا عملہ اکتیس افراد پر مشتمل تھا، جبکہ اس پر پانچ سو ٹن پیٹرول لدا ہوا تھا، ان میں ۹ سائنسدان بھی تھے۔ اس جہاز کا اپنے مرکز سے آخری رابطہ ۲۴ ستمبر ۱۹۵۲ء کو ہوا تھا، اس کے بعد اس کا کچھ پتہ نہیں چل سکا کہ کہاں گیا۔

۲۔ جاپانی مال بردار جہاز ''کوروشیو مارو ۲''، یہ بھی بڑا مال بردار جہاز تھا جس پر ۱۵۲۵ ٹن مال لدا

Marfat.com

ہوا تھا، اس کو بھی اس کے عملے سمیت سمندر نگل گیا اور کوئی سراغ نہیں مل سکا، اس کا آخری رابطہ ۲۲ اپریل ۱۹۴۹ء کو ہوا تھا۔

۳۔ فرانسیسی جہاز ''جیرانیوم''، اس جہاز نے ۲۴ نومبر ۱۹۷۴ء کو پیغام بھیجا کہ موسم خوشگوار ہے، اس کے بعد یہ جہاز اپنے ۱۲۹ افراد پر مشتمل عملے کے ساتھ ہمیشہ کیلئے ''گمنام خدمت'' پر چلا گیا۔

۴۔ مال بردار جہاز ''بانالونا''، یہ لائبیریا کا جہاز تھا، اس پر ۱۳۶۱۶ ٹن وزن تھا اور عملے کی تعداد ۳۵ تھی، نومبر ۱۹۷۱ء میں شیطانی سمندر کی بھینٹ چڑھ گیا۔

۵۔ مال بردار جہاز ''ماسجوسار''، یہ جہاز بھی لائبیریا کا تھا۔ عینی شاہدین کے مطابق یہ جہاز شیطانی سمندر میں تھا کہ اچانک آگ بھڑک اُٹھی، لیکن یہ آگ جہاز کے اندر سے نہیں بلکہ پانی سے جہاز کی طرف بڑھی تھی، بہت سے لوگوں نے اسی وقت اس کی تصویریں نکال لیں جس میں صاف نظر آرہا ہے کہ جہاز کے چاروں طرف پانی کی لہروں میں آگ ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس جہاز میں کوئی قابل اشتعال مادہ نہیں تھا، اس سے بھی حیرت کی بات یہ ہے کہ جہاز کو گھیرنے والی آگ مثلث کی شکل میں تھی۔ اس میں ۱۲۴ افراد سوار تھے، یہ واقعہ مارچ ۱۹۸۷ء میں پیش آیا۔

۶۔ مال بردار جہاز ''صوفیا باباس''، یہ جہاز ٹوکیو (جاپان) کی بندرگاہ سے روانہ ہوا اور تھوڑا چلنے کے بعد دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا، لیکن غائب نہیں ہوا، سمندروں کے سینے چیرنے والی اور مریخ پر کمندیں ڈالنے والی ٹیکنالوجی اس کا سبب جاننے سے قاصر رہی، سبب نامعلوم! تفتیش کے دروازے بند!! غور کیجیے۔

برمودا تکون کا محلِ وقوع

برمودا: بحرِ اوقیانوس کے کل ۳۰۰ جزیروں پر مشتمل علاقہ ہے، جن میں اکثر غیر آباد ہیں، صرف بیس

Marfat.com

جزیروں پر انسان آباد ہیں وہ بھی بہت کم تعداد میں، جو علاقہ خطرناک سمجھا جاتا ہے اس کو برمودا تکون کہتے ہیں، اس تکون کا کل رقبہ گیارہ لاکھ چالیس ہزار مربع کلومیٹر ہے، اس کا شمالی سرا جزائر برمودا، اور جنوب مشرقی سرا پورٹوریکو، اور جنوب مغربی سرا میامی (فلوریڈا امریکی مشہور ریاست) ہے، یعنی اس کا تکون میامی (فلوریڈا) میں بنتا ہے، فلوریڈا کے معنی ''اس اللہ کا شہر جس کا انتظار کیا جارہا ہے''، اس کے دوسرے معنی ''وہ خدا جس کا انتظار کیا جارہا ہے''۔

تقریباً چار سو سال سے کسی انسان نے ان ویران جزیروں میں جا کر آباد ہونے کی کوشش نہیں کی ہے، یہاں تک کہ جہاز کے کیپٹن تک اس علاقے سے دور ہی رہتے ہیں، ان میں ایک جملہ بڑا عام ہے جو وہ ایک دوسرے کو نصیحت بھی کرتے ہیں ''وہاں پانی کی گہرائیوں میں خوف اور شیطانی راز چھپے ہیں''۔

پہلے اس علاقے کو برمودا تکون کے بجائے شیطان کے جزیرے کہا جاتا تھا۔ کولمبس (۱۴۵۱۔۱۵۰۶) جب اس علاقے سے گزرا تو اس نے بھی یہاں کچھ عجیب و غریب مشاہدات کئے، مثلاً آگ کے گولوں کا سمندر کے اندر داخل ہونا، اس علاقے میں پہنچ کر کمپاس (قطب نما) میں بغیر کسی ظاہری سبب کے خرابی پیدا ہوجانا وغیرہ۔

جہازوں کا قبرستان، برمودا تکون

۱۔ ۱۸۱۳ء میں امریکہ کے تیسرے نائب صدر ارون بر کی بیٹی ''تھیوڈوزیا'' جو کہ جنوبی کیرولینا کے گورنر جوزف السٹون کی بیوی تھی، اپنے وقت کی ذہین ترین اور خوبصورت ترین لڑکی سمجھی جاتی تھی، برمودا تکون میں کپتان ڈاکٹر اور عملے کے چند ارکان سمیت غائب ہوگئی۔

۲۔ ۱۸۱۴ء امریکی بحری بیڑے کے مشہور جہاز واسپ کو بھی برمودا تکون نگل گیا، نہ امریکی حکومت اور نہ ہی امریکی بحریہ، جو کہ اس علاقے کے چپے چپے کے پانی کی گہرائیوں تک کو اس طرح پہچانتی ہے جیسے اپنے گھر کے گلی کوچوں کو لوگ پہچانتے ہیں، لیکن انتہائی تلاش کے بعد کوئی ہلکا سا نشان بھی ان کا نہ پا سکی، تو

Marfat.com

کیا برمودا تکون ان کو اپنے اندر نگل گیا؟

۳۔ مارچ ۱۹۱۸ء میں امریکی بحری جہاز ''سائیکلوپس'' اس علاقے میں غائب ہو گیا، اس پر ساڑھے چودہ ہزار ٹن خام مال لدا ہوا تھا جو کہ جنگ کے دوران استعمال ہوتا تھا، اس کے علاوہ تین سو افراد اس پر سوار تھے، ان کا بھی کوئی نام ونشان نہیں مل سکا۔

مسافر غائب۔۔۔۔ جہاز ساحل پر

ایک جہاز برمودا کے سمندر میں کھڑا ہے لیکن مسافر اور کپتان لاپتہ ہیں، کھانے کی میزوں پر کھانا اسی طرح لگا ہوا ہے گویا سوار کھانا کھاتے کھاتے ابھی کسی کام سے اُٹھ کر گئے ہوں، نہ کسی حادثے کے آثار نہ کسی لوٹ مار کی کوئی نشانی، آخر تمام سوار اچانک بیچ سمندر میں کھانا چھوڑ کر کس کے مہمان بن گئے؟

یہ حادثہ ''کیرول ڈیئرنگ'' نامی جہاز کے ساتھ پیش آیا، جہاز کا اگلا حصہ ساحل پر ریت میں دھنسا ہوا تھا جبکہ پچھلا حصہ پانی میں تھا، کھانے کی میزوں پر کھانا لگا ہوا تھا، کرسیاں تھوڑی سی پیچھے کی جانب کھسکی ہوئی تھیں، گویا اس کے سوار کسی غیر متوقع بات پیش آنے پر اپنی جگہ سے اُٹھے ہوں اور پھر واپس آنا چاہتے ہوں لیکن پھر وہ کبھی اپنی کرسیوں پر واپس نہ آسکے۔

۱۹۲۴ء میں جاپانی مال بردار جہاز ریوکو مارو نے غائب ہونے سے پہلے ساحل پر پہرے داری کے مرکز کو یہ پیغام بھیجا ''ہمارے اُوپر خوف طاری ہو رہا ہے'' ''خطرہ، خطرہ'' ''فوراً ہماری مدد کرو''۔

برمودا تکون میں غائب ہونے والے مشہور جہاز

۱۔ اگست ۱۸۰۰ء میں امریکی کشتی انسرجنٹ بغیر کسی حادثے کے غائب ہو گئی، اس پر ۳۴۰ مسافر سوار تھے۔

۲۔ جنوری ۱۸۸۰ء میں اٹلانٹا نامی برٹش جہاز غائب ہوا، اس پر ۲۹۰ افراد سوار تھے۔

۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ میں فیریا نامی جرمن جہاز غائب ہوا، اس کا عملہ اغواء کر لیا گیا جبکہ جہاز مل گیا۔

Marfat.com

۴۔ مارچ ۱۹۱۸ء میں امریکی مال بردار جہاز سائیکلوپ اپنے تمام عملے سمیت غائب ہوا۔ عملے کی تعداد ۳۰۹ تھی

۵۔ مارچ ۱۹۳۸ء میں برطانوی آسٹریلوی مال بردار جہاز اینگلو آسٹریلیز غائب ہوا۔

۶۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو کیوبا کا ریڈ پیکون نامی جہاز غائب ہوا، پھر کچھ عرصہ بعد فلوریڈا کے ساحل کے قریب سواروں سے خالی پانی پر تیرتا ہوا پایا گیا۔

۷۔ جون ۱۹۵۰ء میں سینڈر نامی جہاز اس علاقے میں غائب ہوا۔

۸۔ ۲ فروری ۱۹۶۳ء کو میرین سلفر کوئن نامی امریکی مال بردار جہاز غائب ہوا، اس پر ۳۸ جہاز ران سوار تھے، اس پر سلفر لدا ہوا تھا۔

۹۔ دسمبر ۱۹۶۷ء میں وِچ کرافٹ نامی جہاز غائب ہوا، اس کا وزن بیس ہزار ٹن تھا اور عملے کی تعداد ۳۲ تھی۔

۱۰۔ مئی ۱۹۶۸ء مشہور امریکی آبدوز اسکورپین ننانوے فوجیوں سمیت غائب ہوگئی۔

۱۱۔ اپریل ۱۹۷۰ء میں امریکی مال بردار جہاز ملٹن ٹریڈ غائب ہوا۔

۱۲۔ مارچ ۱۹۷۳ء میں جرمنی کا مال بردار جہاز انیٹا غائب ہوا۔

یہ محض وہ واقعات ہیں جو زیادہ مشہور ہوئے، ورنہ یہ فہرست خاصی طویل ہے۔

برمودا کی فضائیں، طیاروں کی شکار گاہ

برمودا تکون میں بڑے بڑے جہازوں کا غائب ہوجانا ہی کیا کم پراسرار تھا، فضاء میں اُڑتے طیارے بھی نامعلوم منزلوں کی طرف روانہ ہونے لگے اور پھر کبھی واپس نہ آسکے۔ جنگی اور مسافر بردار طیارے اُڑتے اُڑتے اچانک غائب ہوجائیں، جبکہ موسم بھی بالکل صاف ہو، تو آپ کیا کہیں گے؟ کیا آسمان ان کو نگل گیا یا برمودا تکون کے پانی میں موجود کوئی خفیہ قوت ان کو اغوا کر کے لے گئی؟ طیاروں کا ملبہ بھی نہ مل سکا اور نہ ہی

Marfat.com

پائلٹ ہنگامی پیغام اپنے اسٹیشن کو بھیج سکے، اگر کبھی کوئی بھیجنے میں کامیاب ہوا بھی تو وہ پیغام اس حالت میں اسٹیشن پہنچا کہ کوئی اس کو سمجھ نہیں سکتا تھا کہ پیغام کا مطلب کیا ہے؟

۱۹۴۵ء کی ایک شام برمودا تکون کی پراسراریت میں اور اضافہ کر گئی، ابھی شام کا ابتدائی وقت تھا، موسم صاف اور فضاء بڑی خوشگوار تھی، تربیتی پروازوں کیلئے ایسا موسم بڑا سازگار ہوتا ہے، امریکی ریاست فلوریڈا میں واقع ایک ایئر بیس سے بارہ بمبار طیارے تربیتی پرواز کے لئے اُڑے، تمام طیاروں نے ایک چکر ایک ساتھ لگایا، پھر ان سب کو ان کے مرکز کی جانب سے الگ الگ پرواز کرنے کا حکم ملا، چنانچہ تمام طیارے الگ الگ پرواز کرنے لگے، اس دوران مرکز کو کسی بھی طیارے کی جانب سے کسی پریشانی یا خرابی کی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی جس کا مطلب تھا کہ سب ٹھیک چل رہا ہے، اپنا مقررہ وقت پورا کرنے کے بعد تمام طیارے ایئر بیس پر واپس آنا شروع ہوئے، دس واپس آگئے لیکن دو طیارے غائب ہو گئے، امریکی فضائیہ کے ہوا بازوں نے اس علاقے کی فضاؤں اور سمندر کو چھان مارا، لیکن ان دو طیاروں اور ان میں موجود پائلٹ اور انجینئرز کا کچھ سراغ نہ مل سکا۔

برمودا تکون میں غائب ہونے والے طیارے

۱۹۴۵ سے لے کر ۱۹۶۷ تک ۲۰ طیاروں سے زیادہ مع اپنی سواریوں کے غائب ہو چکے ہیں، یہ تو چند مشہور حادثات ہیں جو برمودہ کے سمندر اور فضائی حدود میں پیش آئے، ورنہ اس کے علاوہ اور بہت سارے حادثات ہیں جو قصے کہانیوں کی نظر ہو گئے۔

برمودا تکون اور مختلف نظریات

۱۔ قدامت پسند عیسائیوں کا خیال ہے کہ برمودا تکون جہنم کا دروازہ ہے۔

۲۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ اس جگہ کشش یا الیکٹرو میگنیٹک لہریں پیدا ہوتی ہیں، جن کی طاقت ہماری اس بجلی کی طاقت سے ہزاروں گنا زیادہ ہوتی ہے، چنانچہ یہ انتہائی طاقتور لہریں جہازوں کو توڑ کر ان کا نام و

Marfat.com

نشان مٹا دیتی ہیں اور برموداکے اُوپر اُڑتے طیاروں کو کھینچ لیتی ہیں، اسی وجہ سے برموداتکون کے علاقے میں کمپاس (سمت بتانے والا آلہ) کام کرنا چھوڑ دیتا ہے، دنیا میں دو جگہ ایسی ہیں جہاں کمپاس کام کرنا چھوڑ دیتا ہے، ایک برموداتکون، دوسرا جاپان کا شیطانی سمندر۔

۳۔ ایک نظریہ یہ ہے کہ برموداتکون کے اندر اُڑن طشتریاں جاتی دیکھی گئی ہیں، چنانچہ وہاں ان میں سوار خفیہ قوتوں کے ٹھکانے ہیں، جو اپنے مخصوص مقاصد کے لئے طیاروں، جہازوں اور افراد کو اغواء کر لیتے ہیں۔

۴۔ یہ حقیقت ہے کہ وہاں پانی کے اندر چھوٹی چھوٹی غاریں پائی گئی ہیں۔

۵۔ مصری محقق محمد عیسیٰ داؤد کے مطابق شیطانی سمندر اور برموداتکون کانے دجال کے زیر استعمال ہیں، اس نے باقاعدہ قلعہ نما محل بنایا ہوا ہے جو تکون کی شکل کا ہے۔

محمد عیسیٰ داؤد ان تمام جگہوں پر خود گئے ہیں جہاں سے دجال یا یہودی خفیہ تنظیم فریمیسن کا کوئی تعلق رہا ہے مثلاً سویڈن، مصر، فلسطین، امریکہ، برمودا شام وغیرہ فلسطین ومصر میں کچھ قدیم مخطوطات بھی ہاتھ لگے ہیں، وہاں ضعیف العمر لوگوں سے انہوں نے کافی معلومات حاصل کی ہیں جو اس موضوع سے متعلق عربوں میں سینہ بسینہ چلی آرہی ہیں، ان کے نظریے کے بارے میں آگے گفتگو کریں گے۔

گیان کوثر کہتے ہیں:

> ''سائنس کے نظریہ ''تھیوری آف ایوری تھنگ'' (یہ ایک نظریہ ہے جو فطرت کی چاروں طاقتوں کی تشریح کرتا ہے) کی ایجاد کی کوشش کے باوجود زمین ابھی بھی اپنے اندر ایسے سینکڑوں رازوں کو چھپائے ہوئے ہے کہ جن کی تہہ تک ہم نہیں پہنچ سکتے۔''

طاقتور قوت

برموداتکون میں ایک ''طاقت ورقوت'' کے ہونے پر اکثر محققین متفق ہیں، بعض محققین کا خیال ہے کہ وہاں ایسی شعائیں یا لہریں پیدا ہوتی ہیں جو ہماری اس بجلی کی طاقت سے ہزاروں گنا زیادہ طاقت ور ہیں، اگر کوئی

Marfat.com

سائنسدان توانائی کے طور پر اس قوتِ کشش کو استعمال کرنے میں کامیاب ہو جائے تو پھر اس توانائی سے چلنے والی کار ہماری موجودہ توانائی سے چلنے والی کار سے لاکھوں گناہ تیز رفتاری سے دوڑے گی، اس توانائی سے چلنے والی مشینری صدیوں کا کام دنوں میں انجام دے دیں گے اور ذرا تصور کیجئے قوتِ کشش سے اُڑنے والے طیارے (یا اس طرح کی کوئی اور سواری) اس کی رفتار کیا ہوگی، زمین کا چکر تو گویا اس سواری کے سواروں کیلئے ایسے لپیٹ دیا جائے گا جیسے مینڈھے کی کھال کو لمحوں میں لپیٹ دیا جاتا ہے، ایسی اُڑنے والی سواریاں جو آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں سے غائب ہو جائیں، فضاء میں معلق ہو جائیں، سمندر کے اندر غاریں بنا لیں، جس کو چاہیں دور سے ہی اپنی طرف کھینچ لیں۔ بجلی سے چلنے والے تمام آلات اور انجن بند کر دیں۔ حتیٰ کہ اس کشش کے ذریعے زمین کی حرکت کو متاثر کر دیں اور دن کو عام دن کے بجائے سال کے برابر کر دیں؟

برمودا تکون، نامعلوم خفیہ پناہ گاہیں

اُڑن طشتریاں برمودا تکون کے علاقے میں سب سے زیادہ دیکھی گئی ہیں۔ نیز آگ کے بڑے بڑے گولے، سفید چمکدار بادل اور خود اُڑن طشتریوں کو بھی برمودا تکون کے سمندر میں داخل ہوتے دیکھا گیا ہے، اس کے علاوہ گمنام طیارے فضاء سے اس طرح اس میں داخل ہوتے دیکھے گئے ہیں جیسے وہ سمندر میں نہیں بلکہ اپنے رن وے پر اُترے ہوں۔

اُڑن طشتری والوں کی امریکی صدر سے ملاقات

۱۹۵۱ میں ایک اُڑن طشتری امریکہ کے ایک فوجی ایئر پورٹ پر اُتری، اس اُڑن طشتری کے اندر سے تین آدمی نکلے جو روانی سے انگریزی بول رہے تھے، انہوں نے امریکی صدر آئزن ہاور (یہ اس کے بعد صدر بنے) سے ملاقات کیلئے کہا، وہاں موجود فوجی افسران نے امریکی صدر آئزن ہاور (دورِ صدارت ۱۹۵۳۔ ۱۹۶۱) سے رابطہ کیا، چار گھنٹے بعد امریکی صدر وہاں آیا اور اس نے اُڑن طشتری والوں سے ملاقات کی، امریکی صدر کے ہمراہ تین فوجی تھے، حیرت کی بات یہ ہے کہ اس دن ایئر پورٹ پر تمام کاروائیاں نامعلوم وجوہات کی بناء

Marfat.com

پر معطل رہیں، چنانچہ نہ تو کوئی فوجی اپنی جگہ سے ہلا، نہ کوئی طیارہ اُڑا نہ اور کوئی کام ہوا، مکمل ایمرجنسی نافذ کر دی گئی، پھر اُڑن طشتری غائب ہو گئی۔

۱۹۷۶ میں پورٹو ریکو (جو کہ برمودہ تکون کی حدود میں ہے) میں اتنی زیادہ اُڑن طشتریاں نظر آئیں کہ ان کو دیکھنے کے لئے ہائی وے پر چلتا ٹریفک جام ہو کر رہ گیا، اور گاڑیوں کے انجن خود بخود ہی بند ہو گئے، ٹی وی، ریڈیو اور پریس کے لوگ ان اُڑن طشتریوں کے کرتب دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے، تین ماہ تک اُڑن طشتریوں کے پورے بیڑے بار بار ظاہر ہوتے رہے جیسے یہ کوئی معمول کی پرواز ہے۔

اُڑن طشتریاں وائٹ ہاؤس پر دیکھی گئیں

۱۹۵۲ء میں ۱۳ جولائی سے ۲۹ جولائی تک واشنگٹن ڈی سی پر اُڑن طشتریاں دیکھی جاتی رہیں، ایک رات ۲۰ کی تعداد تک لوگوں نے اُڑن طشتریاں دیکھیں، یہ ۲۰ اُڑن طشتریاں وائٹ ہاؤس کے اُوپر چکر کاٹتی رہیں، اس پر امریکی عوام میں کافی شور مچا، حقیقت حال جاننے کیلئے جیٹ طیارے اُڑے لیکن اُڑن طشتریاں ان کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلتی رہیں، طیارے جب اُڑن طشتریوں کے اتنے قریب پہنچ جاتے جہاں سے ان کی تصویر اور ان کا معائنہ کیا جا سکتا تھا تو اُڑن طشتریاں ناقابل یقین تیزی کے ساتھ ان سے بہت دور چلی جاتیں، اس سے امریکی عوام اور پریس میں مزید شور اُٹھا، چنانچہ مجبوراً امریکی صدر ٹرومین نے بذاتِ خود اُڑن طشتریوں کی تفتیش کرنے والے مشن ''پروجیکٹ بلیو بیک'' کے نگران کیپٹن ایڈورڈ جے رپیلٹ سے بات کی اور اس واقعے کے بارے میں پوچھا لیکن جواب سُن کر آپ کو حیرانی ہو گی کہ ایک کیپٹن امریکی صدر کے سامنے صاف جھوٹ بول گیا، اس نے ایسے کسی واقعے کا صاف انکار کر دیا اور کہا کہ ریڈار اسکرین پر جو کچھ نظر آیا وہ محض موسمی اثرات تھے، لیکن اس جھوٹ بولنے میں کیپٹن رپیلٹ تنہا نہیں تھا، بلکہ اس کے پیچھے باقاعدہ مضبوط گروہ تھا، جو یہ چاہتا تھا کہ حقیقت کوئی بھی نہ جان سکے۔

اُڑن طشتریوں کے وائٹ ہاؤس کے اُوپر سے گزرنے کے وقت کیپٹن رپیلٹ خود واشنگٹن میں موجود تھا،

Marfat.com

لیکن اس واقعے کی اطلاع اس کو اخبار سے ہوئی، اس نے واشنگٹن میں گھوم پھر کر عینی شاہدین سے شہادتیں لینا چاہیں تو پینٹا گون حکام نے اس کو اسٹاف کی گاڑی دینے سے ہی انکار کر دیا، اس کو کہا گیا کہ اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو اپنی جیب سے کرائے کی ٹیکسی کر کے چلے جائیں، (امریکہ میں موجود طاقتور قوتیں یہی چاہتی ہیں کہ برمودا اور اُڑن طشتریوں کے بارے میں کوئی تحقیق نہ کی جائے) وہ بددل ہو کر سیدھا اوہایو میں اس پروجیکٹ کے ہیڈ کوارٹر پہنچا اور اس نے ایک راڈار اسپیشلسٹ سے اُڑن طشتریوں کے بارے میں بات کی، یہ کیپٹن روئے جیمس تھا، اس نے کہا کہ غیر معمولی موسمی صورتحال میں راڈار پر نامعلوم اجسام ظاہر ہو سکتے ہیں۔

۲۹ جولائی ۱۹۵۲ کو اسی موضوع پر امریکی ایئر فورس کے جنرل این، ای سامفورڈ نے پینٹا گون میں صحافیوں کی بڑی تعداد کی موجودگی میں پریس کانفرنس کی، صحافیوں نے تند و تیز سوالات کئے، جنرل نے صحافیوں کو وہی کیپٹن جیمس والی بات سُنا دی لیکن صحافی اور اُڑن طشتری پر تحقیق کرنے والے اس تشریح سے بالکل مطمئن نہیں ہوئے، خود کیپٹن رپیلٹ بھی اس تشریح سے مطمئن نہیں تھا، کیونکہ جب اس نے واشنگٹن نیشنل ایئرپورٹ (جہاں ریڈار پر اُڑن طشتریاں ظاہر ہوئی تھیں) پر ریڈار پر موجود ذمہ داران سے بات کی تو کوئی بھی جنرل ای سامفورڈ کی تشریح سے مطمئن نہیں تھا۔

جب عوام اور صحافیوں کی جانب سے اس بارے میں زیادہ شور ہونے لگا تو ۲۴ ستمبر ۱۹۵۲ کو امریکی خفیہ ادارے سی آئی اے کے شعبہ سراغ رسانی برائے سائنسی امور کی جانب سے ایک میمورنڈم جاری کیا گیا جس میں اُڑن طشتریوں کی خبروں پر تبصرے کرنے کو قومی سیکورٹی کیلئے خطرہ قرار دیدیا گیا، ذرا غور فرمایئے، ایسا ان اُڑن طشتریوں میں کیا ہے جس کو امریکی حکومت چھپانا چاہتی ہے اور اس پر تبصرے کو سیکورٹی کیلئے خطرہ سمجھا جاتا ہے۔

اُڑن طشتریوں کے ذریعے انسانوں کو اغوا کیا گیا

اُڑن طشتری کے ذریعے انسانوں کو اغواء کئے جانے کے واقعات بھی مستند حوالوں سے سامنے آتے رہے ہیں، ان میں مشہور واقعات یہ ہیں:

Marfat.com

۱۔ ۱۹۶۰ء میں کیلیفورنیا کے ایئر بیس سے ۱۰۱، ایف طرز کا طیارہ تربیتی پرواز کیلئے اُڑا، اسے ایئر فورس کا ایک میجر اُڑا رہا تھا، مشن کی تکمیل کے بعد واپس آتے ہوئے یہ طیارہ ریڈار پر دیکھا جا رہا تھا، اچانک ریڈار اسکرین پر طیارے کے نظر آنیوالے عکس کو ایک بڑی اُڑن طشتری کے عکس نے ڈھانپ لیا، یوں نظر آ رہا تھا کہ جیسے طیارے کو اس طشتری پر اُتار لیا گیا ہے، اس کے بعد ریڈار اسکرین بالکل خالی رہ گئی، نہ طیارہ اور نہ ہی اُڑن طشتری کا کچھ پتہ تھا، تلاش جاری تھی کہ اگلی صُبح طیارہ پھر نمودار ہوا جسے اب بھی وہی میجر اُڑا رہا تھا، اس نے بتایا کہ اسے طیارے سمیت اس اُڑن طشتری میں اُتار لیا گیا تھا جہاں ایک انسان نما مخلوق نے اس سے انٹرویو لیا، اس کی رپورٹ کے مطابق اسے اور اس کے طیارے کو دس گھنٹے بعد چھوڑا گیا، اس کے بعد پکڑے جانے کے وقت طیارے میں بیس منٹ کا ایندھن تھا اور جب اس کو چھوڑا گیا تب بھی اس میں اتنا ہی ایندھن باقی تھا، اس کا مطلب یہ تھا کہ دس گھنٹے میں اس کا بالکل بھی ایندھن خرچ نہیں ہوا تھا، اس میجر کو ایک نفسیاتی ہسپتال میں داخل کر دیا گیا اور پھر کسی کو پتہ نہ چلا کہ اس کا کیا ہوا؟ نیز اس واقعے کے تمام گواہوں کو سخت ہدایت کر دی گئی کہ اگر کسی نے اس واقعے کے بارے میں زبان کھولی تو اس کو جرمانے اور قید کی سزا ہو سکتی ہے۔

۲۔ ایک واقعہ بیرنی ہل اور اس کی بیوی بٹی ہل کا ہے، یہ دونوں امریکی ریاست نیو ہیمپ شائر کے علاقے پورٹس ماؤتھ میں اپنی گاڑی میں سفر کر رہے تھے، بیرنی ہل نے کوئی چیز فضاء میں دیکھی، اس نے گاڑی روکی اور دوربین لگا کر دیکھنے لگا، اس کی بیوی کا بیان ہے کہ دیکھتے دیکھتے اس کی زبان سے یہ جملے نکل رہے تھے "نا قابل یقین، نا قابل یقین"۔

دیکھتے ہی دیکھتے اُڑن طشتری انکی کار کے اُوپر تھی، دونوں کار میں سوار ہوئے، وہ بھاگنا چاہتے تھے لیکن انہوں نے ایک سیٹی کی سی آواز سنی جیسے ریڈیو سے سیٹی نکلتی ہے، اس کے کان میں

Marfat.com

پڑتے ہی ان پر نیند طاری ہوتی گئی، ان کو ۱۹ ستمبر ۱۹۶۱ میں اغوا کیا گیا، دو گھنٹے کے بعد ان کو چھوڑ دیا گیا۔

۳۔ ۱۹۷۵ء میں امریکی ریاست ایریزونا کے علاقے اسنوفلیک کے قریب جنگلات کا افسر والٹن اپنے پانچ دوستوں کے ساتھ جا رہا تھا، پانچوں نے اپنی کار کے اُوپر ایک روشنی کو چکر لگاتے ہوئے دیکھا، والٹن گاڑی سے کودا اور روشنی کی جانب دوڑ لگا دی، اسی وقت اس کے اُوپر ایک شعاع پڑی اور وہ زمین پر گر پڑا، اس کے دوستوں نے اس کو گرتا دیکھ کر اس کی طرف دوڑ لگائی، لیکن والٹن غائب تھا، دوستوں کی سمجھ میں نہیں آسکا کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کو آسمان نگل گیا یا زمین کھا گئی، پانچ دن کے بعد والٹن اسی جگہ کے قریب سے ملا، اس نے بتایا کہ وہ پانچ دن اُڑن طشتری میں اسی مخلوق کے ساتھ رہا ہے۔

۴۔ ۱۹۷۶ء امریکی ریاست ''مین'' کے جنگل الاگاش میں آرٹ کے چار طلباء سیر و تفریح کے لئے آئے ہوئے تھے، ان کو کیا پتہ تھا کہ انہیں ایسی جگہ کی سیر کرائی جانے والی ہے جس کے بارے میں صرف کہانیاں ہی سنتے رہے ہیں، اس جنگل میں اُڑن طشتری اُتری اور ان کو اغوا کر کے لے گئے، ان پر مختلف تجربات کرنے کے بعد چھوڑ دیا، یہ واقعہ الاگاش اغواء کے نام سے مشہور ہوا۔

اُڑن طشتریوں میں سفر کرنیوالے عام انسان ہیں

جن محققین نے غیر جانبداری کے ساتھ برمودا تکون پر تحقیقی کام کیا ہے وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اُڑن طشتریوں والے کوئی خلائی مخلوق نہیں جیسا کہ ان کے بارے میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی رہی ہے بلکہ ہماری اسی دنیا کے انسان ہیں، البتہ وہ اپنے حلیے اپنے لباس اور اپنی چال ڈھال سے یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ انسان نہیں بلکہ خلائی مخلوق ہیں، ان کا جسم ہمارے جسم کی طرح ہے، ناک، کان، منہ، آنکھیں، ہاتھ، پاؤں اور دیگر تمام اعضاء بھی عام انسانوں کی طرح ہیں، اس کی دلیل میں بہت سارے

Marfat.com

واقعات ہیں، جن کی تفصیل میں نہ جاتے ہوئے صرف اتنا سمجھنا کافی ہے کہ اُڑن طشتری والوں کے ذریعے جن افراد کو اغواء کیا جاتا رہا ہے ان کے بیان کے مطابق اغواء کرنیوالے ہماری طرح انسان ہی ہیں، البتہ وہ ہر زبان میں بات کر سکتے ہیں۔

مشہور سائنسدان البرٹ آئنسٹائن کا بھی اس بارے میں یہی نظریہ (شاید علم یقین) ہے، ہفت روزہ الاسبوع العربی نے ۲۹ جنوری ۱۹۷۹ء کے شمارے میں لکھا ''البرٹ آئنسٹائن کے مطابق بلاشک وتردید اُڑن طشتریاں موجود ہیں اور یہ اُڑن طشتریاں جن ہاتھوں کے کنٹرول میں ہیں وہ بھی انسان ہی ہیں۔ [1]

نیز جو اڑن طشتریاں حادثات کا شکار ہوئیں ان میں سے ملنے والی لاشیں انسانوں کی تھیں۔

کیا اُڑن طشتریاں کانے دجال کی ملکیت ہیں؟

محمد عیسیٰ داؤد مصری محقق ہیں اُڑن طشتریوں اور برمودا تکون پر ان کی تحقیق بہت گہری ہے، ان کے نزدیک اُڑن طشتریاں دجال کی ملکیت اور ایجاد ہیں۔ نیز برمودا تکون کے اندر اس نے ابلیس کی مدد سے تکون کی شکل کا قلعہ نما محل بنایا ہوا ہے (برمودا تکون کے اندر مختلف قسم کی تعمیرات غوطہ خوروں نے دیکھی ہیں) جہاں سے بیٹھ کر وہ اپنے چیلوں کو ہدایات دے رہا ہے اور اپنے نکلنے کے وقت کا انتظار کر رہا ہے۔

اس پورے مشن میں اس کو ابلیس اور اس کے تمام شیاطین کی مدد حاصل ہے جو تمام دنیا کے اندر سیاسی، اقتصادی، سماجی اور عسکری میدانوں میں جاری ہے۔ کس ملک میں کس کی حکومت ہونی چاہئے، کس ملک کو کتنی مالی امداد دینی چاہئے، کس ملک میں اپنی فوج اُتارنی چاہئے اور کس ملک کو تباہ کرنا ہے؟ نیز دنیا میں جاری دریاؤں پر خصوصاً مسلم دنیا میں، کہاں کہاں ڈیم بنانے ہیں۔ اپنے حامی مذہب والی اقوام کو اقتدار میں لانا ہے اور ہر اس قوم اور فرد کو ابھی سے راستے سے ہٹانا ہے جو آگے چل کر دجال کے سامنے کھڑا ہو سکے۔

جہاں تک برمودا تکون میں ابلیس کے مرکز کا تعلق ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں البتہ دجال کی وہاں موجودگی

---

[1] بحوالہ برمودا ٹرائینگل: مصنف راجپوت اقبال احمد۔

Marfat.com

پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دجال کو مشرق میں بیان فرمایا تھا جب کہ برموداٹکون مغرب میں ہے۔ اس کا جواب عیسٰی داؤد یہ دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد دجال اس طرح بندھا ہوا نہیں رہا جس طرح حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے اس کو بندھا ہوا دیکھا تھا۔ بلکہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد وہ زنجیروں سے آزاد ہو گیا تھا اور مستقل اپنے خروج کے لئے راہ ہموار کرتا رہا ہے۔ البتہ اس کو مکمل آزادی اسی وقت ملے گی جب وہ دنیا کے سامنے ظاہر ہو کر اپنی خدائی کا اعلان کرے گا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ برموداٹکون میں ابلیس ہو اور دجال جاپان کے شیطانی سمندر میں یا ایران کے اصفہان میں ہی ہو۔ اور اس طرح دونوں کا آپس میں رابطہ ہو اور دونوں جگہوں سے اسلام کے خلاف بلکہ پوری انسانیت کے خلاف سازشیں کی جارہی ہوں۔ واضح رہے کہ جاپان کا شیطانی سمندر مشرق میں ہی ہے۔

کیا دجال زنجیروں سے آزاد ہو چکا؟

دجال کے خروج تک زنجیروں میں جکڑے رہنے کا جہاں تک تعلق ہے تو اس بارے میں کوئی حدیث نہیں مل سکی۔ البتہ صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ دجال اپنے خدائی کے اعلان سے پہلے زنجیروں میں جکڑا ہوا نہیں ہوگا (واضح رہے کہ دجال کے خروج سے مراد اس کا خدائی کا اعلان کرنا ہے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے) بلکہ آزاد اور متحرک ہوگا اور اس کے پاس قوت بھی ہوگی۔ میڈیا کے ذریعے اس کی شخصیت کو ایک مصلح اور عظیم رہنما کے طور پر لوگوں میں اس کی شہرت ہوگی۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ وہ پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ نبوت کا دعویٰ وہی شخص کرسکتا ہے جس کے کچھ پیروکار موجود ہوں اور وہ آزاد ہو۔ کسی نامعلوم جزیرے میں زنجیروں میں جکڑا شخص نبوت کا دعویٰ کس کے سامنے کرے گا اور کس کو اپنی نبوت پر قائل کرے گا۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مستدرک میں دجال کے بارے میں طویل حدیث نقل کی ہے جس کا ایک حصہ یہ ہے:

اِنَّهٗ يَخْرُجُ مِنْ خَلَّةٍ بَيْنَ الْعِرَاقِ وَالشَّامِ فَعَاثَ يَمِيْنًا وَعَاثَ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللهِ فَاثْبُتُوْا فَاِنَّهٗ يَبْدَأُ فَيَقُوْلُ اَنَا نَبِيٌّ وَّلَا نَبِيَّ بَعْدِيْ ثُمَّ يُثَنِّيْ حَتّٰى يَقُوْلَ اَنَا رَبُّكُمْ وَلَنْ

Marfat.com

تَرَوْا رَبَّکُمْ حَتّٰی تَمُوْتُوْا - ھٰذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ بھذہ السیاقة۔ وقال الذھبی فی التلخیص: علی شرط مسلم [1]

''بیشک وہ (دجال) اس راستے سے نکلے گا جو عراق اور شام کے درمیان ہے۔ سو وہ دائیں بائیں بہت زیادہ فساد پھیلائے گا۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اے اللہ کے بندو! تم ثابت قدم رہنا۔ پہلے وہ یہ کہے گا میں نبی ہوں (آپ ﷺ نے فرمایا) حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پھر وہ اور دعوے کرے گا یہاں تک کہ کہے گا کہ میں تمہارا ربّ ہوں، (آپ ﷺ نے فرمایا) اور تم مرنے سے پہلے اپنے ربّ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے، یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے''۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو مسلم کے درجے کی حدیث مانا ہے، اس حدیث سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ وہ خدائی کے اعلان سے پہلے آزاد ہوگا، اس کے علاوہ ایک اور صحیح حدیث بھی اس بات کو ثابت کر رہی ہے کہ دجال اپنی خدائی کے اعلان سے پہلے دنیا کے حالات سے باخبر ہوگا۔

ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :اِنَّمَا يَخْرُجُ الدَّجَّالُ مِنْ غَضْبَةٍ يَّغْضَبُهَا [2]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دجال کسی بات پر غصہ ہو کر نکلے گا''۔

اگر دجال کو کسی جزیرے میں اسی حالت میں زنجیروں میں جکڑا ہوا تصور کیا جائے کہ کسی کو اس کا پتہ ہی نہ ہو اور نہ اس کو دنیا کے حالات کا علم ہو تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا، جب اسے کچھ خبر ہی نہ ہوگی تو وہ غصہ کس پر ہوگا؟ لہٰذا ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ وہ اپنی خدائی کے اعلان کا دعویٰ کر بیٹھے، اس طرح اس کو مسلمان تو کیا خود اس کے منتظر (اصفہانی یہودی) بھی ماننے سے انکار کر دینگے اور اس سے اس کا اتا پتہ ضرور پوچھیں گے، اب اگر

[1] مستدرک حاکم مع تعلیقات الذھبی ۸۶۲۰۔ [2] صحیح ابن حبان: ۶۷۹۳۔ مسند احمد: ۲۶۴۲۵۔

Marfat.com

آپ کے ذہن میں یہ سوال آرہا ہو کہ حدیث میں تو یہی ذکر آیا ہے کہ دجال کا خروج ہوگا اور پھر وہ اپنے "کارنامے" دکھائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دجال کے خروج سے مراد اس کا اپنے بارے میں خدائی کا اعلان ہے، خدائی کے اعلان کے بعد ہی تمام "کارنامے" جو احادیث میں مذکور ہیں دکھائے گا، دجال کا دجال کی حیثیت سے خروج اور اس کا دجال ظاہر ہونا اس کی خدائی کے اعلان کے بعد ہوگا، اس کے بعد ہی اس کے ذریعے ان باتوں کا ظہور ہوگا جس کی بناء پر وہ خود کو ربّ ثابت کرنا چاہے گا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں فرماتے ہیں:

فَيَقُوْلُ اَنَا نَبِيٌّ ثُمَّ يُثَنِّيْ اَنَا رَبُّكُمْ فَاِنَّهٗ يُحْمَلُ عَلٰى اَنَّهٗ اِنَّمَا يَظْهَرُ الْخَوَارِقُ بَعْدَ قَوْلِهِ الثَّانِيْ۔ [1]

"چنانچہ وہ (دجال) کہے گا میں نبی ہوں پھر کہے گا میں تمہارا ربّ ہوں۔ لہٰذا اس کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ وہ جو خلافِ عادات باتیں دکھائے گا وہ اس کے دوسرے قول (ربّ کے دعوے) کے بعد ہونگی"۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال میں وہ واقعہ پیش کیا ہے جو دجال ایک اعرابی کو کہے گا کہ اگر میں تیرے ماں باپ کو زندہ کردوں تو کیا تو گواہی دے گا کہ میں تیرا ربّ ہوں، ایک اور دوسرے واقعے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس کی گندی شخصیت اسی وقت اصل صورت میں ظاہر ہوگی جب وہ ربّ ہونے کا دعویٰ کرے گا۔

مسلم شریف کی روایت میں یہ واقعہ آیا ہے کہ دجال کے پاس ایک نوجوان کو پکڑ کر لایا جائے گا جو دجال کا باغی ہوگا، دجال اس کو اپنی خدائی کو تسلیم کرنے کی دعوت دے گا، لیکن وہ نوجوان انکار کردے گا، پھر دجال اس کے دو ٹکڑے کر کے زندہ کرے گا اور پھر اسکو اپنی خدائی پر قائل کرے گا، لیکن اس بار وہ نوجوان اور زیادہ شدت کے ساتھ اس کو جھٹلا دے گا، نیز آسمان کو بارش کا حکم دینا، زمین کو پیداوار کا حکم دینا، غرض جتنے بھی اس کے کارنامے صحیح

---

[1] فتح الباری ابن حجر عسقلانیؒ۔

Marfat.com

احادیث میں آئے ہیں، ان سب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت اس کی خدائی کے اعلان کے بعد ہی ظاہر ہوگی، اس سے پہلے اس کا دجال ہونا لوگوں کو معلوم نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ یہ دجال جب اس مذکورہ نوجوان کے پہلی بار دو ٹکڑے کرنے کے بعد پھر زندہ کر کے خدائی پر قائل کرے گا تو وہ نوجوان کہے گا کہ اب تو مجھے پہلے سے زیادہ یقین ہو گیا ہے کہ تو ہی وہ دجال ہے جس کی ہمارے نبی ﷺ نے خبر دی تھی۔

مذکورہ بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دجال کا دجال ہونا اس کی خدائی کے اعلان کے بعد ہوگا، اس سے پہلے وہ کسی مصلح، امن کے داعی اور عظیم رہنما کے طور پر مشہور ہوگا، اور خدائی کے اعلان سے پہلے وہ آزاد ہوگا، زنجیروں میں جکڑا ہوا نہیں ہوگا، البتہ مکمل آزادی اور اصل حیثیت خدائی کے اعلان کے بعد ظاہر ہوگی، اس سے پہلے کچھ پابندیاں اس پر ہوں گی۔

ابلیس کا مرکز

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا:

''ابلیس اپنا تخت سمندر پر لگاتا ہے، لوگوں کو فتنوں میں ڈالنے کے لئے وہ اپنے لشکر روانہ کرتا ہے، جو اس کے لشکر میں سب سے زیادہ فتنہ پرور ہوتا ہے وہ ابلیس کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے''۔

شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس سے مراد ابلیس کا مرکز ہے، یعنی اس کا مرکز سمندر میں ہے''۔

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سمندر کے کسی جزیرے میں ایک قوم ہے جو نصرانیت کی علمبردار ہے، وہ ہر سال ایک ہزار جہاز تیار کرتے ہیں، جب جہاز تیار ہو جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ان جہازوں پر سوار ہو جاؤ اللہ چاہے یا نہ چاہے، جب وہ ان کو سمندر میں ڈالتے ہیں تو اللہ تعالیٰ تیز ہوا بھیجتے

Marfat.com

ہیں جو اُن جہازوں کو تباہ کر دیتی ہے، وہ ہر بار جہاز بناتے ہیں اور یہی مسئلہ ہوتا ہے، سو جب اللہ تعالیٰ یہ معاملہ مکمل فرمانا چاہیں گے تو ایسے جہاز بنائے جائیں گے کہ اس سے پہلے سمندر میں ایسے جہاز نہیں چلے ہوں گے، پھر یہ لوگ کہیں گے ان شاء اللہ تم سوار ہو جاؤ، چنانچہ یہ سوار ہو جائیں گے اور کہیں گے ہم اس زمین کی طرف جا رہے ہیں جہاں سے ہمیں نکال دیا گیا''۔ واللہ اعلم۔ [1]

ابلیس کا انسانوں کی شکل میں آ کر اپنے ماننے والوں کو مشورے دینا قرآن سے ثابت ہے، جنگ بدر کے موقع پر ابلیس خود میدان بدر تک گیا تھا، وہ بنو کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی شکل میں تھا اور ابو جہل کو مسلسل جنگ کے لئے برانگیختہ کر رہا تھا نیز جس طرح اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اولیاء اللہ کہلاتے ہیں اسی طرح شیطان کے بھی اولیاء ہوتے ہیں جن کو قرآن کریم نے اولیاء الشیطان کہا ہے۔

قرآن کریم میں ایسی آیات متعدد جگہ آئی ہیں:

وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِهِمْ [2]

''بے شک شیاطین اپنے دوستوں کو مشورے دیتے ہیں''۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان'' میں لکھا ہے:

''بعض لوگوں کو ہوا میں عرش نظر آتا ہے جس کے اُوپر نور ہوتا ہے اور آواز آتی ہے کہ میں تیرا ربّ ہوں، تو اگر یہ شخص اللہ کی معرفت رکھتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ یہ شیطان ہے، چنانچہ وہ شیطان کو ڈانٹ دیتا ہے، اور اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہے جس کے نتیجے میں یہ (عرش اور نور) ختم ہو جاتا ہے، اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جن کو شیاطین قید سے آزاد کرا لیتے ہیں اور (اگر ان لوگوں پر کوئی کسی ہتھیار سے حملہ کرے) تو وہ شیاطین اس حملے سے اس آدمی کا دفاع کرتے ہیں، جیسا کہ عبدالملک بن مروان کے دور میں حارث دمشقی کا واقعہ ہے جس نے شام میں

[1] الفتن نعیم ابن حماد۔ [2] سورۃ الانعام۔

Marfat.com

نبوت کا دعویٰ کیا تھا شیاطین اس کے پیروں کو بیڑیوں سے آزاد کرا لیتے اور اسلحے کے وار سے اس کی حفاظت کرتے اگر وہ پتھر پر ہاتھ پھیرتا تو پتھر تسبیح پڑھنے لگتا، لوگوں کو ہوا میں پیادہ اور گھوڑوں پر سوار مرد نظر آتے۔ حارث کہتا کہ یہ فرشتے ہیں حالانکہ وہ شیاطین تھے۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے اسے پکڑا اور قتل کرنے کے لئے ایک نیزہ بردار مجاہد نے اس کو نیزہ مارا تو نیزے نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا، عبدالملک بن مروان نے اس نیزہ بردار کو کہا کہ تم نے بسم اللہ نہیں پڑھی، پھر اس نے بسم اللہ پڑھ کر نیزہ مارا تو حارث مر گیا۔[1]

یورپ میں کئی جادوگر ایسے گزرے ہیں جو اپنے کرتب میں حیرت انگیز کارنامے لوگوں کو دکھاتے رہے ہیں، جن میں ڈیوڈ کاپر فیلڈ مشہور نام ہے، اس کے بارے میں محمد عیسیٰ داؤد کا دعویٰ ہے کہ دجال اس کی مدد کرتا تھا۔

دو گمراہ فرقے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم اپنے دین میں جو پہلی چیز گنوا بیٹھو گے وہ خشوع ہے اور آخری چیز جو تم اپنے دین میں سے کھو دو گے وہ نماز ہے اور اسلام کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹیں گی اور عورتیں ضرور بالضرور حالتِ حیض میں نماز پڑھیں گی، اور تم اپنے پہلے والوں کے طریقوں پر ہو بہو اور قدم بقدم چلو گے تم ان کے راستے سے نہیں ہٹو گے اور نہ وہ، یہاں تک کہ بہت سے فرقوں میں سے دو فرقے رہ جائیں گے، ان میں سے ایک فرقہ کہے گا پانچ نمازیں کہاں سے آ گئیں؟ بلاشبہ ہم سے پہلے والے گمراہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے تو یہ ارشاد فرمایا ہے ''اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ'' [2] (تم نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات میں سے) تم صرف تین نمازیں پڑھا کرو، اور دوسرا فرقہ یوں کہے گا مومنین کا اللہ پر ایمان فرشتوں کے ایمان کی طرح ہے، نہ تو ہم میں کوئی کافر ہے اور نہ ہی منافق، اللہ پر یہ لازم ہے کہ ان دونوں فرقوں کا حشر دجال کے ساتھ کرے''۔

[1] اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ۔ [2] ھود: ۱۱۴۔

Marfat.com

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے۔

حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

''میں اُمّت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو جہنمی گروہوں کو اچھی طرح جانتا ہوں، ایک گروہ کہے گا ہم سے پہلے والے گمراہ تھے دن رات میں پانچ نمازوں کی کیا وجہ ہے؟ بلا شبہ نمازیں تو صرف دو ہی ہیں، عصر اور فجر اور دوسرا گروہ کہے گا بلاشبہ ایمان تو کلام ہے، خواہ کوئی زنا کرے یا قتل کرے''۔ [1]

جہنم کے داعی

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ فَذَكَرْنَا الدَّجَّالَ فَاسْتَيْقَظَ مُحْمَرًّا وَجْهُهٗ فَقَالَ غَيْرُ الدَّجَّالِ اَخْوَفُ عِنْدِيْ عَلَيْكُمْ مِّنَ الدَّجَّالِ اَئِمَّةٌ مُّضِلُّوْنَ [2]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند فرما رہے تھے، ہم نے دجال کا ذکر چھیڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند سے بیدار ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا، فرمایا دجال کے علاوہ مجھے دجال سے زیادہ تمہارے بارے میں جس چیز کا خوف ہے وہ گمراہ کرنے والے قائدین ہیں''۔

منبر و محراب سے دجال کا تذکرہ بند ہو جانا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَخْرُجُ الدَّجَّالُ حَتّٰى يَذْهَلَ النَّاسُ عَنْ ذِكْرِهٖ وَحَتّٰى تَتْرُكَ الْاَئِمَّةُ ذِكْرَهٗ عَلَى الْمَنَابِرِ [3]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دجال اس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک لوگ اس کے تذکرہ سے غافل نہ ہو جائیں۔ یہاں تک کہ آئمہ (مساجد) بھی منبروں پر اس کا تذکرہ کرنا چھوڑ دیں''۔

ان احادیث میں واضح بتایا گیا ہے کہ دجال کے نکلنے کے وقت پانی کی عالمی قلت پیدا کر دی جائے گی، بارشیں کم ہو جائیں گی اور جس سال دجال آئے گا بارشیں بالکل نہیں ہونگی۔

---

[1] مستدرک حاکم: ۸۲۹۴۔ ابن ابی شیبہ: ۳۱۰۵۴۔ [2] مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد، مسند ابی یعلی۔ [3] رواہ عبداللہ ابن الامام احمد۔ قال الہیثمی وہی صحیحۃ۔

Marfat.com

دجال کی سواری یا اُڑن طشتری

۱۔ نعیم ابن حماد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الفتن'' میں یہ روایت نقل کی ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''دجال کے گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان چالیس گز کا فاصلہ ہوگا'' (یہ حصہ صحیح احادیث میں بھی ہے) اور اس کے گدھے کا ایک قدم تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا اور وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر سمندر میں ایسے گھس جائے گا جیسے تم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چھوٹی نالی میں گھس جاتے ہو''۔

۲۔ دجال کی آواز مشرق و مغرب میں سنی جائے گی۔[۱]

۳۔ اس کی رفتار اتنی تیز ہوگی کہ سورج سے پہلے اس کے غروب ہونے کی جگہ پہنچ جائے گا۔[۲]

۴۔ اُڑنے کے ساتھ ساتھ سمندر میں داخل ہونا اور سمندر پار کرنے کی صلاحیت بھی اس سواری میں موجود ہوگی۔ فضاء میں معلق ہو جائے گی۔

۵۔ اس کی سواری دم کٹا گدھا ہوگی۔

۶۔ ''یَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلٰی حِمَارٍ اَقْمَرَ'' چمکدار (روشن) گدھے پر سوار ہوگا، اس کی سواری کے کانوں کے سائے میں ستر ہزار افراد آ جائیں گے۔[۳]

اُڑن طشتری بھی بہت زیادہ چمکتی ہے، بالکل چاند کی طرح۔

دجال کی طاقت اور اس کے کارنامے

۱۔ دجال مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو صحیح کر دے گا۔[۴]

۲۔ مُردوں کو زندہ کر کے دکھائے گا، زندہ کو مار کر پھر زندہ کر دے گا، اس کے حکم سے بادل بارش برسائے گا، نہر کو حکم کرے گا کہ رُک جا تو رُک جائے گی، اور چلنے کا حکم کرے گا تو چل پڑے گی، زمین سرسبز و شاداب

---

[۱] کنز العمال۔ [۲] ابن ابی شیبہ۔ [۳] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۵۴۹۳۔ [۴] مسند احمد۔

Marfat.com

ہوجائے گی، جو اس پر ایمان نہیں لائے گا اس کے مویشی مَر جائیں گے، کھیتی باڑی کو تباہ کردے گا، پانی کے ذخائر سے ان کو محروم کردے گا، اس کے قبضے میں کھانے اور پانی کے ذخائر ہوں گے، ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے میں جنّت ہوگی۔ [1]

۳۔ زمین میں زلزلہ پیدا کرنے کی صلاحیت اس کے پاس ہوگی۔ [2]

دجال پر سب سے بھاری، بنوتمیم

حدیث میں ہے:

هُمْ اَشَدُّ النَّاسِ قِتَالًا فِي الْمَلَاحِمِ [3] ''وہ (بنوتمیم) ملاحم (آخری دور کی گھمسان کی جنگوں) میں لوگوں میں سب سے سخت قتال کرنے والے ہیں''۔

فائدہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بنوتمیم میں سے تھے، یہ قبیلہ آج بھی یمن وحجاز اور عراق میں موجود ہے اور افغانستان سے لے کر عراق تک جہاد کے میدانوں میں دجالی قوتوں کے لئے عذاب بنا ہوا ہے، اور الحمد للہ سچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی ایمان والوں کو پوری ہوتی نظر آرہی ہے۔

خوز اور کرمان سے جنگ

خوز مغربی ایران میں ہے اور خوزستان کے نام سے مشہور ہے، خوزستان کا مرکزی شہر ''اہواز'' ہے یہاں کی صنعت تیل اور ٹیکسٹائل ہے، ایران، عراق جنگ میں یہ علاقہ عراقی بمباری کا بُری طرح نشانہ بنا تھا، کرمان جنوب مشرقی ایران کا صوبہ ہے اور اس کا دارالحکومت بھی کرمان ہی ہے، یہاں کی مرکزی صنعت قالین ہے، صوبہ کرمان کے دیگر بڑے شہر ''سرجان''، ''جرافت'' اور ''رفسنجان'' ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَهْبِطُ الدَّجَّالُ خُوْزَ وَكِرْمَانَ فِيْ ثَمَانِيْنَ اَلْفًا يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعْرَ وَيَلْبِسُوْنَ الطَّيَالِسَةَ كَأَنَّ وُجُوْهَهُمْ

---

[1] مفہوم حدیث از صحیح مسلم۔ [2] ابوداود، حدیث یوم الخلاص۔ [3] صحیح مسلم، بَابُ مِنْ فَضَائِلِ غِفَارَ، وَأَسْلَمَ، وَجُهَيْنَةَ، وَأَشْجَعَ، وَمُزَيْنَةَ، وَتَمِيمٍ، وَدَوْسٍ، وَطَيِّئٍ، ج:۲، ص:۳۰۷، ط: قدیمی، کراچی۔

Marfat.com

الْمَجَانُّ الْمُطْرِقَةُ [1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دجال خوز اور کرمان میں اسی ہزار لوگوں میں اُترے گا جو پیروں میں بال پہنتے ہونگے، اور طیلسانی چادریں اوڑھے ہونگے، گویا ان کے چہرے تہہ بتہہ ڈھال ہوں''۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، ایران میں یہودی قدیم زمانے سے بسے چلے آرہے ہیں، ان میں سے بعض قبیلوں نے ظاہراً اسلام قبول کرلیا لیکن اصلاً یہودی ہی رہے، ایسا ہی ایک فرقہ اصفہان، رفسنجان، مشہد اور ایران کے دیگر اہم شہروں میں آباد ہے جو ''جدید اسلام'' کے نام سے مشہور رہا ہے، اصفہانی یہودی تمام قبائل میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

فائدہ

ہلاکو خان کے بغداد کو تباہ کرتے وقت (۱۲۵۸) ہر فن کی اہم کتابیں یہودیوں کے منظم گروہ نکال کرلے گئے تھے۔

سیاہ جھنڈے

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِيْءُ رَايَاتٌ سُوْدٌ مِّنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَتَخُوْضُ الْخَيْلُ فِي الدِّمَاءِ إِلٰى ثُنْدُوَتِهَا وَفِيْهِ يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ زِيَادٍ وَهُوَ لَيِّنٌ وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ ثِقَاتٌ [2]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مشرق کی جانب سے کالے جھنڈے آئیں گے اور (حالت یہ ہوگی کہ) گھوڑے سینے تک خون میں ڈوبے ہوں گے''۔ اس روایت میں یزید ابن ابی زیاد راوی لین ہیں اور باقی راوی ثقہ ہیں۔

خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ جب تم رمضان کے مہینے میں مشرق کی جانب آسمان میں آگ کا ستون دیکھو تو جتنا کھانا تم اکٹھا کرسکو کرلینا کیونکہ یہ سال بھوک کا سال ہوگا۔ [3]

---

[1] مسند ابی یعلی، قال حسین سلیم اسد: رجالہ ثقات۔ [2] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۱۲۴۰۵۔ [3] الفتن نعیم بن حماد: ۶۲۷۔

Marfat.com

فائدہ

آگ کے ستون سے کیا مراد ہے؟ یہ اور کئی دیگر روایات میں کچھ ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو آخری جنگوں میں خطرناک ہتھیاروں کے استعمال کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

عمر بن مرۃ الجملی جو کہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں فرماتے ہیں:

''خراسان سے کالے جھنڈے ضرور نکلیں گے یہاں تک کہ ان کے گھوڑے اس زیتون کے درخت کے ساتھ باندھے جائیں گے جو لھیا اور حرستا کے درمیان ہے، (راوی کہتے ہیں) ہم نے کہا ان دو جگہوں کے درمیان تو ایک بھی زیتون کا درخت نہیں ہے، انہوں نے فرمایا ان دونوں جگہوں کے درمیان زیتون لگائے جائیں گے یہاں تک کہ وہ (کالے جھنڈوں والے) یہاں آئیں گے اور اپنے گھوڑوں کو انکے ساتھ باندھیں گے''۔ [۱]

حضور ﷺ نے فرمایا:

رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ ، وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ ، وَالْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ ، وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ [۲]

کفر کی چوٹی مشرق میں ہے، اور فخر و تکبر کرنا گھوڑے والوں، اونٹ والوں اور زمینداروں میں ہوتا ہے، جو (عموماً) گاؤں کے رہنے والے ہوتے ہیں، اور بکری والوں میں دل جمی ہوتی ہے۔

اس زمانے میں اہل فارس بڑے تکبر و اکڑ میں تھے، مدینہ کے مشرق میں تھے، اِن کے بادشاہ نے آقا علیہ السلام کے نامہ مبارک کو پھاڑ دیا تھا۔ فرمایا دجّال مشرق سے آئے گا، اس بستی کا نام رستاباذ ہے، علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی ذکر کیا ہے، یہ لوگ آگ کے پجاری تھے، انہوں نے ایک ہزار سال تک آگ کو نہیں بجھنے دیا، ۲۵ ہزار سدنہ یعنی خادم آگ جلانے پر مقرر تھے۔

درمیان کے زمانہ میں وہاں بڑے بڑے صلحاء پیدا ہوئے، اب دوبارہ یہ فارس کے اکثر شہر دین دشمن ہیں، حتی کہ ابولولؤ مجوسی جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا، اُس کے جشن منائے جاتے ہیں، اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف سب سے زیادہ فارس کے حل وعقد مشغول ہیں، اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کی ان کے فتنوں سے حفاظت فرمائے۔

---

[۱] الفتن، نعیم بن حماد: ۸۶۱۔ [۲] بخاری، رقم الحدیث: ۳۳۰۱۔

Marfat.com

فتنہ تاتار

(تاریخ اور مؤرخین کی آراء کی روشنی میں)

فتنہ تاتار کے مختصر حالات:

تاتاری حملہ کے اسباب و وجوہات پر گفتگو کرتے ہوئے مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''عالمِ اسباب میں اس کا قریبی محرک یہ واقعہ ہوا کہ چنگیز خان نے خوارزم شاہ کو پیام بھیجا کہ میں بھی ایک وسیع سلطنت کا فرمانروا ہوں اور آپ بھی ایک وسیع سلطنت کے تاج دار ہیں، بہتر ہے کہ ہم دونوں تجارتی تعلقات قائم کریں، ہمارے تاجر بے خوف وخطر آپ کے قلمرو میں جائیں اور یہاں کی مخصوص پیداوار اور مال وہاں فروخت کریں اور آپ کے تاجر اطمینان کے ساتھ ہمارے ملک میں آئیں اور وہاں کا مال فروخت کریں، خوارزم شاہ نے اس کو منظور کرلیا اور تجارتی تعلقات قائم ہوگئے، اور تجارتی قافلے بے تکلف دونوں ملکوں میں آنے جانے لگے، اس کے بعد کیا پیش آیا جس سے عالم اسلام اچانک خون کے سمندر میں ڈوب گیا، اس کی تفصیل مورخ کی زبان سے سنئے، جس کی اسلامی مورخین کے بیان سے حرف بحرف تصدیق ہوتی ہے''۔

ہیرلڈ لیمب اپنی کتاب ''چنگیز خان'' میں لکھتا ہے:

''لیکن تجارت کے تعلقات جو چنگیز خان نے قائم کئے تھے، وہ اتفاق سے یک لخت ہوگئے اور یہ اس طرح پیش آیا کہ قراقورم سے تاجروں کا ایک قافلہ مغرب کو آرہا تھا کہ راستہ میں اترار

Marfat.com

کے حاکم نے جس کا نام انیل جق تھا، قافلہ کے سب آدمیوں کو گرفتار کر لیا اور اس کی اطلاع اپنے آقا یعنی خوارزم شاہ کو اس طرح کی گویا اس قافلہ میں جاسوس بھی موجود ہیں، انیل جق کا یہ خیال بالکل قرین عقل تھا۔

حاکم اترار کے پاس سے اطلاع کے آتے ہی سلطان محمد خوارزم شاہ نے بے سوچے سمجھے حکم دے دیا کہ قافلہ کے کل تاجروں کو ہلاک کر دیا جائے، چنانچہ اس حکم کے مطابق قراقورم سے آئے ہوئے کل تاجر قتل کر دیئے گئے، اس کی اطلاع جس وقت چنگیز خاں کو ہوئی تو اس نے فوراً اپنے سفیر بھیج کر خوارزم شاہ سے اس کی شکایت کی، سلطان محمد نے سفیروں کے سردار کو بھی قتل کر دیا اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے ان کی داڑھیاں جلوادیں، اس سفارت میں سے جن لوگوں کی جان بچ گئی تھی وہ چنگیز خان کے پاس واپس آئے اور کل حال عرض کیا، دشت گوبی کا خان حال سنتے ہی ایک پہاڑی پر چڑھ گیا کہ تنہائی میں اس واقعہ پر غور کرے، مغلوں کے ایلچی کو مار ڈالنا ایسا فعل تھا جسے بغیر سزا کے چھوڑ نا ممکن نہ تھا، یہ حرکت ایسی تھی جس کا بدلہ لینا مغلوں کی گزشتہ روایات کے لحاظ سے ضروری تھا۔

چنگیز خان نے کہا جس طرح آسمان پر دو آفتاب نہیں رہ سکتے، اسی طرح زمین پر دو خاقان نہیں رہ سکتے"۔

اسلام کے مشرقی ممالک تاتاریوں کی زد میں

"تاتاریوں نے پہلے بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس کو ایک تودہ خاک بنا دیا، شہر کی آبادی میں سے کوئی زندہ نہیں بچا، پھر سمرقند کو خاک سیاہ کر دیا اور ساری آبادی کو فنا کے گھاٹ اُتار دیا، یہی حشر عالم اسلام کے نامی گرامی شہروں رے، ہمدان، زنجان، قزوین، مرو، نیشاپور اور خوارزم کا ہوا۔ خوارزم شاہ جو عالم اسلامی کا واحد فرمانروا اور سب سے طاقتور سلطان تھا، تاتاریوں کے خوف سے بھاگا پھرتا تھا اور تاتاری اس کے تعاقب

Marfat.com

میں تھے، یہاں تک کہ ایک نامعلوم جزیرہ میں اس کی موت واقع ہوئی۔

خوارزم شاہ نے ایران وترکستان کی اسلامی ریاستوں اور خودمختار حکومتوں کو اپنی شاہی میں ضم کرلیا تھا، اس لئے جب انہوں نے تاتاریوں کے مقابلے میں شکست کھائی تو پھران کا مقابلہ کرنے والا مشرق میں کوئی نہ تھا، تاتاریوں کی ہیبت اور مسلمانوں پر ان کی دہشت کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات ایک تاتاری ایک گلی میں گھسا ہے، جہاں سومسلمان موجود تھے کسی کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اوراس نے ایک ایک کر کے سب کوقتل کردیا، اورکسی نے ہاتھ تک نہ اُٹھایا۔

ایک گھر میں ایک تاتاری عورت، مرد کے بھیس میں گھس گئی اورتنہا سارے گھروالوں کوقتل کردیا، پھرایک قیدی کوجواس کے ساتھ تھا، احساس ہوا کہ یہ عورت ہے تواس نے اس کوقتل کردیا، بعض اوقات تاتاری نے کسی مسلمان کوگرفتار کیا اوراس سے کہا کہ اس پتھر پرسر رکھ دے، میں خنجر لاکر تجھے ذبح کروں گا، مسلمان سہا پڑا رہا اور بھاگنے کی ہمت نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ شہر سے خنجر لایا اوراس کو ذبح کیا۔

تاتاری یورش عالم اسلام کے لئے بلائے عظیم تھی، جس سے دنیاء اسلام کی چولیں ہل گئیں، مسلمان مبہوت وششدر تھے، ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہراس اور یاس کا عالم طاری تھا، تاتاریوں کوایک بلائے بے درماں سمجھا جاتا تھا، ان کا مقابلہ ناممکن اوران کی شکست ناقابل قیاس سمجھی جاتی تھی، یہاں تک کہ ضرب المثل کے طور پر یہ فقرہ مشہور تھا:

اِذَاقِيْلَ لَكَ اِنَّ التَّتَرَانْهَزَمُوْافَلَاتُصَدِّقْ

''یعنی اگرتم سے کہا جائے کہ تاتاریوں کوکہیں شکست ہوئی ہے تو یقین نہ کرنا''۔

جن ملکوں یاشہروں کی طرف ان کا رخ ہوجاتا سمجھ لیا جاتا تھا کہ ان کی شامت آگئی، جان ومال، عزت وآبرو، مساجد ومدارس کی خیرنہیں تھی، تاتاریوں کا رخ کرنا بربادی، قتل عام، ذلت وبے آبروئی کا مرادف تھا۔

ایک مرتبہ تقریباً سارا عالم اسلام (خصوصاً اس کا مشرقی حصہ) اس فتنہ جہاں سوز کی لپیٹ میں آگیا، مورخ ہرطرح کے واقعات پڑھتا اورلکھتا ہے، اس کے سامنے قوموں کی بربادی اورملکوں کی تباہی کے اتنے مناظر

Marfat.com

گزرتے ہیں کہ اس کی طبیعت بے حس اور اس کا قلم بے درد ہو جاتا ہے لیکن اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ابن اثیر جیسا مورخ (جس نے بڑے صبر وتحمل کے ساتھ دنیا کی تاریخ لکھی ہے) اپنی قلبی کیفیت اور تاثر کو چھپا نہیں سکا، وہ لکھتا ہے:

''یہ حادثہ اتنا ہولناک اور ناگوار ہے کہ میں کئی برس تک اس پس وپیش میں رہا کہ اس کا ذکر کروں یا نہ کروں، اب بھی بڑے تردد وتکلف کے ساتھ اس کا ذکر کر رہا ہوں، واقعہ بھی یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی خبر موت سنانا کس کو آسان ہے اور کس کا جگر ہے کہ ان کی ذلت و رسوائی کی داستان سنائے؟ کاش میں نہ پیدا ہوا ہوتا، کاش میں اس واقعہ سے پہلے مر چکا ہوتا اور بھولا بسرا ہو جاتا، لیکن مجھے بعض دوستوں نے اس واقعہ کے لکھنے پر آمادہ کیا، پھر بھی مجھے تردد تھا لیکن میں نے دیکھا کہ نہ لکھنے سے کچھ فائدہ نہیں، یہ وہ حادثہ عظمیٰ اور مصیبتِ کبریٰ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

اس واقعہ کا تعلق تمام انسانوں سے ہے لیکن خاص طور پر مسلمانوں سے ہے، اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ از آدم تا ایں دم ایسا واقعہ دنیا میں پیش نہیں آیا تو وہ غلط دعویٰ نہ ہوگا، اس لئے کہ تاریخوں میں اس واقعہ کے پاسنگ بھی کوئی واقعہ نہیں ملتا اور شاید دنیا قیامت تک (یاجوج ماجوج کے سوا) کبھی ایسا واقعہ نہ دیکھے، ان وحشیوں نے کسی پر رحم نہیں کھایا، انہوں نے عورتوں، مردوں اور بچوں کو قتل کیا، عورتوں کے پیٹ چاک کر دیئے اور پیٹ کے بچوں کو مار ڈالا'' اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم '' یہ حادثہ عالمگیر وعالم آشوب تھا، یہ ایک طوفان کی طرح اٹھا اور دیکھتے دیکھتے سارے عالم میں پھیل گیا''۔

''مرصاد العباد'' کا مصنف جو اس تاتاری حملہ کا عینی شاہد ہے اور جس کا مولد، رے اور مسکن ہمدان ہے، جو اس تاتاری غارت گری کی نذر ہو چکے تھے، لکھتا ہے:

''تاریخ مشہور سنہ سبع وعشر وستمائۃ لشکر مخذول کفار تاتار ''خَذَلَھُمُ اللّٰہُ وَدَمَّرَھُمْ'' استیلا

Marfat.com

یافت برآں دیاروآں فتنہ وفساد وقتل وہدم وحرق کہ ازاں ملاعین ظاہر گشت در ہیچ عصر در زمان کفر واسلام کس نشان نہ دادہ است، ودر ہیچ تاریخ نیامدہ وقبل ازیں پیشتر چگونہ بود کہ از یک شہر رے کہ مولد ومنشائے ایں ضعیف است قیاس کردہ اند کما بیش ہفت صد ہزار آدمی بقتل آمدہ است واسیر گشتہ از شہر وولایت وفتنہ وفساد آں ملاعین مخاذیل بر حملگی اسلام واسلامیاں ازاں زیادرت است کہ در حیز عبارت گنجد وایں واقعہ از آں شائع تر است در جہاں کہ بشرح حاجت فتدو اگر عیاذاً باللہ غیرت وحمیت اسلام درنہاد ملوک وسلاطین نجنبد کہ عہدہ رعایت مسلمانی و مسلماناں در ذمہ ایشاں است کہ ''اَلْاَمِیْرُ رَاعٍ عَلٰی رَعِیَّتِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْھُمْ'' [1] وار یحیت ورجولیت دین وامن ایشاں نگیرد تا باتفاق جمعیتے کنند و کمر انقیاد فرمان ''اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ'' [2] برمیاں جان بندندو نفس ومال وملک در دفع ایں فتنہ فدا کند بوے آں ست آید کہ بیک بارگی مسلمانی برانداختہ شودد اکثر بلاد اسلام برافتادایں بقیت رانیز براندازند وجہاں کفر گیردو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خوف وخطر آں ست کہ مسلمانی آں قدر اسمے کہ ماندہ بود شومی معاملہ مادعیان بے معنی چناں برخیزد کہ نہ اسم ماند نہ رسم۔''

تنہا عالمِ اسلام نہیں اس وقت پوری متمدن دنیا تاتاریوں کے حملہ سے لرزہ براندام تھی، جہاں ان کے پہنچنے کے بہت کم امکانات تھے وہاں بھی دہشت پھیلی ہوئی تھی، گبن اپنی مشہور کتاب ''تاریخ انحطاط وسقوط رومہ'' میں لکھتا ہے:

''سویڈن کے باشندوں نے روس کے ذریعہ تاتاری طوفان کی خبر سنی، ان پر اتنی دہشت طاری ہوئی کہ وہ ان کے خوف سے اپنے معمول کے مطابق انگلستانی ساحل پر شکار کھیلنے کے لئے نہیں نکلے''۔

کیمبرج کی ''تاریخ عہد وسطی'' کے مصنفوں نے مغلوں کے اس شدید تصادم کو جس کا محرک چنگیز خان ہو،

---

[1] مسند احمد، رقم الحدیث: ۵۹۰۱۔ [2] توبۃ: ۴۱۔

Marfat.com

بڑی خوبی کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''انسان کی طاقت سے باہر تھا کہ مغلوں کو روک سکیں، دشت وصحرا کے تمام خطروں پر وہ غالب آئے، پہاڑ، سمندر، موسمی سختیاں، قحط وبائیں کوئی بھی ان کی راہ میں مزاحم نہ ہوسکا، کسی قسم کے خطروں کا انہیں خوف نہ تھا، کوئی قلعہ ان کے حملہ کی تاب نہ لاسکتا تھا اور رحم کے لئے کسی مظلوم کی فریاد ان پر اثر نہ کرتی تھی، یہاں میدان تاریخ میں ایک نئی طاقت سے ہم کو واسطہ پڑتا ہے، یہ طاقت اور زور ایسا تھا جس نے بہت سے ملکی اور سیاسی قضیوں کا چشم زدن میں فیصلہ کر دیا اور انہیں اس طرح مٹا دیا جیسے آسمان زمین پر گر کر سب چیزوں کو مٹا دے، یہ ملکی اور سیاسی قضیے بھی ایسے تھے کہ اگر آفت نازل نہ ہوتی تو آگے چل کر یا تو کسی کے حل کئے وہ حل نہ ہوتے اور اگر رہتے تو کبھی ختم ہونا نہ جانتے، تاریخ عالم میں اس نئی قوت کا ظہور یعنی ایک شخص واحد کی یہ قابلیت کہ بنی نوع انسان کے تمدن کو بدل دے چنگیز خاں سے شروع ہوا اور اس کے پوتے قوبیلائی خاں پر ختم ہوگیا، جس کے زمانہ میں مغلوں کو سالم اور بسیط سلطنت نے تقسیم وتفریق کے آثار ظاہر کرنے شروع کر دیئے، ایسی طاقت پھر کبھی دنیا کے پردہ پر ظاہر نہیں ہوئی''۔

بغداد کی تباہی

بالآخر یہ وحشی عالم اسلام کو زیروزبر کرتے، خون کے دریا بہاتے اور آگ لگاتے ۶۵۶ھ میں چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں کی سرکردگی میں دنیائے اسلام کے دارالخلافت اور اس عصر کے سب سے بڑے علمی مرکز اور متمدن شہر بغداد میں داخل ہوئے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی، بغداد کی تباہی اور مسلمانوں کے قتلِ عام کی تفصیل طویل اور بہت دردناک ہے، کچھ اندازہ ان مورخین کے بیانات سے ہوگا جنہوں نے اس حادثہ کے آثار اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اس کی تفصیلات دیکھنے والوں سے سنیں۔

Marfat.com

مورخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''بغداد میں چالیس دن تک قتل وغارت کا بازار گرم رہا، چالیس دن کے بعد یہ گلزار شہر جو دنیا کا پررونق ترین شہر تھا، ایسا ویران وتاراج ہوگیا کہ تھوڑے سے آدمی دکھائی دیتے تھے، بازاروں اور راستوں پر بارش ہوئی تو صورتیں بگڑ گئیں اور سارے شہر میں بدبو پھیلی جس سے شہر کی ہوا خراب ہوگئی اور سخت وبا پھیلی جس کا اثر شام تک پہنچا، اس ہوا اور وبا سے بکثرت مخلوق مری، گرانی، وبا اور فنا، تینوں کا دور دورہ تھا''۔

شیخ تاج الدین السبکی لکھتے ہیں:

''ہلاکو خاں نے خلیفہ بغداد (مستعصم) کو ایک خیمہ میں اتارا اور وزیر ابن العلقمی نے علماء واعیان شہر کو دعوت دی کہ خلیفہ اور ہلاکو کے صلح نامہ پر گواہ بنیں، وہ آئے تو ان سب کی گردن اُڑا دی گئی، اسی طرح ایک ایک گروہ یکے بعد دیگرے بلایا جاتا اور اس کی گردن اڑا دی جاتی، پھر خلیفہ کے معتمدین ومقربین کو بلایا گیا اور ان کو بھی قتل کر دیا گیا، خلیفہ کے متعلق عام طور پر مشہور تھا کہ اگر اس کا خون زمین پر گرا تو کوئی بڑی آفت آجائے گی، ہلاکو کو تردد تھا، نصیر الدین طوسی نے کہا کہ یہ کچھ مشکل بات نہیں، خلیفہ کا خون نہ بہایا جائے بلکہ دوسری طرح اس کی جان لی جائے، چنانچہ اس کو فرش میں لپیٹ دیا گیا اور ٹھوکروں اور لاتوں سے اس کو ختم کر دیا گیا''۔

بغداد میں ایک مہینہ سے زیادہ قتل عام جاری رہا اور صرف وہی بچ سکا جو چھپا رہا، کہا جاتا ہے کہ ہلاکو نے مقتولین کو شمار کرایا تو ۱۸ لاکھ مقتول شمار ہوئے۔

عیسائیوں کو حکم دیا گیا کہ علانیہ شراب پئیں اور سور کا گوشت کھائیں، اگرچہ رمضان کا زمانہ تھا مگر مسلمانوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ شرکت کریں، مسجدوں کے اندر شراب انڈیلی گئی اور اذان کی ممانعت کردی گئی، یہ وہ بغداد ہے جو (جب سے آباد ہوا) کبھی دار الکفر نہیں ہوا تھا، وہاں وہ واقعہ پیش آیا جو کبھی تاریخ میں پیش نہیں آیا۔ [1]

[1] تاریخ دعوت وعزیمت، ج:۱، ص:۳۱۲ تا ۳۱۹۔

Marfat.com

فتنہ یاجوج ماجوج

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

یاجوج ماجوج، ایک تعارف:

حضرت آدم علیہ السلام کو ''ابوالبشر اوّل'' اور حضرت نوح علیہ السلام کو ''ابوالبشر ثانی'' کہا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے چار بیٹوں میں سے ''کنعان'' تو طوفانِ نوح میں ہلاک ہو گیا، جبکہ باقی تین بیٹے نجات یافتہ ہو کر تین مختلف نسلوں کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنے:

۱۔ سام کو ''ابوالعرب'' کا خطاب ملا۔ ۲۔ حام ''ابوالسودان'' کے نام سے متعارف ہوئے۔

۳۔ یافث ''ابوالترک'' کے خطاب سے مشہور ہوئے۔

یافث ہی کی اولاد سے ''یاجوج ماجوج'' کا ہونا ثابت ہے۔ اس سلسلے میں کتاب مقدس تورات سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''نوح کے بیٹوں سام، حام اور یافث کی اولاد یہ ہیں، طوفان کے بعد ان کے ہاں بیٹے پیدا ہوئے، بنی یافث یہ ہیں جمر اور ماجوج اور مادی اور یاوان اور توبل اور مسک اور تیراس''۔[1]

یاجوج اور ماجوج حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے اور یافث کے بیٹے تھے، پھر بانی قبیلہ کے نام پر قبیلہ کو منسوب کر دیا گیا، جیسے کہ ''عاد وسبا'' کہ ''عاد'' بھی ایک شخص کا نام تھا جس کی طرف پوری قوم اور قبیلے کو منسوب کر دیا گیا، اسی طرح ''سبا'' بھی ایک شخص کا نام تھا، بعد میں اس کی طرف پوری قوم کی نسبت کر دی گئی، اسی طرح یاجوج ماجوج بھی شخصی نام تھے جن کی طرف ان کی پوری قوم اور قبیلے کو منسوب کر دیا گیا اور ان کی قوم کو انہیں کے نام سے پکارا جانے لگا۔

---

[1] کتاب مقدس، ج:۱، ص:۱۱، پیدائش: باب نمبر ۱۰، آیت نمبر ۱، ۲۔

Marfat.com

لفظ یاجوج ماجوج کی حقیقت

گزشتہ تحریر سے معلوم ہوا کہ یاجوج ماجوج دو قبیلوں کا نام ہے جو اپنے بانی کی طرف منسوب ہیں، اب اس بات پر غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دونوں لفظوں کی حقیقت کیا ہے؟ کیونکہ ظاہر ہے کہ اتنے قدیم نام اپنی اصل سے بگڑتے بگڑتے ہی اس حال پر پہنچے ہوں گے جیسا کہ ہم دوسرے بہت سے الفاظ دیکھتے ہیں جو ابتداء میں ان حروف سے مرکب تھے جنہیں نیرنگئی زمانہ سے برقرار نہ رکھا جا سکا چنانچہ اس سلسلے میں ہمارے سامنے مختلف الفاظ آتے ہیں جن کی بگڑی ہوئی صورت یاجوج ماجوج ہے۔

(۱) موگ اور یوچی	(۲) گاگ اور میگاگ	(۳) منگولیا اور منجوریا
(۴) کاس اور میکاس	(۵) جین اور ماجین	(۶) آقوق اور ماقوق
(۷) گوگ اور ماگوگ	(۸) غوغ اور ماغوغ	(۹) کوک اور وکوک

یاجوج ماجوج کا مصداق

ماضی قریب کے بعض علماء نے اس کا مصداق منگولیا کے صحرا نورد وحشی قبائل کو قرار دیا ہے اور ان کے سلسلے کو مزید وسیع کرتے ہوئے تاتاریوں کو بھی ان میں ہی شامل کیا ہے اور تاتاری یورش کو اسی کا ایک شاخسانہ قرار دیا ہے ایسے علماء میں مولانا ابوالکلام آزاد کا نام بہت نمایاں ہے، اسی طرح مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی صاحبؒ بھی اسی رائے کے حامی و موید دکھائی دیتے ہیں۔

حجاز: یہ ان تمام اقوام کا مرکز اور سرچشمہ ہے جن کے نام کے ساتھ سامی النسل ہونے کا پیوند لگا ہے۔

منگولیا یا چینی ترکستان: اسے کا کیشیا بھی کہا جاتا ہے۔

حجاز سے نکلنے کے بعد جو اقوام مختلف علاقوں میں جا کر آباد ہوئیں، ان کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) عاد اولی	(۲) عاد ثانیہ	(۳) جدیس
(۴) طسم	(۵) شاہان حمیر	(۶) عمالقہ مصر
(۷) شام	(۸) عراق وغیرہ	

Marfat.com

اور چینی ترکستان سے جو اقوام مختلف علاقوں میں جا کر سکونت پذیر ہوئیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) اوسط ایشیا (ایران) (۲) یورپ (۳) ہندوستان (آرین)

(۴) بحر اسود (۵) رشین وغیرہ

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایران، یورپ اور ہندوستان وغیرہ علاقوں میں جتنے افراد و اقوام ایک معاشرتی زندگی کے بندھن سے وابستہ ہیں یہ تمام نہ سہی بہر حال ایک بڑی اکثریت کا کیشیا سے ترک وطن کر کے ان مختلف علاقوں میں آ کر سلسلہ بود و باش سے منسلک ہوئے ہیں اور ابتداء ان کی زندگی صحرا نورد وحشی قبائل والی تھی اب اگر اس کے ساتھ علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا یہ حصہ جوڑ دیا جائے تو بات نتیجہ خیز حد تک پہنچ جائے گی، وہ فرماتے ہیں۔

"اِنَّ رُوْسِیَا مِنْ یَّاْجُوْجَ وَاَھْلَ بِرِیْطَانِیَا مِنْ مَّاْجُوْجَ" [1]

"کہ روسیوں کا تعلق یاجوج سے ہے اور اہل برطانیہ ماجوج کی طرف منسوب ہیں"۔

یاجوج، ماجوج کے متعلق چند باتیں واضح ہیں

(۱) یاجوج ماجوج کی رسمی تعیین کے باوجود ان کی حتمی تعیین ممکن نہیں۔

(۲) مختلف اقوام پر ان صفات کو منطبق کر کے کوئی فیصلہ کرنا بھی ممکن ہے۔

(۳) اس سلسلے میں دیگر تحریری و غیر تحریری مواد سے بھی فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔

(۴) اس سب کے باوجود اس کی حیثیت امکانی ہی ہو گی، یقینی نہیں۔

ان چار نکات کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا منشاء یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اوّلاً تو ہمیں ان اقوام کی تعیین کے درپے نہیں ہونا چاہئے اور اگر تحقیق کے میدان میں اس کی ضرورت پڑے تو پھر قرآن میں بیان کردہ صفات کی روشنی میں کوئی فیصلہ کر لیا جائے لیکن وہ قطعی پھر بھی نہ ہو گا۔ واللہ اعلم۔

[1] فیض الباری ج ۴ ص ۲۵۔

Marfat.com

قبائل یاجوج ماجوج

یاجوج ماجوج بھی اسی طرح قبائلی تقسیم سے منسلک ہیں جس طرح دیگر مختلف علاقوں میں آباد لوگ قبائلی تقسیم کا حصہ ہیں مورخین ومفسرین کے مطابق ان کے بائیس قبیلے ہیں، چنانچہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''قرطبی نے اپنی تفسیر میں بحوالہ سدّی نقل کیا ہے کہ یاجوج ماجوج کے بائیس قبیلوں میں سے اکیس قبیلوں کو سدذوالقرنین سے بند کر دیا گیا، ان کا ایک قبیلہ سدذوالقرنین کے اندر اس طرف رہ گیا وہ ترک ہیں''۔[1]

اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

''اور بعض عرب مورخین نے تو ''ترک'' کی وجہ تسمیہ ہی یہ بیان کر دی کہ یہ وہ قبائل ہیں جو یاجوج ماجوج کے ہم نسل ہونے کے باوجود سد سے ورے آباد تھے اور اس لئے جب ذوالقرنین نے سد قائم کی اور ان کو اس میں شامل نہیں کیا تو اس چھوڑ دیئے جانے کی وجہ سے وہ ''ترک'' کہلائے''۔[2]

ذوالقرنین کے متعلق قرآنی معلومات کا خلاصہ

۱۔ ذوالقرنین کو روئے زمین کی بادشاہت اور ہر طرح کا سامانِ ضرورت مہیا کیا گیا تھا۔

۲۔ ذوالقرنین نے ایک سفر مغرب اور ایک سفر مشرق کی طرف کیا۔

۳۔ ذوالقرنین کا تیسرا سفر ایک نامعلوم سمت کی طرف ہوا، تاہم اس کی علامت یہ تھی کہ وہ علاقہ دو درّوں کے درمیان واقع تھا۔

۴۔ اس علاقے کے لوگوں کی زبان ذوالقرنین کے لئے نامانوس تھی۔

[1] معارف القرآن ج ۵ ص ۶۴۹۔ [2] قصص القرآن سوم ص ۱۹۵۔

Marfat.com

۵۔ اس علاقے کے لوگوں نے "یاجوج ماجوج" کے فساد برپا کرنے اور تنگ کرنے کی شکایت ذوالقرنین سے کی۔

۶۔ ان لوگوں نے ذوالقرنین سے ایک رکاوٹ اور سد بنانے کی درخواست کی اور اس پر انہیں مزدوری واُجرت یا ٹیکس واجب الاداء کی بھی پیشکش کی۔

۷۔ ذوالقرنین نے اس پیشکش کو عمدہ طریقے سے ردّ کر کے ان کی درخواست قبول کر لی۔

۸۔ ذوالقرنین نے ان سے لوہے کی چادریں منگوا کر انہیں دیوار کی طرح جوڑا اور آگ کی بھٹیاں لگا کر انہیں خوب دھونکا گیا۔

۹۔ ذوالقرنین نے لوہے کی دیوار قائم کرنے کے بعد اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلا تا کہ وہ اچھی طرح مضبوط اور ناقابل تسخیر ہو جائے۔

۱۰۔ اس مضبوط دیوار کے تعمیر ہو چکنے کے بعد ذوالقرنین نے بارگاہ خداوندی میں حمد و شکر کا نذانہ عقیدت پیش کیا۔

۱۱۔ ذوالقرنین نے "وعدرب" آنے تک اس دیوار کے قائم رہنے کا اندازہ لگایا۔

۱۲۔ اس دیوار کے بن جانے کے بعد وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے میں موج در موج مشغول ہو گئے اور باہر کے لوگ ان کے فسادات اور حملوں سے محفوظ ہو گئے۔

ذوالقرنین کے اوصاف

(۱) نیک سیرت، عادل اور انصاف پسند۔ (۲) خدائے لم یزل پر ایمان۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا اس سے بلاواسطہ یا بالواسطہ خطاب۔ (۴) وعدہ ربّ پر یقین کامل۔

قرآن کریم میں یاجوج ماجوج کا تذکرہ

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ . حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ

Marfat.com

وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ [1]

''اور جس بستی کو ہم نے ہلاکت کے گھاٹ اُتار دیا، ان کے لئے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ وہ لوٹ کر واپس نہیں آسکتے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے اور وہ ہر بلندی پر سے پھسلتے ہوئے دکھائی دیں گے''۔

قرآن کریم کی ان دونوں آیتوں سے حسبِ ذیل وضاحت ہمارے سامنے آتی ہے:

(۱) ہلاک شدہ اقوام کو دنیا میں دوبارہ نہیں بھیجا جائے گا۔
(۲) یاجوج ماجوج کو کھولا جائے گا (گویا کہ انہیں کہیں بند کیا ہوا ہے یا جکڑا ہوا ہے)
(۳) وہ اُونچے مقامات (پہاڑوں) سے نیچے اُتریں گے۔
(۴) کثرت کے باعث وہ پھسلتے ہوئے معلوم ہوں گے۔
(۵) لالچ اور بخل سے کوسوں دور۔
(۶) سد سکندری کی تعمیر۔
(۷) ذوالقرنین کے لقب سے شہرت۔

سکندر ذوالقرنین اور سکندر مقدونی دو مختلف شخصیات ہیں

(۱) سکندر مقدونی یونان کا رہنے والا تھا اور سکندر ذوالقرنین یونان کا رہنے والا نہیں تھا۔
(۲) سکندر مقدونی کا وزیر مشہور فلسفی ''ارسطو'' تھا جبکہ سکندر ذوالقرنین کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے۔
(۳) سکندر یونانی مشہور بادشاہ دارا کا قاتل تھا جبکہ سکندر ذوالقرنین کا ایسا کوئی واقعہ مذکور نہیں۔
(۴) سکندر یونانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صرف تین سو سال پہلے گزرا ہے جبکہ سکندر ذوالقرنین اس سے دو ہزار سال پہلے گزرا ہے۔
(۵) سکندر یونانی مشرک تھا جبکہ سکندر ذوالقرنین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ پایا، اسلام قبول کیا اور

[1] الانبیاء: ۹۵، ۹۶۔

Marfat.com

ان کے ساتھ مل کر حج کی سعادت حاصل کی۔

یہ پانچ نکات اس بات کو واضح کرنے کیلئے کافی ہیں کہ سکندر یونانی وہ ذوالقرنین نہیں جس کا تذکرہ قرآن کریم میں کیا گیا۔

سدِّ سکندری کا محل وقوع

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جاننا چاہئے کہ مصنفین و مولفین نے اس سد یاجوج و ماجوج کی تعیین کے متعلق اپنے اپنے مقالات و خیالات جمع کئے ہیں اور اس کے مصداق میں اپنی اپنی کہی ہے لیکن قرآن و حدیث میں جو اس کے چند اوصاف معلوم ہوتے ہیں، ایک یہ کہ اس کا بانی کوئی بندہ مقبول ہے، دوسرے یہ کہ وہ جلیل القدر بادشاہ ہے، تیسرے یہ کہ وہ دیوار آہنی ہے، چوتھے یہ کہ اس کے دونوں سرے دو پہاڑوں سے ملے ہیں، پانچویں یہ کہ اس دیوار کے اس طرف جو یاجوج و ماجوج ہیں وہ ابھی باہر نہیں نکل سکے، چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اس میں تھوڑا سا سوراخ ہو گیا ہے، ساتویں یہ کہ وہ لوگ ہر روز اس کو چھیلتے ہیں اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ویسی ہی دبیز (موٹی) ہو جاتی ہے اور قربِ قیامت میں جب چھیل چکیں گے تو کہیں گے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کل بالکل آر پار کر دیں گے چنانچہ اس روز پھر وہ دبیز نہ ہوگی اور اگلے روز اس کو توڑ کر نکل پڑیں گے، آٹھویں یہ کہ یاجوج و ماجوج کی قوت باوجود آدمی ہونے کے آدمیوں سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور عدد میں بھی بہت زیادہ ہیں۔

نویں یہ کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں نکلیں گے اور اس وقت عیسیٰ علیہ السلام بوحی الٰہی خاص خاص لوگوں کو لے کر کوہ طور پر چلے جائیں گے، باقی لوگ اپنے اپنے طور پر قلعہ بند اور محفوظ مکانوں میں بند ہو جائیں گے، دسویں یہ کہ وہ دفعۃً غیر معمولی موت سے مر جاویں گے اوّل کے پانچ

Marfat.com

اُوصاف قرآن سے اور اخیر کے پانچ اُوصاف احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتے ہیں پس جو شخص ان سب اوصاف کو پیش نظر رکھے گا اس کو معلوم ہوگا کہ جتنی دیواروں کا لوگوں نے رائے سے پتہ دیا ہے یہ مجموعہ اُوصاف ایک میں بھی نہیں پایا جاتا، پس وہ خیالات صحیح نہیں معلوم ہوتے اور حدیثوں کا انکار یا نصوص کی تاویلات بعیدہ خود دین کے خلاف ہے''۔[1]

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے اتنی بات توصحت کے ساتھ ثابت ہے کہ ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کی تاخت وتاراج سے بچاؤ کے لئے ایک دیوار قائم کی تھی جس میں اہل علاقہ نے افرادی طور پر وسائل کے ساتھ ذوالقرنین کا ہاتھ بٹایا تھا لیکن قرآن وحدیث اس مسئلے کی تحقیق کو اپنا موضوع نہیں بناتے کہ جغرافیائی طور پر بھی اس دیوار کی تعیین کی جائے کہ وہ کہاں اور کس سمت میں واقع ہے؟ اس لئے اس موقع پر سب سے پہلے تو اپنے ذہن میں اس بات کو راسخ کر لینا چاہئے کہ یہ عقیدہ کے مسائل میں سے نہیں بلکہ جغرافیائی مسائل میں سے ہے۔

سورۂ کہف کی چار آیات کا خلاصہ

سورۂ کہف کی آیت نمبر ۹۳ تا ۹۶ سے مندرجہ ذیل امور منقح ہوتے ہیں:

(۱) ذوالقرنین کا تیسرا سفر ایک ایسی جگہ پہنچ کر ختم ہوا جہاں دو پہاڑی درے موجود تھے۔

(۲) ان دروں کی دونوں جانب مختلف اقوام آباد تھیں اور پچھلی جانب کی وحشی اقوام اگلی جانب آ کر فساد برپا کرتی تھیں۔

(۳) ان دونوں پہاڑی دروں کو بند کرنے سے پچھلی جانب آباد وحشی اقوام کے حملوں سے حفاظت ہونے کا یقین غالب تھا۔

(۴) ذوالقرنین نے ان پہاڑی دروں کو بند کرنے کے لئے سب سے پہلے لوہے کی ایک دیوار تعمیر کی۔

---

[1] بیان القرآن۔

Marfat.com

(۵) لوہے کی ان چادروں سے ہی ''اینٹ پتھر کے بغیر'' ذوالقرنین نے لوہے کی ایک دیوار تعمیر کی۔

(۶) جب دونوں درے بند ہو گئے اور لوہے کی وہ دیوار پہاڑ کی چوٹی سے باتیں کرنے لگی تو ذوالقرنین کے حکم سے اس دیوار کو آگ سے خوب اچھی طرح دھونکا گیا۔

(۷) پھر لوہے کی اس گرم دیوار پر پگھلا ہوا تانبہ یا سیسہ ڈالا گیا تا کہ وہ خوب مضبوط ہو جائے اور سد سکندری کی تعمیر مکمل ہو جائے۔

متعدد دیواروں کی تعمیر

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

۱۔ یاجوج ماجوج کی تاخت و تاراج اور شر و فساد کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ ایک طرف ''کا کیشیا'' کے نیچے بسنے والے ان کے ظلم و ستم سے نالاں تھے تو دوسری جانب تبت اور چین کے باشندے بھی ان کی شمالی دستبرد سے محفوظ نہ تھے، اس لئے حضرت ایک ہی غرض کے لئے یعنی قبائل یاجوج و ماجوج کے شر و فساد اور لوٹ مار سے بچنے کے لئے مختلف تاریخی زمانوں میں متعدد ''سد'' تعمیر کی گئیں، ان میں سے ایک ''سد'' وہ ہے جو ''دیوار چین'' کے نام سے مشہور ہے، یہ دیوار تقریباً ایک ہزار میل طویل ہے، اس دیوار کو منگولی ''اتکو وہ'' کہتے ہیں اور ترکی میں اس کا نام ''بوقورقہ'' ہے۔

۲۔ دوسری سد وسط ایشیاء میں بخارا اور ترمذ کے قریب واقع ہے اور اس کے محل وقوع کا نام در بند ہے، یہ سد مشہور مغل بادشاہ تیمور لنگ کے زمانہ میں موجود تھی اور شاہ روم کے ندیم خاص سیلا برجر جرمنی نے بھی اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اور اندلس کے بادشاہ کسٹیل کے قاصد کلا یجو نے بھی اپنے سفر نامہ میں کیا ہے، یہ ۱۴۰۳ء میں اپنے بادشاہ کا سفیر ہو کر جب تیمور صاحب قراں کی خدمت میں حاضر ہوا ہے تو اس جگہ سے گزرا ہے، وہ لکھتا ہے کہ باب الحدید کی سد موصل

Marfat.com

کے اس راستے پر ہے جو سمرقند اور ہندوستان کے درمیان واقع ہے"۔ [1]

۳۔ تیسری "سد" روسی علاقہ "داغستان" میں واقع ہے، یہ بھی دربند اور باب الابواب کے نام سے مشہور ہے اور بعض مورخین اس کو "الباب" بھی لکھ دیتے ہیں، یاقوت حموی نے معجم البلدان میں، ادریسی نے جغرافیہ میں اور بستانی نے دائرۃ المعارف میں اس کے حالات کو بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے:

"داغستان میں دربند ایک روسی شہر ہے، یہ شہر بحر خزر (کاسپین) غربی کے کنارے واقع ہے، اس کا عرض البلد ۳۔ ۴۳ شمالاً اور طول البلد ۱۵۔ ۸۴ شرقاً ہے اور اس کو "دربند انوشیرواں" بھی کہتے ہیں اور "باب الابواب" کے نام سے بہت مشہور ہے اور اس کے اطراف و جوانب کو قدیم زمانہ سے چہار دیوار گھیرے ہوئے ہیں، جن کو قدیم مورخین ابواب البانیہ کہتے آئے ہیں اور اب یہ خستہ حالت میں ہے، اور اس کو باب الحدید اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی سد کی دیواروں میں لوہے کے بڑے بڑے پھاٹک لگے ہوئے تھے"۔ [2]

۴۔ اور جب اسی باب الابواب سے مغرب کی جانب کاکیشیا کے اندرونی حصوں میں بڑھتے ہیں تو ایک درہ ملتا ہے جو "درہ داریال" کے نام سے مشہور ہے اور یہ کاکیشیا کے بہت بلند حصوں سے گزرا ہے، یہاں ایک چوتھی سد ہے جو "قفقاز" یا جبل قوقایا جبل قاف کی سد کہلاتی ہے اور یہ سد دو پہاڑوں کے درمیان بنائی گئی ہے۔ بستانی اس کے متعلق لکھتا ہے:

"اور اس کے قریب ایک اور سد ہے جو غربی جانب بڑھتی چلی گئی ہے، غالباً اس کو اہل فارس نے شمالی بربروں سے حفاظت کی خاطر بنایا ہوگا کیونکہ اس کے بانی کا صحیح حال معلوم نہیں ہوسکا، بعض نے اس کی نسبت سکندر کی طرف کر دی اور بعض نے کسریٰ و نوشیرواں کی جانب اور یاقوت کہتا ہے کہ یہ تانبا پگھلا کر اس سے تیار کی گئی ہے"۔ [3]

---

[1] جواہر القرآن ج ۹ ص ۱۹۸۔ [2] دائرۃ المعارف ج ۷ ص ۶۵۱، معجم البلدان ج ۸ ص ۹۔ [3] دائرۃ المعارف ج ۷ ص ۶۵۲۔

Marfat.com

چونکہ یہ سب دیواریں شام ہی میں بنائی گئی ہیں اور ایک ہی ضرورت کے لئے بنائی گئی ہیں، اس لئے ذوالقرنین کی بنائی ہوئی سد کی تعیین میں سخت اشکال پیدا ہوگیا ہے اور اسی لئے ہم مورخین میں اس مقام پر سخت اختلاف پاتے ہیں اور اس اختلاف نے ایک دلچسپ صورت اختیار کرلی ہے اس لئے کہ دربند کے نام سے دو مقامات کا ذکر آتا ہے اور دونوں مقامات میں سد یا دیوار بھی موجود ہے اور غرض بناء بھی ایک ہی نظر آتی ہے۔[1]

حضرت حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"سد ذوالقرنین کے متعلق قرآن عزیز نے دو باتیں صاف صاف بیان کی ہیں، ایک یہ کہ وہ سد دو پہاڑوں کے درمیان تعمیر کی گئی ہے اور اس نے پہاڑوں کے درمیان اس "درہ" کو بند کر دیا ہے جہاں سے ہوکر یاجوج ماجوج اس جانب کے بسنے والوں کو تنگ کرتے تھے"۔

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا. قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ [2]

"یہاں تک کہ جب ذوالقرنین دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو ان دونوں کے اس طرف ایک ایسی قوم کو پایا جن کی بات وہ پوری طرح نہیں سمجھتا تھا، وہ کہنے لگے اے ذوالقرنین! بلاشبہ یاجوج ماجوج اس سرزمین میں فساد مچاتے ہیں۔"

دوسرے یہ کہ وہ سد چونے یا اینٹ گارے سے نہیں بنائی گئی ہے بلکہ لوہے کے ٹکڑوں سے تیار کی گئی ہے، جس میں تانبا پگھلا ہوا شامل کیا گیا تھا۔

اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا. قَالَ اٰتُوْنِىْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا [3]

"میں تمہارے اور ان کے (یاجوج ماجوج کے) درمیان ایک موٹی دیوار قائم کردوں گا، تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لیکر آؤ، یہاں تک کہ پہاڑ کی دونوں پھانکوں (چوٹیوں) کے

---

[1] قصص القرآن حصہ سوم ص ۱۹۵ تا ص ۱۹۷۔ [2] الکہف، رقم الحدیث: ۹۴۔ [3] الکہف، رقم الحدیث: ۹۵، ۹۶۔

Marfat.com

درمیان جب دیوار کو برابر کر دیا تو اس نے کہا کہ دھونکو، یہاں تک کہ جب دھونک کر اس کو آگ کر دیا، کہا لاؤ میرے پاس پگھلا ہوا تانبہ کہ اس پر ڈالوں''۔

اس سے آگے کی کہانی امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی زبانی سنئے اور سر دھنیے لیکن یہ یاد رہے کہ مولانا مرحوم ''سائرس'' کو ہی ذوالقرنین قرار دیتے ہیں اور اسی اعتبار سے انہوں نے اپنی عنان تحقیق کو موڑا ہے، فرماتے ہیں:

''اب ہمیں معلوم کرنا چاہئے کہ سائرس نے جو سد تعمیر کی تھی اس کا صحیح محل کیا تھا اور موجودہ زمانے کے نقشے میں اسے کہاں ڈھونڈنا چاہئے؟ بحرِ خزر کے مغربی ساحل پر ایک قدیم شہر ''دربند'' آباد ہے یہ ٹھیک اس مقام پر واقع ہے جہاں کا کیشیا کا سلسلہ کوہ ختم ہوتا ہے اور بحر خزر سے مل جاتا ہے اس مقام پر قدیم زمانے سے ایک عریض وطویل دیوار موجود ہے جو سمندر سے شروع ہو کر تقریباً تیس میل تک مغرب میں چلی جاتی ہے اور اس مقام تک پہنچ گئی ہے جہاں کا کیشیا کا مشرقی حصہ بہت زیادہ بلند ہو گیا ہے اس طرح اس دیوار نے ایک طرف بحر خزر کا ساحلی مقام بلند کر دیا ہے اور دوسری طرف پہاڑ کا وہ تمام حصہ بھی روک دیا ہے جو ڈھلوان ہونے کی وجہ سے قابل عبور ہو سکتا تھا۔

ساحل کی طرف یہ دیوار دہری ہے یعنی اگر آذربائیجان سے ساحل ہوتے ہوئے آگے بڑھیں تو پہلے ایک دیوار ملتی ہے جو سمندر سے برابر مغرب کی طرف چلی گئی ہے اس میں پہلے ایک دروازہ تھا، دروازے سے جب گزرتے تھے تو شہر دربند ملتا تھا اب یہ صورت باقی نہیں رہی۔

دربند سے آگے پھر اسی طرح کی ایک دیوار ملتی ہے لیکن یہ دوہری دیوار صرف دو میل تک گئی ہے اس کے بعد اکہری دیوار کا سلسلہ ہے دونوں دیواریں جہاں جا کر ملی ہیں وہاں ایک قلعہ ہے، قلعہ تک پہنچ کر دونوں کا درمیانی فاصلہ سو گز سے زیادہ نہیں رہتا لیکن ساحل کے پاس پانچ سو گز ہے اور اسی پانچ سو گز کے عرض میں دربند آباد ہے اس دوہری دیوار کو ایرانی قدیم سے

Marfat.com

''دوبارہ'' کہتے آئے ہیں یعنی دوہرا سلسلہ۔

یہ قطعی ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے ساسانی عہد میں یہ مقام موجود تھا اور اسے ''دربند'' کہا جاتا تھا یعنی بند دروازہ کیونکہ مقدسی، ہمدانی، مسعودی، اصطخروی، یاقوت اور قزوینی وغیرہ تمام مسلمان مؤرخین اور جغرافیہ نویسوں نے اسی نام سے اس کا ذکر کیا ہے اور سب لکھتے ہیں کہ ساسانی عہد میں یہ مقام شمالی سرحد کا سب سے زیادہ اہم مقام تھا کیونکہ اسی راہ سے شمال کے حملہ آور ایران کی طرف بڑھ سکتے تھے، یہ ایرانی ممالک کی کنجی تھی، جس کے ہاتھ یہ کنجی آجاتی وہ پوری مملکت کا مالک ہوجاتا اسی لئے ضروری ہوا کہ اس کی حفاظت کا اس درجہ اہتمام کیا جائے۔

مسلمانوں نے پہلی صدی ہجری میں جب یہ علاقہ فتح کیا تو ساسانیوں کی طرح انہوں نے بھی اس مقام کی اہمیت محسوس کی، وہ اسے باب الابواب اور الباب کے نام سے پکارنے لگے کیونکہ مملکت کیلئے یہی مقام شمالی دروازہ تھا اور یہ ان بہت سے دروازوں میں سے آخری دروازہ تھا جو اس دیوار کے طول میں بنائے گئے تھے، بعضوں نے اسے ''باب الترک'' اور ''باب الخزر'' کے نام سے بھی پکارا ہے کیونکہ تاتاریوں اور تاتاری نسل کا کیشین قبیلوں کی آمدورفت کی راہ یہی تھی''۔

مولانا آزاد مزید تحریر فرماتے ہیں:

''اب ایک سوال اور غور طلب ہے کہ ذوالقرنین نے جو سد تعمیر کی تھی وہ درہ داریال کی سد ہے یا دربند کی دیوار یا دونوں؟ قرآن میں ہے کہ ذوالقرنین دو پہاڑی دیواروں کے درمیان پہنچا، اس نے آہنی تختیوں سے کام لیا، اس نے درمیان کا حصہ پاٹ کر برابر کردیا اس نے پگھلا ہوا تانبہ استعمال کیا تعمیر کی یہ تمام خصوصیات کسی طرح بھی دربند کی دیوار پر صادق نہیں آتیں۔

یہ پتھر کی بڑی سلوں کی دیوار ہے اور دو پہاڑی دیواروں کے درمیان نہیں ہے بلکہ سمندر سے پہاڑ کے بلند حصے تک چلی گئی ہے اس میں آہنی تختیوں اور پگھلے ہوئے تانبے کا کوئی نشان نہیں

Marfat.com

ملتا پس یہ قطعی ہے کہ ذوالقرنین والی سد کا اطلاق اس پر نہیں ہوسکتا۔

''البتہ درہ داریال کا مقام ٹھیک قرآن کی تصریحات کے مطابق ہے، یہ دو پہاڑی چوٹیوں کے درمیان ہے اور جو سد تعمیر کی گئی ہے، اس نے درمیان کی راہ بالکل مسدود کردی ہے چونکہ اس کی تعمیر میں آہنی سلوں سے کام لیا گیا تھا، اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جارجیا میں ''آہنی دروازہ'' کا نام قدیم سے مشہور چلا آتا ہے اسی کا ترجمہ ترکی میں ''دامر کپو'' مشہور ہوگیا بہرحال! ذوالقرنین کی اصلی سد یہی سد ہے''۔ [1]

معلوم ہوا کہ مولانا آزاد مرحوم کے مطابق کاکیشیا کے پہاڑی سلسلوں میں جو درہ ''درۂ داریال'' کے نام سے مشہور ہے یہی وہ آہنی دیوار ہے جو ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے حملوں اور ممکنہ خطرات سے حفاظت کے پیش نظر تعمیر کی تھی اور قرآن کریم میں اسی کا ذکر ہے۔

اس نظریئے کی تائید میں حضرت سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے جو حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں بھی درج کیا ہے، آپ بھی ملاحظہ فرمایئے:

''خلیفہ واثق باللہ نے ایک مرتبہ اپنے دور خلافت میں اپنے ایک امیر کو ایک لشکر (اور ساز و سامان) کے ساتھ سد سکندری کی تحقیق کیلئے روانہ کیا تاکہ اسے دیکھ کر اس کے صحیح حالات بتائیں یہ لوگ منزلیں مارتے ایک شہر سے دوسرے شہر ہوتے ہوئے ملک ملک کی ٹھوکریں کھاتے اس دیوار تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے انہوں نے جب اس دیوار کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ لوہے اور تانبے سے بنائی گئی ہے اس میں ایک بہت بڑا دروازہ ہے جس پر بڑے بھاری قفل چڑھے ہوئے ہیں۔ ان کا یہ سفر دو سال سے زیادہ مدت میں مکمل ہوا''۔ [2]

ہوسکتا ہے کہ اس موقع پر کسی صاحب کے ذہن میں یہ سوال اُبھرے کہ بھلا خلیفہ واثق باللہ کو یہ مسئلہ حل کرنے کے لئے ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کرنے اور اس پر پیسہ خرچ کرنے کا شوق کیوں چرایا؟ تو اس کا جواب

[1] اصحاب کہف اور یاجوج ماجوج ص ۱۱۴، ۱۱۵۔ [2] ابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۱۔

Marfat.com

ابن خرداد کی کتاب ''المسالک والممالک'' سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل واثق باللہ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ یاجوج ماجوج اس آہنی دیوار میں سوراخ کر کے اسے کھولنے پر قادر ہو گئے ہیں، یہ دیکھ کر اسے بڑی فکر لاحق ہوئی کیونکہ یاجوج ماجوج کا خروج تو علامات قیامت میں سے ہے، اگر یہ نکل آتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت قریب آ گئی ہے، اس لئے اس نے تحقیقاتی کمیشن کو متعین کیا۔

بہر حال! مولانا آزاد مرحوم کی تحقیق سے منطقی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا کیشیا کے پہاڑی سلسلوں کے پیچھے درہ داریال کی وجہ سے قید ہیں اور ان کی بود و باش وہیں ہے، قرب قیامت میں وہ یہیں سے خروج کریں گے اور پوری زمین پر چھا جائیں گے۔ ''اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ فِتْنَةِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ''۔

کیا سد ذوالقرنین اب بھی موجود ہے؟

قرآن کریم میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا [1]

''ذوالقرنین کہنے لگا کہ یہ تو میرے پروردگار کی خاص الخاص مہربانی ہے (کہ اس نے تکمیل و تعمیر سد کی توفیق عطا فرمائی) اب جب میرے ربّ کا وعدہ آ پہنچے گا تو وہ اسے ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے پروردگار کا وعدہ مبنی برحق ہے''۔

یعنی یہ دیوار جو میں نے توفیق الٰہی سے تمہارے اور یاجوج ماجوج کے درمیان قائم کر دی ہے، ہمیشہ نہیں رہے گی، بلکہ ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب اس پر بھی فنا آ جائے گی، اس لئے اس پر مکمل انحصار کر کے یادِ خدا سے غافل نہ ہو جانا۔

آیت مذکورہ کے اس پس منظر کو پیشِ نظر رکھنے سے دو چیزیں قابلِ وضاحت محسوس ہوتی ہیں:

۱۔ سد سکندری اس وقت تک موجود رہے گی جب تک اللہ کو منظور ہوگا اور اللہ کا وعدہ نہ آ جائے گا۔

۲۔ سد سکندری ہمیشہ قائم نہیں رہے گی بلکہ اس پر بھی فناء آئے گی۔

---

[1] الکہف: ۹۸۔

Marfat.com

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

هٰذَا كُلُّهٗ عَلٰى تَقْدِيْرِ اَنْ يُّفَسَّرَ قَوْلُ ذِى الْقَرْنَيْنِ "حَتّٰى اِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّاءَ" بِاَنَّ الَّذِىْ بَنَاهُ لَا يَنْدَكُّ اِلٰى قُرْبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَيُحْمَلُ قَوْلُهٗ "وَعْدُ رَبِّيْ" عَلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لٰكِنْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ اِلٰى اَنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ مُرَادَ الْاٰيَةِ وَاِنَّمَا الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهٖ "وَعْدُ رَبِّيْ" هُوَ وَقْتُهُ الْمَوْعُوْدُ، لَا يَوْمُ الْقِيٰمَةِ [1]

''اس پوری بحث کی بنیاد یہ ہے کہ ذوالقرنین نے جو ''وعدربی'' کے الفاظ کہے ہیں ان کی تفسیر یہ کی جائے کہ اس کی تعمیر کردہ سد قرب قیامت تک ٹوٹنے والی نہیں اور ''وعدربی'' کو یوم قیامت پر محمول کیا جائے جبکہ علماء کرام کی ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے کہ آیت مذکورہ کی یہ مراد نہیں بلکہ اس میں ''وعدربی'' سے اس کا مقررہ وقت مراد ہے، یوم قیامت نہیں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ ''وعدربّ'' کی مراد متعین کرنے میں دو قول ہیں:

۱۔ اس سے مراد قیامت ہے۔ ۲۔ اس سے مراد علم الٰہی میں مقررہ وقت ہے۔

اب اگر اس سے ''قیامت کا دن'' مراد لیا جائے کہ سد سکندری قیامت تک قائم رہے گی اور اس کا ٹوٹنا خروج یاجوج ماجوج کے وقت ہوگا تو مشاہدہ اور معاینہ اس کے خلاف ہے، چنانچہ علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ اِنَّ سَدَّ ذِى الْقَرْنَيْنِ قَدِ انْدَكَّ الْيَوْمَ [2]

''ذوالقرنین کی بنائی ہوئی سد، اب ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہے''۔

پھر اس میں اس وقت اور بھی الجھن پیدا ہو جاتی ہے جب ترمذی شریف کی اس روایت پر نظر ڈالتے ہیں جو اس سلسلہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یاجوج ماجوج روزانہ آ کر اس دیوار کو توڑتے ہیں جب تھوڑی سی رہ جاتی ہے تو آپس میں کہتے ہیں کہ اب اتنی سی تو رہ گئی ہے کل آ کر اسے توڑ دیں گے لیکن اگلے دن

---

[1] تکملہ فتح الملہم ج ۶ ص ۲۵۶۔ [2] فیض الباری ج ۴ ص ۲۳۔

Marfat.com

جب واپس آتے ہیں تو پھر وہ صحیح سالم ملتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سد سکندری اب تک اپنی اصلی حالت پر برقرار ہے۔

لیکن یہاں پھر ایک مشکل آپڑتی ہے کہ بخاری و مسلم میں حضور ﷺ کا ایک خواب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو فرمانے لگے:

وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهٖ [1]

"اہل عرب کیلئے اس آنے والے شر میں ہلاکت ہے جو قریب آگیا ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا بڑا سوراخ ہو گیا ہے"۔

یہاں تک کی گفتگو سے اتنی بات تو واضح ہوگئی کہ آیت قرآنی میں "وعدرب" سے مراد قیامت یا قرب قیامت نہیں ہے، اب رہی یہ بات کہ اگر "وعدرب" سے مراد قیامت یا قرب قیامت نہیں بلکہ سد سکندری کے ٹوٹنے کا وہ مقررہ وقت مراد ہے جو علم الٰہی میں ازل سے طے شدہ ہے، تو اس کا قرینہ کیا ہے؟ پھر اس "مقررہ وقت" سے کیا مراد ہے؟ کیا وہ مقررہ وقت ابھی آئے گا یا آچکا؟ پھر اگر وہ مقررہ وقت آچکا تو یاجوج ماجوج کا خروج ہو گیا یا نہیں؟

تاریخ کے اوراق کھنگالنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یاجوج ماجوج کی تاخت و تاراج اور وحشیانہ حملوں کے بے شمار راستے تھے، جن میں سے "درہ داریال" ایک آسان راستہ تھا، لیکن وہ ان دوسرے راستوں کو بھی استعمال کرتے تھے اور جب یہ راستہ بند ہو گیا تو وہ دوسرے راستے استعمال کرنے لگے، جیسا کہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"جب کہ یاجوج وماجوج صرف ایک اس درہ سے ہی نکل کر غارت گری نہیں کرتے تھے بلکہ کاکیشیا کے اس کونہ سے چین کے علاقہ منچوریا تک ان کے خروج کے بہت سے مقامات تھے، پس اگر ان کے لئے سد ذوالقرنین نے درہ داریال کی راہ ہمیشہ کیلئے مسدود کر دی تھی تو دوسرے مقامات سے ان کا خروج کیوں نہیں ہو سکتا تھا"۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری، بَابُ قِصَّةِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، رقم الحدیث: ۳۳۴۶۔ [2] قصص القرآن سوم ص ۲۱۸۔

Marfat.com

حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ کا مطلب؟

قرآن کریم نے یاجوج ماجوج کا تذکرہ دو مختلف سورتوں میں کیا ہے، سب سے پہلے سورۃ کہف میں، پھر سورۃ انبیاء میں اور ان دونوں کے مضامین جمع کرنے سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ''وعدرب'' سے مراد قیامت ہے کیونکہ سورۃ انبیاء میں ارشاد ربانی ہے:

حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ [1]

''یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے محسوس ہوں گے''۔

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ [2]

''اور مقرر ہو چکا ہے ہر ایک ایسی بستی پر کہ جس کو ہم نے ہلاک کر دیا ہے کہ اس کے بسنے والے واپس نہ ہوں گے یہاں تک کہ کھول دیئے جائیں یاجوج وماجوج اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے اُمنڈ پڑیں اور قریب آجائے سچا وعدہ پھر اس وقت حیرانی سے کھلی کی کھلی رہ جائیں آنکھیں منکروں کی اور کہیں ہائے ہماری بدبختی کہ ہم بے خبر رہے اس (قیامت) سے بلکہ ہم ظلم وشرارت میں سرشار رہے''۔

پس آیت زیر بحث کے سیاق وسباق نے یہ بات بخوبی واضح کر دی کہ اس مقام پر یاجوج وماجوج کے ایک ایسے خروج کی اطلاع دی گئی ہے جس کے بعد شرور وفتن کا کوئی سلسلہ بلکہ دنیا کی ہستی کا کوئی سلسلہ باقی نہیں رہ جائے گا اور صرف قیامت بپا ہو جانے یعنی نفخ صور کی دیر باقی رہ جائے گی جو اس واقعہ کی تکمیل کے بعد عمل میں آجائے گی۔ [3]

---

[1] الانبیاء: ۹٦۔ [2] سورۃ الانبیاء۔ [3] قصص القرآن سوم ص ۲۲۵، ۲۲٦۔

Marfat.com

اس لئے تاتاری فتنہ کو یاجوج ماجوج کا وہ خروج موعود نہیں قرار دیا جاسکتا جو قیامت کی بالکل آخری علامات میں سے ہے گو کہ بعض علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ تاتاری حملہ بھی یاجوج ماجوج ہی کا پہلا خروج تھا اور اس طرح اس کا خروج متعدد مرتبہ ہوگا یہاں تک کہ وہ وقت آجائے کہ دجال قتل ہوجائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوجائے، اس وقت ان کا ایک بھرپور حملہ پوری دنیا پر ہوگا۔

لیکن علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں تاتاریوں ہی کو یاجوج ماجوج قرار دینے والوں کی سختی سے تردید کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

> ''گزشتہ اور آئندہ آنے والی گفتگو سے بعض لوگوں کے اس گمان فاسد کا بطلان بھی واضح ہوگیا کہ یاجوج ماجوج کا مصداق تاتاری ہیں جنہوں نے ملکوں میں خوب فساد پھیلایا اور ہر نیک و بد کو قتل کرڈالا، یقین کیجئے کہ یہ گمان بہت گمراہ کن ہے تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ یاجوج ماجوج اور ان کافر تاتاریوں کے درمیان مشابہت تامہ پائی جاتی ہے جو علامات اور پیشین گوئیوں سے واقفیت رکھنے والوں پر مخفی نہیں لیکن یہ بات طے ہے کہ جو لوگ تاتاریوں کو ہی یاجوج ماجوج سمجھتے ہیں ان کا یہ خیال باطل ہے''۔

حضرت سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''اور سورۂ انبیاء میں خدائے تعالیٰ کے ارشاد: ''فُتِحَتۡ يَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ'' میں فتح سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ سد توڑ کر نکل آئیں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ اس کثرت سے فوج در فوج نکل پڑیں گے گویا کہیں بند تھے اور آج کھول دیئے گئے ہیں''۔ [1]

پس یہاں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ یاجوج وماجوج جیسے عظیم الشان قبائل جو عرصہ سے باایں کثرت وازدہام دنیا کے ایک الگ گوشہ میں پڑے ہوئے تھے اس دن اس طرح امڈ آئیں گے گویا بند تھے اور اب اچانک کھول دیئے گئے۔

---

[1] قصص القرآن سوم ص ۲۱۲۔

Marfat.com

کیا یاجوج ماجوج کا خروج ایک ہی مرتبہ ہوگا؟

ماضی قریب کی ایک مشہور علمی شخصیت، محدث عصر حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ ''جو دار العلوم دیوبند کی آبرو، ہمارے استاذ الاساتذہ، میدان تحقیق کے صدر نشین اور ہمارے لئے انتہائی قابل صد احترام شخصیت ہیں'' کی ایک عبارت خاصی شبہ میں ڈالنے والی ہے، حضرت فرماتے ہیں:

فَلَهُمْ خُرُوْجٌ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ، وَقَدْ خَرَجُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ اَيْضًا وَاَفْسَدُوْا فِي الْاَرْضِ بِمَا يُسْتَعَاذُ مِنْهُ. نَعَمْ يَكُوْنُ لَهُمُ الْخُرُوْجُ الْمَوْعُوْدُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ وَذٰلِكَ اَشَدُّهَا [1]

''یاجوج ماجوج کا خروج (صرف ایک مرتبہ نہیں بلکہ) کئی مرتبہ ہوگا چنانچہ اس سے پہلے بھی وہ خروج کر کے زمین میں اتنا فساد پھیلا چکے ہیں جس سے توبہ ہی بھلی البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ قرآن وحدیث میں ان کے جس خروج کا وعدہ کیا گیا ہے وہ آخر زمانے میں ہوگا اور اس کی شدت سب سے زیادہ ہوگی''۔

اس عبارت کا واضح ترین مفہوم مندرجہ ذیل تین نکات کی صورت میں سامنے آتا ہے:

۱۔ یاجوج ماجوج کا خروج متعدد مرتبہ ہوگا۔ ۲۔ اب سے پہلے بھی یاجوج ماجوج کا خروج ہو چکا ہے۔
۳۔ قیامت کے قریب ان کا سب سے خطرناک حملہ ہوگا۔

احادیث کی روشنی میں

تاریخی اعتبار سے یاجوج ماجوج، ذوالقرنین اور سد سکندری پر کسی قدر گفتگو قارئین نے ملاحظہ فرمائی، اب ضروری ہے کہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں بھی اس تاریخ ساز فتنہ سے متعلق کچھ عرض کر دیا جائے۔

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ کی روایت

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ حِيْنَ يَخْرُجُوْنَ يَخْرُجُ اَوَّلُهُمْ بِالْبُحَيْرَةِ بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُوْنَهَا،

[1] فیض الباری ج ۴ ص ۲۳۔

Marfat.com

ثُمَّ يَأْتِيْ آخِرُهُمْ عَلَيْهَا فَيَقُوْلُوْنَ : كَأَنَّهُ كَانَ هٰهُنَا مَرَّةً مَاءٌ ، فَإِذَا غَلَبُوْا عَلَى الْأَرْضِ قَالُوْا: قَدْ غَلَبْنَا عَلَى الْأَرْضِ تَعَالَوْا نُقَاتِلْ أَهْلَ السَّمَاءِ فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ ! فَأَيْنَ يَكُوْنُ الْمُسْلِمُوْنَ؟ قَالَ: يَتَحَصَّنُوْنَ فَيُرْسِلُ اللهُ سَحَابًا يُقَالُ لَهَا: الْعِنَانُ وَكَذٰلِكَ اسْمُهٗ عِنْدَ اللهِ فَيَرْمُوْنَهٗ بِنِبَالِهِمْ ، فَتَسْقُطُ نِبَالُهُمْ مُخْتَضِبَةً دَمًا فَيَقُوْلُوْنَ: قَدْ قَتَلْنَا اللهَ، وَاللهُ قَاتَلَهُمْ. فَيَمْكُثُوْا مَا شَاءَ اللهُ فَيُوْحِي اللهُ تَعَالٰى إِلَى السَّحَابِ فَتَمْطُرُ عَلَيْهِمْ دُوْدًا كَالنَّغَفِ نَغَفِ الْإِبِلِ، تَخْرُجُ مِنْهَا فَتَأْخُذُ كُلَّ وَاحِدَةٍ فِيْ عُنُقِ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَتَقْتُلُهٗ فَبَيْنَاهُمْ عَلَى ذٰلِكَ إِذْ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ: اِفْتَحُوْا إِلَى الْبَابِ أَخْرُجُ أَنْظُرُ مَا فَعَلُوْا أَعْدَاءُ اللهِ. لَعَلَّ اللهَ يَكُوْنُ قَدْ أَهْلَكَهُمْ . فَيَخْرُجُ فَإِذَا جَاءَهُمْ وَجَدَهُمْ قِيَامًا مَوْتٰى بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ. فَيَحْمَدُ اللهَ وَيُنَادِيْ إِلَى أَصْحَابِهٖ: إِنَّ اللهَ قَدْ أَهْلَكَهُمْ . فَيَبْعَثُ اللهُ مَطَرًا فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ مِنْهُمْ . قَالَ: فَيَسْتَوْقِدُ الْمُسْلِمُوْنَ بِقِسِيِّهِمْ وَنَبْلِهِمْ كَذَا كَذَا سَنَةً ، وَتَأْكُلُ مَوَاشِي الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ جِيَفِهِمْ فَتَسْمَنُ عَلَيْهِمْ وَتَكْبُرُ"۔ [1]

"زید بن اسلم اپنے والد حضرت اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا تو ان کا پہلا حصہ بحیرہ طبریہ پر گزرے گا اور اس کا سارا پانی پی جائے گا، اس کے بعد ان کا آخری حصہ وہاں سے گزرے گا تو وہ لوگ کہیں گے کہ لگتا ہے کبھی یہاں بھی پانی ہوتا ہوگا، بہر حال! جب وہ زمین پر غالب آجائیں گے تو کہیں گے کہ زمین پر تو ہم غالب آچکے، اب آؤ! آسمان والوں سے لڑتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! اس وقت مسلمان کہاں ہوں گے؟ فرمایا قلعوں میں بند ہوں گے۔

الغرض! اس وقت اللہ تعالیٰ "عنان" نامی ایک بادل کو بھیجیں گے، یاجوج ماجوج اس پر تیر برسائیں گے جو خون آلود ہو کر ان کی طرف واپس لوٹ آئیں گے، یہ دیکھ کر وہ کہیں گے کہ

---

[1] الفتن ص ۳۴۷، ۳۴۸۔

Marfat.com

(العیاذ باللہ) ہم نے اللہ کو ختم کر دیا حالانکہ اللہ انہیں قتل کرنے والا ہو گا۔

یہ لوگ اسی حال پر مشیت الٰہی کے مطابق رہتے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ بادل کو حکم دیں گے جس سے ان پر کیڑوں کی بارش ہوگی، وہ کیڑے ان میں سے ہر ایک کی گردن سے چپک جائیں گے اور یاجوج ماجوج کو ختم کر کے ہی دم لیں گے۔

یہاں ان کے ساتھ یہ ہو رہا ہوگا اور ادھر ایک مسلمان کہے گا کہ دروازہ کھولو، میں دیکھ کر آتا ہوں کہ ان دشمنانِ خدا کا کیا بنا؟ شاید اللہ نے انہیں تباہ کر دیا ہو، چنانچہ جب وہ نکلے گا تو وہ سب اسے مرے ہوئے ملیں گے، کچھ کھڑے کھڑے ہی مر گئے ہوں گے اور کچھ ایک دوسرے پر پڑے ہوں گے، وہ مسلمان یہ دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرے گا اور اپنے رفقاء کو آواز دے گا کہ اللہ نے انہیں تباہ کر دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائیں گے جس سے زمین دھل جائے گی اور مسلمان ان کے تیر و کمان اتنے اتنے سال تک جلاتے رہیں گے اور ان کے جانور یاجوج ماجوج کی لاشیں نوچتے پھریں گے، جس سے وہ بھی خوب صحت مند اور موٹے تازہ ہو جائیں گے''۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَارَسُولَ اللهِ! قَدْ رَأَيْتُ رَدْمَ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَإِنَّ النَّاسَ يُكَذِّبُونِّي. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ رَأَيْتَهُ؟ قَالَ: رَأَيْتُهُ كَالْبُرْدِ الْمُحَبَّرِ، قَالَ: صَدَقْتَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَقَدْ رَأَيْتُهُ رَدْمَةً لَبِنَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَلَبِنَةٌ مِّنْ رَصَاصٍ [1]

''حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے یاجوج ماجوج کی دیوار دیکھی ہے لیکن لوگ میری تکذیب کر رہے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے

[1] الفتن ص ۳۴۸۔

Marfat.com

پوچھا کہ تم نے اس دیوار میں کیا چیز دیکھی؟ عرض کیا جیسے دھاری دار چادر ہوتی ہے وہ بھی اسی طرح ہے، فرمایا تو سچ کہتا ہے اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے تُو نے اسے یقیناً دیکھا ہے، محسوس ایسا ہوتا ہے جیسے اس کی ایک اینٹ سونے کی ہو اور دوسری سیسے کی''۔

خلاصہ احادیث

فتنہ یاجوج ماجوج سے متعلق حضرت زینب بن جحش، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت حذیفہ بن اسید، حضرت نواس بن سمعان، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت اسلم، رجل من الصحابۃ، اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم یعنی گیارہ صحابہ کرام کی سترہ روایات آئی ہیں، جن میں بہت سی باتیں مشترک بھی ہیں اور بہت سی باتیں مختلف بھی ہیں، آخر میں ان تمام احادیث مبارکہ کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے تاکہ اسے ذہن میں محفوظ کرنا اور رکھنا آسان ہوجائے:

۱۔ یاجوج ماجوج کا تعلق نسل انسانی ہی سے ہے اور ان کا سلسلہ نسب یافث بن نوح کے واسطے سے حضرت نوح علیہ السلام سے جاملتا ہے۔

۲۔ یاجوج ماجوج کی تعداد اور انسانوں کی مقدار میں ایک اور دس کی نسبت سے فرق پایا جاتا ہے۔

۳۔ یاجوج ماجوج کا خروجِ موعود قیامت کے بالکل قریب ہوگا۔

۴۔ اس وقت کوئی بھی یاجوج ماجوج کا مقابلہ نہ کرسکے گا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بامرالٰہی کوہ طور پر پناہ گزین ہوجائیں گے اور باقی سارے لوگ قلعوں میں بند ہوجائیں گے۔

۵۔ خروجِ یاجوج ماجوج کے بعد ضروریات زندگی کا حصول اور تکمیل انتہائی مشکل ہوجائے گی۔

۶۔ یاجوج ماجوج کا پہلا دستہ ہی بحیرہ طبریہ کا سارا پانی پی جائے گا۔

۷۔ یاجوج ماجوج کے خوف سے جب زمین والے مکمل طور پر روپوش ہوجائیں گے تو وہ یہ سمجھیں گے کہ اب روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہا اور ہم سب پر غالب آچکے۔

۸۔ یاجوج ماجوج آسمان والوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اپنے نیزے اور تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے جو

Marfat.com

خون آلود کر کے واپس لوٹا دیئے جائیں گے اور وہ یہ سمجھیں گے کہ ہم آسمان والوں پر بھی غالب آ گئے۔

۹۔ بعض روایات کے مطابق اس وقت یاجوج ماجوج یہ بھی کہیں گے کہ ہم اللہ کو بھی (العیاذ باللہ) ختم کر چکے۔

۱۰۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی گردن میں گلٹیاں پیدا فرما دیں گے اور اس کی وجہ وہ کیڑا ہوگا جو ان پر مسلط کر دیا جائے گا اور اس طرح وہ سب کے سب یک بیک تباہ ہو جائیں گے۔

۱۱۔ یاجوج ماجوج کا انجام جہنم کے سوا کچھ نہیں۔

۱۲۔ ان کی لاشوں سے زمین پٹ جائے گی اور تعفن اتنا زیادہ ہوگا کہ دو گھڑی گزارنا دوبھر ہو جائے گا۔

۱۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء کی دعا پر اللہ تعالیٰ بڑے بڑے پرندوں کو بھیج کر ان کی لاشیں اُٹھا کر ایک دریا میں پھینک دیں گے۔

۱۴۔ موسلا دھار بارش برسا کر زمین کو دھو کر صاف کر دیا جائے گا۔

۱۵۔ یاجوج ماجوج کے بعد حج وعمرہ کی ادائیگی جاری رہے گی۔

۱۶۔ خروج یاجوج ماجوج کے وقت ایک آدمی اپنی جان کی بازی لگا کر پہاڑ سے نیچے اُترے گا اور ان سب کو مردہ پا کر بہت خوش ہوگا، اللہ کا شکر ادا کر کے اپنے رفقاء کو بھی یہ خوشخبری سنائے گا۔

۱۷۔ یاجوج ماجوج کا گوشت نوچ نوچ کر جانور بھی خوب فربہ اور صحت مند ہو جائیں گے۔

۱۸۔ یاجوج ماجوج کے اپنے انجام تک پہنچنے کے بعد خوب برکات کا دور دورہ ہوگا۔

۱۹۔ یاجوج ماجوج کے تیر کمان اور ان کی ڈھالیں مسلمان سات سال تک ایندھن کے طور پر استعمال کرتے رہیں گے۔

۲۰۔ خروج یاجوج ماجوج کے بعد قیامت کا وقت بہت قریب آ جائے گا۔

۲۱۔ یاجوج ماجوج اُمّت مسلمہ کے فدیئے کے طور پر جہنم کا حصہ بنیں گے۔

۲۲۔ خروجِ یاجوج ماجوج کے کچھ عرصہ بعد ایک خوشگوار ہوا کے ذریعے ہر مسلمان کی روح قبض کر لی جائے گی اور بدکار لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر فتنہ، آزمائش اور مصیبت سے محفوظ فرمائے، ایمان پر خاتمہ اور جنّت میں بلاحساب داخلہ نصیب فرمائے، آمین۔

Marfat.com

خواتین کے متعلق فضائل

رسول اللہ ﷺ نے (عورتوں کے فضائل بیان کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں (یعنی راضی ہونا چاہئے) کہ جب تم میں سے کوئی اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے اور وہ شوہر اس سے راضی ہو تو اس کو ایسا ثواب ملتا ہے کہ جیسے اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے والے اور شب بیداری کرنیوالے کو، اور جب اس کو دردِ زہ ہوتا ہے تو آسمان اور زمین کے رہنے والوں کو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) کا جو سامان مخفی رکھا گیا ہے اس کی خبر نہیں، پھر جب وہ بچہ جنتی ہے تو اس کے دودھ کا ایک گھونٹ بھی نہیں نکلتا اور اس کے پستان سے ایک دفعہ بھی بچہ نہیں چوستا جس میں اس کو ہر گھونٹ اور ہر چوسنے پر ایک نیکی نہ ملتی ہو، اور اگر بچہ کے سبب اس کو رات کو جاگنا پڑے تو اس کو راہ خدا میں ستر غلاموں کے آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔

اے سلامت (یہ نام ہے حضرت ابراہیم، صاحبزادہ حضور اقدس ﷺ کی کھلائی کا، وہی اس حدیث کی راوی ہیں، آپ ﷺ ان سے فرماتے ہیں کہ) تم کو معلوم ہے کہ میری مراد اس سے کون عورتیں ہیں؟ جو (باوجودیکہ) نیک ہیں، ناز پروردہ ہیں، (مگر) شوہروں کی اطاعت کرنے والی ہیں، اس (شوہر) کی ناقدری نہیں کرتیں۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر و ثواب

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَالِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا [1]

---

[1] بخاری: ۲۰۶۵، ترمذی: ۶۷۱، ابوداؤد: ۱۶۸۵۔

Marfat.com

جب عورت اپنے شوہر کے گھر میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرے، مگر گھر کو برباد نہ کرے، (یعنی قدرِ اجازت و مقدار مناسب سے زیادہ خرچ نہ کرے) تو اس عورت کو بھی ثواب ملتا ہے بہ سبب اس کے خرچ کرنے کے اور اس کے شوہر کو بھی اس کا ثواب ملتا ہے بوجہ اس کے کمانے کے، اور تحویلدار (خزانچی) کو بھی اس کے برابر ملتا ہے، کسی کے سبب کسی کا اجر گھٹتا نہیں، (یعنی ایک کا ثواب دوسرے کو ثواب کو کم نہیں کرتا)۔

فائدہ: پس عورت یہ نہ سمجھے کہ جب کمائی مرد کی ہے تو میں ثواب کی کیا مستحق ہوں گی؟

اللہ کے ہاں بہترین و پسندیدہ عورت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُ النِّسَاءِ مَنْ تَسُرُّ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا [1]

سب عورتوں سے اچھی وہ عورت ہے کہ جب خاوند اسکی طرف نظر کرے تو وہ اس کو مسرور کر دے اور جب اس کو کوئی حکم دے تو وہ اسکی اطاعت کرے اور اپنے جان و مال میں اس کو ناخوش کر کے اسکی کوئی مخالفت نہ کرے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اس عورت کو جو اپنے شوہر کے ساتھ تو لاگ اور محبت کرے اور غیر مرد سے اپنی حفاظت کرے۔

مطلب یہ ہے کہ شوہر سے محبت کرنے اور اس کی منت سماجت کرنے کو خلافِ شان نہ سمجھے، جیسی مغرور عورتیں ہوتی ہیں۔

ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''عورتیں بھی مردوں ہی کے اجزاء ہیں''۔

---

[1] المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کِتَابُ النِّکَاحِ، رقم الحدیث: ۲۶۸۲۔

Marfat.com

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حوا علیہا السلام کا پیدا ہونا مشہور ہے، مطلب یہ کہ عورتوں کے احکام بھی مردوں کی طرح ہیں (باستثنائے احکام مخصوصہ) پس اگر ان کے فضائل وغیرہ جدا ہی نہ ہوتے تب بھی کوئی دلگیری کی بات نہیں، جن اعمال پر فضائل کا مردوں سے وعدہ ہے انہی اعمال پر ان سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ رحمت فرمائے پاجامہ پہننے والی عورتوں پر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہاری بیویوں میں سب سے اچھی وہ عورت ہے جو اپنی آبرو کے بارے میں پارسا ہو، اپنے خاوند پر عاشق ہو۔

ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! میری ایک بیوی ہے میں جب اس کے پاس جاتا ہوں تو وہ کہتی ہے مرحبا ہو میرے سردار کو اور میرے گھر والوں کے سردار کو اور جب وہ مجھ کو رنجیدہ دیکھتی ہے تو کہتی ہے دنیا کا کیا غم کرتے ہو، تمہاری آخرت کا کام تو بن رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اس عورت کو خبر کردو کہ وہ اللہ کے کام کرنے والوں میں سے ایک کام کرنیوالی ہے اور اس کو جہاد کرنیوالے کا نصف ثواب ملتا ہے۔[1]

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تحقیق حق تعالیٰ نے عورتوں کے حصہ میں رشک (کا ثواب) لکھا ہے اور مردوں پر جہاد لکھا ہے، پس جو عورت ایمان اور طلب ثواب کی راہ سے رشک کی بات پر جیسے شوہر نے دوسرا نکاح کرلیا، صبر کریگی اس کو شہید کے برابر ثواب ملتا ہے۔

ستر اولیاء کی عبادت کے برابر اجر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] الخرائطی عن عبداللہ الوضاحی۔

Marfat.com

بدکار عورت کی بدکاری ہزار بدکار مردوں کی بدکاری کے برابر اور نیک کار عورت کی نیک کاری ستر اولیاء کی عبادت کے برابر ہے۔

گھر کا کام کرنے کا اجر و ثواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کسی عورت کا اپنے گھر میں گھر گرہستی کا کام کرنا جہاد کرنے والوں کے رتبے کو پہنچتا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حالتِ حمل اور بچہ کو دودھ پلانے کا اجر و ثواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عورت اپنی حالت حمل سے لیکر بچہ جننے اور دودھ چھڑانے تک (فضیلت اور ثواب میں) ایسی ہے جیسے اسلام کی راہ میں سرحد کی نگرانی کرنیوالا، جس میں ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہتا ہے، اور اگر اس درمیان میں مرجائے تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملتا ہے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی عورت دودھ پلاتی ہے تو ہر گھونٹ کے پلانے پر ایسا اجر ملتا ہے جیسے کسی جاندار کو زندگی دیدی، پھر جب وہ دودھ چھڑاتی ہے تو فرشتہ اس کے کندھے پر (شاباشی سے) ہاتھ مارتا ہے اور کہتا ہے کہ (پچھلے گناہ سب معاف ہوگئے) اب آگے جو کرے از سر نو کر، (اُن میں جو گناہ کا کام ہوگا وہ آئندہ لکھا جائے گا، اور مراد اس سے صغیرہ گناہ ہیں، مگر صغائر کا معاف ہوجانا کیا تھوڑی بات ہے)۔

---

[1] طب عن ابن عمر۔

Marfat.com

وہ عورتیں جو مردوں سے پہلے جنت میں جائیں گی؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے بیبیو! یاد رکھو کہ تم میں جو نیک ہیں وہ نیک لوگوں سے پہلے جنت میں جائیں گی، پھر (جب شوہر جنت میں آئیں گے) تو ان عورتوں کو غسل دیکر اور خوشبو لگا کر شوہروں کے حوالے کر دی جائیں گی، سرخ اور زرد رنگ کی سواریوں پر ان کے ساتھ ایسے بچے ہونگے جیسے بکھرے ہوئے موتی۔ [1]

خواتین اور کون سی فضیلت چاہتی ہیں؟ جنت میں مردوں سے پہلے تو پہنچ گئیں، ہاں نیک بن جانا شرط ہے اور یہ کچھ مشکل نہیں۔

وہ عورت جو قیامت کے دن کنواری لڑکی کر کے اٹھائی جائے گی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

جس عورت کا شوہر باہر ہو اور وہ اپنی ذات میں اس کی اس حالت میں نگہبانی کرے اور بناؤ سنگار ترک کر دے اور اپنے پاؤں کو مقید کر دے (اِدھر اُدھر فضول نہ پھرے) اور سامانِ زینت کو معطل کر دے (چھوڑ دے) اور نماز کی پابندی رکھے، وہ قیامت کے روز کنواری لڑکی کر کے اٹھائی جائے گی، پس اگر اس کا شوہر مومن ہوا تو وہ جنت میں اس کی بیوی ہو گی اور اگر اس کا شوہر مومن نہ ہوا (مثلاً خدانخواستہ دنیا سے بے ایمان ہو کر مرا تھا) تو اللہ تعالیٰ اس کا نکاح کسی شہید سے کر دیں گے۔

مرد کا اپنی بیوی سے تعلق کیسا ہو؟

مدائنی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

[1] ابوالشیخ عن ابی امامہ۔

Marfat.com

آدمی اپنے گھر کا سربراہ کار نہیں بنتا جب تک کہ وہ ایسا نہ ہو جائے کہ نہ اس کی پرواہ رہے کہ اس نے کیسا لباس پہن لیا اور نہ اس کا خیال رہے کہ بھوک کی آگ کس چیز سے بجھائی۔[۱]

جو لوگ اپنی تن پروری و تن آرائی میں رہ کر گھر والوں سے بے پرواہ رہتے ہیں وہ اس سے عبرت پکڑیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مومن مرد کو مومن عورت سے (یعنی اپنی بیوی سے) بغض نہ رکھنا چاہئے، کیونکہ اگر اس کی ایک عادت کو ناپسند رکھے گا تو دوسری کو ضرور پسند کریگا، (یعنی یہ سوچ کر صبر کر لے)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سب مومن ہیں، مگر ایمان کا کامل وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں اور تم سب میں اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہوں۔[۲]

عورت کا اپنے خاوند سے تعلق کیسا ہو؟

حدیث میں ہے کہ سب سے بڑا حق لوگوں میں خاوند کا ہے عورت پر، اور مرد پر سب سے بڑا حق لوگوں میں اس کی ماں کا ہے۔[۳]

یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق کے بعد عورت کے ذمہ خاوند کا بہت بڑا حق ہے، حتیٰ کہ اس کے ماں باپ سے بھی خاوند کا زیادہ حق ہے، اور مرد کے ذمہ سب سے زیادہ حق اللہ و رسول کے حق کے بعد، ماں کا حق ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے ذمہ ماں کا حق باپ سے بڑھ کر ہے۔

میاں بیوی کا آپس میں تعلق کیسا ہو؟

۱۔ حدیث میں ہے کہ بے شک جس وقت مرد اپنی عورت کی طرف دیکھتا ہے اور عورت مرد کی طرف دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

---

[۱] الدینوری۔ [۲] روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس کو حسن صحیح کہا ہے، رقم الحدیث: ۲۶۱۲۔ [۳] رواہ الحاکم عن عائشۃ مرفوعاً۔

Marfat.com

۲۔ حدیث میں ہے کہ عیالدار شخص کی دو رکعتیں (نماز) کی بہتر ہیں مجرد شخص کی بیاسی رکعتوں سے، اور دوسری حدیث میں بجائے بیاسی کے ستر کا عدد آیا ہے، سو مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ ستر اس شخص کے حق میں ہے جو ضروری حق اہل وعیال کا ادا کرے اور بیاسی اس کے حق میں ہیں جو ضروری حقوق سے زیادہ اُن کی خدمت کرے، جان اور مال اور اچھی عادت سے۔

نیک اولاد باعثِ رحمت

۱۔ حدیث میں ہے تحقیق وہ بچہ جو حمل سے گر جاتا ہے (یعنی بغیر دن پورے ہوئے پیدا ہو جاتا ہے) اپنے پروردگار سے جھگڑے گا، جبکہ اس کے ماں باپ جہنم میں داخل ہوں گے (یعنی حق تعالیٰ سے مبالغہ کے ساتھ سفارش کرے گا کہ میرے والدین کو دوزخ سے نکال دو اور حق تعالیٰ اپنی عنایت کی وجہ سے اس کے اس جھگڑنے کو قبول فرما دیں گے اور اسکی ناز برداری کریں گے)۔ پس کہا جائے گا اے سقط جھگڑا کرنے والے اپنے ربّ سے! داخل کر دے اپنے والدین کو جنت میں، پس کھینچ لے گا بچّہ ان دونوں کو اپنے نار سے، یہاں تک کہ داخل کرے گا ان دونوں کو جنت میں۔ معلوم ہوا کہ آخرت میں ایسی اولاد بھی کام آئے گی جو نکاح کا نتیجہ ہے۔

۲۔ حدیث میں ہے کہ ''اولاد جنت کا پھول ہے''، مطلب یہ ہے کہ جنت کے پھولوں سے جیسی مسرت اور فرحت حاصل ہوگی ویسی ہی راحت اور مسرت اولاد کو دیکھ کر حاصل ہوتی ہے اور اولاد نکاح کے ذریعہ سے میسر آتی ہے۔

۳۔ حدیث میں ہے کہ تحقیق آدمی کا درجہ جنّت میں بلند کیا جاتا ہے سو وہ کہتا ہے کہاں سے ہے میرے لئے یہ (یعنی وہ کہتا ہے کہ یہ رُتبہ مجھے کیسے ملا، میں نے تو ایسا عمل کوئی نہیں کیا جس کا یہ ثواب ہو) پس کہا جاتا ہے (اس آدمی سے یہ) بسبب مغفرت طلب کرنے تیری اولاد کے ہے تیرے لئے (یعنی تیری اولاد نے ہم سے تیرے لئے استغفار کی، اس کی بدولت یہ درجہ تجھ کو عنایت ہوا)۔

۴۔ حدیث میں ہے کہ اپنے نطفوں کیلئے (عمدہ محل وجگہ) پسند کرو، اس لئے کہ عورتیں (بچے) جنتی ہیں

Marfat.com

اپنے بھائیوں اور بہنوں کی مانند (یعنی نیک بخت اور شریف خاندان کی عورت سے نکاح کرو، اس لئے کہ اولاد میں ننھیال کی مشابہت ہوتی ہے اور گو باپ کا بھی اثر ہوتا ہے، مگر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا اثر زیادہ ہوتا ہے، تو اگر ماں ایسے لوگوں میں سے ہوگی جو بد اخلاق ہیں اور دیندار اور شریف نہیں ہیں تو اولاد بھی اُن ہی لوگوں کی مثل پیدا ہوگی، ورنہ اولاد اچھی اور نیک بخت ہوگی۔ [1]

خواتین کے متعلق مسائل

فقہاء کرام نے خواتین سے متعلقہ جو مسائل و احکام بیان کئے ہیں، اُن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ عورت کا جہری نماز میں پکار کر قرأت کرنا جائز نہیں۔

۲۔ عورت کا حج میں لبیک (آواز کے ساتھ) پکار کر کہنا جائز نہیں۔

۳۔ اگر عورت مقتدی ہو مثلاً اپنے شوہر یا محرم (بھائی باپ وغیرہ) کے پیچھے نماز پڑھ رہی ہے اور امام کو کچھ سہو ہو گیا تو عورت کو زبان سے بتلانا جائز نہیں بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مار دے تا کہ امام اس کو سن کر سمجھ جائے کہ میں کچھ بھولا ہوں اور پھر سوچ کر یاد کر لے۔

۴۔ جوان عورت کا نامحرم مرد کو سلام کرنا جائز نہیں۔

۵۔ جب زور سے قرأت اور لبیک کہنا اور امام کے سہو کے وقت سبحان اللہ کہنا جائز نہیں تو بلا ضرورت کلام کرنا، یا اشعار سنانا یا خط و کتابت کرنا جو کہ بات چیت سے زیادہ جذبات کو بھڑکانے والا ہے، یا اخباروں میں مضمون دینا جیسا کہ آج کل رواج ہے کہ اپنا پتہ اور نشان بھی لکھ دیا جاتا ہے، (یہ سب) کیسے جائز ہوگا؟

۶۔ اجنبی مرد کے سامنے کا بچا ہوا کھانا عورت کو کھانا، یا اس کا الٹا (یعنی عورت کا بچا ہوا مرد کو کھانا) اگر نفس کو اس میں لذت ہو تو یہ کھانا مکروہ ہے۔

---

[1] رواہ ابن عدی، وابن عساکر عن عائشہؓ مرفوعاً۔

Marfat.com

۷۔ رضاعی (دودھ شریکی) بھائی اور داماد، اور اسی طرح شوہر کا بیٹا (جو پہلی عورت سے ہو) گو یہ سب محارم میں سے ہیں (جن سے پردہ نہیں) مگر زمانہ کے فتنہ پر نظر کر کے ان سب سے مثل نامحرم کے پردہ کرنا ضروری ہے۔

خواتین کے وہ مسائل جو مردوں سے متعلق ہیں

۸۔ اجنبی عورت کا ہاتھ، ہاتھ میں لینا جیسا کہ جاہل پیر بیعت کے وقت لیتے ہیں، جائز نہیں ہے۔ یہ بڑا نازک مسئلہ ہے، اس کی سنگینی کا اندازہ درج ذیل دو احادیث سے ہو جاتا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ: اَلْیَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ... الحدیث۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ کا زنا (نامحرم کو) پکڑنا ہے۔

وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: لَاَنْ یُّطْعَنَ فِیْ رَأْسِ اَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِّنْ حَدِیْدٍ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّمَسَّ امْرَاَةً لَّا تَحِلُّ لَهٗ [2]

اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھو دی جائے، یہ اس امر سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے جو اس کیلئے حلال نہیں۔

یہ تو آخرت کی مضرتیں ہیں اور دنیا میں اس مس سے کبھی حرمت مصاہرۃ بھی لازم آجاتی ہے جس سے عمر بھر کے لئے بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ (نیز حرمتِ مصاہرت کے مسائل مفتیان کرام سے پوچھ لئے جائیں)۔

۹۔ اجنبی عورت کے بدن سے ملے ہوئے کپڑے پر نفس کے میلان کے ساتھ نظر کرنا جائز نہیں۔

۱۰۔ آئینہ یا پانی پر جو کسی عورت کا عکس پڑتا ہو تو اس کا دیکھنا جائز نہیں، اس بناء پر اس کا (یعنی اجنبی عورت

---

[1] رواہ مسلم۔ [2] رواہ الطبرانی والبیہقی ورجال ثقات رجال الصحیح۔

Marfat.com

کا) فوٹو دیکھنا جائز نہیں۔

۱۱۔ عورت کے بال اور ناخن جو بدن سے جدا ہو گئے ہوں ان کا دیکھنا جائز نہیں۔

۱۲۔ اجنبی عورت کے تذکرہ سے نفس کو لذت دینا جائز نہیں۔

۱۳۔ اجنبی عورت کے خیال وتصورات سے لذت لینا حرام ہے۔

۱۴۔ حتیٰ کہ اگر اپنی بیوی سے متمتع ہو (یعنی صحبت کرے) اور اجنبی عورت کا تصور کرے، وہ بھی حرام ہے۔ [۱]

رضاعی بہن اور جوان ساس سے پردہ

اس زمانہ میں علماء نے لکھا ہے کہ جوان داماد یا دودھ شریکی بھائی سے بھی احتیاط کرنا چاہئے، بے محابا سامنے نہ آنا چاہئے، اس کے متعلق واقعات ہو چکے ہیں۔ [۲]

فقہاء نے بعض محارم سے پردہ کرنا لکھا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ رضاعی بہن کے ساتھ تنہائی جائز نہیں۔ [۳]

چہرہ کا پردہ

عورت کو اپنے چہرہ کا پردہ کرنا بھی ضروری ہے، بعض لوگوں کو ستر پوشی اور پردے کے مسئلے میں غلط فہمی ہو جاتی ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب چہرہ، ہتھیلیاں اور پاؤں ستر میں داخل نہیں ہیں تو ان کا پردہ بھی ضروری نہیں ہے، حالانکہ ستر پوشی اور پردہ میں فرق ہے۔

ستر اور پردہ کا فرق

حضرات فقہاء نے عورت کے چہرہ اور ہاتھ کی ہتھیلیوں کو ستر سے مستثنیٰ قرار دیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں یہ چیزیں کھلی رہیں تو نماز ہو جائے گی، اس میں خلل نہ آئے گا، اس میں فقہاء نے قدموں کا بھی یہی حکم بتلایا ہے، اس کے علاوہ عورت کا سارا بدن ستر میں داخل ہے، اس میں کوئی عضو نماز میں کھلا رہا تو نماز نہ ہوگی، یہ مسئلہ تو ستر پوشی کا ہے، اور غیر محرموں سے عورت کا پردہ یہ الگ مسئلہ ہے، اس کا مدار فتنہ کے اندیشہ پر ہے، اور ظاہر

---

[۱] اثبات الستور، ص: ۱۴۔ [۲] العاقلات الغافلات، ص: ۱۵۳۔ [۳] حسن العزیز، ج: ۳، ص: ۲۳۴۔

Marfat.com

ہے کہ عورت کا چہرہ اس کے بدن کا ممتاز حصہ ہے، اس کے غیر محرموں کے سامنے کھولنے میں بڑا فتنہ ہے، اسی لئے حضرات فقہاء نے غیر محرم مردوں کے سامنے عورت کو چہرہ کھولنے کی اجازت نہیں دی۔ [1]

چہرہ کا پردہ واجب ہونیکی شرعی دلیل

يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ [2]

اے پیغمبر! اپنی بیبیوں اوراپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے بھی کہہ دیجئے کہ سر سے نیچی کرلیا کریں اپنے چہرہ کے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔

یعنی کسی ضرورت سے باہر نکلنا پڑے تو چادر سے سر اور چہرہ بھی چھپالیا جائے، جیسا کہ سورۂ نور میں غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِيْنَةٍ [3] کے تحت میں مذکور ہے۔

يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ کی تفسیر میں صاحب درمنثور نے محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے اس کے معنی پوچھے تو انہوں نے چادر میں سر کے ساتھ چہرہ بھی چھپالیا اور ایک آنکھ کھلی رہنے دی، اور فرمایا یہی مطلب ہے عورت کا اپنے آپ کو چادر سے چھپانے کا۔

اور اس حکم کی جو علت وہاں مذکور ہے یعنی ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ الخ، اس کا حاصل بھی خوف فتنہ ہے، گو فتنہ کے انواع مختلف ہوں۔

چہرہ کا پردہ ضروری ہونے کی ایک اور دلیل

اِحْرَامُ الرَّجُلِ فِيْ رَأْسِهٖ وَاِحْرَامُ الْمَرْأَةِ فِيْ وَجْهِهَا [4] یعنی مرد کا احرام اس کے سر میں اور عورت کا احرام اس کے چہرہ میں ہے، مطلب یہ ہے کہ حج میں مردوں کو سر ڈھانکنا حرام ہے اور عورتوں کو چہرہ پر کپڑا ڈالنا ناجائز ہے، مگر اس سے یہ استنباط نہیں ہوسکتا کہ عورتوں کو پردہ نہ کرنا چاہئے بلکہ اس سے تو اور پردہ کے تاکید

[1] مجالس حکیم الامت، ص:۱۳۶۔ [2] الاحزاب:۵۹۔ [3] النور:۶۰۔ [4] سنن دارقطنی، باب المواقیت، رقم الحدیث:۲۷۶۱۔

Marfat.com

(ضروری ہونے) پر استدلال ہوتا ہے کہ عورت کو ساری عمر چہرہ ڈھانکنا ضروری ہے، صرف حج میں اس کو منہ کھولنا چاہئے، اگر یہ حج کی خصوصیت نہ ہوتی تو اِحْرَامُ الْمَرْأَةِ فِيْ وَجْهِهَا کے معنی کچھ نہیں ہوں گے، اگر عورت کو ساری عمر چہرہ کھولنا جائز ہوتا تو اس کے کیا معنی کہ عورت کا احرام چہرہ میں ہے، اسی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عورت کے لئے چہرہ کا پردہ بہت قابل اہتمام ہے۔

احرام میں حکم دیا گیا ہے کہ مرد سر کھلا رکھیں اور عورتیں چہرہ کھلا رکھیں مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ کپڑا چہرہ سے نہ لگے، یہ نہیں کہ اجنبی مردوں کو چہرہ دکھلاتی پھریں، پس احرام میں بھی عورتیں اپنے چہرہ پر اس طرح کپڑا لٹکائیں کہ چہرہ سے علیحدہ رہے۔

عورت کیلئے چہرہ کھولنے کا شرعی حکم؟

آیات واحادیث اور روایات فقہیہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لئے اصلی حکم اِحْتِجَابٌ وَّ اِسْتِتَارٌ بِجَمِيْعِ اَعْضَائِهَا وَاَرْكَانِهَا (یعنی پورے جسم اور تمام اعضاء کا پردہ اور خود پردہ میں رہنا شرعاً) ثابت ہے، البتہ جہاں ضرورت شدیدہ ہو یا بسبب کبر سن (بڑھاپے کی وجہ سے) مطلقاً فتنہ کا احتمال اور خواہش باقی نہیں، وہاں چہرہ اور ہتھیلی کا کھولنا جائز ہے، اور یہی مطلب ہے ان کے ستر نہ ہونے کا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ مشتہات عورتوں کا اجنبی کے سامنے آنا از روئے قرآن وحدیث اور فقہ ناجائز ہے، اور ضرورت میں برقعہ اوڑھ کر نکلے۔

اور چہرہ کھولنے یا نہ کھولنے کی سب تفصیل عورت کے فعل میں ہے، باقی جو مرد کا فعل ہے یعنی نظر کرنا اس کا جدا حکم ہے، یعنی چہرہ کھولنے کا جواز نظر کرنے کے جواز کو مستلزم نہیں، پس جس صورت میں عورت کو کسی عضو کا کھولنا جائز ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مرد کو اس کا دیکھنا بھی جائز ہو، بلکہ وہ محل محرم یا احتمال شہوت کی صورت میں غض بصر (نگاہ نیچی رکھنے) کا مامور رہے گا، چنانچہ خود آیت میں اس کی دلیل موجود ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ [1]

[1] النور: ۳۰۔

Marfat.com

خواتین کے چہرہ کا پردہ واجب ولازمی ہے یا نہیں؟

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حکیم الامت، مجدد الملۃ والدّین، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے پردہ کی تحقیق میں ایک سوال کا محققانہ جواب تحریر فرمایا تھا، جو ''القاء السکینہ'' کے نام سے ملقب ہے۔

سوال: بعض لوگ سورۂ نور کی آیت وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ''اور عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو اُس سے کھل جائے''، سے پردۂ مروّجہ کے مخالف اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ چہرہ اور ہاتھوں کا چھپانا عورتوں پر واجب نہیں، بلکہ اُن کو کھلے منہ مردوں کے سامنے آنا جائز ہے، کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اوّل تو عورتوں کو زینت کے ظاہر کرنے سے منع فرمایا ہے، پھر إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں اُن اعضاء کے کھولنے کی اجازت دی جو کھلے ہی رہتے ہیں، اور اس کی تفسیر میں مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں مراد ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت ہے۔

الجواب: یہ استدلال ہرگز صحیح نہیں کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ کسی آیت یا حدیث کے ایک معنی بیان کر کے اُس سے کسی مضمون پر استدلال کرنا اس وقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ آیت یا حدیث میں اس معنی کے سوا دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو، بلکہ یہی متعین ہوں جو بیان کئے جاتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہوا بلکہ دوسرے معنی کا بھی احتمال ہوا تو اس صورت میں ایک معنی آیت کے قائم کر کے استدلال صحیح نہ ہوگا، اور اس مقام پر ایسا ہی کیا گیا ہے، کیونکہ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر چہرہ اور ہتھیلیوں کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر لباس اور چادر کے ساتھ منقول ہے، چنانچہ درمنثور میں یہ دونوں قول مع دیگر اقوال کے مذکور ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر پر آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ عورتیں اپنی زینت کو جس میں لباس بھی آ گیا ظاہر نہ

Marfat.com

کریں، ہاں اُس میں سے اُس زینت کو ظاہر کرسکتی ہیں جو ظاہر ہو، مثل اوپر کی چادر وغیرہ کے، بشرطیکہ وہ بھی میلی کچیلی ہو جیسا حدیثوں میں آیا ہے، تو جب اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر میں چند اقوال ہیں اور اس کے وہی ایک معنی متعین نہیں جو مخالفانِ پردہ نے بیان کیے ہیں، بلکہ دوسرے معنی کا بھی احتمال ہے، تو اس صورت میں ان کا استدلال صحیح نہیں ہوسکتا، کیونکہ دوسرے قول پر تو چہرہ اور ہاتھوں کے مستثنیٰ ہونے کی آیت میں کوئی دلیل ہی نہیں، بلکہ اس قول پر اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے صرف اوپر کی چادر وغیرہ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر وہی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، جب بھی اس سے مخالفانِ پردہ کا یہ ثابت کرنا کہ عورتوں کو چہرہ کھول کر مردوں کے سامنے آنا مطلقاً جائز ہے، بالکل غلط اور باطل ہے، جس کا منشاء ان استدلال کرنے والوں کی چند امور سے ناواقفی اور بے خبری ہے:

(۱) خود مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے معنی سے کہ اُن لوگوں نے اس جملہ کے معنی ہی کو نہیں سمجھا۔

(۲) و (۳) ان لوگوں نے آیت لَا يُبْدِيْنَ سے قبل اور بعد کے مضمون کو نہیں دیکھا، یا اس میں غور نہیں کیا۔

(۴، ۵) ان لوگوں نے اُن آیتوں کو بھی نہیں سمجھا جو اس آیت سے پہلے نازل ہوئی ہیں اور اُن آیتوں کو بھی نہیں سمجھا جو تلاوت میں اس کے بعد ہیں اور نزول میں ان کا مقدّم یا مؤخر ہونا معلوم نہیں۔

ان سب امور کی نمبروار تفصیل یہ ہے:

امر اوّل: اللہ تعالیٰ نے اس وقت میں جتنے صیغے استعمال فرمائے ہیں سب میں عورتوں کو فاعل قرار دیا گیا ہے، جیسے ارشاد باری تعالیٰ:

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ [1] کہ عورتیں اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں، وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں، وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ

[1] النور: ۳۱۔

Marfat.com

اور اپنے پیروں کو (زمین پر زور سے) نہ ماریں۔

ان سب صیغوں میں عورتوں کے کسی نہ کسی فعل کا ذکر ہے، مگر اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا میں ایسا صیغہ اختیار کیا گیا ہے جس میں عورتوں کے کسی فعل کا بھی ذکر نہیں، کیونکہ اس کا ترجمہ یہ ہے "مگر وہ زینت جو ظاہر ہو جائے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا میں زینت کا وہ ظہور مراد ہے جس میں عورتوں کے فعل کو اصلاً دخل نہیں (بلکہ بدوں ان کے ارادہ کے ظاہر ہو جائے) ورنہ دوسرے صیغوں کی طرح یہاں بھی مَا اَظْھَرْنَ فرماتے "کہ جس زینت کو عورتیں ظاہر کریں وہ مستثنیٰ ہے"، مگر قرآن میں مَا اَظْھَرْنَ نہیں ہے مَا ظَھَرَ آیا ہے، جس میں عورتوں کی طرف ظہور کی نسبت نہیں، پس ثابت ہوا کہ یہاں وہ ظہور مراد ہے جو بدوں عورتوں کے قصد وارادہ کے ہو۔

امر دوم: ان لوگوں نے آیت لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ سے پہلے یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ کو نہیں سمجھا جس میں عورتوں کو نگاہ نیچی رکھنے اور عفت وعصمت کی حفاظت کرنے کا حکم ہے، اگر وہ اس کو سمجھتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ یہاں پردہ کے متعلق جس قدر احکام ہیں سب سے مقصود عورتوں کی عفت وعصمت کی حفاظت ہے۔ پھر آیت لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا کا یہ مطلب کیونکر ہو سکتا ہے کہ عورتیں چہرہ کھول کر مردوں کے سامنے بلا تکلف آیا کریں، کیونکہ اس کی مطلقاً اجازت دینے سے وہ مقصود فوت ہو جاتا ہے جو اس مقام پر اصل مقصود ہے یعنی حفاظتِ عفت اور فتنہ کا انسداد، کیونکہ چہرہ کھول کر بے تکلف عورتوں کا مردوں کے سامنے آنا سخت فتنہ پیدا کرنے والا ہے، جس کے ساتھ حفاظتِ عفت دشوار اور سخت دشوار ہے۔

امر سوم: ان لوگوں نے لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ کے بعد لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ کو بھی نہیں دیکھا، جس میں پردہ کا اس درجہ اہتمام کا حکم ہے کہ عورتوں کو زمین پر زور سے پیر مار کر چلنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اس حکم کا منشاء بھی یہی ہے کہ فتنہ کا دروازہ بند کرنا مقصود ہے، اور عورتوں کا زور سے زمین پر پیر مار کر چلنا فتنہ کا

Marfat.com

سبب تھا اس لئے اس سے منع کیا گیا، پھر اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کا یہ مطلب کب ہوسکتا ہے کہ عورتوں کو مردوں کے سامنے چہرہ کھول کر آنے کی مطلقاً اجازت ہے، کیا اس میں اس سے بڑھ کر فتنہ نہیں جتنا زور سے پیر مار کر چلنے میں ہے۔

امر چہارم: ان لوگوں نے سورۂ احزاب کی چند آیتوں میں بھی غور نہیں کیا، جس کا نزول سورۂ نور سے پہلے ہوا ہے (جیسا کہ اتقان میں بیان کیا ہے) اور وہ آیتیں یہ ہیں:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ [1] ''اور اے بیبیو! تم اپنے گھروں میں رہو''، اور وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ [2] ''اور اے مردو! جب تم مستورات سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کی آڑ میں ہو کر مانگو''، اور يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ [3] ''کہ عورتیں اپنے اوپر چادریں لٹکا لیا کریں''۔

اگر وہ ان آیتوں میں تامل کرتے تو ہرگز اس دعویٰ کی جرأت نہ کرتے کہ عورتوں کو چہرے کھول کر مردوں کے سامنے آنا مطلقاً جائز ہے، کیونکہ ان آیات میں صاف طور پر مردوں کو عورتوں سے پردہ کی آڑ میں رہ کر بات چیت کرنے کا اور عورتوں کو گھروں میں رہنے کا اور (ضرورت سے باہر نکلیں تو) چادر اوڑھ کر نکلنے کا حکم ہے، اگر چہرہ کھول کر مردوں کے سامنے آنا مطلقاً جائز ہوتا تو ان احکام کی کیا ضرورت تھی۔

امر پنجم: ان لوگوں نے آیت وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا [1] النور: ۶۰۔ کو بھی نہیں دیکھا جو تلاوت میں آیت لَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا [1] النور: ۳۱۔ سے مؤخر ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ نزول میں مقدم ہے یا مؤخر، اگر یہ لوگ اس آیت کو دیکھتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت صرف ان بڑی بوڑھی عورتوں کو ہے جن میں نکاح کی قابلیت نہیں رہی، اور مستحب ان کے واسطے بھی یہی ہے کہ اس سے احتیاط رکھیں، پھر یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ جوان عورتوں کو اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے کی مطلقاً اجازت ہے۔

---

[1] احزاب: ۳۳۔ [2] احزاب: ۵۳۔ [3] احزاب: ۵۹۔

Marfat.com

یہاں تک ان پانچ امور کی تفصیل تھی جن سے واقفی اور بے خبری اس دعویٰ کا منشاء ہوا ہے جو اس وقت مخالفان پردہ نے کیا ہے، اب ہم یہ کہتے ہیں کہ ان سب احکام میں جو پانچ نمبروں کے تحت میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، باہم کچھ تعارض نہیں، کیونکہ یہ سب امور جمع ہو سکتے ہیں، جیسا کہ آئندہ تقریر سے واضح ہو جائے گا اور جو چیزیں باہم جمع ہو سکیں ان میں تعارض کا دعویٰ کرنا یا اس بناء پر نسخ کا دعویٰ کرنا محض غلط ہے اور اس لئے کسی نے ان آیتوں میں سے پچھلی آیتوں کو پہلی آیتوں کا ناسخ نہیں کیا، اس لئے ان سب آیتوں کا اختیار کرنا اور ان پر عمل کرنا واجب ہوگا۔

پس ان مجموعہ احکام پر نظر کر کے جو کہ پانچ نمبروں میں مذکور ہوئے، پردہ کے حکم کی تقریر یہ ہوگی کہ آیت وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ [۱] اور آیت وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا [۲] میں تو عورتوں میں اپنی ذات کا چھپانا واجب کیا گیا ہے (کہ اجنبی مردوں کے سامنے کسی طرح بھی نہ آئیں) اور اصلی حکم یہی ہے، لیکن کبھی مجبوری کی حالت میں گھر سے باہر نکلنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے، ایسی حالت میں آیت یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِهِنَّ [۳] سے عورتوں کو مردوں کے سامنے آنے کی اجازت دی گئی، مگر چادر گھونگٹ وغیرہ سے تمام بدن کا چھپانا واجب کیا گیا۔

پھر کبھی بعض ایسی عورتوں کو جن کے پاس نوکر خادم نہ ہوں، گھر سے باہر بعضے ایسے کاموں کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے جو ہاتھ سے کئے جاتے ہیں اور اس حالت میں ہاتھوں کے چھپانے میں دقت و دشواری ہوتی ہے، پھر گھر سے باہر کام کرنے کے وقت اس کام کو آنکھوں سے بھی دیکھنے کی حاجت ہوتی ہے اور گھونگٹ سے منہ چھپا کر کام کو دیکھنا دشوار ہوتا ہے تو اس حالت میں چہرہ کا چھپانا بھی تنگی اور تکلیف کا باعث ہوتا ہے، ایسی مجبوری کی حالت میں اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا سے تفسیر مشہور کی بناء پر صرف چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت دے دی گئی اور باقی تمام بدن کا چھپانا واجب کیا گیا۔

لَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ کا یہی مطلب ہے، کیونکہ زینت سے مراد تمام بدن ہے اور چونکہ ایسی ضرورت

---

[۱] احزاب: ۳۳۔ [۲] احزاب: ۵۳۔ [۳] احزاب: ۵۹۔

Marfat.com

باندیوں کو اپنے آقاؤں کی خدمت کرنے کی وجہ سے زیادہ پیش آتی ہے، اس لئے ان کے واسطے بہ نسبت آزاد عورتوں کے اس اجازت میں زیادہ توسیع کی گئی، جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ اس کو بیان کیا گیا ہے۔

پس جوان عورتوں کو اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھول کر آنے کی اجازت اس حالت کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ ان کے چھپانے میں تنگی اور تکلیف ہو، اور بعض علماء نے پیروں کو بھی ہاتھوں پر قیاس کیا ہے اور ان کے کھولنے کی اجازت دی ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ ہاتھوں اور پیروں میں فرق ہے کہ پیروں میں تو موزہ پہن کر چلنا پھرنا کام کرنا دشوار نہیں، اس لئے ان کے کھولنے کی کچھ ضرورت نہیں اور ہاتھوں میں دستانے پہن کر کام کرنا خصوصاً ایسے کام جو ہاتھ سے کرنے کے ہیں دشوار ہے اس لئے مجبوری کی حالت میں ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت دینا ضروری ہے۔

اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت اس حالت کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ ان کے چھپانے میں تنگی اور دشواری ہو، اس کیلئے مستقل دلائل کے علاوہ خود لفظ مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں بھی دلیل موجود ہے، چنانچہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ عورت اپنے کسی عضو کو ظاہر نہ کرے (یہ تو لَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ کا ترجمہ ہے، کیونکہ زینت سے مراد تمام بدن ہے، اکثر مفسرین نے اس کی یہی تفسیر کی ہے) لیکن اگر ایسی مجبوری کی حالت ہو جس میں چہرہ اور ہتھیلیوں کا چھپانا ایسا دشوار ہو کہ اگر عورت ان کے چھپانے کا اہتمام اور قصد بھی کرتی ہے جب بھی یہ اضطراری طور پر خود بخود کھل جاتے ہوں، کیونکہ اس ضروری کام کے ساتھ ان کا پردہ نہیں ہوسکتا، ایسی حالت میں عارض کی وجہ سے بقدر ضرورت ان کے کھولنے کی اجازت ہے، کیونکہ یہ قاعدہ شریعت کا مشہور ہے: اَلضَّرُوْرِیُّ یَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الضَّرُوْرَةِ کہ جو شئے ضرورت کی وجہ سے جائز کی جاتی ہے وہ ضرورت ہی کی حدتک جائز ہے اس سے زیادہ نہیں، پس اِلَّا مَا ظَهَرَ میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے مستثنیٰ کرنے کے یہ معنی ہیں جو ہم نے بیان کئے کہ مجبوری اور ضرورت کے وقت ان کا کھولنا جائز ہے نہ یہ کہ عورتوں کے واسطے اصلی حکم تو ہاتھ اور چہرہ کھولنا ہو اور چھپانے کا حکم کسی عارض کی وجہ سے ہو، جیسا کہ آج کل کے نوجوانوں کا خیال ہے۔

Marfat.com

اور اس کا احتمال بھی کیسے ہوسکتا ہے جبکہ آیت اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا کا سیاق وسباق اس بات کو بتلا رہا ہے کہ اس مقام پر جتنے احکام مذکور ہیں سب سے مقصود فتنہ کے دروازہ کو بند کرنا ہے، چنانچہ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ ''عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں'' وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ ''اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں''، وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ ''زمین پر پیر مار کر نہ چلیں''، یہ سب الفاظ اس کے مقصود ہونے کو صاف صاف ظاہر کر رہے ہیں اور احادیث نبویہ نے تو فتنہ کے بعید سے بعید اسباب واحتمالات کا بھی راستہ بند کرنے کا اہتمام کیا ہے تو ایسی حالت میں آیت اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا کا یہ مطلب کیونکر ہوسکتا ہے کہ عورت کا چہرہ اور ہاتھوں کو قصداً کھول کر مردوں کے سامنے آنا ہر حالت میں جائز ہے، خواہ ان کے کھولنے کی ضرورت کسی مجبوری کی وجہ سے ہو یا نہ ہو، بالخصوص چہرہ کا قصداً کھولنا مطلقاً جائز کیونکر ہوسکتا ہے جو تمام فتنوں کی جڑ ہے اور اس کا انکار صرف کور باطنی ہی نہیں بلکہ کور چشمی کا بھی اقرار ہے، کیا کوئی عاقل جس کو ذرا بھی حس ہو اس کا دعویٰ کرسکتا ہے کہ کلائی اور بازو کے کھولنے میں چہرہ کھولنے سے زیادہ فتنہ ہے کہ ان کا تو چھپانا واجب کیا گیا اور چہرہ کا چھپانا واجب نہ کیا گیا، اور اگر یہی مطلب مان لیا جائے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں تو آیت کے اجزاء میں باہم تعارض ہوجائے گا جو ایک ادنیٰ عاقل کے کلام میں بھی محال ہے تو حکم مطلق احکم الحاکمین کے کلام میں کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

رہا یہ کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کا چھپانا اور بقیہ تمام بدن کا چھپانا، پردہ کی یہ دونوں قسمیں ایک ہی درجہ میں واجب ہیں، ان کے واجب ہونے میں باہم کچھ تفاوت بھی ہے، جیسے فرض اعتقادی اور فرض عملی (میں درجہ کا تفاوت ہوتا ہے مگر واجب ہونا دونوں کا مشترک ہے) سو اس وقت اس سے یہاں بحث نہیں، یہ خود ایک مستقل مسئلہ ہے جس کا مشہور عنوان فقہ میں یہ ہے کہ ان میں سے کون سا عضو اپنی ذات سے چھپانے کے قابل ہے اور کون اپنی ذات سے چھپانے کے قابل نہیں، اس وقت جس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ چھپانا واجب ہے اس میں یہ سب برابر ہیں، گو وجوب کے درجہ میں تفاوت ہو۔

اس کی ایسی مثال ہے جیسے فقہاء نے ستر کے دو حصے کئے ہیں، ایک عورت غلیظہ، جس کا چھپانا نہایت ضروری

Marfat.com

ہے اوراس کے کھولنے پر سخت سزا دی جاتی ہے، دوسرے عورت غیر غلیظہ کہ چھپانا اس کا بھی واجب اور ضروری ہے مگراس کے کھولنے پر پہلے درجہ کے برابر سخت سزانہیں دی جاتی، بلکہ اس سے کم سزا دی جاتی ہے، تو جیسا کہ واجب ہونے میں ستر کے دونوں حصے برابر ہیں، مگر غلیظ اور خفیف ہونے میں باہم تفاوت ہے، اسی طرح واجب ہونے میں پردہ کے یہ دونوں درجے مشترک ہیں، گو دوسرے اعتبار سے ان میں کچھ تفاوت بھی ہو۔

اور چونکہ عادۃً ہاتھ سے کام کرنے میں اگر خاص طور پر پردہ کا خیال نہ رکھا جائے تو اکثر گلا اور سر بھی کھل جاتا ہے، اس لئے اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا کے بعد وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ میں اس کا انتظام کر دیا گیا، اور یہ حکم دیا گیا کہ اگر مجبوری کی حالت میں مردوں کے سامنے چہرہ اور ہاتھوں کو کھولا جائے تو اس وقت عورتیں اس کا خیال رکھیں کہ اپنے دوپٹوں کو سینے پر ڈال لیا کریں۔

جب ان آیات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کے متعلق اصل حکم یہی ہے کہ ان کو چھپانا واجب ہے اور یہ حکم ظاہر میں سب عورتوں کے حق میں عام تھا، جوانوں کے لئے بھی اور بوڑھی عورتوں کیلئے بھی، کیونکہ آیت کے الفاظ میں جوان یا بوڑھی کی کوئی قید مذکور نہیں، اس لئے آیت وَالۡقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِىۡ لَا يَرۡجُوۡنَ نِكَاحًا [1] نے بڑی بوڑھی عورتوں کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا، اور بتلا دیا کہ ان پر چہرہ اور ہتھیلیوں کا چھپانا واجب نہیں، گو مستحب ان کے واسطے بھی یہی ہے کہ چہرہ اور ہاتھوں کو چھپائے رکھیں، وَاَنۡ يَّسۡتَعۡفِفۡنَ خَيۡرٌ لَّهُنَّ کا یہی مطلب ہے اور چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا باقی تمام بدن کا چھپانا عام طور پر سب عورتوں کے حق میں واجب ہے، چنانچہ سر وغیرہ کا اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا بوڑھی عورتوں کو بھی حرام ہے۔

پس اب حکم کا حاصل یہ ہوا کہ ان جوان عورتوں پر تو چہرہ اور ہتھیلیوں کا چھپانا ہر حال میں بدستور واجب ہے سوائے اس حالت کے جبکہ ان کے چھپانے میں تنگی اور تکلیف ہو اور بوڑھی عورتوں کے لئے بھی چہرہ اور ہتھیلیوں کا مردوں کے سامنے کھولنا جائز ہوتا تو آیت وَالۡقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ ... الخ میں بوڑھی عورتوں کی تخصیص بے فائدہ اور بیکار ہوتی۔

---

[1] النور: ۶۰۔

Marfat.com

اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ مخالفانِ پردہ کا آیت اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے اس پر استدلال کرنا کہ یہاں عورتوں کے لئے علی الاطلاق ہر حالت میں چہرہ کھول کر مردوں کے سامنے آنا جائز ہے، بالکل باطل اور لغو ہے، ان کا یہ استدلال ہرگز صحیح نہیں۔

اب سمجھنا چاہئے کہ پردہ کے یہ سب احکام اجنبی مردوں کے اعتبار سے تھے اور محرموں کا حکم یا جو لوگ محرموں کے مثل ہیں اسی آیت کے دوسرے جملہ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ ..... الخ [1] میں مذکور ہے، جس کی تقریر بیان القرآن میں موجود ہے، اس تقریر کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ نہ اہلِ حق میں سے کسی پر کوئی اشکال رہا اور نہ اہلِ باطل کے لئے گفتگو کی گنجائش کا احتمال رہا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

تنبیہ

اس بات پر بھی متنبہ کر دینا ضروری ہے کہ جن مجبوریوں کی حالت میں عورتوں کو چہرہ اور ہاتھ کھولنے کی شریعت سے اجازت ہے، اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ عورت کو اگر منہ چھپانے میں تنگی یا تکلیف ہو تو بضرورت وہ اپنا چہرہ کھول سکتی ہے، یہ مطلب نہیں کہ اس وقت مردوں کو بھی عورتوں کے چہرہ کا دیکھنا جائز ہو جائے گا، عورتوں کو کسی وقت چہرہ کھولنے کی اجازت دے دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردوں کو بھی اس وقت ان کے چہرہ پر نظر کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل خود اسی آیت میں موجود ہے کہ باوجودیکہ مرد کو ناف سے گھٹنے تک کے سوا باقی تمام بدن کا کھولنا جائز ہے، مگر عورتوں کو پھر بھی یہ حکم ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور مردوں کے چہرہ وغیرہ کی طرف نظر نہ کریں۔

پس یہاں جس قدر تفصیل عورتوں کے پردہ کے متعلق بیان کی گئی ہے کہ ان کو اجنبی مردوں سے کس طرح پردہ کرنا چاہئے اور محرموں سے کس قدر اور اجنبی مردوں سے کس وقت اپنی ذات کا چھپانا واجب ہے اور کس

---

[1] النور: ۳۰۔

Marfat.com

وقت برقعہ اوڑھ کر باہر نکل سکتی ہیں اور کس حالت میں چہرہ اور ہتھیلیاں کھول سکتی ہیں، یہ سب تفصیل عورتوں کے فعل میں ہے، باقی مردوں کا جو فعل ہے یعنی عورتوں کا دیکھنا اس کا حکم جدا ہے، جس کا اجمالی بیان یہ ہے کہ اجنبی عورت سے تو ہر حال میں مرد کو اپنی نگاہ کی حفاظت لازم ہے اور جو عورتیں محرم ہوں ان سے بوقت احتمال شہوت نگاہ کا پھیرنا واجب ہے، یعنی اگر کسی وقت محرم عورت کے دیکھنے میں بھی شہوتِ نفسانیہ کا احتمال ہو تو مرد پر واجب ہے کہ اس وقت محرم کو بھی نہ دیکھے اور نگاہ کی حفاظت کرے۔

خلاصہ یہ کہ مرد کو بجز بیوی اور باندیؔ کے (جو بقاعدہ شرعیّہ باندی ہو محض نوکر یا خادمہ یا رواجی باندی نہ ہو) اور کسی عورت کا دیکھنا شہوت کے ساتھ جائز نہیں، جب تک دیکھنے کی سخت ضرورت نہ ہو۔

پردہ سے متعلق تحقیق دقیق

(از حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ)

بے پردگی کے حامیوں کی جاہلانہ باتیں اور ان کی تردید:

جب سے لوگوں میں صرف اسلام کا دعویٰ رہ گیا ہے اور اسلام پر چلنے کی ہمت نہیں کرتے اور یہ چاہتے ہیں کہ دیندار بھی رہیں اور آزاد بھی رہیں، ایسے لوگ بے پردگی کے حامی ہیں، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمان عورتیں کافر عورتوں کی طرح گلی کوچوں میں پھریں اور بازاروں میں گشت لگائیں، ان آزاد منش جاہلوں کی جہالت کا ساتھ دینے والے بعض مصری قلم کار بھی مل گئے، پھر مصر کے ان نام نہاد آزاد خیال لوگوں کا اتباع ہند و پاک کے ناخدا ترس مضمون نگار بھی کرنے لگے۔ ان لوگوں کو اور تو کچھ نہ ملا {اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا} مل گیا اور اِلَّا مَا ظَهَرَ کی تفسیر جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کی ہے کہ اس سے اوپر کی چادر مراد ہے چونکہ یہ ان لوگوں کے جذباتِ نفسانیہ کے خلاف تھی، اس لیے اس سے تو اعراض کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو اس کی تفسیر میں وجہ اور کفین منقول ہے اسے لے اڑے، کیا وجہ ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر کو چھوڑا جبکہ وہ پرانے صحابی ہیں، سابقین اولین میں سے ہیں، جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: تَمَسَّكُوۡا بِعَهۡدِ ابۡنِ اُمِّ عَبۡدٍ

Marfat.com

کہ ام عبد کے بیٹے (ابن مسعود) کی طرف سے جو دینی حکم ملے اس کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مفسر قرآن تھے اور بڑے عالم تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ﴿اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ﴾ [2] کی دعا بھی دی تھی، اگر ان کی اس تفسیر کو لیا جائے جو انہوں نے الوجہ و الکفان سے کی ہے، تب بھی اس سے عورتوں کو بے پردہ ہو کر نکلنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اول تو آیت شریفہ میں اِلَّا مَا ظَهَرَ فرمایا ہے، اِلَّا مَآ اَظْهَرْنَ نہیں فرمایا (یعنی یہ نہیں فرمایا کہ عورتیں ظاہر کیا کریں بلکہ یوں فرمایا کہ جو ظاہر ہو جائے) اب سمجھ لیں! جب عورت چہرہ کھول کر باہر نکلے گی تو اظہار ہو گا یا ظہور ہو گا؟ کیا اس کو یوں کہیں گے کہ بلا اختیار ظاہر ہو گیا ہے؟ پھر یہ بھی واضح رہے کہ آیت میں نامحرم کے سامنے ظاہر ہونے کا ذکر نہیں ہے، عورتوں کی پردہ دری کے حامی یہاں نامحرموں کو گھسیٹ کر خود سے لے آئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام میں نامحرموں کے سامنے عورت کے چہرہ اور کفین کے ظاہر ہونے اور ظاہر کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے، ان کی بات کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ عورت کو عام حالات میں جبکہ وہ گھر میں کام کاج میں لگی ہوئی ہو، سارے کپڑے پہنے رہنا چاہئے، اگر چہرہ اور ہاتھ کھلا رہے اور گھر کی عورتیں اور باپ بیٹے اور دوسرے محرموں کی نظر پڑ جائے تو یہ جائز ہے۔

لوگوں میں یوں ہی بے دینی ہے اور عفت و عصمت سے دشمنی ہے، اوپر سے انہیں یہ مفت کے مفتی بھی مل گئے جنہوں نے کہہ دیا کہ چہرہ کا پردہ نہیں ہے، اگر ہے تو درجہ استحباب میں ہے، ان جاہل مفتیوں نے نہ آیات اور احادیث کو دیکھا اور نہ یہ سوچا کہ عورت بے پردگی کو صرف چہرہ تک محدود نہ رکھے گی، عورت کا مزاج تو بننے ٹھننے اور دکھانے کا ہے، اب دیکھ لو بے پردہ باہر نکلنے والی عورتوں کا کیا حال ہے، کیا صرف چہرہ ہی کھلا رہتا ہے؟ ان لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو دیکھ لیا اور ان کا مطلب غلط لے لیا، پھر اپنی ذاتی رائے کو عورتوں میں پھیلایا اور اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا [3] کا مصداق بن گئے۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۵۷۸، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۵۵۰۳۔ [2] صحیح البخاری، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ، رقم الحدیث: ۷۵۔ [3] سنن ابی داود، بَابُ مَا جَاءَ فِي الشِّعْرِ، رقم الحدیث: ۵۰۱۲۔

Marfat.com

سورۂ احزاب میں عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم

اول سورۂ احزاب کی آیت وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ [۱] ’’اور جب تم ان سے کسی برتنے کا سوال کرو تو ان سے پردہ کے پیچھے سے مانگو‘‘ پڑھیے اور غور کیجیے کہ اگر چہرہ پردہ میں نہیں ہے تو پردہ کے پیچھے سے مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ یوں بھی عورتیں عام طور سے گھروں میں ننگی تو نہیں رہتی ہیں، عموماً ہاتھ اور چہرہ کھلا رہتا ہے، اگر چہرہ کا پردہ نہیں تو نامحرم مردوں کو کوئی چیز لینے کے لیے پردہ کے باہر سے طلب کرنے کا حکم کیوں فرمایا؟ تو معلوم ہوا کہ چہرہ ہی اصل پردہ کی چیز ہے، پھر اس میں صیغہ امر بھی ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے، اس سے ان جاہلوں کی بات کی تردید ہو گئی جو یوں کہتے ہیں کہ چہرہ کا ڈھانپنا اعلیٰ و افضل ہے، واجب نہیں ہے۔

اب سورۂ احزاب کی ایک اور آیت سنئے، ارشاد ربانی ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ

اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کو نیچا کر لیا کریں۔ [۲]

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اَمَرَ نِسَاءَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یُّغَطِّیْنَ رُءُوْسَهُنَّ وَوُجُوْهَهُنَّ بِالْجَلَابِیْبِ اِلَّا عَیْنًا وَّاحِدَةً لِیُعْلَمَ اَنَّهُنَّ حَرَائِرُ [۳]

یعنی مومنین کی عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سروں کو اور چہروں کو بڑی چوڑی چکلی چادروں سے ڈھانکے رہا کریں، صرف ایک آنکھ کھلی رہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ باندیاں نہیں ہیں۔

یاد رہے کہ یہ وہی ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جن کی طرف اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر الوجه و الكفان منسوب

[۱] احزاب: ۵۳۔ [۲] احزاب: ۵۹۔ [۳] معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۴۴۔

Marfat.com

ہے، معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ جو فرمایا ہے کہ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنۡھَا سے وجہ و کفین مراد ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کھلا چہرہ لے کر نامحرموں کے سامنے آجایا کریں، یا چہرہ کھول کر باہر نکلا کریں، جب انہوں نے اس دوسری آیت کی تفسیر میں یہ فرما دیا کہ بڑی چادروں سے اپنے سر اور چہرہ کو ڈھانکے رہیں اور دیکھنے کی ضرورت سے صرف ایک آنکھ کھلی رہے، تو معلوم ہوا کہ اِلَّا مَا ظَھَرَ کی تفسیر میں جو انہوں نے وجہ اور کفین فرمایا ہے، اس سے ان کے نزدیک گھروں میں رہتے ہوئے چہرہ اور ہاتھ کھلے رہنے کی اجازت مراد ہے۔

شیطان بڑے بڑے وسوسے ڈالتا ہے اور گمراہی کے راستے دکھاتا ہے، اس نے پردہ کے مخالفین کو یہ بات سمجھائی ہے کہ پردہ کا حکم رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے لیے ہے اور انہیں کے لیے مخصوص ہے، ان لوگوں کی اس جاہلانہ بات کی تردید سورۂ احزاب کے لفظ سے واضح طور پر ہو رہی ہے، کیونکہ اس میں لفظ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ موجود ہے، پھر ایک موٹی سمجھ والا انسان (جسے خوف خدا ہو) یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جب ازواجِ مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم ہے جن کے بارے میں وَاَزۡوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمۡ [1] ''اور آپ ﷺ کی بیویاں ایمان والوں کی مائیں ہیں'' فرمایا ہے، جن پر کسی مومن کی بری نظر پڑنے کا احتمال ہی نہ تھا، تو ان عورتوں کے بارے میں پردہ کا حکم کیونکر نہ ہوگا جن کی طرف قصداً بری نظریں اٹھائی جاتی ہیں، اور جو خود مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں، کیا کسی صحیح العقل انسان کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ خاندانِ نبوت کی چند خواتین کو پردہ کا حکم دیکر امت کی کروڑہا عورتوں کو قدیم زمانہ کی جاہلیتِ اولیٰ کی طرح بے پردہ ہو کر باہر پھرنے کی اجازت دیدی ہو؟

احادیث میں پردہ کا حکم

۱۔ جب غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر نظر پڑی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ پڑھنے کی آواز سنی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

---

[1] احزاب: ۶۔

Marfat.com

کی آنکھ کھل گئی اور انہوں نے فوراً اپنا چہرہ ڈھانپ لیا، وہ فرماتی ہیں کہ صفوان نے مجھے پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیکھا تھا، اسی سے سمجھ لیا جائے کہ پردہ کا جو حکم نازل ہوا تھا وہ چہرہ سے بھی تھا ورنہ انہیں چہرہ ڈھانپنے کی اور یہ بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی کہ انہوں نے مجھے نزولِ حجاب کے حکم سے پہلے دیکھا تھا۔

۲۔ نیز صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اہلیہ محترمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے، وہیں ایک ہیجڑا بھی تھا، اس نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی سے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے طائف کو فتح کر دیا تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی بتادوں گا، جو ایسی ایسی ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ ہرگز تمہارے گھروں میں داخل نہ ہوں۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یوں عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کے پاس (اندرون خانہ) اچھے برے لوگ آتے جاتے ہیں، (وہاں امہات المومنین بھی ہوتی ہیں) اگر آپ امہات المومنین کو پردہ کرنے کا حکم دیدیتے تو اچھا ہوتا! اس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ والی آیت نازل فرمائی۔ [1]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پردہ کی آیت میں نامحرموں کے سامنے چہرہ ڈھانپنے کا حکم نازل ہوا، کیونکہ اس سے پہلے بھی کپڑے پہنے ہوئے ہی بیٹھی رہتی تھیں۔

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اور سنئے، وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب گزار کر صبح کو ولیمہ کیا تو خوب بڑی دعوت کی، لوگ آتے رہے کھاتے رہے اور جاتے رہے، کھانے سے فارغ ہو کر سب لوگ چلے گئے لیکن تین اصحاب رہ گئے، وہ باتیں کرتے رہے، آپ کے مزاج میں حیاء بہت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نہیں فرمایا کہ تم چلے جاؤ بلکہ خود حضرت

[1] صحیح بخاری ص ۷۰۶۔

Marfat.com

عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف چلے گئے، جب میں نے آپ کو خبر دی کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے، میں آپ کے ساتھ (حسبِ عادت) داخل ہونے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور آیتِ حجاب یعنی آیت کریمہ: ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ'' [1] آخر تک، اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادی۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ پرانے خادم تھے، دس برس تک انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی، جب پردہ کا حکم نازل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ ڈال دیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اندر آنے نہیں دیا، اب سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ گھروں میں اندر آتے جاتے تھے کیا ازواج مطہرات کپڑے نہیں پہنتی تھیں، کیا چہرہ کے سوا کسی اور جگہ بھی ان کی نظر پڑتی تھی؟ اگر چہرہ پردہ میں نہیں تو ان کو اندر جانے سے کیوں روکا گیا، ازواج مطہرات سے فرمادیتے کہ اس کو آنے جانے دو، صرف چہرہ کھلا رکھا کرو، لیکن وہاں مستقل داخل ہونے پر پابندی لگادی گئی، اسی سے سمجھ لیا جائے کہ پردہ کا حکم نازل ہوا، اس میں اصل چہرہ ہی کا چھپانا ہے ورنہ جسم کے دوسرے حصے پہلے بھی نامحرموں کے سامنے ظاہر نہیں کیے جاتے تھے۔

۵۔ سنن ابوداؤد کتاب الجہاد میں ہے کہ حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا کا صاحبزادہ ایک جہاد کے موقع پر شہید ہوگیا تھا، وہ چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ان کا یہ حال دیکھ کر کسی صحابی نے کہا کہ تم اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے کے لیے آئی ہو اور نقاب ڈالے ہوئے ہو؟ حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا نے جواب دیا اگر بیٹے کے بارے میں مصیبت زدہ ہوگئی ہوں تو اپنی شرم و حیاء کھو کر ہرگز مصیبت زدہ نہ بنوں گی (یعنی حیاء کا چلا جانا ایسی مصیبت زدہ کردینے والی چیز ہے جیسے بیٹے کا ختم ہو جانا) حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا کے پوچھنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ تمہارے بیٹے کے لیے دو شہیدوں کا ثواب ہے، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیوں؟ ارشاد فرمایا اس لیے کہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔ [3]

---

[1] احزاب: ۵۳۔ [2] صحیح بخاری۔ [3] سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۶۔

Marfat.com

اس واقعہ سے بھی ان مغربیت زدہ مجتہدین کی تردید ہوتی ہے جو چہرہ کو پردہ سے خارج کرتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پردہ ہر حال میں لازم ہے، رنج ہو یا خوشی نامحرم کے سامنے بے پردہ ہو کر آنا منع ہے، بہت سے مرد اور عورتیں ایسا طرز اختیار کرتے ہیں کہ گویا مصیبت کے وقت شریعت کا کوئی قانون لاگو نہیں ہے، جب گھر میں کوئی موت ہو جائے گی تو اس بات کو جانتے ہوئے کہ نوحہ کرنا سخت منع ہے عورتیں زور زور سے نوحہ کرتی ہیں، جنازہ گھر سے باہر نکالا جاتا ہے تو عورتیں دروازہ کے ساتھ باہر تک اس کے پیچھے چلی آتی ہیں اور پردہ کا کچھ خیال نہیں کرتیں، خوب یاد رکھو! غصہ ہو یا رضامندی، خوشی ہو یا مصیبت ہر حال میں احکامِ شریعت کی پابندی کرنا لازم ہے۔

۶۔ رسول اللہ ﷺ نے حج وعمرہ کے مسائل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ لَا تَنْتَقِبُ الْمَرْاَۃُ الْمُحْرِمَۃُ [1] یعنی احرام والی عورت نقاب نہ ڈالے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانہ نبوت میں عورتیں چہروں پر نقاب ڈال کر باہر نکلتی تھیں۔

یاد رہے کہ حکم یہ ہے کہ عورت حالتِ احرام میں چہرہ پر کپڑا نہ ڈالے، یہ مطلب نہیں ہے کہ نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولے رہے، یہ جو عورتوں میں مشہور ہے کہ حالتِ احرام میں پردہ نہیں غلط فہمی ہے، اس غلط فہمی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث سے دور کرلیں، انہوں نے فرمایا کہ ہم حالتِ احرام میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تھے، گزرنے والے اپنی سواریوں پر ہمارے پاس سے گزرتے تھے تو ہم اپنی چادر کو اپنے سر سے آگے بڑھا کر چہرہ کے سامنے لٹکا لیتے تھے، جب وہ لوگ آگے بڑھ جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتے تھے۔ [2]

مسئلہ یہ ہے کہ احرام والی عورت اپنے چہرہ کو کپڑا نہ لگائے، یہ مطلب نہیں ہے کہ نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولے رہے، اس فرق کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے واضح فرمادیا جیسا کہ ابوداؤد شریف کی روایت میں مذکور ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ۲۳۵۔ [2] مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۳۶۔

Marfat.com

بے پردگی کے حامیوں کی ایک عجیب دلیل اور اس کا جواب

بے پردگی کے حامی اپنی دلیل میں ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے اسماء! جب عورت کو حیض آ جائے، یعنی بالغ ہو جائے تو اس کے لیے یہ ٹھیک نہیں ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ کچھ نظر آ جائے۔

اول تو یہ حدیث ہی منقطع الاسناد ہے، حضرت امام ابوداؤد نے اس کی روایت کی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے خَالِدُ بْنُ دَرِیْكٍ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا، پھر اس میں بھی نامحرموں کو دیکھنے دکھانے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

پردہ کے مخالفوں کو یہ منظور ہے کہ ان کی ماں، بہنیں، بہو، بیٹیاں بے پردہ ہو کر باہر نکلیں، خود تو بے شرم ہیں ہی اپنی خواتین کو بھی شرم کی حدود سے باہر کرنا چاہتے ہیں۔ پردہ شکنی کی دلیل کے لیے کچھ بھی نہ ملا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو حجت بنالیا اور اسے قرآن کریم کے ذمہ لگا دیا، حالانکہ قرآن مجید میں وجہ اور کفین کا کہیں ذکر نہیں ہے، ان لوگوں کی وہی مثال ہے کہ چوہے کو ہلدی کی ایک گرہ مل گئی تو وہ جلدی سے پنساری بن بیٹھا۔

نماز کے مسئلہ سے دھوکہ کھانے والوں کی گمراہی

بعض لوگوں نے نماز کے مسئلہ سے دھوکہ کھایا ہے یا خود سے دھوکہ کھانے کا بہانہ بنایا ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ نماز کے بیان میں یوں لکھا ہے کہ عورت کا چہرہ اور ہتھیلی ستر میں داخل نہیں ہے، اس سے بھلا نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنا کیسے ثابت ہوا؟ نماز میں جسم ڈھکنے کا مسئلہ اور ہے اور نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنا یہ دوسری بات ہے، دیکھیے صاحب درمختار رحمۃ اللہ علیہ شروط الصلاۃ کے بیان میں حرہ یعنی آزاد عورت کی نماز میں پردہ پوشی کا حکم بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَلِلْحُرَّةِ جَمِیْعُ بَدَنِهَا حَتّٰی شَعْرُهَا النَّازِلُ فِی الْاَصَحِّ خَلَا الْوَجْهِ وَالْکَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ عَلَی الْمُعْتَمَدِ اس میں یہ بتایا کہ نماز میں آزاد عورت کے لیے چہرہ اور ہتھیلیاں اور دونوں قدم

Marfat.com

کے علاوہ سارے بدن کا ڈھانکنا لازم ہے، یہاں تک کہ جو بال سر سے لٹکے ہوئے ہوں ان کا ڈھانکنا بھی ضروری ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں:

وَتُمْنَعُ الْمَرْءَةُ الشَّابَّةُ مِنْ كَشْفِ الْوَجْهِ بَيْنَ رِجَالٍ لَا لِأَنَّهُ عَوْرَةٌ بَلْ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ كَمَسِّهِ وَإِنْ اَمِنَ الشَّهْوَةَ لِأَنَّهُ اَغْلَظُ وَلِذَا ثَبَتَتْ بِهِ حُرْمَةُ الْمُصَاهَرَةِ وَلَا يَجُوْزُ النَّظْرُ إِلَيْهِ بِشَهْوَةٍ كَوَجْهِ الْاَمْرَدِ فَإِنَّهُ يَحْرُمُ النَّظْرُ إِلٰى وَجْهِهَا وَوَجْهِ الْاَمْرَدِ إِذَا شَكَّ فِي الشَّهْوَةِ اَمَّا بِدُوْنِهَا فَيُبَاحُ وَلَوْ جَمِيْلًا كَمَا اِعْتَمَدَهُ الْكَمَالُ [1]

فقہاء پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمادیا کہ ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو نماز کے مسئلے سے نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنے پر استدلال کر سکتے ہیں اس لیے انہوں نے کتاب الصلوٰۃ ہی میں نماز میں سترِ عورت کا حکم بتا کر فوراً اسی جگہ یہ بھی بتادیا کہ جوان عورت کو مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا، کیونکہ اس میں فتنہ کا ڈر ہے اور جوان عورت کے چہرہ کی طرف اور بے ریش لڑکے کے چہرے کی طرف شہوت سے دیکھنا جائز نہیں ہے، جبکہ اس میں شک ہو کہ شہوت یعنی نفس کی کشش ہوگی، جب اس میں شک ہو کہ دیکھنے میں شہوت ہوگی یا نہیں اس صورت میں نہ صرف یہ کہ عورت کے چہرہ پر نظر ڈالنا حرام ہے بلکہ بے ریش کو دیکھنا بھی حرام ہے۔ پھر جب شہوت کا یقین ہو یا غالب گمان ہو تو نظر ڈالنا کیونکر حرام نہیں ہوگا؟

اب سمجھ لیا جائے کہ اس زمانہ میں جو عورت چہرہ کھول کر باہر نکلے گی اس پر نظریں ڈالنے والے مرد عموماً شہوت والے ہیں یا بلا شہوت والے ہیں؟ صاحب جلالین رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پڑھیے، وہ لکھتے ہیں:

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ وَهُوَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ فَيَجُوْزُ نَظْرُهُ لِأَجْنَبِيٍّ إِنْ لَّمْ يَخَفْ فِتْنَةً فِيْ اَحَدِ الْوَجْهَيْنِ وَالثَّانِيْ يَحْرُمُ لِأَنَّهُ مَظِنَّةُ الْفِتْنَةِ وَرُجِّحَ حَسْمًا لِلْبَابِ [2]

---

[1] الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین، رد المحتار، ۱/۴۰۷۔ [2] تفسیر الجلالین، ص: ۴۶۲۔

Marfat.com

یعنی مَا ظَھَرَ مِنۡھَا سے (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق) چہرہ اور ہتھیلیاں مراد ہیں، لہٰذا اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو اجنبی کو دیکھنا جائز ہے، یہ (شافعیہ کے نزدیک) ایک رائے ہے، اور دوسری رائے یہ ہے کہ چونکہ چہرہ کو دیکھنے میں فتنہ کا احتمال ہے، اس لیے اجنبی کو نامحرم عورت کا چہرہ دیکھنا حرام ہے، اس رائے کو ترجیح دی گئی ہے تاکہ فتنہ کا دروازہ بالکل بند ہو جائے۔

معلوم ہوا کہ محققین شافعیہ کا بھی یہی فرمانا ہے کہ چہرہ کا پردہ کرنا لازم ہے۔

عورت کا عورت سے اور مرد کا مرد سے پردہ

اسلام میں حیا اور شرم کی بہت اہمیت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حیا اور ایمان دونوں ساتھ ساتھ ہیں، جب ایک اٹھایا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے۔[۱]

حیا کے تقاضوں میں جہاں نامحرموں سے پردہ کرنا ہے وہاں مردوں کے آپس کے اور عورتوں کے آپس کے پردہ کے بھی احکام ہیں، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

کوئی مرد کسی مرد کی شرم کی جگہ کو نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی شرم گاہ کی جگہ کو دیکھے اور نہ دو مرد (کپڑے اتار کے) ایک کپڑے میں لیٹیں، اور نہ دو عورتیں (کپڑے اتار کر) ایک کپڑے میں لیٹیں۔[۲]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح عورت کا مرد سے پردہ ہے اسی طرح عورت کا عورت سے اور مرد کا مرد سے بھی پردہ ہے، لیکن پردوں میں تفصیل ہے، ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک کسی بھی مرد کو کسی مرد کی طرف دیکھنا حلال نہیں ہے۔ بہت سے لوگ آپس میں زیادہ دوستی ہو جانے پر پردہ کی جگہ ایک دوسرے کو بلا تکلف دکھا دیتے ہیں، یہ سراسر حرام ہے، اسی طرح عورت کو عورت کے سامنے ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک کھولنا حرام ہے۔

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۲۔ [۲] رواہ مسلم۔

Marfat.com

مسئلہ: جتنی جگہ میں نظر کا پردہ ہے اتنی جگہ کو چھونا بھی درست نہیں ہے، چاہے کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کر ہی کیوں نہ ہو، مثلاً کسی بھی مرد کو یہ جائز نہیں کسی مرد کے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے حصہ کو ہاتھ لگائے، اسی طرح کوئی عورت کسی عورت کے ناف کے نیچے کے حصہ کو گھٹنوں کے ختم تک ہاتھ نہیں لگا سکتی، اسی وجہ سے حدیث بالا میں دو مردوں کو ایک کپڑے میں لیٹنے کی ممانعت فرمائی ہے اور یہی ممانعت عورتوں کے لیے بھی ہے، یعنی دو عورتیں ایک کپڑے میں نہ لیٹیں۔

یہ جو کچھ بیان ہوا ضرورت اور مجبوری کے مواقع اس سے مستثنیٰ ہیں، مجبوری صرف دو جگہ پیش آتی ہے: اول تو بچہ پیدا کرانے کے وقت، اس میں بھی دائی جنائی لیڈی ڈاکٹر صرف بقدر ضرورت پردہ کی جگہ پر نظر ڈال سکتی ہے اور کسی کو دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

دوسری مجبوری علاج کے مواقع میں پیش آتی ہے، اس میں بھی اَلضَّرُوْرِیُّ تُقَدَّرُ بِقَدْرِ الضَّرُوْرَۃِ کا لحاظ کرنا لازم ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مجبوراً جتنے بدن کا دیکھنا ضروری ہو، معالج اسی قدر دیکھ سکتا ہے، مثلاً اگر ران میں زخم ہو تو حکیم یا ڈاکٹر صرف اتنی جگہ دیکھ سکتا ہے جس کا دیکھنا ضروری ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ پرانا کپڑا پہن کر زخم کے اوپر کا حصہ کاٹ دیا جائے، پھر اسے صرف معالج دیکھ لے جیسے مثلاً آپریشن کرنا ہے یا کولہے میں کسی مجبوری سے انجکشن لگانا ہے تو صرف انجکشن لگانے کے لیے ذراسی جگہ کھولی جائے جس کا طریقہ اوپر مذکور ہے، اور جس جگہ کو علاج کی مجبوری سے ڈاکٹر یا حکیم کو دیکھنا جائز ہے دوسرے لوگوں کو دیکھنا جائز نہیں جو وہاں موجود ہوتے ہیں، کیونکہ ان کا دیکھنا بلا ضرورت ہے، اگر کسی حکیم کو ایسی عورت کی نبض دکھانی ہو جو حکیم کی محرم نہ ہو تو نبض کی جگہ پر انگلی رکھ سکتا ہے، اس سے زیادہ مریضہ کے جسم کو ہاتھ نہ لگائے۔

اگر نامحرم عورت پردہ نہ کرے تو مرد کے لئے کیا حکم ہے؟

اگر کوئی نامحرم عورت اپنے رشتہ دار یا غیر رشتہ دار سے پردہ نہ کرے تو نامحرم مردوں کو اس کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہو جاتا، پردہ حکمِ شرعی ہے خود عورت سے یا اس کے شوہر کی اجازت سے یا کسی بھی شخص کے کہنے یا

Marfat.com

اجازت دینے سے محرموں کو اس پر نظر ڈالنا حلال نہیں ہو جاتا، اسی طرح ملازمت کے کام انجام دینے کی وجہ سے بے پردہ ہو کر نامحرموں کے سامنے آجانا گناہ ہے، لوگ مسلم خواتین کو بے حیاء نصرانی لیڈیوں کے روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں، ایک مسلمان عورت کسی کافر عورت کی نقل کیوں اتارے؟ ہمارا دین کامل ہے، ہمیں اپنے دینی امور میں یا دنیاوی مسائل میں کافروں کی تقلید کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

بے ریش لڑکوں اور پتلون پہننے والوں کا حکم

یاد رہے کہ جیسے نامحرم عورتوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے اسی طرح بے ریش لڑکوں پر یا باریش نوجوانوں پر یا داڑھی منڈائے خوبصورت مردوں پر شہوت کی نظر ڈالنا جائز نہیں ہے، شہوت کی نظر وہ ہے جس میں نفس اور نظر کو مزا آئے اور آج کل لڑکوں اور مردوں کی کسی ہوئی پتلون نے جو ننگا ہونے کے برابر ہے، بدنظری کے مواقع بہت زیادہ فراہم کر دیئے ہیں، ہر مومن بدنظری سے بچے، بدنظری گناہ بھی ہے اور اس سے دل کا ناس ہو جاتا ہے، نماز، ذکر اور تلاوت میں دل نہیں لگتا، اور اس کے برخلاف ناجائز نظر پڑ جانے پر نظر پھیر لینے سے ایسی عبادت کے نصیب ہونے کا وعدہ ہے جس کی حلاوت یعنی مٹھاس محسوس ہوگی۔ [۱]

دیکھنے والے اور جس کی طرف دیکھا جائے دونوں لعنت کے مستحق

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے (مرسلا) مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ کی لعنت ہے دیکھنے والے پر اور جس کی طرف دیکھا جائے اس پر بھی۔ [۲]

یہ حدیث بہت سے جزئیات پر حاوی ہے جس پر بطور قاعدہ کلیہ ہر نظر حرام کو سببِ لعنت بتایا ہے، بلکہ اس پر بھی لعنت بھیجی ہے جو اپنی خوشی اور اختیار سے ایسی جگہ کھڑا ہو جائے جہاں دیکھنے والے ایسی نظر ڈال سکیں جو شریعت میں حلال نہ ہو، ننگوں کے جو کلب ہیں ان کے ممبر بننا، ناچنے والی عورتوں کا اور ناچنے والے مردوں کا نظارہ کرنے والے، سب لعنت کے مستحق ہیں۔

---

[۱] رواہ احمد کمافی المشکوٰۃ ۱۷۰۔ [۲] مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۰ از بیہقی فی شعب الایمان۔

Marfat.com

اگر کوئی عورت بغیر پردہ کے بازار میں یا میلہ میں یا پارک میں چلی گئی جس کی وجہ سے غیر مردوں نے اسے دیکھ لیا تو وہ مرد اور عورت لعنت کے مستحق ہوئے، اسی طرح کوئی عورت دروازہ سے یا کھڑکی سے یا برآمدہ سے باہر تکتی جھانکتی ہے تو یہ عورت بدنظری کی وجہ سے مستحق لعنت ہے، اور غیر مردوں کو دیکھنے کا موقع دینے کی وجہ سے بھی لعنت کی مستحق ہوتی ہے، اسی طرح شادی کے موقع پر سلامی کے لیے جب دولہا اندر گھر میں آیا اور نامحرم عورتوں کو دیکھنے کا موقع دیا تو یہ دولہا عورتوں کے درمیان بیٹھنے کی وجہ سے اور عورتیں اس کو دیکھنے کی وجہ سے لعنت کی مستحق ہوئیں، اسی طرح اگر کسی مرد نے کسی مرد کے سامنے ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک پورا حصہ یا کچھ حصہ کھول دیا تو دکھلانے والا اور دیکھنے والا دونوں لعنت کے مستحق ہوئے۔

کسی عورت نے اپنے محرم یعنی باپ بھائی وغیرہ کے سامنے اپنا پیٹ یا پیٹھ یا ران یا گھٹنا کھول دیا تو دیکھنے والا اور دکھانے والی دونوں نے لعنت کا کام کرلیا، بہت سے مغربیت زدہ گھرانوں میں یہ آفت ہے کہ انگریز عورتوں کی دیکھا دیکھی صرف ایک فراک پہنے ہوئے گھروں میں رہتی ہیں اور پائجامہ یا ساڑھی کی جگہ ذرا سی لنگوٹی یا جانگیا پہنے رہتی ہیں جس کی وجہ سے رانیں اور گھٹنے گھر کے مردوں کے سامنے بلکہ نوکروں کے سامنے بھی (جن کو گھروں میں رکھنا حرام ہے) کھلے رہتے ہیں، اس طرز عمل سے گھر کے سب مرد وعورت لعنت کے مستحق ہوجاتے ہیں۔[1]

چادر کس طرح اوڑھنی چاہیے؟

صرف یہی نہیں کہ مفسرین عظام نے امت کو یہ بتادیا ہو کہ اس آیت يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ[2] کے تحت مسلمان عورت پر پردہ کرنا لازم ہوتا ہے اور پردے میں چہرے کا پردہ بھی شامل ہے، بلکہ ان بزرگ ہستیوں نے (اللہ ان کی قبریں نور سے بھرے) باقاعدہ چادر اوڑھنے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔ قاضی شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

علامہ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی

---

[1] تفسیر انوار البیان، از مولانا عاشق الہی بلند شہری۔ [2] الاحزاب: ۵۹۔

Marfat.com

ضرورت کے تحت گھر سے نکلیں تو اپنی چادروں سے اپنے سروں کو ڈھانپتی ہوئی اپنے چہروں کو چھپا کر نکلیں اور وہ صرف ایک آنکھ کھلی رکھ سکتی ہیں۔[1]

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے چادر لپیٹنے کی کیفیت یوں نقل کی ہے:

عورت اولاً چادر کو اپنی پیشانی پر لپیٹ کر باندھے گی، پھر اس کے بعد اسی چادر کو چہرے کے نچلے حصے کو ڈھانپتے ہوئے ناک پر باندھے گی۔ اس طریقے میں اگرچہ اس کی دونوں آنکھیں کھلی رہیں گی (مگر ضرورت کی بناء پر اس میں کوئی حرج بھی نہیں) البتہ چادر اس طرح اوڑھی جائے کہ اس سے سینہ اور چہرے کا بڑا حصہ چھپ جائے۔[2]

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مشہور تابعی ہیں، چادر اوڑھنے کا یہ طریقہ نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

میں نے حضرت عبیدہ بن سفیان بن حارث حضرمی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا طریقہ پوچھا تو انہوں نے اپنی شال اٹھائی اور اسے باقاعدہ اوڑھ کر سمجھایا، پہلے انہوں نے اس سے اپنے سر اور پیشانی کو اس طرح ڈھانکا کہ بھنویں تک چھپ گئیں، پھر اسی چادر سے اپنے چہرے کے بقیہ حصے کو اس طرح چھپایا کہ صرف داہنی آنکھ کھلی رہ گئی۔[3]

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں کہ:

آزاد عورت جب اپنے گھر سے نکلے تو باندیوں کی طرح ننگے سر اور منہ کھول کر نہ نکلے، بلکہ اپنے سر اور پیشانی کو ڈھانپ کر نکلے۔[4]

نامحرم عورتوں کو چھونے پر وعید

جس طرح نامحرم عورت کو دیکھنا فتنے کا سبب ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر

---

[1] فتح القدیر، ج:۷، ص:۳۰۷۔ [2] روح المعانی، ج:۲۲، ص:۸۹۔ [3] روح المعانی، بحوالہ مذکور احکام القرآن جصاص، ج:۵، ص:۲۴۴، تفسیر قرطبی، ج:۱۴۔ [4] احکام القرآن، ج:۵، ص:۲۴۵۔

Marfat.com

نامحرم عورت کو چھونا فتنے کا سبب ہونے کی وجہ سے حرام ہے، حدیث شریف میں ہے:

عَنْ مَعْقَلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ يُّطْعَنَ فِيْ رَأْسِ اَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيْدٍ خَيْرٌ لَهٗ مِنْ اَنْ يَّمَسَّ امْرَاَةً لَا تَحِلُّ لَهٗ [1]

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی کے سر پر لوہے کا سوا گھونپ دیا جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اُس کے لئے حلال نہیں۔

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

جو شخص کسی ایسی عورت جو اُس کے لئے کسی طور حلال نہیں، چھوتا ہے، قیامت کے دن اس کے ہاتھوں پر دہکتا انگارا رکھا جائے گا۔ [2]

اللہ کی رحمت کا دروازہ کن عورتوں کے لئے بند ہوتا ہے؟

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خوشی اور رحمت کا دروازہ اس گھر کے لئے بند سمجھ، جس گھر سے عورت کی آواز غیر کو سنائی دے۔ [3]

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے میں بیٹھ کر کلام پاک کی تلاوت فرما رہی تھیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجرے سے باہر تشریف لائے تو دیوار کے ایک سوراخ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تلاوت کی آواز سنائی دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً مٹی کا ایک بڑا سا ڈھیلا لے کر اس سوراخ کو بند کیا تاکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز باہر والوں اور غیر محرموں کو سنائی نہ دے۔

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۸۶، بیہقی۔ [2] مبسوط، ج:۱۰، ص:۱۵۲۔ [3] صحیح بخاری۔

Marfat.com

جہنم میں بالوں سے لٹکی ہوئی عورتیں اور ان کا کھولتا ہوا دماغ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں اشکبار تھیں، ہم نے سبب گریہ دریافت کیا تو ارشاد فرمایا: میں نے شب معراج عورتوں کے عذاب دیکھے تھے آج وہ منظر پھر یاد آ گیا، اسی لئے رونا آ گیا۔ ہم نے عرض کیا ہمیں بھی ارشاد ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کیا ملاحظہ فرمایا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں نے دیکھا کہ ایک عورت بالوں سے لٹکی ہوئی ہے اور اس کا دماغ کھول رہا ہے، یہ اس عورت کی سزا تھی جو اپنے بال غیر مردوں سے نہیں چھپاتی تھی۔

مزید ایک عورت کو دیکھا کہ اس طرح لٹکائی گئی ہے کہ چاروں ہاتھ پاؤں پیشانی کی طرف بندھے ہوئے ہیں، سانپ اور بچھو اس پر مسلط ہیں، یہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلتی تھی اور حیض و نفاس سے غسل نہیں کرتی تھی۔

پہلے تو یہودی عورتیں بھی پردہ کرتی تھیں

با قاعدہ نزولِ حجاب (ذیقعدہ سنہ ۵ ہجری) سے پہلے یہودی عورتیں بھی ایسا پردہ کرنے کی عادی تھیں جس میں ان کا چہرہ چھپا رہتا تھا، جنگ بدر اور جنگ احد واقعہ سنہ ۳ھ سے قبل جب ایک عورت منہ پر نقاب ڈالے بنی قینقاع کے یہودیوں کے بازار، واقع بیرون مدینہ منورہ، میں ایک سنار کی دکان پر کسی زیور کے سلسلے میں بیٹھی ہوئی تھی، تو یہودیوں نے اسے منہ کھولنے پر مجبور کیا، عورت کے انکار پر انہوں نے کوئی ایسی شرارت کی کہ جس سے اس کا پردہ کھل گیا اور یہودی ہنسنے لگے، باغیرت خاتون نے اس پر چیخ ماری، جسے سن کر ایک مسلمان نے اس یہودی کا کام تمام کر دیا، اور یہودیوں نے اُٹھ کر اس مسلمان کو شہید کر دیا، جس کی خبر پا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں کے سات سو یہودیوں کا جن میں تین سو مسلح تھے، محاصرہ کر لیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سفارش پر ان کو قتل کرنے سے تو درگزر فرمایا لیکن مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ان یہودیوں کے اموال بطور غنیمت لوٹ کر باہم تقسیم کر

Marfat.com

لیں اور ان کو ملک بدر کر دیا جائے۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، جو سارے کے سارے چند دنوں کے بعد ملک شام میں جلاوطنی کی حالت میں ہلاک ہو گئے، جس کی تفصیل سیرۃ ابن ہشام، تاریخ کامل ابن اثیر و دیگر کتب تاریخ میں دیکھی جا سکتی ہے، غرضیکہ دور تہذیب و تمدن اور دور جاہلیت دونوں میں ایک ہی نوع کا پردہ رائج تھا، جس میں چہرہ بھی چھپا ہوا ہوتا تھا۔

پردہ اور نوکری، ایک اہم مسئلہ

جو عورتیں مجبوری کے طور پر نوکری کرتی ہیں، ان کو چاہیے کہ کسی ایسے ادارے میں کام کریں جہاں بے پردگی کا خطرہ نہ ہو، لیکن جہاں بے پردگی کا مظاہرہ ہو گا وہاں پر ان کا کام کرنا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر غیر مردوں کے پاس سے گزرے، وہ زانیہ ہے۔[1]

نامحرم طبیبوں سے علاج معالجہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ اُمَّ سَلْمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا اِسْتَاْذَنَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْحِجَامَةِ فَاَمَرَ اَبَاطِیْبَةَ اَنْ یَّحْجُمَهَا. قَالَ: حَسِبْتُ اَنَّهٗ كَانَ اَخَاهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ اَوْ غُلَامًا لَمْ یَحْتَلِمْ.[2]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سینگی لگوانے کی اجازت چاہی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطیبہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سینگی لگائیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں ابوطیبہ رضی اللہ عنہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دودھ شریک بھائی ہیں یا نابالغ لڑکے تھے (جس کی وجہ سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے سامنے آنے کی اجازت دے دی)۔

معلوم ہوا کہ بضرورت علاج اگرچہ غیر محرم کو دکھلانا جائز ہے، مگر پھر بھی جہاں تک کوئی محرم معالج مل سکے وہ بہتر ہے۔

---

[1] نسائی، ترمذی۔ [2] رواہ مسلم، بَابُ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ وَاسْتِحْبَابِ التَّدَاوِی، مشکوٰۃ۔

Marfat.com

شہوت بالامرد کی قباحت وخباثت

شہوت بالرجال شہوت بالنساء سے بھی اشد (زیادہ سخت) ہے، کیونکہ عورتوں میں محارم کے ساتھ ابتلاء کم ہوتا ہے، اکثر غیر محارم سے ہوتا ہے، سووہ کسی نہ کسی وقت تمہارے لئے حلال بھی ہوسکتی ہیں، اگر وہ کنواری ہے تو اسی وقت نکاح کا پیغام دیا جاسکتا ہے اور اگر شوہر والی ہے تو ممکن ہے شوہر مرجائے یا طلاق دے دے تو پھر تم اس سے نکاح کرسکتے ہو، بہرحال اس میں حلت کی توقع ہے گوکسی وقت ہو اور گوتوقع ضعیف ہی ہو، مگر امردوں (حسین خوبصورت لڑکوں) کا حلال ہونا تو کسی وقت بھی متوقع نہیں۔

بلکہ بعض گناہ تو ایسے ہیں کہ جو جنت میں جاکر گناہ نہ رہیں گے، مثلاً شراب پینا دنیا میں گناہ ہے لیکن جنت میں شراب ملے گی، اور شہوت بالرجال ایسا خبیث فعل ہے کہ جنت میں بھی اس کا وقوع نہ ہوگا، پس یہ زنا اور شراب خوری سے بھی بدتر ہے، بلکہ شراب میں تو جو کچھ حرمت ہے سکر (نشہ) کی وجہ سے ہے، اگر کسی تدبیر سے شراب کا سکر زائل ہوجائے، مثلاً سرکہ بن جائے تو بعینہٖ اس کا پینا حلال ہوجاتا ہے، لیکن شہوت بالامرد کی خباثت لذاتہ ہے، یہ کسی طرح بھی زائل نہیں ہوسکتی، پس یہ فعل حرمت میں سب سے بڑھا ہوا ہے، کہ اس میں کسی طرح بھی حلت کی گنجائش نہیں۔

خوب سمجھ لیجئے کہ اس منحوس عمل سے باطنی عذاب بھی نازل ہوتا ہے، قلوب مسخ ہوجاتے ہیں، اور ظاہری بلائیں بھی نازل ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے نجات دے۔ (آمین)۔ [1]

شہوت بالامرد میں ابتلاء عام

شہوت بالامرد بالنساء سے بھی اشد ہے، آج کل امردوں کے ساتھ ابتلاء عام ہورہا ہے جس کی چند وجوہ ہیں:

نمبر ۱: اول تو عورتوں میں قدرتی حیاء کا مادہ زیادہ ہوتا ہے، اس لئے ان سے اظہار شہوت کی جرأت ذرا دقت (دشواری) سے ہوتی ہے اور لڑکوں میں حیاء کا مادہ کم ہوتا ہے۔

نمبر ۲: دوسرے عورتوں کی حفاظت بہت کی جاتی ہے، ان کے پاس پہنچنا آسان نہیں اور جو کچھ پہنچ بھی

---

[1] الکمال فی الدین، ص: ۲۷۴۔

Marfat.com

جاتا ہے اس کی رسوائی جلد ہی ہو جاتی ہے، اور بچوں کی کچھ حفاظت بھی نہیں کی جاتی، ان کا کسی سے پردہ نہیں ہوتا۔

نمبر ۳: تیسرے اس میں اتہام (بدنامی) کم ہوتا ہے، بچوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا جاتا ہے اور شہوت سے بھی، اب اگر کسی کے بچہ کو پیار کریں تو سب لوگ یہ سمجھیں گے کہ ان کو بچوں پر شفقت زیادہ ہے، شہوت کی کسی کو کیا خبر۔

ان وجوہ سے آج کل امرد (حسین خوبصورت لڑکوں) کے ساتھ ابتلاء بہت زیادہ ہے۔ [۱]

لفظ لواطت کا استعمال درست نہیں

یہ فعل ایسا خبیث ہے کہ جو اس کا ارتکاب کرتا ہے وہ تو بدنام ہوتا ہی ہے مگر اس سے بڑھ کر ستم یہ ہے کہ جس نبی کی امت نے اس فعل کا ارتکاب کیا ہے آج اس نبی کی طرف نسبت کرنا لوگوں میں باعث عار ہو گیا، یعنی کوئی شخص اپنے لئے یہ گوارہ نہیں کرتا کہ اس کو لوطی کہا جائے، حالانکہ لفظ لوطی میں یاءِ نسبت ہے اور لوط علیہ السلام (پیغمبر کا) نام ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ محمدی اور موسوی اور عیسوی اور یوسفی، اگر لوط علیہ السلام کی قوم نے یہ فعل بد نہ کیا ہوتا تو آج لوطی کا لفظ باعثِ فخر ہوتا، جیسا کہ دیگر انبیاء کی طرف نسبت کرنا باعثِ فخر ہے، مگر اس کم بخت قوم نے اپنے نبی کے نام کو بھی نہ چھوڑا۔

اس فعل کے لئے لفظِ لواطت کا استعمال بہت ہی ناگوار ہے، کیونکہ لواطت کا لفظ لوط علیہ السلام کے نام سے بنایا گیا ہے، تو ایسے گندے کام کا نام نبی کے نام سے مشتق کرنا بہت ہی نازیبا ہے، جس نے یہ لفظ ایجاد کیا بہت ہی ستم کیا، یہ لفظ عربیت میں دخیل اور مولّد ہے، فصحائے عرب کے کلام میں اس کا استعمال نظر سے نہیں گذرا، عربی میں اس کے لئے اِتْیَان فِی الدُّبُر کا لفظ معلوم ہوتا ہے، یا اور کوئی بھی لفظ ہو، بہر حال لواطت کا لفظ قابلِ ترک ہے اور اغلام کا لفظ بھی مولّد ہے، عربی فصیح میں اس کا بھی استعمال نہیں ہے، یہ سب بعد کے گھڑے ہوئے ہیں۔ [۲]

---

[۱] دین ودنیا: ۲۶۸۔ [۲] الکمال فی الدین، ص: ۲۷۱۔

Marfat.com

جہیز کی شرعی حیثیت

لفظ جہیز کی تحقیق:

جہیز کے پہلے چار حروف ''ج، ہ، ی، ز'' سے مراد جزاء، ہمت، یقین اور زندگی تھی، اب جرم، ہوس، یلغار اور زہر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

پہلے انسان سیدھا سادھا تھا، لہٰذا یہ جہیز کو دیکھتا تھا نہ اس کا مطالبہ کرتا تھا، اب پڑھا لکھا ہونے کے سبب سب کچھ بدل گیا ہے، چنانچہ اب جہیز مانگ رہا ہے، اس کی نظر میں جہیز دینے کی چیز ہے، لینے کی چیز نہیں، لڑکی والوں کو جہیز دینا ہی چاہیے اور لڑکے والوں کو ہر چیز مانگنا ہی چاہیے، چنانچہ اکثر جگہ یہ دیکھا گیا ہے کہ لڑکے والے بہولانے تک جہیز اور جوڑے کو اپنا جائز حق اور مطالبہ سمجھتے ہیں لیکن جب اپنی بیٹی کے بہو بننے کا وقت آتا ہے تو جہیز اور جوڑے کے مخالف بن جاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ لینے کے لئے تیار کیوں اور دینے کے وقت انکار کیوں؟

جہیز کی شرعی حقیقت

شرعی اعتبار سے جہیز کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ اگر کوئی باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اسے کوئی تحفہ اپنی استطاعت کے مطابق دینا چاہے تو دیدے اور ظاہر ہے کہ تحفہ دیتے وقت لڑکی کی آئندہ ضروریات کو مدِنظر رکھا جائے تو زیادہ بہتر ہے، لیکن نہ وہ شادی کے لئے کوئی لازمی شرط ہے، نہ سسرال والوں کو کوئی حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کا مطالبہ کریں اور اگر کسی لڑکی کو جہیز نہ دیا جائے یا کم دیا جائے تو اس پر برا منائیں یا لڑکی کو مطعون کریں اور نہ یہ کوئی دکھاوے کہ چیز ہے کہ شادی کے موقع پر اس کی نمائش کر کے اپنی شان و شوکت کا اظہار کیا جائے۔

Marfat.com

معاشرتی تصورات

اس سلسلے میں ہمارے معاشرے میں جو غلط تصورات پھیلے ہوئے ہیں وہ مختصراً درج ذیل ہیں:

۱۔ جہیز کو لڑکی کی شادی کے لئے ایک لازمی شرط سمجھا جاتا ہے، چنانچہ جب تک جہیز دینے کے لئے پیسے نہ ہوں، لڑکی کی شادی نہیں کی جاتی، ہمارے معاشرے میں نہ جانے کتنی لڑکیاں اسی وجہ سے بن بیاہی رہتی ہیں کہ باپ کے پاس انہیں دینے کے لئے جہیز نہیں ہوتا اور جب شادی سر پر آ ہی جائے تو جہیز کی شرط پوری کرنے کے لئے باپ کو بعض اوقات روپیہ حاصل کرنے کے لئے ناجائز ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں اور وہ رشوت، جعلسازی، دھوکہ، فریب اور خیانت جیسے جرائم کے ارتکاب پر آمادہ ہوجاتا ہے اور اگر کوئی باپ اتنا باضمیر ہے کہ ان ناجائز ذرائع کو استعمال نہیں کرنا چاہتا تو کم از کم اپنے آپ کو قرض اور اُدھار کے شکنجے میں جکڑنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

۲۔ جہیز کی مقدار اور اس کے لئے لازمی اشیاء کی فہرست میں بھی روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے، اب جہیز محض ایک بیٹی کے لئے باپ کا تحفہ نہیں ہے جو وہ اپنی خوش دلی سے اپنی استطاعت کی حد میں رہ کر دے بلکہ معاشرے کا ایک جبر ہے، چنانچہ اس میں صرف بیٹی کی ضروریات ہی داخل نہیں بلکہ اس کے شوہر کی ضروریات پوری کرنا اور اس کے گھر کو مزین کرنا بھی ایک لازمی حصہ ہے، خواہ لڑکی کے باپ کا دل چاہے یا نہ چاہے اسے یہ تمام لوازم پورے کرنے پڑتے ہیں۔

۳۔ بات صرف اتنی نہیں ہے کہ لڑکی کی ضروریات پوری کر کے اس کا دل خوش کیا جائے بلکہ جہیز کی نمائش کی رسم نے یہ بھی ضروری قرار دے دیا ہے کہ جہیز ایسا ہو جو، ہر دیکھنے والے کو خوش کرسکے اور ان کی تعریف حاصل کرسکے۔

۴۔ جہیز کے سلسلے میں سب سے گھٹیا بات یہ ہے کہ لڑکی کا شوہر یا اس کے سسرال کے لوگ جہیز پر نظر رکھتے ہیں، بعض جگہ تو شاندار جہیز کا مطالبہ پوری ڈھٹائی سے کیا جاتا ہے اور بعض جگہ اگر صریح مطالبہ

Marfat.com

نہ ہوتب بھی توقعات یہ باندھی جاتی ہیں کہ دلہن اچھا سا جہیز لے کر آئے گی اور اگر یہ توقعات پوری نہ ہوں تو لڑکی کو طعنے دے دے کر اس کا ناک میں دم کر دیا جاتا ہے۔

جہیز کے ساتھ اس قسم کی جو رسمیں اور تصورات نتھی کر دیئے گئے ہیں اور ان کی وجہ سے جو معاشرتی خرابیاں جنم لیتی رہی ہیں ان کا احساس ہمارے معاشرے کے اہل فکر میں مفقود نہیں، اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، لیکن ابھی تک معاشرے کے ایک بڑے حصے میں ان غلط تصورات کی حکمرانی ختم نہیں ہوئی۔

جہیز کے متعلق چند اصلاحی تجاویز

بعض حضرات یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ جہیز کو قانوناً بالکل ممنوع قرار دے دیا جائے لیکن دراصل یہ ایک معاشرتی مسئلہ ہے اور اس قسم کے مسائل صرف قانون کی جکڑ بند سے حل نہیں ہوتے اور نہ ایسے قوانین پر عمل کرنا ممکن ہوتا ہے، اس کے لئے تعلیم و تربیت اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے ایک مناسب ذہنی فضا تیار کرنی ضروری ہے، بذاتِ خود اس بات میں کوئی شرعی یا اخلاقی خرابی بھی نہیں ہے کہ ایک باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اپنے دل کے تقاضے سے اسے ایسی چیزوں کا تحفہ پیش کرے جو اس کے لئے آئندہ زندگی میں کارآمد ہوں، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سادگی کے ساتھ کچھ جہیز عطا فرمایا تھا۔

شرعی اعتبار سے اس قسم کے جہیز کے لئے کوئی مقدار بھی مقرر نہیں ہے، اگر دوسرے مفاسد نہ ہوں تو باپ اپنے دلی تقاضے کے تحت جو کچھ دینا چاہے دے سکتا ہے، لیکن خرابی یہاں سے پیدا ہوتی ہے کہ اوّل تو اسے نمود و نمائش کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور دوسرے لڑکے والے عملاً اسے اپنا حق سمجھتے ہیں، زیادہ سے زیادہ جہیز کی اُمیدیں باندھتے ہیں اور انتہائی گھٹیا بات یہ ہے کہ اس کی کمی کی وجہ سے لڑکی اور اس کے گھر والوں کو مطعون کرتے ہیں۔

جہیز کی ان خرابیوں کو ختم کرنے کے لئے معاشرے کے تمام طبقات کو ان تصورات کے خلاف جہاد کرنا

Marfat.com

پڑے گا، تعلیم وتربیت، ذرائع ابلاغ اور وعظ ونصیحت کے ذریعے ان تصورات کی قباحتیں مختلف انداز واسلوب سے متواتر بیان کرنے اور کرتے رہنے کی ضرورت ہے، یہاں تک کہ یہ گھٹیا باتیں ہر کس وناکس کی نظر میں ایک ایسا عیب بن جائیں جس کی اپنی طرف نسبت سے لوگ شرمانے لگیں، کسی بھی معاشرے میں پھیلے ہوئے غلط تصورات یا بُری عادتیں اسی طرح رفتہ رفتہ دور ہوتی ہیں کہ اس معاشرے کے اہل اقتدار، اہل علم ودانش اور دوسرے بارسوخ طبقے مل جل کر ایک ذہنی فضا تیار کرتے ہیں، یہ ذہنی فضا رفتہ رفتہ فروغ پاتی ہے اور لوگوں کی تربیت کرتی ہے لیکن اس کے لئے دردمند دِل اور انتھک جدوجہد درکار ہے۔

جہیز کے متعلق اہم مسئلہ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''بیوی جو جہیز، زیور، نقدی وغیرہ میکے سے لاتی ہے وہ شرعاً بیوی کی مِلک ہے''۔

بعض خاوند اسے اپنا مملوک سمجھ کر اس میں مالکانہ تصرف کرتے ہیں، اور بیوی کی صراحۃً یا دلالۃً رضامندی کو ضروری نہیں سمجھتے، کوئی چیز کسی کو دیدی، کوئی کسی کو، ساس بھی اس جہیز میں اپنے آپ کو مالکانہ تصرفات کا حق دار سمجھتی ہیں، یہ ظلم ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

سامانِ جہیز کی تیاری میں نکاح میں تاخیر کرنا صحیح نہیں

بعض لوگ سامان اور زیور اور فخر کے لئے سامان میسر نہ ہونے کے سبب بچیوں کے نکاح میں تاخیر در تاخیر کرتے ہیں اور بعض اوقات وہ میسر بھی نہیں ہوتا، مجبوراً خشک نکاح ہی کرنا پڑتا ہے، پھر دیر کرنے سے بجز خسارہ دنیا اور آخرت کے کیا حاصل ہوا، بلکہ خلائق کے نزدیک مزید بدنامی ہے کہ میاں اتنے دن بھی لگائے اور پھر خاک نہ ہوسکا، لڑکی کو دینے کا ایسا ہی شوق ہے تو بعد نکاح کے بھی دے سکتے ہیں۔

آج زندگیاں تلخ کیوں ہوتی جارہی ہیں؟

پہلے لوگوں میں بیاہ شادی میں اصل چیز دلہن تھی، مگر اب جہیز ہے، چنانچہ معاملہ نیچے سے اوپر تک بدل گیا

Marfat.com

ہے، یعنی دلہن کتنی ہی اچھی ہو، جہیز کے بغیر بیکار ہو جاتی ہے، دلہن کتنی ہی خراب ہو جہیز اچھا ہو تو قابل قبول بن جاتی ہے، نہ لڑکے والے سوچتے ہیں کہ بعد میں کیا ہوگا نہ لڑکی والے؟ یہی وجہ ہے کہ زندگیاں تلخ ہوئی جارہی ہیں اور قسم ہاقسم کے جھگڑے اور فتنے سر اُٹھا رہے ہیں، چنانچہ پہلے زمانے میں محلے اور برادری کے لوگ دلہن کو دیکھنے اور مبارکباد دینے کے لئے آتے تھے، اَب جہیز اور کپڑے دیکھنے کے لئے آتے ہیں، دلہن کو دیکھنے کوئی نہیں آتا، جہیز کو دیکھتے ہوئے پوچھا جاتا ہے کہ ٹی وی رنگین ہے یا سادہ؟ فریج فلاں کمپنی کی ہے یا فلاں کی؟ جاتے وقت بھی یہی کہا جاتا ہے کہ لڑکا خوش نصیب ہے کہ اس کو اتنا اچھا جہیز ملا۔

جہیز دیتے وقت تین اُمور کا لحاظ رکھیں

جہیز دیتے وقت تین امور کا لحاظ کرنا چاہیے:

۱۔ اختصار: کہ گنجائش سے زیادہ تکلف نہ کرے۔

۲۔ ضرورت کا لحاظ: کہ جن چیزوں کی سردست ضرورت واقع ہوگی وہ دینی چاہئیں۔

۳۔ اعلان نہ ہونا: کیونکہ یہ تو اپنی اولاد کے ساتھ صلہ رحمی ہے، دوسروں کو دکھانے کی کیا ضرورت ہے؟[۱]

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ بیان فرماتے ہیں:

"جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ساڑھے پندرہ سال کی ہوئیں تو سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے عذر فرما دیا اور معذرت کر لی کہ میری بیٹی کی عمر کم ہے اور تمہاری عمر زیادہ ہے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کی عمر اکیس (۲۱) سال ہوگئی تھی انہوں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نعمتِ عظمٰی کے عطا فرمانے کی درخواست کی، ان کی درخواست کو سن کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم

---

[۱] اصلاح الرسوم، ص: ۸۷۔

Marfat.com

آیا کہ یہ رشتہ منظور کرلیا جائے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمالی اور منگنی ہوگئی۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اے انس! جاؤ اور ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر اور انصار رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو بلا کر لاؤ، جب یہ سب لوگ جمع ہوگئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کردیا اور مہر تقریباً چار سو درہم مقرر فرمایا اور ایک طباق میں تھوڑے سے چھوارے رکھ کر حاضرین کو پہنچائے۔ اس کے بعد حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا دو، چنانچہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاتون جنت کی رخصتی فرمادی، حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا کر آ گئیں۔

یہ دونوں جہاں کے سردار حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کی رخصتی ہے جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

پانی لاؤ! وہ ایک پیالہ میں پانی لائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اندر لعاب مبارک ڈالا اور فرمایا کہ ذرا سامنے ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سر پر اور ان کے سینے مبارک پر کچھ پانی چھڑکا، پھر فرمایا کہ پیٹھ میری طرف کرو، پھر ان کے دونوں شانوں پر پانی چھڑکا اور پھر دعا دی کہ اے اللہ! میں ان کو اور ان کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں، پھر ان سے فرمایا کہ باقی پانی تم پی لو، چنانچہ انہوں نے پی لیا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پانی لاؤ! وہ گئے اور وہ بھی پانی لے کر آئے، اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کا کٹورا لے کر اس میں لعاب مبارک ڈالا اور ان کے سر اور سینے پر کچھ پانی

Marfat.com

چھڑکا، لیکن پشت کی طرف دونوں شانوں کے درمیان نہیں چھڑکا اور ان کو بھی آپ ﷺ نے پانی پینے کے لئے عطا فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے گھر تشریف لے جانے کے بعد ایک پیالہ میں پانی لیا اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر پانی پر دم کیا اور دونوں کے آگے پیچھے چھڑکا اور پینے کیلئے بھی فرمایا اور یہ فرمایا کہ تم اس سے وضو کرو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے نیک اور نصیب دار اولاد ہونے کی دعا دی اور اچھی اچھی پاکیزہ دعائیں عطا فرمائیں اور فرمایا کہ خیر و برکت کے ساتھ اور طہارت کے ساتھ رہو۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

جہیز میں نبی کریم ﷺ نے چند چیزیں عطا فرمائیں، جن میں چار گدے، دو رضائی، دو چاندی کے بازو بند، ایک چادرہ، ایک تکیہ، ایک پیالہ، ایک مشکیزہ اور ایک چکی آٹا پینے کیلئے اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک پلنگ بھی آپ ﷺ نے عطا فرمایا تھا، یہ چیزیں آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے جہیز میں عطا فرمائیں۔

الحاصل: شریعت مطہرہ کی روشنی میں جہیز دینے کی شرعاً اجازت ہے، یہ کوئی ہندوانہ رسم نہیں، باقی حدودِ شریعت سے تجاوز کہیں بھی جائز نہیں، مثلاً اپنی حیثیت سے بڑھ کر، سودی قرضہ اُٹھا کر، جہیز دینا، نام و نمود اور شہرت حاصل کرنے کیلئے جہیز دینا، برادری کو بلا کر باقاعدہ اہتمام سے دکھانا، لڑکے والوں کی جانب سے جہیز کا مطالبہ، جہیز دے کر بچی کو میراث سے محروم کرنا وغیرہ، یہ تمام امور ایسے ہیں جو جہیز کو مباحات کی صف سے نکال کر ممنوعات میں شامل کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

خواتین کے حقوق

یعنی عورتوں کے وہ حقوق جو مردوں کے ذمہ ہیں، اُن سے متعلقہ مسائل کا بیان

خواتین کے حقوق مردوں پر اور مردوں کے حقوق خواتین پر بہت سارے ہیں، یہاں ہم صرف اُن حقوق اور ذمہ داریوں کا ذکر کریں گے جو خواتین کے مردوں کے ذمہ ہیں، اور جن میں دنیا جہان کی ہر عورت شریک ہے، وہ تین بڑے حقوق یہ ہیں: روٹی کپڑا اور مکان، یہ ہر عورت کا بنیادی حق ہے، قدرے تفصیل کے ساتھ ان کے متعلقہ مسائل درج ذیل ہیں:

بیوی کیلئے روٹی کپڑے کے مسائل

مسئلہ: بیوی کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ واجب ہے، عورت چاہے کتنی ہی مالدار ہو مگر خرچ مرد ہی کے ذمہ ہے، اور رہنے کے لئے گھر دینا بھی مرد کے ہی ذمہ ہے۔

مسئلہ: نکاح ہو گیا لیکن رخصتی نہیں ہوئی تب بھی روٹی کپڑے کی دعویدار ہو سکتی ہے، لیکن اگر مرد نے رخصت کرانا چاہا، پھر بھی رخصتی نہ ہوئی تو روٹی کپڑا پانے کی مستحق نہیں۔

مسئلہ: جتنا مہر پہلے دینے کا دستور ہے وہ مرد نے نہیں دیا، اس لئے وہ مرد کے گھر نہیں جاتی تو اس کو روٹی کپڑا دلایا جائے گا، اور اگر یوں ہی بے وجہ مرد کے گھر نہ جاتی ہو تو روٹی کپڑا پانے کی مستحق نہیں ہے، جب سے جائے گی تب سے دلایا جائے گا۔

مسئلہ: جتنے زمانہ تک شوہر کی اجازت سے اپنے ماں باپ کے گھر رہے، اتنے زمانہ کا روٹی کپڑا بھی مرد سے لے سکتی ہے۔

مسئلہ: عورت بیمار پڑ گئی تو بیماری کے زمانہ کا روٹی کپڑا پانے کی مستحق ہے، چاہے مرد کے گھر بیمار پڑے یا

Marfat.com

اپنے میکے میں، لیکن اگر بیماری کی حالت میں مرد نے بلایا پھر بھی نہیں آئی تو اب اس کے پانے کی مستحق نہیں رہی اور بیماری کی حالت میں فقط روٹی کپڑے کا خرچ ملے گا، دوا علاج حکیم طبیب کا خرچہ مرد کے ذمہ واجب نہیں، اپنے پاس سے خرچ کرے، اگر مرد دے دے اس کا احسان ہے۔ لیکن آج کل چونکہ امراض کی کثرت ہے اور علاج معالجہ کے اخراجات بھی بہت زیادہ ہیں، عام طور پر عورت ان کی متحمل نہیں ہوتی، اس لئے محققین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ علاج معالجہ کا خرچہ بھی مرد کے ذمے واجب ہے، ورنہ شدید حرج لازم آئے گا۔

مسئلہ: روٹی کپڑے میں دونوں کی رعایت کی جائے گی، اگر دونوں مالدار ہوں تو امیروں کی طرح کا کھانا کپڑا ملے گا، اور اگر دونوں غریب ہوں تو غریبوں کی طرح، اور مرد غریب ہو اور عورت امیر، یا عورت غریب ہے اور مرد امیر تو ایسا روٹی کپڑا دے جو کہ امیری سے کم ہو اور غریبی سے بڑھا ہوا ہو۔

مسئلہ: عورت اگر بیمار ہے کہ گھر کا کاروبار نہیں کرسکتی یا ایسے بڑے گھر کی ہے کہ اپنے ہاتھ سے پیسنے، کوٹنے، کھانا پکانے کا کام نہیں کرتی، بلکہ عیب سمجھتی ہے، تو پکا پکایا کھانا دیا جائے گا، اور اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہ ہو تو گھر کا سب کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنا واجب ہے، یہ سب کام خود کرے، مرد کے ذمہ فقط اتنا ہے کہ چولہا، چکی، کچا اناج، لکڑی، کھانے پینے کے برتن وغیرہ لادے وہ اپنے ہاتھ سے پکائے اور کھائے۔

مسئلہ: تیل، کنگھی، کھلی، صابن، وضو اور نہانے دھونے کا پانی مرد کے ذمہ ہے، اور سرمہ، پان، تمباکو مرد کے ذمہ نہیں، دھوبی کی تنخواہ مرد کے ذمہ نہیں، اپنے ہاتھ سے دھوئے اور پہنے اور اگر مرد دے دے اس کا احسان ہے

مسئلہ: روٹی کپڑے کا خرچ ایک سال کا یا اس سے کچھ کم زیادہ پیشگی دیدیا اب اس میں سے کچھ لوٹا نہیں سکتا۔

بیوی کیلئے رہنے کے گھر کے مسائل

مسئلہ: مرد کے ذمّہ یہ بھی واجب ہے کہ بیوی کے رہنے کیلئے کوئی ایسی جگہ دے جس میں شوہر کا کوئی رشتہ دار نہ رہتا ہو، بالکل خالی ہو تا کہ میاں بیوی بالکل بے تکلفی سے رہ سکیں، البتہ اگر عورت خود سب کے ساتھ رہنا گوارا کرے تو ساجھے کے گھر میں بھی رکھنا درست ہے۔

Marfat.com

مسئلہ: درمختار باب النفقۃ میں ہے کہ بیوی کے لئے ایسا گھر دینا جس میں کوئی بیوی یا شوہر کے اقارب سے نہ رہتا ہو واجب ہے۔ درمختار میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ شریف مالدار عورت کے لئے متوسط درجہ کا ایک گھر دینا ضروری ہے۔

مسئلہ: گھر میں سے ایک جگہ عورت کو الگ کردے کہ وہ اپنا مال واسباب حفاظت سے رکھے اور خود اس میں رہے سہے اور اس کی قفل کنجی اپنے پاس رکھے، کسی اور کو اس میں دخل نہ ہو، فقط عورت ہی کے قبضہ میں رہے، تو بس حق ادا ہو گیا، عورت کو اس سے زیادہ کا دعویٰ نہیں ہو سکتا، اور یہ نہیں کہہ سکتی کہ پورا گھر میرے لئے الگ کردو۔

مسئلہ: جس طرح عورت کو اختیار ہے کہ اپنے لئے کوئی الگ گھر مانگے جس میں مرد کا کوئی رشتہ دار نہ رہنے پائے، فقط عورت ہی کے قبضہ میں رہے، اسی طرح مرد کو اختیار ہے کہ جس گھر میں عورت رہتی ہے وہاں اس کے رشتہ داروں کو نہ آنے دے، نہ ماں کو نہ باپ کو نہ بھائی کو نہ کسی اور رشتہ دار کو۔

مسئلہ: عورت اپنے ماں باپ کو دیکھنے کیلئے ہفتہ میں ایک دفعہ جا سکتی ہے اور ماں باپ کے سوا اور رشتہ دار کیلئے سال بھر میں ایک دفعہ، اس سے زیادہ کا اختیار نہیں، اسی طرح اس کے ماں باپ بھی ہفتہ میں فقط ایک مرتبہ اس کے ہاں آسکتے ہیں، مرد کو اختیار ہے کہ اس سے زیادہ جلدی جلدی نہ آنے دے، اور ماں باپ کے سوا اور رشتہ دار سال بھر میں فقط ایک دفعہ آسکتے ہیں، اس سے زیادہ آنے کا اختیار نہیں، لیکن مرد کو اختیار ہے کہ زیادہ دیر نہ ٹھہرنے دے، نہ ماں باپ کو نہ کسی اور کو، اور جاننا چاہئے کہ رشتہ داروں سے مطلب وہ رشتہ دار ہیں جن سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرام ہے اور جو ایسے نہ ہوں وہ شریعت میں غیر کے برابر ہیں۔

مسئلہ: اگر باپ بہت بیمار ہے اور اس کا کوئی خبر لینے والا نہیں تو ضرورت کے موافق وہاں روز جایا کرے، اگر باپ بے دین کافر ہو تب بھی یہی حکم ہے، بلکہ اگر شوہر منع بھی کرے تب بھی جانا چاہئے، لیکن شوہر کے منع کرنے پر جانے سے روٹی کپڑے کا حق نہ رہے گا۔

Marfat.com

مسنون نکاح کی چند روشن مثالیں

حدیث شریف میں ہے کہ جب مناسب رشتہ مل جائے تو تاخیر باعث وبال ہے، عہد صحابہ میں اس پر پورا پورا عمل تھا اور زندگی کے اس فطری تقاضے کو باآسانی پورا کیا جاتا تھا، تمام ازواجِ مطہرات میں یہ شرف صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنواری بیوی تھیں، ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صاحب ثروت تھے، اگر چاہتے تو نکاح کے موقع پر بہت کچھ کر سکتے تھے لیکن ان کا نکاح بھی اسلام کی سادگی کی حقیقی تصویر تھا اور رخصتی بھی اس طرح ہوئی کہ نہ ڈھولک، نہ مہندی، نہ ڈولی، نہ سہرا، نہ دعوت، نہ نیوتہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں:

فَاَتَتْنِیْ اُمِّیْ اُمُّ رُوْمَانَ وَاِنِّیْ لَفِیْ اُرْجُوْحَۃٍ وَمَعِیْ صَوَاحِبُ لِیْ فَصَرَخَتْ بِیْ. فَاَتَیْتُھَا لَااَدْرِیْ مَاتُرِیْدُ بِیْ. فَاَخَذَتْ بِیَدِیْ حَتّٰی اَوْقَفَتْنِیْ عَلٰی بَابِ الدَّارِ وَاِنِّیْ لَاُنْھِجُ حَتّٰی سَکَنَ بَعْضُ نَفَسِیْ. ثُمَّ اَخَذَتْ شَیْئًا مِنْ مَّاءٍ فَمَسَحَتْ بِہٖ وَجْھِیْ وَرَاْسِیْ. ثُمَّ اَدْخَلَتْنِی الدَّارَ فَاِذَا نِسْوَۃٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فِی الْبَیْتِ. فَقُلْنَ عَلَی الْخَیْرِ وَالْبَرَکَۃِ وَعَلٰی خَیْرِ طَائِرٍ. فَاَسْلَمَتْنِیْ اِلَیْھِنَّ فَاَصْلَحْنَ مِنْ شَاْنِیْ [1]

”میں سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی، ماں نے آواز دے کر بلایا، منہ دھلایا، بال درست کیے، انصار کی عورتیں انتظار میں تھیں، گھر میں داخل ہوئی تو سب نے مبارکباد دی، اتنے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور کچھ ہی دیر بعد میری رخصتی کر دی گئی“۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہیتی اور لاڈلی بیٹی تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ شادی سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی رہتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت میں تھے، شادی کے بعد الگ ہوئے تو گھر کے ضروری سامان کے طور پر آقا نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کو جہیز دیا، وہ بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا، جس کے اندر روئی کی بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک

---

[1] صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۸۹۴، صحیح مسلم: ۳۴۷۹۔

Marfat.com

چھاگل، دو مٹی کے گھڑے، ایک مشک اور دو چکیاں تھیں۔

اس طرح کی ہزاروں مثالیں ہیں کہ ہمارے اسلاف نے کس عمدہ طریقے سے سادگی کے ساتھ نکاح کئے اور شادیاں کیں، درج ذیل صفحات میں مسنون نکاح اور شادیوں کے کچھ واقعات بیان کئے جاتے ہیں تاکہ اُن حضرات کی سادگی کو دیکھ کر ہمیں بھی عبرت حاصل ہو اور رسم ورواج سے بچ سکیں۔

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: یَارَبِیْعَةُ! اَلَا تَزَوَّجُ؟ کیا تم شادی نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا نہیں، یارسول اللہ! اللہ کی قسم! نہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں اور نہ بیوی کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ ہے اور نہ مجھے کوئی ایسی چیز پسند ہے کہ جس میں لگ کر مجھے آپ کو چھوڑنا پڑے، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اعراض فرمالیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دوبارہ فرمایا: یَارَبِیْعَةُ! اَلَا تَزَوَّجُ؟ اے ربیعہ! کیا تم شادی نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا نہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں اور نہ بیوی کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ اور ہے اور نہ مجھے کوئی چیز پسند ہے جس میں لگ کر مجھے آپ کو چھوڑنا پڑے، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پھر اعراض فرمالیا، پھر میں نے دل میں سوچا کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری دنیا اور آخرت کی مصلحت کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، اللہ کی قسم! اگر اس دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم شادی نہیں کرتے؟ تو میں عرض کروں گا ہاں میں کرتا ہوں، یارسول اللہ! آپ جو ارشاد فرمائیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: یَارَبِیْعَةُ! اَلَا تَزَوَّجُ؟ اے ربیعہ! کیا تم شادی نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: بَلٰی مُرْنِیْ بِمَاشِئْتَ جی ضرور، یا رسول اللہ! آپ جو ارشاد

Marfat.com

فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا آل فلاں کے پاس جاؤ، انصار کے ایک قبیلہ کا نام لیا جو کبھی کبھی حضور ﷺ کی خدمت میں آیا کرتے تھے، اور فرمایا جا کر ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے، حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ میری شادی اپنی فلاں عورت سے کردو۔

چنانچہ میں نے جا کر ان لوگوں سے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے، حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ تم میری شادی اپنی فلاں عورت سے کردو، ان لوگوں نے کہا: مَرْحَبًا بِرَسُوْلِ اللهِ وَبِرَسُوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ! خوش آمدید ہو، اللہ کے رسول ﷺ کو اور اللہ کے رسول ﷺ کے قاصد کو، وَاللهِ ! لَا يَرْجِعُ رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا بِحَاجَتِهٖ اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد اپنی ضرورت پوری کر کے ہی واپس جائے گا، چنانچہ انہوں نے میری شادی کر دی اور میرے ساتھ بڑی مہربانی اور شفقت کا معاملہ کیا اور مجھ سے کوئی گواہ بھی نہیں مانگا۔

وہاں سے میں حضور ﷺ کی خدمت میں بڑا پریشان واپس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایسے لوگوں کے پاس گیا جو بڑے سخی اور با اخلاق ہیں، انہوں نے میری شادی کر دی، مجھ سے بڑی شفقت اور مہربانی کا معاملہ کیا اور مجھ سے گواہ بھی نہیں مانگے، لیکن اب میرے پاس مہر دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا يَا بُرَيْدَةُ الْاَسْلَمِيُّ ! اِجْمَعُوْا وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ اے بریدہ! اس کے لئے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا جمع کرو، چنانچہ انہوں نے گٹھلی کے برابر سونا جمع کیا، وہ سونا لے کر میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ سونا اُن کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ یہ اس عورت کا مہر ہے، چنانچہ میں نے ان لوگوں کو جا کر کہا: هٰذَا صَدَاقُهَا یہ اس عورت کا مہر ہے، انہوں نے اسے قبول کر لیا اور

Marfat.com

بڑے خوش ہوئے اور کہا: كَثِيرٌ طَيِّبٌ یہ تو بہت زیادہ ہے اور بڑا پاکیزہ ہے۔

میں نے واپس آکر عرض کیا یا رسول اللہ! اُن لوگوں سے زیادہ با اخلاق میں نے کوئی قوم نہیں دیکھی، میں نے ان کو جو مہر دیا وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مجھ سے بڑا اچھا سلوک کیا اور کہا: كَثِيرٌ طَيِّبٌ یہ تو بہت زیادہ ہے اور بڑا پاکیزہ ہے۔ [1]

شادی سادی ہونی چاہئے

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم لوگ طواف کر رہے تھے میں نے طواف کے دوران حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو وہ خاموش رہے اور میرے پیغام کا کوئی جواب نہ دیا، میں نے کہا اگر یہ راضی ہوتے کوئی نہ کوئی جواب ضرور دیتے، اب اللہ کی قسم میں ان سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا، اللہ کی شان وہ مجھ سے پہلے مدینہ واپس پہنچ گئے، میں بعد میں مدینہ آیا، چنانچہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوا اور جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور آپ کی شان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ادا کرنے کی کوشش کی، پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے خوش آمدید کہا اور فرمایا کب آئے ہو؟ میں نے کہا ابھی پہنچا ہوں، انہوں نے فرمایا ہم لوگ طواف کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں کے سامنے ہونے کا دھیان جما رہے تھے، اس وقت تم نے مجھ سے میری بیٹی سودہ بنت عبداللہ کا ذکر کیا تھا، حالانکہ تم مجھ سے اس بارے میں کسی اور جگہ بھی مل سکتے تھے۔

میں نے کہا ایسا ہونا مقدر تھا، اس لئے ایسا ہو گیا، انہوں نے فرمایا اب تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے کہا اب تو پہلے سے بھی زیادہ تقاضا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں حضرت سالم اور حضرت عبداللہ کو بلا کر میری شادی کر دی۔ [2]

---

[1] البدایہ، ج:۵،ص:۳۳۶، مستدرک حاکم، ج:۲،ص:۱۷۲، طبقاتِ ابن سعد، ج:۳،ص:۴۴، بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲،ص:۸۹۹۔ [2] حیاۃ الصحابہ۔

Marfat.com

حضرت جُلَیْبِیب رضی اللہ عنہ کا نِکاح

حضرت اَبُوْ بَرْزَہْ اَسْلَمِی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ ایسے آدمی تھے جو عورتوں میں چلے جاتے، ان کے پاس سے گزرتے اور ان سے ہنسی مذاق کر لیا کرتے، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کو کبھی اپنے پاس نہ آنے دینا، اگر وہ تمہارے پاس آ گیا تو میں یہ کروں گا اور یہ کروں گا۔

اور انصار کا دستور یہ تھا کہ جب اُن کی کوئی عورت بیوہ ہو جاتی تو اس وقت تک اس کی آگے شادی نہ کرتے جب تک یہ پتہ نہ چل جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی ضرورت ہے یا نہیں، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری سے فرمایا: زَوِّجْنِی ابْنَتَكَ کہ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دو، اس نے عرض کیا: نَعَمْ وَ کَرَامَةً یَارَسُوْلَ اللهِ وَنُعْمَةَ عَیْنٍ ضرور، یا رسول اللہ! بسر و چشم یہ میرے لئے بڑی عزت کی بات ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لیکن میں خود شادی نہیں کرنا چاہتا، اس انصاری نے پوچھا یا رسول اللہ! کس سے شادی کرنا چاہتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جلیبیب سے، اس انصاری نے کہا ذرا میں اس کی ماں سے مشورہ کر لوں۔

چنانچہ جا کر اپنی بیوی سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری بیٹی کے لئے شادی کا پیغام دے رہے ہیں، اس کی بیوی نے کہا: نَعَمْ وَنُعْمَةَ عَیْنٍ بسر و چشم، انصاری نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لئے پیغام نہیں دے رہے ہیں بلکہ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کے لئے دے رہے ہیں، بیوی نے کہا: لِجُلَیْبِیْبِ اِنِیْهِ، لِجُلَیْبِیْبِ اِنِیْهِ، لَا لَعَمْرُ اللهِ لَانُزَوِّجُهٗ جلیبیب بالکل نہیں، جلیبیب بالکل نہیں، اللہ کی قسم! اس سے ہم شادی نہیں کریں گے۔

جب وہ انصاری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اپنی بیوی کا مشورہ بتانے کے لئے اٹھنے لگا تو اس کی

Marfat.com

لڑکی نے کہا: مَنْ خَطَبَنِیْ اِلَیْکُمْ میری شادی کا پیغام آپ لوگوں کو کس نے دیا ہے؟ اس کی ماں نے اسے بتایا (کہ حضور ﷺ نے دیا ہے) تو اس لڑکی نے کہا: اَتَرُدُّوْنَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَمْرَہٗ کیا آپ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی بات کا انکار کرو گے، اِدْفَعُوْنِیْ اِلَیْہِ فَاِنَّہٗ لَنْ یُّضَیِّعَنِیْ مجھے حضور ﷺ کے حوالے کر دو، وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے۔

چنانچہ اس کے والد نے جا کر حضور ﷺ سے عرض کر دیا کہ میری بیٹی آپ کے اختیار میں ہے جس سے چاہیں شادی کر دیں، چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ سے اس کی شادی کر دی۔

پھر حضور ﷺ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے، جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فتح نصیب فرما دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کون سا ساتھی تم لوگوں کو نظر نہیں آ رہا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کوئی ایسا نہیں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: لٰکِنِّیْ اَفْقِدُ جُلَیْبِیْبًا فَاطْلُبُوْہُ لیکن مجھے جلیبیب نظر نہیں آ رہا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا انہیں تلاش کرو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تلاش کیا تو وہ سات کافروں کے پاس شہید پڑے ہوئے ملے کہ انہوں نے ان سات کو قتل کیا، پھر انہوں نے انہیں شہید کر دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ سات کافروں کے پہلو میں پڑے ہیں، پہلے انہوں نے انہیں قتل کیا، پھر انہوں نے انہیں شہید کر دیا۔

چنانچہ حضور ﷺ خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور دو یا تین مرتبہ فرمایا: قَتَلَ سَبْعَۃً ثُمَّ قَتَلُوْہُ، ھٰذَا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ اس نے سات کو قتل کیا پھر انہوں نے اسے شہید کر دیا، یہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں، پھر حضور ﷺ نے ان کے جسم کو اپنے بازوؤں پر رکھ لیا، پھر ان کے لئے قبر کھودی گئی، ان کے لئے اور تو کوئی تخت نہیں تھا بس حضور ﷺ کے بازو ہی تخت تھے، پھر حضور اقدس ﷺ نے خود ان کو قبر میں رکھا۔

Marfat.com

حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کی بیوہ کے متعلق حضرت ثابت کہتے ہیں کہ انصار میں کوئی بیوہ عورت اس لڑکی سے زیادہ خرچ کرنے والی نہیں تھی، حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے حضرت ثابت سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کو کیا دعا دی تھی؟ یہ دعا دی تھی: اَللّٰھُمَّ صُبَّ عَلَیۡھَا الۡخَیۡرَ صَبًّا وَلَا تَجۡعَلۡ عَیۡشَھَا کَدًّا کَدًّا اے اللہ! تو اس پر خیروں کو خوب بہادے اور اس کی زندگی کو مشقت والی نہ بنا، چنانچہ انصار میں کوئی بیوہ عورت اس سے زیادہ خرچ کرنے والی نہ تھی۔ [1]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت ابوعبدالرحمٰن سُلَمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے قبیلہ کِندَہ کی ایک عورت سے شادی کی اور اس کے گھر میں ہی ان کی رخصتی ہوئی، جب رخصتی والی رات آئی تو ان کے ساتھ ان کے ساتھی بھی چلتے ہوئے ان کی بیوی کے گھر تک آئے، وہاں پہنچ کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِرۡجِعُوۡا آجَرَکُمُ اللّٰہُ اب آپ لوگ واپس جائیں، اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو بہت اَجر عطا فرمائے، اور ان لوگوں کو اندر اپنی بیوی کے پاس نہ لے گئے، جیسے کہ بیوقوف لوگوں کا دستور ہے۔

وہ گھر بہت سجا ہوا تھا، دیواروں پر پردے پڑے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر انہوں نے فرمایا: اَمَحۡمُوۡمٌ بَیۡتُکُمۡ اَمۡ تَحَوَّلَتِ الۡکَعۡبَۃُ فِیۡ کِنۡدَۃَ کیا تمہارے گھر کو بخار چڑھا ہوا ہے؟ (جو اس پر اتنے پردے لٹکا رکھے ہیں) یا کعبہ کندہ قبیلہ میں آ گیا ہے؟ (جو تم نے اس گھر کو اتنا سجا رکھا ہے) گھر والوں نے کہا نہ تو ہمارے گھر کو بخار چڑھا ہوا ہے اور نہ کعبہ کندہ میں آ گیا ہے، جب ان لوگوں نے دروازے کے پردے کے علاوہ باقی تمام پردے اتار دیئے تب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ گھر کے اندر گئے۔

[1] رواہ احمد فی المسند، ورجالہ رجال الصحیح۔

Marfat.com

جب اندر آ گئے تو انہیں بہت سا سامان نظر آیا تو فرمایا: لِمَنْ هٰذَا الْمَتَاعُ یہ سامان کس کا ہے؟ انہوں نے بتایا یہ سامان آپ کا اور آپ کی بیوی کا ہے، انہوں نے فرمایا: مَا بِهٰذَا اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتنے سامان کی تو میرے خلیل ﷺ نے مجھے وصیت نہیں فرمائی تھی، اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ مَتَاعِیْ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا كَزَادِ الرَّاكِبِ انہوں نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ دنیا میں میرا سامان اتنا ہو جتنا کہ ایک سوار کا توشہ سفر ہوتا ہے، پھر انہوں نے بہت سی باندیاں دیکھیں فرمایا: لِمَنْ هٰذَا الْخَدَمُ یہ باندیاں کس کی ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی اور آپ کی بیوی کی ہیں، فرمایا: مَا بِهٰذَا اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میرے خلیل ﷺ نے اتنی باندیاں رکھنے کی مجھے وصیت نہیں فرمائی، انہوں نے تو مجھے اس کی وصیت فرمائی تھی کہ میں اتنی رکھوں جن سے میں خود نکاح کر سکوں یا ان کا دوسروں سے نکاح کر سکوں، اگر میں اتنی ساری باندیاں رکھوں گا تو یہ زنا پر مجبور ہو جائیں گی (اور مالک ہونے کی وجہ سے) ان کے برابر مجھے بھی گناہ ہوگا، اور اس سے ان کے گناہ میں کوئی کمی نہ آئے گی۔

پھر جو عورتیں ان کی بیوی کے پاس بیٹھیں ہوئی تھیں ان سے فرمایا کیا اب تم میرے پاس سے چلی جاؤ گی؟ اور مجھے اپنی بیوی کے ساتھ تنہائی کا موقع دو گی؟ انہوں نے کہا جی ہاں، چنانچہ وہ چلی گئیں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے جا کر دروازہ بند کیا اور پردہ لٹکا دیا اور آ کر اپنی بیوی کے پاس بیٹھ گئے اور اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر برکت کی دعا کی اور اس سے فرمایا: هَلْ اَنْتِ مُطِيْعَتِیْ فِیْ شَیْءٍ اٰمُرُكِ بِهٖ کہ جس کام کا میں تمہیں حکم دوں گا کیا تم اس میں میری اطاعت کرو گی؟ اس نے کہا آپ ہیں ہی ایسے مقام پر کہ آپ کی بات مانی جائے، انہوں نے فرمایا: فَاِنَّ خَلِیْلِیْ اَوْصَانِیْ اِذَا اجْتَمَعْتُ اِلٰى اَهْلِیْ اَنْ اَجْتَمِعَ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ کہ

Marfat.com

میرے خلیل ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب میں اپنی بیوی کے ساتھ (پہلی مرتبہ) اکٹھا ہوں تو اللہ کی اطاعت پر اکٹھا ہوں، چنانچہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی جگہ گئے اور کچھ دیر نماز پڑھی اور پھر دونوں واپس اپنی جگہ پر آ گئے، اور پھر انہوں نے اس بیوی سے اپنی وہ ضرورت پوری کی جو انسان اپنی بیوی سے کیا کرتا ہے۔

صبح کو ان کے ساتھی ان کے پاس آئے اور پوچھا: كَيْفَ وَجَدْتَّ اَهْلَكَ حضرت آپ نے اپنے گھر والوں کو کیسا پایا؟ انہوں نے اعراض فرمایا، ان لوگوں نے دوبارہ پوچھا تو انہوں نے پھر اعراض فرمالیا، لوگوں نے تیسری مرتبہ پوچھا تو پہلے تو ان سے اعراض فرمایا پھر فرمایا: اِنَّمَا جَعَلَ اللهُ تَعَالَى السُّتُوْرَ وَالْخُدُوْرَ وَالْاَبْوَابَ لِتُوَارِيَ مَا فِيْهَا اللہ تعالیٰ نے پردے اور دروازے بنائے ہی اسی لئے ہیں تاکہ ان کے اندر کی چیزیں چھپی رہیں، آدمی کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ظاہری حالات کے بارے میں پوچھے، چھپے ہوئے اندر کے حالات ہرگز نہ پوچھے، میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اَلْمُتَحَدِّثُ عَنْ ذَالِكَ كَالْحِمَارَيْنِ يَتَسَافَدَانِ فِي الطَّرِيْقِ کہ بیوی کے ساتھ کے اندر کے حالات بتانے والا اس گدھے اور گدھی کی طرح ہے جو راستے میں جفتی کر رہے ہوں۔ [1]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبیلہ بنولیث کی ایک عورت سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی شادی کا پیغام دینے گئے اور (گھر کے) اندر جا کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے فضائل اور ان کے شروع میں مسلمان ہونے اور ان کے اسلام لانے کے واقعات تفصیل سے

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ، ج:۱، ص:۱۸۵۔

Marfat.com

بیان کئے اور انہیں بتایا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان کی فلاں نوجوان لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں، ان لوگوں نے کہا: اَمَّا سَلْمَانُ فَلَا نُزَوِّجُهُ وَلٰكِنَّا نُزَوِّجُكَ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے شادی کرنے کو تو ہم تیار نہیں ہیں البتہ آپ سے کرنے کو تیار ہیں، چنانچہ وہ اس لڑکی سے شادی کر کے باہر آئے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اِنَّهُ قَدْ كَانَ شَيْءٌ وَاِنِّيْ اَسْتَحْيِيْ اَنْ اَذْكُرَهُ لَكَ اندر کچھ بات ہوئی ہے، لیکن اسے بتاتے ہوئے مجھے شرم آرہی ہے۔

بہر حال حضرت ابولدرداء رضی اللہ عنہ نے انہیں ساری بات سنائی، یہ سن کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا (آپ مجھ سے کیوں شرما رہے ہیں) وہ تو مجھے آپ سے شرمانا چاہئے کیونکہ میں اس لڑکی کو شادی کا پیغام دے رہا تھا جو اللہ نے آپ کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی۔ [1]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا اپنی بیٹی درداء کی ایک غریب سادہ مسلمان سے شادی کرنا

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

یزید بن معاویہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو ان کی بیٹی حضرت درداء سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ان کو انکار کر دیا، یزید کے ہم نشینوں میں سے ایک آدمی نے یزید سے کہا اللہ آپ کی اصلاح فرمائے، کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں حضرت درداء رضی اللہ عنہا سے شادی کروں؟ یزید نے کہا تیرا ناس ہو دفع ہو جا، اس آدمی نے کہا اللہ آپ کی اصلاح فرمائے، آپ مجھے اجازت دے دیں، یزید نے کہا اچھا، چنانچہ اس آدمی نے حضرت درداء رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اُس آدمی سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی، اس پر لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ یزید نے حضرت درداء رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دیا تو اس نے انکار کر دیا اور ایک عام غریب مسلمان نے اسی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو اس سے شادی

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ، ج:۱ص:۲۰۰، حیاۃ الصحابہ، ج:۲ص:۹۰۵۔

Marfat.com

کردی، اس پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِنِّیْ نَظَرْتُ لِلدَّرْدَاءِ میں نے ایسا اپنی بیٹی کے فائدے کی وجہ سے کیا، تمہارا خیال ہے کہ (اگر میں درداء رضی اللہ عنہا کی شادی یزید سے کر دیتا تو) ہر وقت اس کے سر پر خواجہ سرا یعنی خصی غلام (خدمت کے لئے) کھڑے رہتے اور گھروں پر نگاہ ڈالتی تو (سونے چاندی کی کثرت کی وجہ سے) اس کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتیں، لیکن اَیْنَ دِیْنُهَا مِنْهَا یَوْمَئِذٍ پھر اس کا دین کیسے باقی رہتا (بس ہر وقت دنیا میں لگی رہتی)۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنی بیٹی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شادی کرنا

حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (ان کی بیٹی) حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تو یہ فیصلہ کیا ہوا ہے کہ اپنی تمام بیٹیوں کی شادی صرف (اپنے بھائی) حضرت جعفر (بن ابی طالب) رضی اللہ عنہ کے بیٹوں سے کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں آپ اس کی مجھ سے شادی کر دیں، اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی مرد ایسا نہیں ہے جو اس کے اکرام کا اتنا اہتمام کر سکے جتنا میں کروں گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا میں نے (اس بیٹی کا نکاح آپ سے) کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آکر مہاجرین سے کہا مجھے شادی کی مبارکباد دو، انہوں نے انہیں مبارکباد دی اور پوچھا آپ نے کس سے شادی کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: كُلُّ نَسَبٍ وَّ سَبَبٍ سَيُقْطَعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا نَسَبِيْ وَسَبَبِيْ کہ میرے رشتہ اور تعلق کے علاوہ ہر رشتہ اور تعلق قیامت کے دن ختم ہو جائے گا، میں نے اپنی بیٹی کی شادی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی تھی اب میں نے چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی سے

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ، ج:۱، ص:۲۵۱۔ [2] عند ابن سعد کذا فی الاصابۃ، بحوالہ حیاۃ الصحابۃ، ج:۲، ص:۷۰۹۔

Marfat.com

میری شادی ہو جائے تو مزید رشتہ کا تعلق حاصل ہو جائے گا۔[2]

حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو مہر میں چالیس ہزار دیئے۔[1]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی کا نکاح

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی نے یمن کے ایک گھرانہ میں اپنی شادی کا پیغام دیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا میں بلال ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، ہم دونوں حبشہ کے غلام ہیں، ہم گمراہ تھے ہمیں اللہ نے ہدایت دی اور ہم دونوں غلام تھے ہمیں اللہ نے آزاد کر دیا، اگر آپ لوگ ہم دونوں کی شادی کر دیں تو الحمد للہ ''یعنی ہم اللہ کا شکر ادا کریں گے، اور اگر نہیں کریں گے تو اللہ اکبر یعنی اللہ بہت بڑے ہیں وہ کوئی اور انتظام کر دیں گے، آپ لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہوگی (ان لوگوں نے ان دونوں کی شادی کر دی)۔

حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ) سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ایک بھائی نسب میں اپنی نسبت عرب کی طرف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ عربوں میں سے ہیں، انہوں نے عرب کی ایک عورت کو شادی کا پیغام بھیجا، اس عورت کے رشتہ داروں نے کہا اگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئیں گے تو ہم آپ سے شادی کریں گے، چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور خطبہ مسنونہ پڑھ کر فرمایا: اَنَا بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ وَهٰذَا اَخِيْ وَهُوَ امْرُؤٌ سَوْءٌ فِي الْخُلُقِ وَالدِّيْنِ، فَاِنْ شِئْتُمْ اَنْ تُزَوِّجُوْهُ وَاِنْ شِئْتُمْ تَدَعُوْا فَدَعُوْا میں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، لیکن یہ اخلاق اور دین میں برا آدمی ہے، اگر تم

---

[1] اصابہ۔

Marfat.com

چاہو تو اس سے شادی کر دو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو، انہوں نے کہا جس کے آپ بھائی ہوں ہم اس سے ضرور شادی کریں گے، چنانچہ انہوں نے اپنی عورت کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بھائی سے شادی کر دی۔ [1]

چیف جسٹس قاضی شُریح رحمۃ اللہ علیہ کا لائقِ تقلید نکاح

حضرت قاضی شُریح رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ آپ ایک مشہور تابعی اور تاریخ اسلام کے مایہ ناز قاضی یعنی چیف جسٹس تھے، ان کے علمی مقام کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی قاضی تھے۔

قاضی شُریح رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ نکاح کے بعد جب میری شادی ہوئی تو بنی تمیم کی عورتیں میری اہلیہ کو بڑی سادگی کے ساتھ میرے گھر پہنچا گئیں، میں اس کے پاس گیا تو مجھے خیال آیا سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی جب پہلی دفعہ بیوی کے پاس جائے تو دو رکعت نفل پڑھے اور اللہ سے نئی بیوی کی خیر کی دعا کرے، اس کے شر سے پناہ مانگے، چنانچہ میں وضو کرنے لگا، دیکھا تو وہ بھی وضو کر رہی ہے، پھر میں نے نماز پڑھی تو اس نے بھی نماز پڑھی، جب میں نماز پڑھ چکا تو میں اس کے قریب گیا، میں نے اس کی پیشانی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا ابو امیہ ٹھہرو! پھر وہ کہنے لگی:

> ”میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتی ہوں اور اسی سے معاونت کی خواستگار ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل پر درود بھیجتی ہوں، اس کے بعد بات یہ ہے کہ میں اجنبی عورت ہوں، مجھے آپ کے اخلاق و عادات کا کوئی علم نہیں ہے، لہٰذا آپ اپنی پسند مجھے بتا دیں تاکہ میں اس پر عمل کروں اور ناپسند بھی بتلا دیں تاکہ میں اس سے پرہیز رکھوں، یقیناً آپ کیلئے بھی اپنے قبیلہ میں نکاح کے مواقع موجود تھے اور میرے لئے بھی اپنے قبیلہ میں نکاح کے مواقع موجود تھے لیکن اللہ

---

[1] اخرجہ ابن سعد، ج:۳،ص:۲۳۷۔ حیاۃ الصحابۃ، ج:۲،ص:۹۰۸۔

Marfat.com

تعالیٰ جب کسی کام کا فیصلہ کرتے ہیں تو ہو کر ہی رہتا ہے، بہرحال اب آپ میرے مالک ہو گئے ہیں، لہٰذا اب میرے ساتھ وہی معاملہ کریں جس کا آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا تو اچھے طریقے سے مجھے اپنے پاس رکھیں یا حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دیں، بس میں اپنی یہ بات کہہ کر اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کیلئے اللہ عظیم سے بخشش کی دعا کرتی ہوں"۔

پھر میں نے اس سے کہا:

"میں بھی اللہ ہی کی حمد بیان کرتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں اور حضرت محمد ﷺ اور ان کی اولاد پر درود بھیجتا ہوں اور اس کے بعد یہ کہ آپ نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر آپ اس پر قائم رہیں تو یہ میرے لئے بڑی خوش دلی ہوگی اور اگر آپ نے اس کو چھوڑ دیا تو آپ کا یہی کام آپ کے خلاف دلیل ہوگا، بہرحال میں فلاں فلاں چیز کو پسند کرتا ہوں اور فلاں کو ناپسند کرتا ہوں، پس آپ میری طرف سے کوئی بھلائی دیکھیں تو اسے پھیلائیں، اور اگر کوئی برائی دیکھیں تو اس کی پردہ پوشی کرنا"۔

پھر وہ پوچھنے لگی میرے گھر والوں کی ملاقات کے بارے میں آپ کی پسند کیا ہوگی؟ میں نے کہا: بس میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے سسرال والے مجھے کوفت میں نہ ڈال دیں، پھر اُس نے پوچھا کہ آپ کے کون سے ہمسائے ایسے ہیں جن کا آپ گھر آنا پسند کرتے ہیں تاکہ میں ان کو آنے دوں اور کون سے ایسے ہیں جن کا آنا آپ کو پسند نہیں تاکہ میں بھی ان کو ناپسند ہی رکھوں، میں نے کہا: فلاں قبیلہ والے صالح ہیں اور فلاں اچھے نہیں۔

پس وہ رات میں نے اس کے ساتھ گزاری، گویا وہ رات میری زندگی کی خوشگوار ترین رات تھی اور پھر ایک سال گزر گیا، میں نے اپنی پسند کے خلاف اس کا کوئی عمل نہیں دیکھا، جب سال گزرنے والا تھا ایک دن میں عدالت سے اُٹھ کر گھر آیا کہ اس کے پاس ایک بوڑھیا بیٹھی ہے جو اس کو کچھ سمجھا رہی ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہے تو اس نے بتایا یہ آپ کی ساس ہے، میں نے اس کا خیر مقدم کیا، جب میں بیٹھا تو بوڑھیا نے مجھے سلام کیا اور

Marfat.com

میں نے وعلیکم السلام کہا، پھر اس نے مجھ سے پوچھا: آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟ میں نے کہا بہت ہی اچھی بیوی ہے اور بہت ہی خیر خواہ رفیقہ ہے، آپ نے اس کی بہترین تربیت کی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے، اس کے بعد اس نے مجھے نصیحتیں کیں، پھر پوچھا آپ کیا پسند کرتے ہیں کہ آپ کے سسرال کب ملنے آیا کریں، میں نے کہا جیسے وہ چاہیں صحیح ہے، پھر وہ ہر سال کے اختتام پر آتی تھی اور مجھے نصیحتیں کرتی تھی۔

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد شعبی سے فرمایا: اے شعبی! وہ بیوی میرے ساتھ بیس سال رہی، میں نے کبھی اس میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں دیکھی۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی کی مثالی شادی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی دفعہ یہ واقعہ سنایا:

"جب میری بڑی لڑکی سنِ بلوغ کو پہنچ گئی تو میرے پاس علماء کرام کی ایک جماعت دورہ تفسیر کے لئے آئی ہوئی تھی، جب وہ جماعت فارغ ہوئی تو میں نے ایک مولوی صاحب کو علیحدہ لے جا کر پوچھا کہ کیا آپ شادی کریں گے؟ انہوں نے کہا پردیس میں مجھے کون رشتہ دیتا ہے؟ میں نے کہا کہ میری لڑکی ہے اگر آپ راضی ہوں تو ابھی نکاح کر دیتے ہیں ورنہ اس بات کی تشہیر نہ کرنا۔! مولوی صاحب راضی ہو گئے، اسی روز جلسہ ہوا، جس میں کامیاب علماء کو سندیں دی گئیں اور مولوی نور اللہ صاحب کو سند دے کر میں نے اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا، کئی سال ہو گئے ہیں مجھ کو اب تک معلوم نہیں ہے کہ مولوی نور اللہ کس قسم سے تعلق رکھتے ہیں"۔

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی کا مثالی نکاح

مشہور مؤرخ ابن خلکان نے خود ابو وداعہ کی زبانی یہ واقعہ نہایت تفصیل سے نقل کیا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

"میں سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ میں پابندی سے بیٹھا کرتا تھا، ایک مرتبہ کچھ مدت تک

Marfat.com

حاضر نہ ہوسکا، اس کے بعد جب گیا تو انہوں نے پوچھا اتنے دنوں تک تم کہاں تھے؟ میں نے جواب دیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا اس وجہ سے حاضر نہ ہوسکا، انہوں نے کہا: پھر ہمیں کیوں نہ تم نے خبر کی؟ ہم بھی اس کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوتے، اس کے بعد جب میں اٹھنے لگا تو انہوں نے کہا: تم نے دوسری بیوی کا کوئی انتظام کیا؟ میں نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے، کون میرے ساتھ شادی کرے گا، جبکہ میں دو چار درہم سے زیادہ کی حیثیت کا آدمی نہیں ہوں، انہوں نے کہا اگر میں کروں تو تم کرنے کے لئے تیار ہو؟ میں نے کہا: بہت خوب! اس سے بہتر کیا ہے، اس کے بعد انہوں نے اللہ کی حمد بیان کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور اسی وقت دو یا تین درہم پر میرے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح پڑھا دیا''۔

ابو وداعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

میں اس کے بعد وہاں سے اٹھا اور میری خوشی کا عالم یہ تھا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں؟ میں اپنے مکان پر پہنچا اور اس فکر میں پڑ گیا کہ اب رخصتی وغیرہ کے لئے قرض کہاں سے حاصل کروں؟ میں نے مغرب کی نماز پڑھی اور اس دن میں روزہ سے تھا، نماز کے بعد میں نے چاہا کہ کھانا کھاؤں، جَو کی روٹی تھی اور زیتون کا تیل، اتنے میں دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی، میں نے پوچھا کون ہے؟ آواز آئی سعید، میں نے سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ کر اس نام کے ہر شخص کو تصور کیا، کیونکہ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ تو چالیس برس سے اپنے گھر اور مسجد کے علاوہ کہیں دیکھے نہیں گئے، اُٹھ کر دروازہ کھولا تو وہاں سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے، ان کو دیکھ کر معاً خیال ہوا کہ شاید ان کا خیال بدل گیا ہے اور وہ فسخ نکاح کرانے آئے ہیں، میں نے کہا: اے ابو محمد (ابن مسیّب کی کنیت) آپ نے کیوں زحمت فرمائی مجھے بلا بھیجا ہوتا، انہوں نے کہا: نہیں، اس وقت مجھی کو تمہارے پاس آنے کی ضرورت تھی، میں نے کہا: پھر کیا حکم ہے؟

Marfat.com

انہوں نے کہا: مجھے خیال آیا کہ تم اپنے گھر میں تنہاء ہو گے، حالانکہ اب تو تمہاری شادی ہو چکی ہے، مجھے گوارا نہیں ہوا کہ تم تنہا رات بسر کرو اور یہ ہے تمہاری بیوی، اس وقت ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی ٹھیک ان کے پیچھے کھڑی تھیں، انہوں نے صاحبزادی کو دروازہ کے اندر کر کے باہر سے خود ہی دروازہ بند کر دیا اور واپس چلے گئے۔

میری بیوی شرم کے مارے گر پڑی، پھر میں نے اندر سے دروازہ بند کیا اور اس کے بعد چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی، وہ لوگ جمع ہوئے اور پوچھا کیا قصہ ہے؟ میں نے کہا: سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے آج اپنی لڑکی کا عقد میرے ساتھ کر دیا اور آج ہی اچانک وہ اسے میرے گھر بھی پہنچا گئے اور یہاں وہ گھر میں موجود ہے، لوگوں نے آ کر اسے دیکھا اور میری ماں کو خبر ہوئی تو وہ بھی آ گئیں اور انہوں نے کہا اس کو چھونا تمہارے لئے حرام ہے جب تک میں حسب دستور تین دن تک اسے بنا سنوار نہ لوں، چنانچہ میں تین دن تک رُکا رہا، اس کے بعد اس کے پاس گیا، میں نے پایا کہ وہ ایک حسین وجمیل خاتون ہے، کتاب اللہ کی حافظہ اور سنت رسول اللہ کی عالمہ ہے اور حقوق شوہری کو خوب پہنچاننے والی ہے۔

ابو وداعہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

اس کے بعد ایک ماہ تک میں گھر ہی پر رہ گیا، اس دوران میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا نہ کوئی حال معلوم ہوا اور نہ ان سے ملاقات ہوئی، پھر ایک مہینہ کے بعد میں ان کی صحبت میں حاضر ہوا ، اس وقت وہاں مجلس قائم تھی، میں نے سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، اس کے بعد کوئی بات چیت نہ کی، یہاں تک کہ جو لوگ مسجد میں تھے سب چلے گئے، اس کے بعد جب میرے سوا کوئی وہاں نہیں رہ گیا تو انہوں نے پوچھا تمہارے ساتھی کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا بہترین حال ہے، انہوں نے کہا: إِنْ رَابَكَ شَيْءٌ فَالْعَصَا ''یعنی وہ کوئی ناپسندیدہ حرکت کرے تو اس

Marfat.com

کو مارو"۔

حضرت ابو وداعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہی وہ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کی لڑکی تھی جس کے لئے خلیفہ عبد الملک بن مروان نے اپنے لڑکے ولید کا پیغام دیا تھا، جب اس نے اس کو ولی عہد بنایا تھا تو سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ نے شہزادہ ولید سے رشتہ کرنے سے انکار کیا، جس کی وجہ سے عبد الملک سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پڑ گیا، یہاں تک کہ سخت سردی کے دن میں انہیں کوڑے سے پیٹا گیا اور ٹھنڈا پانی ڈالا گیا۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری بیٹی کے نکاح کا واقعہ

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری بیٹی کے نکاح کا واقعہ یہ ہے کہ:

مولانا عبد المجید مرحوم ایک دفعہ ملنے کے لئے آئے اور پہلی بیوی کے فوت ہو جانے کی وجہ سے انہوں نے نکاحِ ثانی کی ضرورت ظاہر کی، شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ایک لڑکی ترجمہ قرآن اور فلاں فلاں کتاب پڑھی ہوئی ہے۔" وہ یہ سن کر بولے کہ اسکول پڑھی ہوئی منظور نہیں ہے، مولانا نے فرمایا "اپنے گھر میں والدہ سے یہ سب کچھ پڑھا ہے"۔ انہوں نے کہا: "ہم کسی بی بی کو دیکھنے کے لئے بھیجیں گے"۔ آپ نے فرمایا کہ میری لڑکی ہے، کسی کو بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے، اگر آپ کو قبول ہے تو ابھی نکاح کر دیتے ہیں ورنہ اس کی شہرت نہ کرنا"۔ وہ یہ بات سن کر راضی ہو گئے اور کچھ مہلت مانگی، پھر آئے اور نکاح کر کے بیوی کو ساتھ لے گئے۔

مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

نکاح ان کے ماموں ڈاکٹر عبد القوی لقمان کے گھر ہوا جو لاہور میں بڑی عزت اور شہرت کے مالک تھے، انہوں نے بارات پر سو آدمی لانے کو کہا مگر شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹے کے ساتھ صرف داماد (مولانا عبد المجید صاحب) کو لیا اور کل تین آدمی نکاح کر کے دلہن ساتھ لے آئے، البتہ

Marfat.com

گھر آ کر دعوت ولیمہ کیا جس میں تمام دوست واحباب کو دعوت دی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

''میں نے دو اپنی اور بہن، بھانجی، بیٹے، بیٹیوں اور پوتوں، نواسوں کی تقریباً سولہ سترہ شادیاں کیں اور ہر شادی میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وہ کرم فرمایا کہ کبھی یہ پتہ نہ چلا کہ نکاح کیا یا دو رکعت پڑھ لی، نکاح ایک عبادت تھی جس کو لوگوں نے ایک مصیبت بنالیا''۔

حضرت شیخ نے ''آپ بیتی'' میں شادیوں کے جو واقعات لکھوائے ہیں ان میں سے چند اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

۱۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جو اپنا نکاح ہوا، اس کی ''بارات'' آپ کے چچا جان، حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دو خادموں پر مشتمل تھی۔

۲۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ کے نکاح میں کل پانچ آدمی شریک ہوئے اور ان کا نکاح بیماری کی وجہ سے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کمرے میں لیٹے لیٹے پڑھا دیا، نکاح کے بعد صبح کے وقت ہمشیرہ کو ان کے خاوند کے ساتھ بھیج دیا، نہ کچھ سامان تھا، نہ کپڑے، نہ برتن، چونکہ والد گرامی انتقال فرما چکے تھے اس لئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے سمجھا ''بچہ ہے، یتیم ہے'' (بے چارہ کیا دے سکتا ہے) کسی نے ان چیزوں کی طرف التفات نہیں کیا، البتہ میری والدہ نے کچھ برتن پہلے سے رکھے تھے اور کچھ کپڑے بھی، اس وقت تو کچھ نہیں دیا گیا، البتہ بعد میں حسب ضرورت وہ لے جاتی رہی لیکن جب وہ سسرال والوں سے علیحدہ ہو کر اپنے مستقل مکان میں مقیم ہوئی، اس وقت میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ گھر کے سامان میں سے کھانے پکانے کا ہو، استعمال کا ہو جو تیرا جی چاہے لے جا، نیز میں نے اپنی والدہ نور اللہ مرقدہا کے انتقال پر عام گھروں کے دستور کے موافق کہ بہنیں اپنی رضا وخوشی سے اپنا حصہ

Marfat.com

بھائیوں کے دے دیا کرتی ہیں، اس کا حصہ لینے سے انکار کر دیا۔

۳۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے خاندانی دستور کے مطابق اپنی سب سے بڑی دو بچیوں کی نسبت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے طے فرما دی تھی، فرماتے ہیں "چچا جان (مولانا محمد الیاس صاحب) نور اللہ مرقدہٗ ہر سال مدرسہ مظاہر العلوم کے سالانہ جلسے میں شنبہ کی شام کو تشریف لایا کرتے تھے، حسب معمول مغرب کے وقت تشریف لائے اور فرمایا: "ہمارے یہاں میوات میں جلسوں میں نکاحوں کا دستور پڑ گیا ہے، کل کے جلسے میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے یوسف و انعام کا نکاح پڑھوا دوں؟ میں نے کہاں "شوق سے ضرور پڑھوا دیجئے، مجھ سے کیا پوچھنا؟" عشاء کی نماز کے کچھ دیر بعد میں نے اہلیہ مرحومہ اور دونوں بچیوں کے کان میں ڈال دیا کہ چچا جان کا ارادہ یہ ہے کہ کل کے جلسے میں دونوں بچیوں کا نکاح پڑھوا دیں، میری اہلیہ مرحومہ نے (اس کے لفظ مجھے خوب یاد ہیں) کہا: "تم دو چار دن پہلے کہتے تو میں ایک جوڑا تو ان کے لئے سلوا دیتی"۔

جامع مسجد آتے ہوئے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے عرض کر دیا کہ "یوسف، انعام کا نکاح پڑھنے کے لئے چچا جان فرما رہے ہیں"۔ حضرت نے بہت ہی اظہار مسرت فرمایا، کہا: "ضرور پڑھوں گا، ضرور پڑھوں گا"۔

فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ

فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ اپنی اور اپنی اولاد کی شادی کا حال بیان فرمایا کرتے تھے:

"جب میری شادی ہوئی تو" بارات میں صرف حضرت والد صاحب، میں اور ایک مجھ سے چھوٹے بھائی تھے جن کی عمر اس وقت تقریباً دس سال تھی، گویا بارات میں بشمولیت دولہا ڈھائی آدمی تھے۔" جیسی سادگی بارات میں تھی، ویسی ہی سسرال والوں کی طرف سے تھی، بالکل سادگی کے ساتھ نکاح ہو گیا۔"

Marfat.com

حضرت نے اپنے تینوں صاحبزادوں اور دونوں صاحبزادیوں کی شادی بھی سنت کے مطابق فرمائی، یہاں تک کہ رشتہ کے ابتدائی معاملات طے کرنے میں بھی فضیلت اور عزیمت پر عمل کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ایک مستقل باب اس پر قائم فرمایا ہے کہ نیک لوگوں کو اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ پیش کرنا چاہئے اور اس باب میں حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہم کے واقعات ذکر فرمائے ہیں۔

حضرت فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ صحیح بخاری کی تدریس کے زمانے میں جب یہ باب پڑھاتا اور یہ واقعات نظر سے گزرتے تو اس کا خیال آتا رہا کہ یہ فضیلت ضرور حاصل کی جائے، چنانچہ بڑی بچی کے رشتہ سے متعلق کچھ باتیں سننے میں آئیں اور اندازہ ہوا کہ فلاں جگہ سے بچی کے لئے رشتہ کا پیغام آئے گا، تو میں نے عمل بالحدیث کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے از خود پیشکش کر دی اور لڑکے کے دادا اور نانا سے رشتہ کے بارے میں بالمشافہ کہہ دیا۔

چھوٹی بچی کی شادی کے سلسلہ میں دوسری ہمشیرہ صاحبہ نے اپنے صاحبزادہ کے لئے رشتہ مانگا، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس پسندیدگی کا اظہار فرمایا لیکن مجھے بھانجے میں صلاحیت کے آثار نظر نہ آئے تو میں نے ایک دوسرے لڑکے کا انتخاب کر لیا، جسے اس رشتہ کا وہم وگمان بھی نہ تھا، چونکہ اس لڑکے کا کوئی ولی نہیں تھا اس لئے میں نے خود لڑکے کو بلا کر اس سے کہہ دیا۔

ایک مولوی صاحب کی صاحبزادی کی مجلس نکاح میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بننے والے داماد بھی شریک تھے، جن سے صاحبزادی کی نسبت تو طے پا گئی تھی مگر تا حال شادی کی کوئی تاریخ متعین نہیں ہوئی تھی، حضرت والا نے بارات والے دولہا کا نکاح پڑھانے کے بعد "دولہا بے بارات" کو بلا کر فرمایا: "بیٹھ جائیے، آپ کے نکاح کا معاملہ بھی ساتھ ہی نمٹا دوں" ان سے اپنی صاحبزادی کا نکاح پڑھا دیا، نکاح سے پہلے نہ گھر کے اندر کسی کو اس کا علم تھا نہ باہر، بعد میں فرمایا: "میں نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا کہ مولوی صاحب اپنی

Marfat.com

صاحبزادی کے سلسلے میں کئی روز سے پریشان نظر آ رہے تھے، بار بار مجھ سے مشورے کرتے تھے، میں نے عمل سے ثابت کر دیا کہ نکاح کرنا بہت آسان کام ہے، جسے لوگوں نے فضول رسموں اور خرافات میں پڑ کر بہت مشکل بنا رکھا ہے۔

فائدہ عظیمہ

حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کے دل میں سنت زندہ کرنے کا جذبہ جاگ اٹھتا ہے اور ان کے ایمانی احساسات بیدار ہو جاتے ہیں، ان کے لئے قومیت اور لسانیت، امیری اور غریبی، کسی کی رضامندی یا ناراضگی سب چیزیں ہیچ ہو جاتی ہیں اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اور اطاعت ہی سب سے بڑا معیار بن جاتی ہیں، اللہ کرے کہ پوری امت میں یہ جذبہ اور احساس جاگ اٹھے، آمین۔

نکاح میں کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن قرط ثمالی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حمص کے گورنر تھے، ایک رات وہ حمص میں پہرہ کے لئے گشت کر رہے تھے کہ ان کے پاس سے ایک بارات دلہن کو لئے ہوئے گزری اور ان لوگوں نے اس دلہن کے سامنے کئی جگہ آگ جلا رکھی تھی، انہوں نے کوڑے سے باراتیوں کی ایسی پٹائی کی کہ وہ سب دلہن کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

صبح کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے اور اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا حضرت ابو جندلہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اُمَامَہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ولیمہ میں حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کیلئے چند مُٹھی کھانا تیار کیا، فَرَحِمَ اللّٰهُ اَبَا جَنْدَلَةَ وَصَلّٰى عَلٰى اُمَامَةَ اللہ تعالیٰ ابو جندلہ پر رحم کرے اور امامہ پر رحمت نازل کرے، وَلَعَنَ اللّٰهُ عُرُوْسَكُمُ الْبَارِحَةَ اور اللہ تعالیٰ تمہاری رات والی دلہن اور باراتیوں پر لعنت کرے، ان لوگوں نے کئی جگہ آگ جلا رکھی تھی اور کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کر رکھی تھی اور اللہ کافروں کے نور کو بجھانے والا ہے۔ [1]

---

[1] الاصابہ، ج:۴، ص:۳۰۷، حیاۃ الصحابۃ، ج:۲، ص:۹۰۸۔

Marfat.com

خاوند کی شکایت ایک عجیب انداز میں

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

ایک عورت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی کہ میں آپ کے پاس ایسے آدمی کی شکایت کرنے آئی ہوں جو تمام دنیا والوں سے زیادہ بہترین ہیں، ان سے بہترین آدمی کون ہوسکتا ہے جو اُن سے زیادہ عمل کرے یا ان کے برابر عمل کرے، وہ رات سے صبح تک عبادت کرتے ہیں اور صبح سے شام تک روزہ رکھتے ہیں، اتنا بتانے کے بعد اس عورت کو شرم آگئی اور اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ مجھے معاف فرما دیجئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے، تم نے اس آدمی کی بہت اچھی تعریف کی ہے، میں نے تمہیں معاف کر دیا، جب وہ عورت چلی گئی تو حضرت کعب بن سور رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے امیر المومنین! اس عورت نے آپ سے شکایت کرنے میں کمال کر دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نے کیا شکایت کی ہے؟ حضرت کعب نے کہا اس نے اپنے خاوند کی شکایت کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس عورت کو میرے پاس لاؤ اور اسی طرح آدمی بھیج کر اس کے خاوند کو بلایا، جب وہ دونوں آگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے فرمایا تم ان دونوں میں فیصلہ کرو، حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کے ہوتے ہوئے میں فیصلہ کروں یہ کیسے کر سکتا ہوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس کی شکایت کو سمجھ گئے میں نہ سمجھ سکا، اس لئے تم ہی فیصلہ کرو، حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ [1] اور عورتوں میں سے جو تم کو پسند ہو نکاح کر لو، دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے، اس کے خاوند سے کہا تم تین دن روزہ رکھا کرو اور ایک

[1] النساء: ۳۔

Marfat.com

دن افطار کیا کرو اور ایک رات اس کے ساتھ گزارا کرو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تمہارا فیصلہ تو مجھے تمہاری پہلی بات سے بھی زیادہ پسند آیا ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ کو بصرہ والوں کا قاضی بنا کر بھیج دیا۔ [1]

ایک سبق آموز واقعہ

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک باغ اس شرط پر دیا کہ وہ ان کے مرنے کے بعد کسی سے شادی نہیں کریں گی، غزوۂ طائف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا تھا، جس کا زخم اس وقت تو ٹھیک ہو گیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چالیس دن بعد وہ زخم پھر ہرا ہو گیا جس سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، ان کی بیوی حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے مرثیہ میں یہ اشعار کہے۔

وَآلَيْتُ لَا تَنْفَكُّ عَيْنِيَ سَخِينَةً.....عَلَيْكَ وَ لَايَنْفَكُّ جِلْدِيَ اَغْبَرَا

مَدَى الدَّهْرِ مَا غَنَّتْ حَمَامَةُ اَيْكَةٍ.....وَمَا طَرَدَ الَّيْلَ الصَّبَاحُ الْمُنَوَّرَا

اور میں نے قسم کھائی ہے کہ زندگی بھر اس وقت تک میری آنکھیں آپ پر گرم آنسو بہاتی رہیں گی (غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں) اور میرا جسم گرد آلود رہے گا (یعنی میں زیب و زینت نہیں کروں گی)۔

پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو شادی کا پیغام دیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے اس شرط پر ایک باغ دیا تھا کہ میں ان کے بعد شادی نہ کروں گی،

---

[1] طبقات ابن سعد۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہلوایا شادی کے بارے میں کسی عالم سے مسئلہ پوچھ لو، تو انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ورثاء کو باغ واپس کردو اور شادی کرلو (چنانچہ انہوں نے وہ باغ واپس کردیا) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کرلی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آدمی بھیج کر ولیمہ کے لئے بلایا، ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے بھائی چارہ کا تعلق تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ مجھے اجازت دیں تو میں حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا سے کچھ بات کرلوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کرلو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے عاتکہ (تم نے یہ شعر کہا تھا اب اس کے خلاف کرلیا)

وَآلَيْتُ لَا تَنفَكُّ عَيْنِي سَخِينَةً.... عَلَيْكَ وَ لَايَنفَكُّ جِلْدِي اَغْبَرَا

میں نے قسم کھائی ہے کہ میری آنکھیں آپ پر گرم آنسو بہاتی رہیں گی اور میرا جسم گرد آلود رہے گا۔

(یہ سن کر حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا زور سے رو پڑیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ آپ کو معاف کرے میری بیوی کا ذہن خراب نہ کریں۔ [1]

حضرت عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا

حضرت عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں، مہاجرات میں سے ہیں، بہت حسین وجمیل تھیں، عبداللہ بن ابی بکر سے پہلی شادی ہوئی تھی، ان کی شہادت کے بعد حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی، ان کی شہادت کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ان شرائط کے ساتھ شادی ہوئی کہ ماریں گے نہیں، اظہار حق اور مسجد نبوی کی نماز کی اجازت ہوگی، ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیام دیا تو انہوں نے کہلا بھیجا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی میں آپ کو قتل سے بچانا چاہتی ہوں۔

---

[1] کنز العمال، طبقات ابن سعد، الاصابہ۔

Marfat.com

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا

حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی باندی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ورثہ میں ملیں، بچپن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کا شرف پایا، والدہ آمنہ کے (مدینہ سے آتے ہوئے ابوا مقام پر) انتقال فرمانے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انہوں نے ہی خدمت گزاری کی، بچپن کی حالت، سفر کا موقع، والدہ کی وفات، ام ایمن رضی اللہ عنہا ہی نے اس وقت حق رفاقت ادا کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ترین زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کا نام قرآن پاک میں آیا، غزوۂ موتہ میں دردناک شہادت پائی، ان کے ساتھ ام ایمن رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا محبوب رسول اللہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ان کے بطن سے پیدا ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو میری ماں میری ماں کہہ کر پکارا کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر رو رہی تھیں، حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا جو درجہ ہے وہ نہایت بہتر ہے، تو بولیں کہ میں اس سے بے خبر نہیں ہوں، میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ وحی الٰہی کا سلسلہ دنیا سے قیامت تک کے لئے بند ہو گیا، اس پر یہ دونوں بھی روئے۔

فائدہ

غلام باپ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، باندی ماں اُم ایمن رضی اللہ عنہا سے پیدا ہونے والے اسامہ رضی اللہ عنہ کی شادی جاہلیت عرب کے مشہور بادشاہ امراء القیس کی نسل میں زینب بنت حنظلہ سے ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو هٰذِهٖ بَقِيَّةُ اَهْلِ بَيْتِيْ فرمایا کرتے تھے۔ [1]

فرمانِ عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بدصورت مرد سے عورت کا نکاح نہ کرو، جو تم ناپسند کرتے ہو وہی عورتیں بھی ناپسند کرتی ہیں، عورتوں کا مہر زیادہ مقرر نہ کرو، اگر اس میں شرافت یا تقویٰ کی بات ہوتی تو اس کے سب سے زیادہ مستحق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے، ایمان کے بعد سب سے بہتر نعمت اچھے اخلاق اور محبت والی عورت ہے، فرمایا کہ مجھے یہ پسند ہے کہ مرد اپنے اہل و عیال میں بچہ کی مثل رہے اور جب اس کے پاس ضرورت لائی جائے تو وہ مرد ہو جائے۔

فرمایا عورت کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ تربیت و پرورش اور تعلیم کے اعتبار سے اعلیٰ

---

[1] المستدرک علی الصحیحین للحاکم، رقم الحدیث: ۶۹۱۱۔

Marfat.com

درجہ کی ماں ثابت ہو، عورت مرد کی عریانی کا پردہ اور اس کے جذباتِ عشق کا پیرہن ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین کو ہدایا بھیجنے کے لئے نو طباق بنوائے تھے، ان ہی میں بھیجا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا تھا کہ سورۂ نور میں عورتوں کے متعلق زیادہ احکامات ہیں اس لئے ان کو سکھاؤ۔

سادگی اپنائیں

حضرت ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

ہم لوگ آذر بائی جان میں تھے، وہاں ہمارے پاس حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا خط آیا، جس میں یہ مضمون تھا، اما بعد! لنگی باندھا کرو اور چادر اوڑھا کرو اور جوتے پہنا کرو اور موزے اتار پھینکو، اور شلواریں اتار دو (ان کی جگہ لنگی باندھا کرو) اور اپنے والد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا لباس اختیار کرو اور ناز و نعمت کی زندگی اور عجمی لوگوں کا لباس اختیار نہ کرو، اور دھوپ میں بیٹھا کرو کیونکہ یہی عربوں کا حمام ہے اور معد بن عدنان جیسی سادہ اور مشقت والی زندگی اختیار کرو، اور سخت کھردرے اور پرانے کپڑے پہنو، تیروں سے نشانہ بازی کیا کرو، گھوڑوں کی رکابیں کاٹ دو اور کود کر گھوڑوں پر سوار ہوا کرو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگلی سے زیادہ ریشم پہننے سے منع کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔ [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھر

حضرت معاذ بن محمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مجلس میں حضرت عمران بن انس رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، اس مجلس میں حضرت عطاء خراسانی قبر اطہر اور منبر کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، ان کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا:

میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھر کھجور کی ٹہنیوں کے بنے ہوئے تھے

---

[1] کنز العمال۔

Marfat.com

اور ان کے دروازوں پر کالے بالوں کے بنے ہوئے پردے تھے، پھر میں اس وقت موجود تھا جبکہ ولید بن عبدالملک بادشاہ کا خط پڑھا جارہا تھا، جس میں اس نے حکم دیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھر مسجد نبوی میں شامل کر دیئے جائیں، اس دن سے زیادہ رونے والے میں نے کبھی نہیں دیکھے، چنانچہ میں نے حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کو اس دن یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! کاش یہ لوگ ان گھروں کو ان کے حال پر رہنے دیتے تاکہ مدینہ میں پیدا ہونے والی نسلیں اور اطراف عالم سے آنے والے لوگوں کے دلوں میں دنیا کے بڑھانے اور اس میں فخر کرنے کی بے رغبتی پیدا ہوتی۔

حضرت معاذ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عطاء خراسانی اپنی بات پوری کر چکے تو حضرت عمران بن ابی انس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان میں چار گھر کچی اینٹوں کے تھے اور ان کا صحن کھجور کی ٹہنیوں سے بنا ہوا تھا اور پانچ گھر کھجور کی ٹہنیوں کے تھے جن پر گارا لگا ہوا تھا اور ان کا صحن کوئی نہیں تھا، ان کے دروازوں پر بالوں کے پردے تھے، میں نے پردے کی پیمائش کی تو وہ تین ہاتھ لمبا اور ایک ہاتھ سے زیادہ چوڑا تھا اور آپ نے اس دن لوگوں کے بہت زیادہ رونے کا تذکرہ کیا تو مجھے بھی یاد ہے میں بھی ایک مجلس میں بیٹھا تھا جس میں حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند بیٹے بیٹھے ہوئے تھے جن میں حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف اور حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہم بھی تھے اور یہ سب اتنا زیادہ رو رہے تھے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئی تھیں اور اس دن حضرت ابوامامہ نے یہ بھی کہا تھا کہ کاش یہ گھر ایسے ہی چھوڑ دیئے جاتے اور انہیں گرایا نہ جاتا تاکہ لوگ (ان گھروں کو دیکھ کر) اونچے اور بڑے گھر نہ بناتے اور دیکھ لیتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے کیا پسند کیا حالانکہ دنیا کے خزانوں کی چابیاں ان کے ہاتھ میں تھیں۔

Marfat.com

دین کی محنت میں خواتین کا حصہ

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو زمین و آسمان سے بنایا، ایسی صورت نہیں رکھی کہ زمین ہو، آسمان نہ ہو، یا آسمان ہو اور زمین نہ ہو، جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو زمین و آسمان سے بنایا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو مرد و عورت سے بنایا، اگر دنیا میں صرف مرد ہی ہوتے، عورتیں نہ ہوتیں تو زندگی گزارنا بہت مشکل ہو جاتا، چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو مرد و عورت دونوں سے بنایا ہے، اس لئے دین دونوں کی بنیادی ضرورت ہے، جس طرح مردوں کے لئے دینی احکامات کو سیکھنا، اُن پر عمل کرنا اور آگے پہنچانا ضروری ہے اسی طرح خواتین کے لئے بھی دینی احکامات و فرائض کو سیکھنا، عمل کرنا اور اُن کی تبلیغ کرنا ضروری و لازمی ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ مرد بھی دعوت و تبلیغ والی محنت کو کرنے والے ہوں اور عورتیں بھی اس محنت کو کرنے والی ہوں، اگر صرف مرد اس محنت کو کرنے والے ہوں گے تو بھی سارا اسلام ساری دنیا میں زندہ نہیں ہو سکتا، ہمارا مقصد تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب مرد بھی پوری محنت کرنے والے ہوں اور عورتیں بھی پوری محنت کرنے والی ہوں۔

مردوں کی بہ نسبت عورتیں نرم دل ہیں

عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے کمزور بنایا ہے، ان کا دل جلدی اثر لیتا ہے اور زیادہ اثر لیتا ہے، اور مرد کو اللہ نے طاقتور اور مضبوط بنایا ہے، اس لئے اس کا دل بھی زیادہ طاقتور اور مضبوط ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر خواتین پر تھوڑی سی بھی محنت کی جائے تو وہ بہت جلد اعمالِ صالحہ میں آگے بڑھ جاتی ہیں، اور پورے گھرانے کی ہدایت کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام میں معاون تھیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے پہلے دن سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دینے والے تھے، اسی طرح آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا پہلے دن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دینے والی تھیں اور اپنا مال دین کے کام میں خرچ کرنے والی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر سے پریشان ہو کر لوگوں کے مارنے پیٹنے، تنگ کرنے سے پریشان ہو کر گھر آیا کرتے تھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دلاسہ دیا کرتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حوصلہ بڑھایا کرتی تھیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرائیں نہیں، اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضائع نہیں ہونے دیں گے، اللہ آپ کو ضرور سنبھالیں گے، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حوصلہ بڑھانے والی تھیں۔

جس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کو دین کی محنت میں لگایا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو دین کا کام کرنے والا بنایا بلکہ بعض چیزوں میں دیکھا جائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عورتیں مردوں سے آگے نظر آئیں گی۔ چونکہ شہادت کا مرتبہ بہت بڑا مرتبہ ہے، قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں اس کے فضائل بہت سارے آئے ہیں، صاف کہا گیا کہ جو شہید ہو جائے اُسے مردہ مت کہو، وہ زندہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو روزی عطا فرماتے ہیں، شہادت کا مرتبہ بہت بڑا، اب اس امت میں سب سے پہلا شہید کون ہوا؟

اس اُمت کی سب سے پہلی شہید

اس امت میں شہادت کا مرتبہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ایک صحابیہ عورت کو نصیب فرمایا اور وہ ہیں حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا، کہ دین کی محنت کرتے ہوئے اپنی جان لگا دینا، خون بہا دینا اور قربان ہو جانا، بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو ملیں گے جو شہادت پانے والے ہیں، لیکن سب سے پہلے جو شہادت کا مرتبہ ملا ہے، وہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ملا ہے، آج تک جتنے مسلمان اللہ کے راستے میں شہید ہو چکے یا قیامت تک، آئندہ جو شہید ہوں گے، ان سب کو اللہ تعالیٰ جتنا ثواب عطا فرمائیں گے، ان سب کے برابر اللہ تعالیٰ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ثواب عطا فرمائیں گے۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا ذریعہ ان کی بہن بنیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ثانی بنے ہیں اور جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہلاتے ہیں، اور جن کے اسلام لانے پر مسلمانوں نے ایسے زور سے اللہ اکبر کہا ہے کہ مکہ کے سارے پہاڑوں پر وہ اللہ اکبر سنی گئی ہے، ان کے اسلام لانے پر آسمان کے فرشتوں نے بھی خوشی منائی ہے، ان کا اسلام میں داخل ہونا اللہ تعالیٰ نے ان کی بہن کے حصہ میں رکھا تھا، ان کی بہن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوئیں اور اپنے گھر میں تعلیم کر رہی تھیں اور سیکھنے سکھانے کے عمل میں لگی ہوئی تھی کہ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔

آپ غصہ میں بھرے ہوئے وہاں پہنچ گئے، اندر آئے اور پوچھا، آپ اندر کیا باتیں کر رہے تھے؟ جی میاں بیوی دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے، اب سکھانے والے صحابی رضی اللہ عنہ تو اندر کہیں چھپ گئے اور یہ دونوں میاں بیوی باہر رہ گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا نہیں، نہیں، معلوم ہوتا ہے اور سنا ہے تم دونوں بے دین ہو گئے ہو، اور اپنے بہنوئی کو پکڑ کر مارنے لگے، پیٹنے لگے اور سینے پر بیٹھ گئے، ان کی خوب پٹائی کی، ان کی بیوی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن اپنے خاوند کو چھڑانے کے لئے جب وہ سامنے آئیں تو اتنی زور سے تھپڑ مارا کہ ان کی بہن کے چہرے سے خون نکل آیا، اب یہ ایمان کی وجہ سے قربانی دینا، تکلیف اٹھانا تھا، ان کا ایمان بھی جوش میں آ گیا اور کہا، اے عمرؓ! اب تم سے جو ہوتا ہے کر لو، ہم نے کلمہ پڑھ لیا ہے، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین سچ ہے، حق ہے اور ہم تو اس پر آ گئے ہیں، اب تم سے جو ہوتا ہے کر لو ہمارے ساتھ، جان دے دیں گے مگر ایمان نہیں چھوڑیں گے۔

اب جو انہوں نے تکلیف اٹھائی، قربانی دی اور بول ایمان کو بچانے اور ایمان کو پھیلانے کے لئے بولے، اللہ تعالیٰ نے ان چند بولوں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل کو بدل دیا، کہنے لگے، اچھا وہ کاغذ کیا تھے؟ وہ تم کیا پڑھ رہے تھے، وہ مجھے بھی دکھاؤ، وہ سورۃ طٰہٰ کی آیات سیکھنے سکھانے میں لگے ہوئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر بھر کی ساری نیکیاں اور ان کا اسلام میں داخل ہو کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جو کچھ کیا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر کہلائے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دست راست بنے، پھر اپنے زمانہ خلافت میں آدھی دنیا میں اسلام کو زندہ کیا، یہ سارا ثواب ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی بہن کے نامہ اعمال میں لکھا

Marfat.com

جائے گا، کیونکہ وہ ان کے اسلام میں آنے کا ذریعہ بنیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا ذریعہ ان کی بیوی بنیں

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جو ابوجہل کے بیٹے تھے، فتح مکہ کے موقع پر جان بچا کر بھاگ گئے تھے، کہ میں اگر مکہ میں رہ گیا اور مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا تو میری خیر نہیں ہے، میں نے مسلمانوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہے اور ایسی تکلیفیں پہنچائی ہیں کہ مجھے اگر پکڑ لیا گیا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا، اور وہ بھاگتے بھاگتے یہاں تک چلے گئے کہ اب ملک عرب میں نہیں رہوں گا، ملک حبشہ چلا جاؤں گا، نجاشی بادشاہ کے ملک میں رہنا میرے لئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ملک میں رہنے سے زیادہ بہتر ہے، لیکن ان کی بیوی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئیں، اسلام لاتے ہی اس زمانہ میں مردوں عورتوں، سب کو اسلام پھیلانے کی فکر لگ جایا کرتی تھی، اب عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ تو سراسر رحمۃ للعالمین ہیں، سب انسانوں کو اپنے ساتھ جوڑنے والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ابرّ الناس ہیں، میرے خاوند عکرمہ کو بھی امن دے دیں کہ اگر وہ آ جائے گا تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ، آپ کے خاوند کو بھی ہم نے امن دے دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے خاوند کے لئے خود امن طلب کیا اور سفر کیا، سفر کر کے اُن کے قریب پہنچیں، وہ کشتی میں بیٹھ کر جانے والے تھے، یہ اُن کو بلا کر واپس لائیں، چنانچہ وہ واپس آئے اور یہ انہیں مدینہ طیبہ لے کر آئیں۔

اب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جو بعد میں اللہ کے راستے میں شہادت کا درجہ پانے والے بنے، ان کا مسلمان ہونا اور سارے کے سارے دین پر چلنا اور دین کو پھیلانے میں ان کی ساری محنت و کوشش، تگ و دو حتیٰ کہ انہوں نے اپنا خون بھی اللہ کے راستے میں بہا دیا، یہ سارا کا سارا ثواب اللہ تعالیٰ ان کی زوجہ محترمہ کو عطا فرمائیں گے، وہ اپنے خاوند کے اسلام میں آنے کا ذریعہ بنی ہیں۔

عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا ذریعہ ان کی پھوپھی بنیں

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بعد میں مسلمان ہوئے، ان کی پھوپھی جان جو گرفتار ہو کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

Marfat.com

پاس چلی گئیں اور بعد میں وہاں سے رسول پاک ﷺ کے احسان کی وجہ سے چھوٹ کر واپس آگئیں تھیں، واپس آکر انہوں نے اپنے بھتیجے کو دعوت دی کہ ارے تمہارے جیسا آدمی حضور پاک ﷺ کے پاس نہیں جارہا، وہاں پر جو بھی جاتا ہے، مالا مال ہو کر آتا ہے، تم بھی وہاں پر ضرور جاؤ، ارے میرے بھتیجے! تم بھی ضرور جاؤ اور مالا مال ہو کر آؤ، چنانچہ پھوپھی نے دعوت دی ہے اور بھتیجے نے دعوت قبول کر لی ہے، اور یہ رسول پاک ﷺ کی خدمت میں آئے ہیں اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ کی زندگی بھر کی جتنی نیکیاں ہیں، وہ اللہ پاک ساری کی ساری ان کی پھوپھی جان کو عطا فرمائیں گے، جو ان کے اسلام میں آنے کا ذریعہ بنی ہیں، دعوت دینے والی بنی تھیں۔

حضور پاک ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کو دیکھا جائے تو یہ بات نظر آتی ہے کہ بہت ساری صورتیں ایسی ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عورتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مردوں سے بہت آگے بڑھ گئی ہیں اور مردوں کے اسلام میں آنے کا ذریعہ بنی ہیں، اب ہم بھی اس زمانے میں چاہتے ہیں کہ سارا دین، ساری کی ساری دنیا میں زندہ ہو جائے تو یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ مرد بھی محنت کرنے والے ہوں، عورتیں بھی محنت کرنے والی ہوں، ہماری مسجدوں میں محنت کا ماحول ہو اور ہمارے گھروں میں وہ دین کی ساری باتیں چل رہی ہوں جو باتیں کہ رسول پاک ﷺ کے زمانہ میں ان کے گھروں میں چلا کرتی تھیں۔

سرکار دو عالم ﷺ کے گھروں کی حالت

رسول پاک ﷺ کے گھروں میں کیا چلا کرتا تھا، آپ ﷺ کے گھروں میں کیا زندگی تھی، ہمارے گھروں میں کھانا پکانا بہت بڑا کام بنا ہوا ہے، فجر کی نماز پڑھتے ہی مرد صاحب گھر پہنچتے ہیں اور پہنچتے ہی کہتے ہیں، گرم چائے فوراً دے دو، چنانچہ چائے پک رہی ہے، پھر ناشتہ تیار ہو رہا ہے، اور دوپہر کا کھانا اور پھر شام کی چائے اور بعض بھائی تو ایسے بھی ہیں پانچ فرض نمازیں پڑھتے ہیں اور چھ وقت چائے پیتے ہیں، تو روزانہ چار پانچ دفعہ ہمارے ہاں چولہا جلتا ہے۔

Marfat.com

ہمارے ہاں کھانا پکانا ایک لمبا کام بنا ہوا ہے، رسول پاک ﷺ کے گھروں میں کیا تھا، بے شک آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تعداد میں زیادہ تھیں لیکن ان کا کام کیا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ایک چاند دیکھتی تھی پھر دوسرا دیکھتی تھی، پھر تیسرا دیکھتی تھی (تین چاند دیکھنے میں دو مہینے ضرور گزرتے ہوں گے) یعنی دو مہینے مسلسل ایسے ضرور گزر جاتے تھے کہ رسول پاک ﷺ کے گھروں میں کسی گھر میں آگ نہیں جلائی جاتی تھی، دو مہینے مسلسل آگ نہیں جل رہی، لہٰذا روٹی نہیں پک رہی، سالن نہیں پک رہا، چائے کا سوال ہی نہیں تھا اس زمانہ میں، اب کیا تھا کہ پانی پی لیا اور کھجور کھالی، زیادہ سے زیادہ انصار مدینہ کے ہاں سے دودھ ہدیہ میں آجایا کرتا تھا، دودھ کو کچا بھی پی لیا یا پانی ڈال کر پی لیا، یہ نہیں کہ دودھ کو گرم کرو اور پھر اسے ٹھنڈا کر کے پیئو، تو کھانا پکانا یہ رسول پاک ﷺ کے گھروں میں اتنا وقت نہیں لیتا تھا، جتنا وقت کہ ہمارے گھروں میں لیتا ہے۔

ہمارے گھروں میں فضول کاموں کے سلسلے

اور پھر ہمارے گھروں میں ایک بڑا سلسلہ جو چلا ہوا ہے، وہ کپڑے سینے کا سلسلہ، سلائی اور پھر کڑھائی، ارے مشین خریدنے جاؤ، اوّل تو بازار کپڑے خریدنے جاؤ تو فلاں ڈیزائن کا کپڑا نکل آیا ہے، اور فلاں ڈیزائن کا نکل آیا ہے، اور بھائی اب کپڑے نئے نئے نمونے کے آتے ہیں اور پھر سلانے کے بھی نئے نئے نمونے سامنے آتے ہیں، گلا کسی کا کہیں سے چوڑا ہے اور کسی کی آستین کیسی، اور کسی کا کرتہ ہے اس پر کڑھائی کیسی ہو رہی ہے، اور شلوار کیسی بنی ہوئی ہے، دوپٹہ میں کیسی کڑھائی ہو رہی ہے، ایک ایسا اور لمبا چوڑا اسلسلہ چلا ہوا ہے کہ کوئی درزی سے سلواتا ہے، اور کسی نے گھروں میں مشین لا کر رکھی ہوئی ہے، ایک لمبے چوڑے سلسلے چلے ہوئے ہیں اور پھر جس گھر میں شادی آجائے تو کچھ نہ پوچھو کہ ان چیزوں کو ہم نے اتنا لمبا کام اور اپنے لئے کتنی لمبی مصیبت بنالیا ہے۔

سستی اور سادہ شادی کا قابل تقلید نمونہ

حالانکہ رسول پاک ﷺ نے اپنے زمانہ میں شادی کو آسان سے آسان، مختصر سے مختصر اور سستا سے سستا اور

Marfat.com

سادہ کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے دوسرے سے کہا کہ بھئی اس گھر میں جاؤ اور انہیں کہو کہ ان کی فلاں لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، میری طرف سے شادی کا پیغام اس گھر میں دے دو، وہ چلے گئے وہاں پیغام دینے کہ فلاں صاحب باہر ہیں وہ آپ کی فلاں بیٹی سے شادی کرنا چاہتے ہیں، اب بیٹی والوں نے کہا کہ نہیں، نہیں، ہم ان سے کرنے کو تیار نہیں ہیں، ہم آپ سے کرنے کو تیار ہیں، اچھا میرے سے کرنے کو تیار ہو، چلو میرے سے کرلو، اندر ہی گواہ مہیا ہو گئے اور اندر ہی خطبہ پڑھایا گیا اور اندر ہی نکاح ہو گیا، اب نکاح پڑھوا کر شادی کا پیغام جو دوسرے کا لیکر گئے تھے، وہ اپنی شادی کروا کر باہر آئے، مسکراتے ہوئے اور شرماتے ہوئے کہ اجی میں اندر گیا تھا اور آپ کا پیغام دیا تھا، آپ پر تو راضی ہوئے نہیں، مجھ پر راضی ہو گئے، تو میں اپنی شادی کروا کر آ رہا ہوں، اب سننے والے نے بھی کیا جواب دیا، اس نے کہا، بھئی اس میں شرمانے کی کیا بات ہے، شرمانا مجھے چاہئے تھا کہ مقدر میں تو تمہارے لکھی ہوئی تھی اور زور میں خوامخواہ لگا رہا تھا۔

تو شادی کرنا اتنا آسان تھا کہ بھئی بروقت جو موجود ہوا، انہیں کو جمع کر کے شادی کرلو، نہ اس دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے شور مچایا کہ بھائی تُو نے مجھے دغا دیا ہے، ارے میں نے اپنا پیغام دے کر تجھے بھیجا تھا تُو نے میرے لئے کوشش کیوں نہیں کی، تُو نے اپنی شادی کرلی، نہ لڑکی والوں میں کوئی بات، نہ لڑکے والوں میں کوئی بات، تو شادی آسان سے آسان، مختصر سے مختصر اور سستی سے سستی، کیونکہ شادی جس قدر مہنگی اور مشکل ہوتی چلی جائے گی زناء کرنا اتنا آسان اور سستا ہوتا چلا جائے گا، تو مزاج شریعت یہ بتاتا ہے کہ شادی کو آسان سے آسان، مختصر سے مختصر اور سستے سے سستا رکھو۔

امیر ترین صحابی عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی شادی سادہ طریقے سے ہوئی

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے تھے، مدینہ منورہ میں شادی کرلی، کسی اور کو تو کیا بلاتے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی نہیں بلایا، شادی ہو گئی اور رخصتی بھی ہو گئی، جب اگلا دن آیا تو ان کے کپڑوں پر کچھ زردی کا نشان تھا جو اس زمانہ میں نئی شادی کی نشانی سمجھا

Marfat.com

جاتا تھا، رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ نشان دیکھا اور پوچھا، ارے تم نے شادی کر لی عبدالرحمٰن؟
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو کوئی برا نہیں منایا، بھائی شادی کر لی اور مجھے کیوں نہیں بلایا، تو ایسا مختصر اور آسان کام تھا کہ بہت تھوڑے اور مختصر وقت میں اور معمولی سے انتظام میں یہ کام ہو جایا کرتا تھا، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ایک اور بامقصد اور بڑا کام تھا کہ کوئی انسان دنیا کا دوزخ میں جانے نہ پائے، سارے کے سارے انسان جنت میں چلے جائیں، ان کا وقت اسی مقصد کے لئے تھا، ان کا مال اسی مقصد کے لئے تھا، اور ان کی فکر، کڑھن، کوشش اسی مقصد کے لئے تھی۔

اُمہات المومنین اور صحابیات رضی اللہ عنہن کا حجلہ عروسی

ہمارے گھروں میں شادی بڑی مصیبت بنی ہوئی ہے، ایک شادی کے لئے بیس بیس جوڑے بن رہے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک جوڑا تھا، جس کی قیمت پانچ درہم تھی، پانچ درہم کی اگر چاندی بنائی جائے تو سوا تولہ چاندی، اگر اس زمانے میں خریدی جائے تو تقریباً ۱۰۰۰ روپے اس کے بنیں گے تو ۱۰۰۰ کا ایک جوڑا بنایا ہوا تھا، اب جس عورت کی شادی ہوتی تو اس کو وہ جوڑا دے دیا کرتیں اور وہ پہن کر دلہن بن جایا کرتی، اور پھر ہمیں دو چار راتوں کے بعد واپس کر دیتی، اور ہم اسی طرح دوسری دلہن کے لئے دے دیا کرتیں تھیں، اور پھر وہ اسی طرح واپس کر دیتی، تو ایک ہی جوڑے میں بیسیوں عورتوں کی شادی ہو جایا کرتی تھی، اور اب ایک عورت کی شادی کے لئے بیسیوں جوڑے بنانے پڑتے ہیں۔

دو کام ضرور کریں

ایک تو ہم نے یہ کرنا ہے کہ انشاء اللہ شادی کو سادہ سے سادہ اور مختصر سے مختصر کریں گے، تاکہ ہماری شادی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کی شادی کا نمونہ بن جائے اور دوسرا اپنی خواتین کی مصروفیات کا رخ ہمیں اس محنت کی طرف پھیرنا ہے، جس محنت کو تنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس محنت میں جہاں پر مرد شریک تھے وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور کلمہ گو مسلمان عورت، اس کے لئے فکر مند تھی۔

Marfat.com

البتہ ان کی فکر پردہ کی پابندی کے ساتھ ساتھ گھروں کی حدود تک رہتے ہوئے ہوتی تھی، کیونکہ عورتیں مردوں کی طرح مسجد میں عام مجلسوں میں شریک نہیں ہوسکتی تھیں، جبکہ مسجد کے اندر تو نمازوں میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مرد ہیں، تعلیم میں مرد ہیں، ایمان کی محفلوں میں مرد ہیں، اور مشوروں میں ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مرد ہیں اور چلنے پھرنے، بازاروں میں جا رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مرد جا رہے ہیں، غرض کہ مردوں میں رہنا، سہنا اور اٹھنا بیٹھنا، مشورہ دینا کرنا پڑتا تھا، البتہ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ کسی گھر کے اندر عورتوں کو جمع کرلیا (لیکن یہ بہت کم ہوتا تھا) تو ہر وقت عورتیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں شریک نہیں ہوتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عورتیں پردہ کیا کرتی تھیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں نے کبھی کسی (غیر محرم) عورت کو ہاتھ نہیں لگایا ہے، اس لئے کہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مرد رہتے تھے، عورتیں نہیں رہتی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کا کام عورتوں میں دین پھیلانا تھا

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن زیادہ تعداد میں رکھیں، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا کام کیا بنایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دین لیتی جائیں اور ساری دنیا کی عورتوں کو دیتی جائیں، اور عورتوں کا کام تھا عورتوں کے اندر ایمان کو پھیلانا، عورتوں کے اندر دعوت کو چلانا، عورتوں کو قرآن سنانا، اور عورتوں میں دین کو پھیلانا، اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں سنانا، اور عورتوں میں پورا دین زندہ کرنا، تو سارے مدینہ طیبہ کی عورتیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج رضی اللہ عنہن کے پاس آیا کرتی تھیں، ان سے حدیثیں سنتیں، قرآن پڑھتی اور دین سیکھتی تھیں، اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کوئی بات معلوم نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں کہہ دیتیں کہ اس بات کا مجھے پتہ نہیں ہے، رات کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھوں گی اور کل تم آجانا، تمہاری بات کا جواب پوچھ کر کل دے دوں گی۔

تو ان کا کام تھا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلیم لیتے جانا اور دنیا کی ساری عورتوں کو دیتے جانا، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام دنیا کی عورتوں کے درمیان واسطہ بنی ہوئی تھیں، اسی وجہ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے زیادہ محبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھی، اس لئے کہ وہ اسلام کے پھیلانے میں سب سے زیادہ حصہ ڈالنے والی ہیں، صرف نو سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں آئیں، نو سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں رہیں، اٹھارہ سال کی عمر تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے، بڑی سمجھدار، تیز حافظہ کی مالک تھیں کہ قرآن بھی آپ سے خوب لیا اور حدیثیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خوب سیکھیں۔

اور پھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد چونکہ آگے کسی سے شادی کرنے کی اجازت نہیں تھی، تو آپ رضی اللہ عنہا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد اس دنیا میں تینتالیس سال زندہ رہی، اب تینتالیس سال خاوند کی خدمت بھی نہیں کی، یعنی وہ کام جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھا، وہ کام بھی نہیں رہا، اب کیا کام تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا؟ وہ یہ کہ مدینہ کی ساری عورتوں میں قرآن، مدینہ کی ساری عورتوں میں حدیثیں اور مدینہ کی ساری عورتوں میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا دین پھیلایا، ایمان، آخرت، جنت اور دوزخ کے متعلق اُن کی رہنمائی کی۔

جو اپنے بھتیجے اور بھانجے ہیں، ان کو سکھلایا، اپنے بھائیوں کو سکھلایا، یہاں تک کہ بعض دفعہ اپنے بھائی کی بیوی یعنی اپنی بھابی سے فرماتیں کہ اس لڑکے کو تم دودھ پلا دو، یہ تمہارا رضاعی بیٹا بن جائے گا تو میرا رضاعی بھتیجا بن جائے گا، یعنی میرا محرم بن جائے گا، تو پھر بچپن میں بھی اس کو سکھاؤں گی، اور جب یہ بالغ ہوگا تو میرا محرم ہو گا، پھر بھی اس کو سکھاؤں گی، تو مردوں میں بھی بہت سارے میرے شاگرد بن کر تیار ہو جائیں گے، تو رضاعی رشتوں کے ذریعہ مردوں میں اپنے محرم بنا لیتی تھیں، اسلام کو پھیلانا اور دین کو عام کرنا ان کا مقصد زندگی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اہم مسائل کا حل کرنا

جب آخری زمانہ آیا تو اس زمانہ میں جب ان کی عمر زیادہ ہوگئی تو چھوٹے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب بڑی عمر کے ہوئے تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما تو ان جیسے بڑوں میں آپس میں یقیناً مسائل کے اندر کچھ اختلاف ہو جاتا ہے، کہ بھائی اس چیز میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے،

Marfat.com

کوئی ان میں کیا دلیل لاتا، کوئی کیا دلیل لاتا، جب آپس میں کوئی بات طے نہ ہوتی، تو کہتے چلو اماں جان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلتے ہیں، چنانچہ یہ حضرات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کمرے میں آتے، درمیان میں پردہ پڑا ہوتا اور پھر اپنی اپنی بات سب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے رکھتے، آپ رضی اللہ عنہا سب کی بات سن کر پھر ایسی بات فرمایا کرتیں کہ سارے مرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مطمئن ہو کر جایا کرتے تھے۔

تو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی زیادہ اسلام پھیلانے والی بنی اور قرآن وحدیث کو زیادہ چلانے والی بنی ہیں، اس سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبت زیادہ ہوئی ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری شادیاں دینی مقصد کے لئے، قرآن و حدیث کو پھیلانے اور چلانے کے لئے ہیں۔

عورتوں کو اعمال والا بنائیں

ہماری مسجدوں میں ماحول ایسا بن جائے جیسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ماحول تھا اور ہمارے گھروں کا بھی ماحول ایسا بن جائے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ماحول تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر چیزوں سے خالی تھے، کھانوں سے خالی تھے، دنیا کے ساز وسامان سے خالی تھے، لیکن ایمان واعمال کی محنت سے بھرے ہوئے تھے، تو آپ اور ہم سب اس بات کا ارادہ کریں کہ اپنے گھروں کو سادہ سے سادہ بنائیں گے اور جن اعمال سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر بھرے ہوئے تھے ان اعمال سے اپنے گھروں کو بھی بھریں گے۔

اس میں ایک عمل کیا ہے کہ ہماری ساری عورتیں پانچ وقت کی نماز پڑھنے والی بنیں، اوّل وقت پڑھیں اور اہتمام سے پڑھیں، خشوع وخضوع سے پڑھیں اور تہجد کا بھی اہتمام کرنے والی ہوں، اشراق بھی پڑھنے والی ہوں، چاشت واوّابین بھی پڑھنے والی ہوں اور صلوٰۃ التسبیح بھی ہمارے گھروں میں پڑھی جارہی ہو، صلوٰۃ التوبہ اور صلوٰۃ الشکر کا بھی اہتمام ہو، اور ساری عورتوں کو صلوٰۃ الحاجۃ پر لگائیں، بچہ بیمار ہو تو عورت نماز پڑھ کر سب سے پہلے عورت اللہ سے کہے کہ اے اللہ! میرا بیٹا بیمار ہوا ہے اس کو شفا عطا فرما، اور اگر گھر میں خرچہ ختم ہو جائے تو اپنی عورتوں کو اس پر لانا ہے کہ خاوند سے جھگڑنے کی بجائے اور مطالبہ پر مطالبے کرنے کی بجائے وہ

Marfat.com

عورت بھی نماز پڑھے اور اللہ سے کہے میں فقیر ہوں، میرے پاس کچھ نہیں تو غیب سے میرے لئے انتظام فرما۔

ہم اپنی عورتوں کو اللہ سے مانگ کر کھانے والا بنائیں اور اللہ سے لینے والا بنائیں، تو ہمارا گھر فرض نمازوں سے بھرا ہو، نفل نمازوں سے بھرا ہو، بچے سات سال کے ہوں، نماز پڑھ رہے ہوں اور جو بچے دس سال کے ہوں، وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جانے والے ہوں، ہمارے گھروں میں عورتوں کی مسجد میں نمازوں کے اوقات معلوم ہوں۔

حضرت خنساء صحابیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے جنگ قادسیہ سے ایک روز قبل یہی تو فرمایا تھا اپنے چار جوان بیٹوں سے، جبکہ خاوند موجود نہیں ہے، چاروں بچے جوان اور ماشاء اللہ خوب صحت مند، ان سے کہنے لگیں:

میں نے تمہیں پالا ہے آج کے دن کے لئے، میں نے تو تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہارے باپ سے خیانت نہیں کی ہے، البتہ میں چاہتی ہوں کہ کل کے روز جب تم جاؤ تو سخت سے سخت دشمن کو تلاش کرو اور اس سے مقابلہ کرو، ایک بیٹا شہید ہو، دوسرا بیٹا شہید ہو، میں چاہتی ہوں کہ کل تم چاروں کے چاروں اللہ کے راستے میں شہید ہو جاؤ۔

تو خود ترغیب دے رہی ہیں اپنے بیٹوں کو اللہ کے راستے میں جان دینے کی، چنانچہ اگلا دن آیا، تو ایک ایک کر کے وہ چاروں ایک ہی دن میں شہید ہو گئے، شام کو جب مسلمان واپس آئے تو آکر اطلاع دی کہ اے خنساء رضی اللہ عنہا بہن! تمہارا فلاں بیٹا بھی شہید ہو گیا اور فلاں بھی اور فلاں بھی، الغرض چاروں شہید ہو گئے، تو نہ آنکھوں میں آنسو ہیں، نہ کوئی غمگین چہرہ ہے، بلکہ خوش ہو رہی ہے کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تُو نے میری دلی آرزو پوری فرما دی۔

اس زمانہ میں مسلمان عورتیں اپنے بچوں کو اسلام کے لئے پالا کرتی تھیں، اور اسلام پر جان دینے کے لئے آمادہ کیا کرتی تھیں، اپنے خاوندوں کو بھی، اپنے بچوں کو بھی، یہی ماحول ہمارے گھروں میں بھی بن جائے گا تو ان شاء اللہ ساری دنیا کے اندر سارا اسلام زندہ ہو جائے گا۔

Marfat.com

بُلند پایہ صحابیہ خاتون حضرت ہند رضی اللہ عنہا

صاحب رحمۃ للعالمین کا بیان ہے:

سیرت کی تمام کتابوں میں ایک صحابیہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ جنگ اُحد میں ان کے شوہر، بھائی اور بیٹے نے شربت شہادت پیا تھا قد اُصِیبَ زَوْجُھَا وَ اَخُوْھَا وَ ابْنُھَا اور انہوں نے ان سب کی خبر شہادت سن کر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور خیر و عافیت معلوم کرنے کا شوق ظاہر کیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو کہا کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جُلَلٌ آپ سلامت ہیں تو ہر ایک مصیبت کی برداشت آسان ہے۔

صاحب رحمۃ للعالمین فرماتے ہیں کہ مجھے کسی کتاب میں ان خاتون بلند پایہ کا نام نہ ملا، مجھے اس تلاش میں کئی مہینے گزر گئے، میں تلاش میں لگا رہا، الحمد للہ کہ مجھے کامیابی ہوئی یہ خاتون ہند ہیں، خلاد بدری ان کا فرزند ہے، عبداللہ بدری ونقیب محمدی ان کا بھائی ہے، عمرو بن جموع سید الانصار ان کے شوہر ہیں، یہ سب جنگِ احد میں ہی شہید ہوئے تھے، یہ خاتون ہر سہ لاشوں کو اونٹ پر لاد کر اُحد سے مدینہ لے گئیں اور پھر گنج شہیداں میں شامل کرنے کے لئے اُحد میں لائی تھیں، بیشک ایسی قوی ایمان خاتون ایسے ہی اعلیٰ گھرانے کی ہوسکتی ہیں، جن کا ہر فرد ایمان اور عمل میں نہایت ممتاز تھا۔

ایک روایت میں اُصِیبَ زَوْجُھَا وَ اَخُوْھَا وَ اَبُوْھَا ہے، یعنی شوہر، برادر اور پدر شہید ہوئے تھے، ایسی خاتون کا نام متعین نہیں ہوسکا، اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا بڑے درجہ کی خاتون ہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رسولۃ النساء یعنی عورتوں کی قاصد اور ترجمان بن کر آئی تھیں، انکے والد یزید بن سکن رضی اللہ عنہ اور بھائی عامر بن یزید رضی اللہ عنہ شہداء اُحد میں ہیں، لیکن کسی کتاب میں ان کے شوہر کا نام معلوم نہ ہوسکا، اگر کسی روایت میں ان کے شوہر کا نام مل جاتا اور وہ نام اس فہرست میں پایا جاتا تو اس روایت کی مصداق حضرت اسماء رضی اللہ عنہا

Marfat.com

ہوتیں، یہ بڑے درجے کی خاتون ہیں اور خود بھی جنگِ یرموک میں کفار سے جنگ کرتی ہوئی شہید ہوئی تھیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پورے زمانہ نبوت میں شہید اور مرنے والوں کی تعداد

نام فریق	اسیر	زخمی	مقتول	کل	کیفیت
مسلمان	۱	۱۲۷	۲۵۹	۳۸۷	ہر دو جانب کے زخمیوں کی تعداد صحیح نہیں
مخالف	۶۵۶۴	۔	۷۵۹	۷۳۲۳	
میزان	۶۵۶۵	۱۲۷	۱۰۱۸	۷۷۱۰	اسیروں اور مقتولوں کی تعداد ان شاء اللہ صحیح ہے

فائدہ

۶۵۶۴ قیدیوں کی تعداد کے متعلق یہ تحقیق ہوئی ہے کہ ۶۳۴۷ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ازراہ لطف واحسان بلاکسی شرط کے آزاد فرمادیا تھا، صرف دو قیدی ایسے تھے جو سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کئے گئے تھے، ۲۱۵ قیدی ایسے رہ جاتے ہیں جن کی بابت معلوم نہیں ہوسکا، پھر بھی یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ جس ذات قدسی نے ۶۳۴۷ کے ساتھ لطف واحسان فرمایا تھا اس کے الطاف سے ۲۱۵ کس بھی ضرور بہرہ ور ہوئے ہوں گے اور اغلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہوکر مسلمانوں کے اندر رہ گئے ہوں گے، اس لئے ان کا شمار رہائی پانے والوں میں نہیں ہوا۔

اعداد بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وحشی عرب کو متدین عرب اور ملحد و بُت پرست عرب کو موحد و مسلم عرب بنانے، ڈکیتی وخونخواری کی وارداتوں کو روکنے، فرانس سے دو چند بڑے ملک میں امن عامہ کو قائم اور مستحکم بنانے، صدیوں اور نسلوں کی عداوت اور مخاصمت کو مٹا کر اخوت و روحانیت کے قائم کرنے، استبدادیت کو فنا کر کے اسلامی طرزِ حکومت کے استوار کرنے میں ۱۰۱۸ نفوس کی قربانیاں کی گئیں، اس کے مقابلے میں فرانس اور امریکہ کو جمہوریت کے قائم کرنے میں جس قدر قربانیاں کرنی پڑیں، انگلستان کو پارلیمنٹ کے لینے میں جس قدر قربانیاں کرنی پڑیں اور جتنے خون بہانے پڑے ان کا شمار کرو۔

Marfat.com

زمانہ حال کے ملحمۃ العظمیٰ (عظیم ترین جنگ جو اگست ۱۹۱۴ء سے شروع ہو کر مارچ ۱۹۱۸ء تک متمدن دنیا کے حصہ کثیر پر جاری رہی ہے) کے نقصانات کو دیکھو، انگلستان کا مقصد اس جنگ میں صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ چھوٹی سلطنتوں کی آزادی اور حفاظت کو برقرار رکھا جائے، صرف اتنے سے مقصد کے لئے لاکھوں نفوس اور اربوں اشرفیوں کو خاک وخون میں ملا دیا گیا ہے، سینکڑوں جہاز سمندر میں غرق ہو چکے ہیں، تجارت عالم مخدوش ہوگئی ہے، عیش وآرام کے سب سامان تباہ ہو چکے ہیں۔

بایں ہمہ امید حصول مقصد آئندہ قربانیوں کے واسطے انگلش قوم پوری مستعدی سے آمادہ ہے۔ اخبار ہمدم ۱۷ اپریل ۱۹۱۹ء نے جنگ عظیم از ۱۸۔۱۹۱۴ء کے مقتولین کی تعداد مندرجہ ذیل طبع کی ہے:

روس ۱۷ لاکھ، جرمنی ۱۶ لاکھ، فرانس ۱۳ لاکھ ستر ہزار، اٹلی ۴ لاکھ ساٹھ ہزار، آسٹریلیا ۸ لاکھ، برطانیہ ۷ لاکھ، ترکی ۲ لاکھ ۵۰ ہزار، بلجیم ایک لاکھ ۲ ہزار، بلغاریہ ایک لاکھ، رومانیہ ایک لاکھ، سرویا مانٹی نیگرو ایک لاکھ، امریکہ پچاس ہزار، میزان ۷۳ لاکھ ۳۲ ہزار۔

مضمون نگار کو شک ہے کہ انگلستان وفرانس کی تعداد میں ہندوستان اور فرانس کی نوآبادیوں کے مقتولین کی تعداد شامل ہے یا نہیں، مگر یہ اقرار ہے کہ زخمیوں، اسیروں اور گمشدوں کی تعداد مذکورہ بالا اعداد میں شامل نہیں۔

خیال کرو سیدنا محمد ﷺ کی کامیابی کا جنہوں نے فریقین کی صرف ۱۰۱۸ قربانیوں کے بعد اس قدر روحانی و اخلاقی و مادی وملی فوائد حاصل کئے تھے، جن کو بہ حیثیت مجموعی آج تک دنیا کی کوئی قوم اور ملک حاصل نہیں کر سکا۔

اہل دنیا کی لڑائیوں کا ذکر چھوڑو، مقدسین کی لڑائیاں لو، مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں، یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا، ان کی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔

جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکت نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے، جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی، اکیلی سلطنت اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا تھا، جن میں سے بتیس ہزار آدمی زندہ آگ میں جلائے گئے تھے۔

Marfat.com

حضرت اُمّ شریک رضی اللہ عنہا کا واقعہ

بہر حال بات چل رہی تھی دین کی محنت میں خواتین کے حصہ کے متعلق، تو ایک اور واقعہ ذکر کر دیتے ہیں،

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا (یہ صحابیہ ان عورتوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح کے لئے پیش کیا تھا) اسلام قبول کرنے کے بعد وہ چھپ چھپ کر قریش کی عورتوں کے گھروں میں گشت کرتی تھیں اور ان کو اسلام کی دعوت دیتی تھیں، جس کی وجہ سے اہل مکہ نے ان کو سخت تکلیف پہنچائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

وَقَعَ فِيْ قَلْبِ اُمِّ شَرِيْكٍ الْاِسْلَامُ وَهِيَ بِمَكَّةَ. وَهِيَ اِحْدٰى نِسَاءِ قُرَيْشٍ ثُمَّ اِحْدٰى بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ، وَكَانَتْ تَحْتَ اَبِي الْعَكَرِ الدَّوْسِيِّ، فَاَسْلَمَتْ. ثُمَّ جَعَلَتْ تَدْخُلُ عَلٰى نِسَاءِ قُرَيْشٍ سِرًّا فَتَدْعُوْهُنَّ وَتُرَغِّبُهُنَّ فِي الْاِسْلَامِ حَتّٰى ظَهَرَ اَمْرُهَا لِاَهْلِ مَكَّةَ. فَاَخَذُوْهَا وَقَالُوْا لَهَا: لَوْلَا قَوْمُكِ لَفَعَلْنَا بِكِ وَفَعَلْنَا. وَلٰكِنْ سَنَرُدُّكِ اِلَيْهِمْ. قَالَتْ: فَحَمَلُوْنِيْ عَلٰى بَعِيْرٍ لَيْسَ تَحْتِيْ شَيْءٌ مُوَطًّا وَلَا غَيْرُهُ. ثُمَّ تَرَكُوْنِيْ ثَلَاثًا لَا يُطْعِمُوْنِيْ وَلَا يَسْقُوْنِيْ. قَالَتْ: فَمَا اَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثٌ حَتّٰى مَا فِي الْاَرْضِ شَيْءٌ اَسْمَعُهٗ الخ [1]

حضرت اُمّ شریک رضی اللہ عنہا کے دل میں اسلام کی حقانیت پڑ گئی، یہ قریشی عورت ابوعکر دوسی کے نکاح میں تھیں، انہوں نے اسلام قبول کیا اور چھپ کر قریش کی عورتوں کے گھروں میں گشت کر کے ان کو اسلام کی دعوت دیتی تھیں، جب ان کا معاملہ ظاہر ہوا تو اہل مکہ نے ان کو پکڑا اور کہا کہ اگر آپ کی قوم نہ ہوتی تو ہم آپ کو سخت سزا دیتے، ہاں ہم آپ کو قوم کی طرف واپس کر دیں گے، پس ان کو اونٹ پر سوار کر دیا جس پر کوئی پالان یا کپڑا نہیں تھا، تین دن ان کو نہ کچھ کھلایا نہ پلایا، وہ کہتی ہیں جب تین دن گزرے تو مجھے کوئی چیز سنائی نہیں دیتی تھی۔

اس روایت کی اسانید پر کلام ہے لیکن ہم نے تائید کے لئے پیش کی ہے۔

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۸،ص:۴۱۷۔

Marfat.com

ایک عورت کا اپنی قوم کو دعوت پیش کرنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تیمم کے باب میں ایک طویل روایت نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پانی تلاش کرنے کے لئے گئے، ایک عورت کے پاس پانی ملا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس عورت سے پانی حاصل کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، اس روایت میں مذکور ہے کہ بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس عورت کی بستی کے قرب وجوار میں جب حملہ آور ہوتے تو اس عورت کی بستی کو چھوڑ دیتے تھے، اس طرزِ عمل سے متاثر ہو کر اس عورت نے اپنی قوم کو دعوتِ اسلام پیش کی تو اس کی قوم نے برضا ورغبت اسلام قبول کر لیا، اس سلسلے میں درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عِمْرَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: کُنَّا فِیْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّا اَسْرَیْنَا حَتّٰی کُنَّا فِیْ آخِرِ اللَّیْلِ وَقَعْنَا وَقْعَةً ... فَکَانَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ ذٰلِكَ یُغِیْرُوْنَ عَلٰی مَنْ حَوْلَهَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَلَا یُصِیْبُوْنَ الصِّرْمَ الَّذِیْ هِیَ مِنْهُ، فَقَالَتْ یَوْمًا لِقَوْمِهَا: مَا اَرٰی اَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ قَدْ یَدْعُوْنَکُمْ عَمَدًا، فَهَلْ لَّکُمْ فِی الْاِسْلَامِ؟ فَاَطَاعُوْهَا فَدَخَلُوْا فِی الْاِسْلَامِ۔ [1]

یہ حدیث قدرے طویل ہے بعض اجزاء کی تشریح حسبِ ذیل درج ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر کیا، خیبر سے واپسی پر یہ واقعہ پیش آیا، رات بھر چلتے رہے، جب چلتے چلتے چُور ہو گئے تو رات کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، آپ نے فرمایا: دیکھو رات کا آخری وقت ہے، کہیں نیند غالب آ کر نماز کو فوت نہ کر دے، لیکن ساتھیوں کی مجبوری پر نظر فرماتے ہوئے ان کی استدعا قبول فرمالی، جماعت میں سے ایک صاحب نے یہ ذمہ لیا کہ وہ وقت پر بیدار کر دیں گے، اتفاق یہ پیش آیا کہ جن صحابی کو جاگتے رہنے کے لئے مقرر کیا تھا ان کو بھی نیند آ گئی اور طلوعِ آفتاب سے پہلے ان کی بھی آنکھ نہ کھل سکی۔

---

[1] البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴۔

Marfat.com

تین آدمی یکے بعد دیگرے بیدار ہوئے، چوتھے نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے، ضرورت تھی کہ اس وقت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جگایا جائے، لیکن راوی کہتے ہیں کہ ہم لوگ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب سے بیدار نہیں کرتے تھے، اس لئے کہ ہم یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ خواب میں آپ پر کیا حالت طاری ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہادر اور نڈر آدمی تھے، انہوں نے ادبِ نبوی کی رعایت فرماتے ہوئے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدار کرنے کا طریقہ اختیار فرمایا کہ بلند آواز سے تکبیر کہنی شروع کی اور بار بار بلند آواز سے تکبیر کہتے رہے، یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھل گئی، آپ کے بیدار ہونے کے بعد آپ کی خدمت میں اس واقعہ سے اپنی سخت بے چینی کا اظہار کیا، آپ نے ارشاد فرمایا ''لَا ضَيْرَ'' [1] گھبرانے کی بات نہیں، ایسا ہونا بعض شرعی مصالح کی بنا پر ضروری تھا، پھر تم نے بالاختیار ایسا نہیں کیا ہے اس لئے اس پر کوئی مؤاخذہ بھی نہیں ہے، ''اِرْتَحِلُوْا'' یہاں سے چلو، نیند کا اثر دور کرنے کے لئے نقل وحرکت اور جگہ کی تبدیلی موثر ہے، اس لئے ارشاد فرمایا کہ آگے بڑھو۔

اس کے بعد پھر آپ روانہ ہوئے تو حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی، آپ نے پھر سفر موقوف کیا، دو شخصوں کو جن میں ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے بلا کر پانی تلاش کرنے کا حکم فرمایا، یہ دونوں حضرات پانی کی تلاش میں روانہ ہوئے، اتفاق سے ایک عورت جو اونٹ پر پانی کی مشکیں لادے ہوئے چلی آرہی تھی، سامنے نظر آئی، ان دونوں حضرات نے اس عورت سے معلوم کیا، پانی یہاں سے کتنی دور ہے، اس نے جواب دیا کہ کل میں اس وقت پانی کے پاس تھی یعنی یہاں سے ایک دن کی مسافت پر ہے، یہ سن کر ان حضرات نے اس عورت سے کہا چل، اس نے دریافت کیا کہاں، ان حضرات نے کہا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس، عورت نے کہا وہی جن کو صابی کہا جاتا ہے، صابی یعنی ایک دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرنے والا، اب اگر یہ حضرات اس عورت کی تردید کرتے ہیں تو مقصد فوت ہوتا ہے کہ وہ نہیں بلا رہے ہیں اور اگر ہاں کہتے ہیں تو شانِ رسالت میں بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں، اس لئے شانِ رسالت کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے جواب دیتے ہیں کہ ہاں ہاں وہی جو تمہاری مراد ہے، انہوں نے عورت کو جانے کے لئے اس لئے کہا تا کہ آپ کی

---

[1] البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴۔

Marfat.com

خدمت میں یہ بات پہنچادے کہ اس عورت کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پانی یہاں سے بہت دور ہے، چنانچہ اس عورت کو لے گئے اور واقعہ بیان کر دیا۔

آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو اونٹ سے اُتار لو، پھر آپ نے ایک برتن منگوایا اور مشکوں کا بالائی دہانہ کھلوا کر اس میں سے کچھ پانی لیا، اور اس میں لعابِ دہن شامل فرما کر اس کا وہ منہ بند کر دیا گیا اور مشکوں کے نیچے کا منہ کھلوا کر یہ اعلان کر دیا گیا کہ پانی پییں اور پلائیں، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی پیا بھی گیا، مویشیوں کو بھی پلایا گیا اور مشکیں بھی بھر لی گئیں کہ ساتھ لے چلیں گے، اس کے بعد آپ ﷺ نے اس شخص کو پانی دیا جس کو جنابت لاحق ہوگئی تھی اور فرمایا کہ جاؤ یہ پانی اپنے اوپر بہادو۔

یہ تمام کام ہوتے رہے اور وہ عورت کھڑی رہی اور یہ دیکھتی رہی کہ پانی سے کیا کیا کام لیا جا رہا ہے، اور اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ اتنا کچھ پانی صرف ہوا اور کمی کچھ محسوس نہیں ہوتی، راوی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ اتنا پانی صرف ہوگیا لیکن ہم یہ خیال کر رہے تھے کہ مشک پہلے سے بھی زیادہ بھری ہوئی ہے۔

اس کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے لئے کھانے پینے کی چیزیں جمع کر دو، پانی چونکہ اس کے پانی کے راستے سے آیا تھا اس لئے اس کا یہ احسان ہوگیا، اور "هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ" [1] احسان کا بدلہ احسان ہی سے دیا جا سکتا ہے، اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس عورت کے لئے سامان جمع کرو، چنانچہ آٹا، کھجوریں، ستو وغیرہ اس عورت کے لئے جمع کر دیا گیا، اس سامان کو کپڑے میں باندھ دیا گیا، پھر عورت کو اونٹ پر سوار کر کے یہ کپڑا اس کے سامنے رکھ دیا گیا۔

جب یہ عورت گھر پہنچی تو اہل خانہ نے تاخیر کا سبب دریافت کیا، اس نے پورا واقعہ اس طرح دہرایا کہ دو آدمی مجھے ملے اور وہ مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جس کو صابی کہا جاتا ہے اور وہاں ایسا واقعہ پیش آیا، پھر اس عورت نے اس واقعہ پر اپنا تبصرہ یہ کیا کہ یا تو یہ شخص زمین اور آسمان کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے یا پھر وہ اللہ کا سچا رسول ہے۔ اس تبصرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت بڑی مدبرہ تھی، وہ یہ سمجھ چکی تھی کہ جادو ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا لیکن اگر وہ

---

[1] الرحمٰن: ٦٠۔

Marfat.com

اہل قبیلہ کے سامنے اپنے اسلام کا اظہار کرتی ہے تو معاملہ خطرناک ہوسکتا ہے، ممکن ہے گھر والے اس کی بات اور اس کے تاثرات کو سننا بھی پسند نہ کریں، بلکہ قتل پر آمادہ ہوجائیں، اس لئے اس نے ایک اچھی راہ اختیار کی اور پورا واقعہ تفصیل سے سنانے کے بعد کہا کہ یا تو یہ شخص زمین اور آسمان کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے، یہ تو ایک عام خیال تھا جو اس نے سامنے رکھ دیا، اب دوسرے نمبر پر کہتی ہے اَوْ اِنَّهٗ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا ''یا پھر وہ اللہ کا سچا رسول ہے''، اس جملہ میں اس نے اشارہ کردیا کہ دیکھو جادو ایسا نہیں ہوسکتا۔

اس عورت نے اہل قبیلہ کے دل میں ایک بات ڈال دی اور خاموش ہوگئی، اب صورت یہ پیش آئی کہ مسلمان رات کو کفار کی بستی پر چھاپہ مارتے ہیں لیکن بستی میں اس کو چھوڑ دیتے ہیں جو اس عورت کے اہل قبیلہ سے متعلق ہے، اس صورتحال کے پیش آتے ہی اس عورت کو دوبارہ اپنی بات کہنے کا موقع مل گیا اور اس نے کہا تم دیکھ رہے ہو کہ مسلمان رات کو چھاپہ مارتے ہیں، لوٹتے ہیں، لیکن تمہیں کوئی کچھ نہیں کہتا، کیا یہ لوگ تم سے ڈرتے ہیں، یا ان کو معلوم نہیں کہ یہاں بھی کافر رہتے ہیں، یا یہ بھول جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں ہے، کیونکہ تمہاری کوئی دھاک نہیں ہے کہ لوگ تم سے ڈریں، بھول جانے یا معلوم نہ ہونے کا خیال بھی غلط ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ یہ لوگ تم کو جان بوجھ کر چھوڑتے ہیں، اور اس چھوڑنے کی ایک خاص وجہ ہے، اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان ایک معاملہ ہوگیا تھا، انہوں نے میرے پانی سے فائدہ اٹھایا تھا اور یہ لوگ احسان مانتے ہیں، گو انہوں نے اس احسان کا بدلہ کھانے کے سامان کی صورت میں دے دیا تھا لیکن اس کے باوجود یہ اسی احسان کا اثر ہے کہ یہ لوگ قصداً تمہاری بستی کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ احسان مندی پیغمبرانہ شان معلوم ہوتی ہے، اب سوچو کیا تم اپنے اندر اسلام کے لئے کچھ رغبت پاتے ہو، چنانچہ ان لوگوں نے اس عورت کی بات مان لی اور اسلام میں داخل ہوگئے، اس طرح اس عورت نے اپنے اہل قبیلہ کو اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ [1]

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دین کی دعوت اور محنت کے لئے قبول فرمائیں۔ آمین!

---

[1] ماخوذ از ایضاح البخاری، جزء: ۱۲۔

Marfat.com

چند عظیم خواتین کے دینی کارنامے

فقیہات ومفتیات اور محدّثات

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فقہی مسائل وفتاوے منقول ومحفوظ کئے گئے ان کی تعداد ۱۳۰ سے زائد ہے، ان میں مرد وعورتیں دونوں شامل ہیں، ان کے تین طبقات ہیں ہر طبقہ کی فقیہات ومفتیات کے نام درج کئے ہیں:

طبقہ مکثرین وعلیا: میں فقیہ امت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شامل ہیں۔

طبقہ وسطیٰ: میں اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا شامل ہیں۔

طبقہ سفلیٰ: میں ام المومنین حضرت صفیہ، ام المومنین حضرت حفصہ، ام المومنین ام حبیبہ، ام المومنین جویریہ، ام المومنین میمونہ، حضرت فاطمۃ الزاہرا، ام عطیہ، اسماء بنت ابی بکر، ام شریک، ام الدرداء، عاتکہ بنت زید، فاطمہ بنت قیس، لیلیٰ بنت قاتف، حولاء بنت تویت، سہلہ بنت سہیل، ام سلمہ، زینب بنت ام سلمہ ام ایمن اور ام یوسف غامدیہ رضی اللہ عنہن۔

کریمہ بنت احمد مروزیہ

کریمہ بنت احمد مروزیہ خراسان کے شہر مروہ کی رہنے والی تھیں، مکہ مکرمہ میں مستقل اقامت ومجاورت اختیار کرکے ایک زمانے تک حدیث کا درس دیا، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ ہی میں ان سے پانچ دن میں صحیح بخاری پڑھ کر روایت کی۔

ام محمد فاطمہ بنت محمد خطیہ اصفہانی

ام محمد فاطمہ بنت محمد خطیہ اصفہانی کو تصنیف وتالیف کا بڑا اچھا سلیقہ حاصل تھا، انہوں نے بہت سی عمدہ عمدہ

Marfat.com

کتابیں لکھی ہیں، امام فارسی نے تصریح کی ہے! وعظ گوئی میں ان کو اچھا ملکہ حاصل تھا، الرموز من الکنوز تقریباً ۵ جلدوں میں ہے۔

عائشہ بنت عمارہ بن یحییٰ

عائشہ بنت عمارہ بن یحییٰ افریقہ کے شہر بُجایا کی رہنے والی تھیں، ان کا خط نہایت پاکیزہ اور خوبصورت تھا، ایک کتاب ۱۸ جلدوں میں نقل کی تھی۔

محدّثات کی فقہ وفتاوے

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بائیس صحابیات کی جو فقہ وفتویٰ میں مشہور تھیں، تصریح کی ہے، شیخ علاؤالدین حنفی فقیہ سمرقندی ۵۳۹ھ مصنف تحفۃ الفقہاء کی صاحبزادی فاطمہ فقیہ جلیلہ تھیں، ان کے شوہر شیخ علاؤالدین کا سانی ۵۸۷ھ نے تحفۃ الفقہا کی شرح البدائع والصنائع لکھی ہے، شرح کے لکھنے کے دوران شوہر سے کوئی غلطی ہو جاتی تو وہ اس کی تصحیح کرادیتیں، فتاوے پر فاطمہ، ان کے والد اور شوہر، تینوں کے دستخط ہوا کرتے تھے۔

محدّثات عورتوں میں حفظ قرآن، تجوید وتفسیر

حفصہ بنت سیرین نے بارہ برس کی عمر میں قرآن کریم کو مع اس کے معانی کے حفظ کرلیا تھا، تجوید وقرأت میں بھی مہارت رکھتی تھیں، ہشام راوی کا بیان ہے کہ جب کبھی ان کے بھائی محمد بن سیرین کو قرأت کے بارے میں کوئی شبہ پڑ جاتا تو اپنے شاگردوں سے کہتے کہ جاؤ حفصہ سے پوچھو کہ وہ اسے کیسے پڑھتی ہیں، حفصہ ہر رات میں نصف قرآن پڑھتی تھیں، فاطمہ نیشاپوریہ مشہور مفسّرہ فہم قرآن میں کلام کرتی تھیں، ابن ملوک نے حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے، انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ایک ولیہ ہے اور میری استاد ہے، میمونہ بنت ابی جعفر مدنیہ مشہور قاریہ مجودہ تھیں، یہ فن اپنے والد سے سیکھا تھا، امام القراء ابن جزری نے اپنی صاحبزادی سلمٰی کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے قرأت سبعہ میں قرآن مجید حفظ کیا ہے، قرأت عشرہ کی تعلیم بھی اصول کے مطابق حاصل کی ہے، اس زمانے میں کوئی مرد بھی ان کی ہمسری

Marfat.com

نہیں کر سکتا تھا۔

زبیدہ خاتون زوجہ خلیفہ ہارون رشید عباسی کے محل میں ایک ہزار باندیاں قرآن مجید پڑھا کرتی تھیں، شہد کی مکھیوں کی طرح ان کی آواز سنائی دیتی تھی۔

مغل بادشاہ شاہ جہاں کی پوتی شہزادی شاد خانم نے خط ریحان میں کمال متانت سے ایک قرآن کریم لکھا تھا اور خط رقاع میں اپنا نام ونسب تحریر کیا تھا۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ پوچھا کہ ہم لوگ رات کو اپنی چھت پر سوت کاتتی ہیں، اس اثناء میں پولیس والوں کی مشعلیں ہمارے قریب سے گزرتیں ہیں، ان کی روشنی ہم تک پہنچتی ہے تو کیا ان کی روشنی میں ہماری کتائی جائز ہے، امام صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے بتایا کہ میں بشر حافی کی بہن ہوں، تو امام صاحب نے روتے ہوئے فرمایا تم ہی لوگوں کے گھر سے صحیح پرہیزگاری کا ظہور ہوتا ہے، تم اس روشنی میں سوت نہ کاتو۔

ام الکرام کریمہ بنت احمد مروزیہ مستقل مکہ مکرمہ میں رہتی تھیں، ائمہ حدیث نے ان سے صحیح بخاری کی روایت کی ہے، زندگی بھر شادی نہیں کی، فاطمہ بنت سلیمان معمرہ محدثات میں سے ہیں، نوے سال کی عمر میں وفات پائی، تنہا رہیں، شادی نہیں کی، شیخہ معمرہ حبیبہ بنت عزیز الدین مقدسیہ اکیانوے سال کی عمر میں فوت ہوئیں، شادی نہیں کی۔

دنیا سے جانے کا منظر

بغداد کی مشہور محدثہ زاہدہ فاطمہ بنت نصر کے جنازے میں اس قدر مسلمان شریک ہوئے کہ بھیڑ کے سبب جامع القصر کے مقصورے کی جالیاں نکالنی پڑیں، اطراف کے تمام بازار اور سڑکیں آدمیوں سے بھر گئیں، عید کے دن سے زیادہ مجمع ہوا، جنازہ میں علماء، ارکانِ حکومت و دولت بھی شریک ہوئے۔

اندلس کی محدثہ وفقیہ، عابدہ وزاہدہ فاطمہ بنت یحییٰ کا قرطبہ میں، فخر النساء شہیدہ کا بغداد میں، ام الخیر جویریہ کا

Marfat.com

مکہ مکرمہ میں، جنازوں میں اتنا اژدہام رہا جس کی مثال کم ہے۔

جہاں آرا بیگم

مغل بادشاہ شاہ جہاں کی چہیتی بیٹی جہاں آرا بیگم عالمہ، فاضلہ، قاریہ بھی تھیں، باپ نے ایک بڑی جاگیر دی تھی وہ سب خیرات کر دی تھی، حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی بہت معتقد تھی، درگاہ کے نام ایک بڑی رقم وقف کی تھی، حضرت سلطان جی کے مزار کے احاطہ میں قبر بھی ہے جس پر یہ کندہ ہے۔

بغیر سبزہ نہ پوشد کسے مزار مرا
کہ قبر پوش غریباں ہمیں گیاہ بس است

زمانۂ اسارت شاہ جہاں میں آخری سانس تک باپ کی خدمت بڑی دلسوزی سے کرتی رہی، باپ نے جو جاگیر دی تھی اس کی آمدنی ٦ لاکھ سالانہ تھی، وہ سب خیرات کر دی۔ ٣٠ رمضان ١٠٩٢ھ میں دلی میں انتقال ہوا۔

زیب النساء بیگم

زیب النساء بیگم، ولی صفت سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی ہیں، حافظ قرآن تھیں، ملا جیون کی شاگرد تھیں، عالمہ، فاضلہ، شاعرہ، ادیبہ، شعر گوئی میں کوئی عورت ان کے مقابلہ کی نہ تھی، ایک بڑی لائبریری بھی قائم کی تھی۔

شیخ حمید الدین ناگوری کی اہلیہ

حضرت سلطان الہند خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شیخ حمید الدین ناگوری کی اہلیہ بڑی صاحب کمال تھیں، بعض اوقات فقر و استغناء کے مجاہدات میں ان کی ہمت سے شیخ کو بھی تقویت ملتی، شیخ بہت ہی متوکل و قانع، اکل حلال کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، اس لئے امراء و سلاطین کے ہدایا سے گریز فرماتے، تھوڑی سی زمین کاشت فرماتے، زمین تھوڑی پیداوار کم، مخلوق کی حاجت روائی میں خرچ، بہت عسرت و تنگدستی، فاقوں میں گزر ہوتی،

Marfat.com

کپڑے بھی حسبِ ضرورت نہیں ملتے تھے، کپڑوں میں پیوند کثرت سے ہوتے۔

ایک دفعہ بہت تنگی تھی ان کی لنگی اور بیوی کا دوپٹہ بھی پھٹ چکے تھے، ان سخت حالات میں بادشاہ کی جانب سے اشرفیوں کی تھیلی اور جاگیر کا پروانہ پہنچے، بیوی سے جا کر اس کا تذکرہ کیا، انہوں نے اس ہولناک تنگی کے باوجود شیخ سے عرض کیا کہ آپ سالہا سال کے فقر وقناعت کو ضائع نہ کیجئے، میں نے دو سیر سوت کات لیا ہے جس سے آپ کی تہبند اور میرا دوپٹہ تیار ہو جائے گا۔ شیخ نے ستر پوشی کا یہ انتظام سن کر قاصد کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔

مشہور محدث حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استادوں میں اسّی سے زیادہ عورتوں کے نام گنوائے ہیں، ان سب عورتوں نے پردہ ہی کے ساتھ علم وفضل حاصل کیا اور درس وتدریس کا کام کیا۔

حضرت رابعہ شامیہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں:

> جو عبادت میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کی خبر اس کو دے دیتے ہیں، جب اپنے عیبوں کو جان لیتا ہے تو پھر دوسروں کے عیب اس کو نظر نہیں آتے۔ اگر اللہ تعالیٰ مردوں کی خواہش کے مطابق لڑکے ہی پیدا فرما دے تو نسل انسانی ختم ہو جائے گی۔

فاطمہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہا ایسے درجہ کی بزرگ تھیں کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ ان سے استفادہ کرتے تھے، فرماتی تھیں:

> جو اللہ کا دھیان نہیں رکھتا وہ گناہ کے ہر میدان میں جا گرتا ہے اور جو منہ میں آئے کہہ اٹھتا ہے، اللہ کے دھیان میں رہنے والا بیکار باتوں سے گونگا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ سے شرم وحیاء کرنے لگتا ہے۔

ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فاطمہ جیسی عورت نہیں دیکھی، امتہ الجلیل رحمۃ اللہ علیہا سے کئی بزرگوں نے یہ سوال کیا کہ ولی کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا:

> ولی کا کوئی وقت اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی نہیں ہوتا، ہر کام میں تصحیح نیت اور اللہ کے اَمر کا دھیان کرتا ہے۔

Marfat.com

زبیدہ خاتون

زبیدہ خاتون کی خیرِ جاریہ کی کوئی دوسری مثال عالمِ اسلام میں نہیں ہے، حج کے زمانے میں مکہ معظّمہ، منیٰ و عرفات، مزدلفہ میں پانی کی قلت اس درجہ میں ہوجاتی تھی کہ ۹ ذی الحجہ یوم عرفہ حج کے دن عرفات میں بعض اوقات ایک گلاس پانی اسّی (۸۰) اشرفی میں فروخت ہوا، حجاج کی کافی تعداد پانی نہ ملنے سے تڑپ تڑپ کر مر جاتی تھی، زبیدہ خاتون بنت ابوالفضل جعفر کو اہل حرم اور حجاج کی اس دردناک تکلیف کا حال معلوم ہوا تو تڑپ اٹھیں، سترہ لاکھ اشرفیاں خرچ کر کے عینِ زبیدہ کے نام سے عرفات کے پہاڑوں سے نہر نکلوائی جو بارہ سو (۱۲۰۰) سال تک عرفات، مزدلفہ، منیٰ، مکہ معظّمہ میں حجاج و زائرین کو سیراب کرتی رہی۔

اس عظیم خاتون کو حسن نیت، اخلاص وللّٰہیت و ہمدردی خلائق کی بڑی طاقت حق تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی، اس کے اس کارِ خیر سے تمام انسان، فقیر و بادشاہ، چرند پرند، ہر طرح کی مخلوق فائدہ اٹھاتی، وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کے تقرب و تعلق کے بلند ترین مقام پر فائز ہو رہا ہو اُس وقت اِس خیر جاریہ سے پوری پوری راحت و چین وسکون پاتا، پینا، پکانا، نہانا، دھونا، عبادت و ریاضت سب میں یہ اثر انداز۔

اللہ پاک نے بھی انسانی تخلیق کا جوڑ پانی سے فرمایا ہے، مرکز عالم بیت اللہ الحرام اور زمزم جیسا پانی سیدنا ابراہیم واسماعیل وہاجرہ علیہم السلام کے ذریعہ اپنی خاص تجلیات کا نزول فرما کر تمام انسانی قلوب اور چہروں، سینوں کا رخ موڑ کر اور ہر سال تمام عالم کے انسانوں کی ایک بہت بڑی مقدار کو حاضری نصیب کرانے کے لئے جو جگہ مقرر فرمائی اور قیامت تک کے لئے انسان کی ہر نوع کی کامیابی عطا فرمانے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی اور قرآن جیسا پیامِ زندگی کے لئے جس جگہ کو منتخب فرمایا، وہاں کے پانی کے لئے ان دو عظیم عورتوں کو نوازا گیا۔

نہر کی تعمیر کا حساب کتاب اس کے ملازمین نے پیش کیا تو دریائے دجلہ کے رخ پر محل میں تشریف فرما تھیں، حساب کے کاغذات کو دریائے دجلہ میں پھینک کر فرمایا:

Marfat.com

''چھوڑتی ہوں آج کا حساب، یوم حشر کے حساب سے نجات پانے کیلئے''۔

مختلف زمانوں میں ترکی سلاطین کی خواتین نے اس نہر کی مرمت کرائی، سعودی دور کے ابتدائی زمانے میں اس کی مرمت کا شرف ہندی مسلمانوں کو ملا، حرمین شریفین کی خدمت گزاری میں عورتوں کا نمایاں حصہ رہا ہے، چنانچہ اس چودھویں صدی میں حرم شریف میں قرآن وحدیث کی بقاوحفاظت کے لئے ایک ہندی جوانمرد مولانا رحمت اللہ اور ایک عورت صولۃ النساء بیگم کلکتہ کے نواب گھرانے کی، قبول فرمائے گئے مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ میں سیراب کررہا ہے، اس نصف صدی میں تبلیغی جماعت کے ذریعہ جو پیامِ زندگی پورے عالمِ اسلام کو ملا، اس کو مکہ معظّمہ سے چلانے کے لئے مرکز وٹھکانہ مدرسہ صولتیہ ہی بنا۔

علامہ ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سفرنامے میں تحریر فرمایا ہے:

بغداد سے مدینہ منورہ ومکہ معظّمہ تک جو چشمے، حوض، تالاب، کنوئیں پانی کے منزلوں پر پائے جاتے ہیں اور حجاج کی قیام گاہیں، اگر اس راستے پر یہ انتظامات نہ ہوتے تو حجاج کے چلنے کے قابل یہ راستہ ہرگز نہ ہوتا، یہ تمام خیریں اور عینِ زبیدہ ایک ہزار سال سے حجاج کو سیراب کرتی ہیں، زبیدہ خاتون بنتِ جعفر زوجہ ہارون رشید عباسی کے آثار ونشان میں سے ہیں، اس خاتون نے پوری زندگی ان صدقاتِ جاریہ کو قائم کرانے میں گزاری اور ان تمام راستوں میں ایسے انتظامات چھوڑے ہیں کہ اللہ کے وفود ہر سال اس کی وفات کے دن سے آج تک ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس خاتون کو جزا دے اس کی اور اس سے راضی ہو۔

نصیحت

عبداللہ بن جعفر نے اپنی ایک بیٹی کو نصیحت کی تھی:

اے بیٹی! اپنے شوہر کے خلاف غصّہ میں کبھی نہ بولنا، یہ غصّہ طلاق کی کنجی ہے، اے بیٹی! زینت وصفائی کا ہمیشہ خیال رکھنا، سوزینتوں کی ایک زینت سرمہ لگانا ہے اور سوصفائی سے بڑھ کر صفائی پانی سے نہانا دھونا ہے۔

Marfat.com

عورتوں کی فراخ دلی کے واقعات

۱۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب عرصہ دراز کے بعد اپنے وطن مکہ معظّمہ تشریف لائے تو ان کے ساتھ بہت سا مال و دولت اور جانور تھے، حد حرم مقامِ حدیبیہ پر اُن کی والدہ گرامی نے ان کا استقبال کیا، ان کے مال و دولت کو دیکھ کر فرمایا کل تو فقیر کی صورت میں مکہ سے گیا تھا، آج امیر بن کر لوٹا ہے تاکہ اپنے چچازاد بھائیوں پر گھمنڈ کرے، امام صاحب نے کہا پھر کیا کروں؟ فرمایا منادی کرادو کہ بھوکے آئیں اور کھائیں، پیدل چلنے والے آئیں اور سواری لے جائیں، ننگے آئیں اور لباس لے جائیں، فرمایا اس طرح تیری آبرو بڑھے گی اور آخرت کا اَجر محفوظ رہے گا، امام صاحب نے ماں کے حکم کی تعمیل کی اور سب مال تقسیم کر دیا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سنا تو گیارہ (۱۱) سال تک ہر سال اتنا ہی مال و سامان جو پہلی مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیا تھا، بھیجتے رہے اور یہ ماں کے حکم کی تعمیل کرتے رہے۔

۲۔ محبوبِ الٰہی سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ گرامی جب گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہوتا تو صاحبزادے سے کہتیں کہ ہم آج اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، حضرت بچپن کی سادگی بھولے پن سے عرض کرتے کہ کیا اللہ تعالیٰ کھانا بھیجتا ہے تو ماں فرماتیں اللہ تعالیٰ کے یہاں سے روحانی غذائیں آتی ہیں، وہ غذا باطن میں نور اور دل میں سرور پیدا کرتی ہے، سلطان جی فرمایا کرتے تھے کہ اس واقعہ کو نقل کر کے مجھے اُس فاقہ میں ایسا مزہ آتا تھا جو کھانوں میں نہیں ہوتا، یعنی یہ تصور کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔

۳۔ قاضی اکرام شارح چغمینی جب اپنے گھر سے تحصیل علوم کے لئے نکلے تو ان کی ہمشیرہ نے ان کو بتائے بغیر اپنا سونے کا زیور ان کے سامان میں چھپا کر رکھ دیا تھا جو تحصیل علم و مسافرت میں کام آیا۔

فاطمہ بنت عبدالملک اموی

خلفائے بنی اُمیّہ کے عظیم المرتبت خلیفہ عبدالملک کی صاحبزادی فاطمہ جن کے باپ اور تین بھائی تین بر

Marfat.com

اعظم ایشیاء، افریقہ، یورپ کے بڑے حصے کے حکمراں ہوئے، فاطمہ چار بادشاہوں کی بیٹی اور بہن ہیں اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی ہیں۔

عیش و راحت اور عزت کے شاہی ٹھاٹ باٹ کے جس خاکہ میں وہ پروان چڑھیں اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، ان حالات میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ منتخب ہوئے تو اپنی اہلیہ ماجدہ سے فرمایا اے فاطمہ! اگر شاہانہ زندگی اور اس کا سامان مطلوب ہے تو مجھ سے جدائی اختیار کر لو، ورنہ یہ سب مال و منال مسلمانوں کی ملکیت ہے جو پچھلے حکمرانوں نے غلط طریقہ سے قبضہ و تصرف میں کر رکھا تھا، اب اسے بیت المال میں جمع کرانا ہوگا، فاطمہ بنتِ عبد الملک نے عرض کیا کہ مجھے آپ مطلوب ہیں، یہ تمام شاہی سامان، مال و دولت، ہیرے جواہرات کے زیور، یہ عیش و راحت سب آپ پر قربان۔

غرض کہ تمام سامان بیت المال میں جمع کر دیا گیا، اور پیوند لگے کپڑے اور معمولی گھر جس میں نہ غلام، نہ باندیاں، نہ کھانے کا ڈھیر، بعض اوقات فاقہ بھی ہوتا، عید کے دن بچے روتے رہے ان کے لئے نئے کپڑے مہیا نہیں ہو سکے۔

ایک بچّہ بالکل ننگا تھا، کپڑے بوسیدہ ہو کر پھٹ گئے تھے، اس بچہ کے لئے کچھ کپڑا مہیا کرنے کے لئے عرض کیا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ ہے نہیں، یہ ٹاٹ کا فرش جو گھر میں بچھا ہوا ہے اس کا ایک کونا پھاڑ کر بچّہ کو کُرتا بنا دو۔

ایک دن بیت المال سے ایک عورت کو تھوڑا سا دودھ لے جاتے ہوئے دیکھ کر حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے دریافت کیا کہ یہ کس کے لئے لے جا رہی ہو؟ اس نے عرض کیا کہ آپ کی اہلیہ حاملہ ہیں اور انہیں دودھ کی خواہش ہے اور حالتِ حمل میں حاملہ کو جس چیز کی خواہش ہو اور وہ اسے نہ ملے تو بچہ کی نشو و نما پر اس کا برا اثر پڑتا ہے، حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے دودھ کو واپس کراتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں ایسی نشو و نما مطلوب نہیں۔

حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد بقیہ زندگی ان کی یاد میں روتے ہوئے گزار دی، جس سے ان کی بصارت جاتی رہی تھی، جب ان کے بھائی نے خلیفہ بننے کے بعد ہمشیرہ کے زیورات بیت المال سے واپس کرانا

Marfat.com

چاہے تو فاطمہ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ اُن کی زندگی میں وفادار رہی اور ان کے مرنے کے بعد نافرمان بن جاؤں، فاطمہ بھائیوں کی بادشاہت کے دور میں بقیہ زندگی فقیرانہ گزار کر دنیا سے رخصت ہوئیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندانی حالات

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے ایک مشہور خانوادہ کے ایک بزرگ تھے، اس وقت کاندھلہ کا یہ خاندان دین داری کا گہوارہ تھا، مرد تو مرد عورتوں کی دینداری، عبادت گزاری، شب بیداری، ذکر و تلاوت کے قصے اور ان کے معمولات اس زمانہ کے پست ہمتوں کے تصور سے بلند ہیں، گھر میں بیبیاں عام طور پر نوافل میں اپنے اپنے طور پر قرآن مجید پڑھتی تھیں اور عزیز مردوں کے پیچھے تراویح اور نفل میں سنتی تھیں، رمضان المبارک میں قرآن مجید کی عجیب بہار رہتی تھی، گھروں میں جا بجا قرآن مجید ہوتے اور دیر تک اس کا سلسلہ جاری رہتا، عورتوں کو اتنا علم اور ذوق تھا کہ قرآن مجید پڑھ پڑھ کر مزہ لیتیں، نماز میں ایسی محویت اور استغراق تھا کہ بسا اوقات بعض بیبیوں کو گھر میں پردہ کرانے اور کسی حادثہ وغیرہ میں لوگوں کے آنے جانے تک کا احساس نہ ہوتا۔

قرآن مجید مع ترجمہ و اردو تفسیر، مظاہر حق، مشارق الانوار، حصن حصین یہ عورتوں کا تعلیمی نصاب تھا، جس کا خاندان میں عام رواج تھا، اس وقت گھر کے باہر اور اندر کی مجلسیں اور صحبتیں حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے قصوں اور چرچوں سے گرم تھیں، ان بزرگوں کے واقعات مردوں اور عورتوں کی زبانوں پر تھے، مائیں اور گھر کی بیباں بچوں سے طوطا مینا کے قصوں کے بجائے یہی روح پرور واقعات سناتیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز اس قسم کے حالات بیان کرنے کے بعد فرمایا یہ گودیں ہیں جن میں ہم نے پرورش پائی، اب وہ گودیں دنیا میں کہاں سے آئیں گی۔

مولانا کی نانی بی بی اُمۃ الرحمن جو مولانا مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں اور جن کو خاندان میں عام طور پر

Marfat.com

''امی بی'' کے نام سے یاد کرتے تھے، ایک رابعہ سیرت بی بی تھیں، آخر زمانہ میں ان کا یہ حال تھا کہ خود کھانا کبھی طلب نہیں فرماتی تھیں، کسی نے لا کر رکھ دیا تو کھا لیا، گھر بڑا تھا، اگر کام کی کثرت اور زیادتی مشغولیت کی وجہ سے خیال نہ آیا تو بھوکی بیٹھی رہتیں، ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ آپ ایسے ضعف کی حالت میں کیسے رہتی ہیں، فرمایا الحمدللہ میں تسبیحات سے غذا حاصل کر لیتی ہوں۔

خود مولانا کی والدہ محترمہ بڑی جید حافظہ تھیں، انہوں نے قرآن مجید شادی کے بعد حفظ کیا تھا اور ایسا اچھا یاد تھا کہ معمولی حافظ ان کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا تھا، معمول تھا کہ رمضان میں روزانہ پورا قرآن مجید اور دس پارے مزید پڑھ لیا کرتی تھیں، رواں اتنا تھا کہ گھر کے کام کاج اور انتظامات میں فرق نہ آتا، بلکہ اہتمام تھا کہ تلاوت کے وقت ہاتھ سے کچھ نہ کچھ کام کرتی رہتیں، انہیں ایمان والی بی بی کے اعمال واخلاق اور طرز زندگی کا نتیجہ تھا کہ ان کی صحبت فیض اثر سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب جیسے بزرگ ہوئے، جن سے مسلمان امت کو بڑا فائدہ پہنچا۔

والدہ صاحبہ نے خود اپنی ایک تصنیف میں اس زمانہ کی کیفیت بیان کی ہے، اس سے زیادہ ان کی صحیح اور اچھی ترجمانی نہیں ہو سکتی۔

مولانا ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ خیر النساء

مولانا ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ خیر النساء اپنی ایک تصنیف میں اپنے زمانہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

''دعا گویا میری غذا تھی، بغیر دعا کئے مجھے سیری نہ ہوتی، دعا کی مشغولیت اتنی بڑھی کہ تمام مشاغل چھوٹ گئے، مگر بات بھی کرتی تو دعا کے ساتھ کرتی، کوئی گھڑی دعا سے خالی نہ گزرتی، جمعہ گویا روز عید تھا، اور فی الحقیقت عید کا دن بھی ہے، تمام دن دعا کرتی، خاص کر عصر سے غروب آفتاب تک تنہا بیٹھ کر دعا میں ایسی مشغول رہتی کہ کسی طرف آنکھ نہ اٹھاتی، مرغ کی ہر آواز پر

Marfat.com

اور ہر اذان کے ساتھ دعا کرتی، حتی الامکان کوئی وقت دعا کا ضائع نہ کرتی، اور کوئی بات نہ چھوڑتی، ہر خوف سے امان مانگتی اور ہر خوبی کی طالب ہوتی، یہ اس مالک حقیقی کی رحمت وعنایت تھی کہ جو جو معاملات زندگی میں پیش آنے والے تھے، دعا کے وقت سب پیش نظر ہو جاتے، اور اس قدر جوش پیدا ہو جاتا کہ بے خودی ہو جاتی اور تمام جگہ آنسوؤں سے تر ہو جاتی، اور اس کی شان قدرت پر نظر کر کے تڑپ جاتی، جس طرح مرغ ذبیح تڑپتا ہے، مگر بے خودی میں بھی دعا جاری رہتی ہے۔ سجدے سے سر ہرگز نہ اُٹھاتی جب تک دل کو کچھ تسکین نہ ہوتی۔

مثالی ماں

اُم، ماں کو کہتے ہیں جو اولاد کو بناتی ہے، امت قوم کو کہتے ہیں جس کو پیغمبر بناتے ہیں، اے مشرق کی عورت! یورپ کی عورت کی پیروی کرنے کے بجائے تو حضرت فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کے نقشِ قدم پر چل، تا کہ تیری شاخ سے بھی حسنین جیسے پھول کھلیں اور ہمارے چمن میں پھر سے بہار آئے۔

سر سید احمد مرحوم کے پوتے ڈاکٹر راس مسعود کی اہلیہ صاحبہ کو حمل تھا، علامہ اقبال مرحوم کا قیام اس وقت ان کے یہاں تھا، ڈاکٹر صاحب نے ایک خوش الحان قاری کو مقرر کیا کہ جو روزانہ آدھے گھنٹے بیگم صاحبہ کو قرآن پاک سنایا کرے، علامہ نے فرمایا زمانہ حمل میں عورت کو قرآن پاک سنانے سے بچہ کی نشو ونما پر خاص اثر مرتب ہوتا ہے، تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ گرامی مولانا کے زمانہ حمل و رضاعت میں ایک پورا قرآن روزانہ پڑھتی تھیں۔

علم اللسان کی رو سے اُمت کا مصدر اُم ہے، عربی زبان میں اُم ماں کو کہتے ہیں، امت قوم کو، اگر مائیں نہ ہوں یا ان میں ماں کی آگ نہ ہو تو زندگیوں کا بہتا ہوا دھارا تھم جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جنت ماں کے قدموں میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو دنیا کی تین بہترین نعمتوں میں شمار فرمایا (نماز، خوشبو، عورت) نسل انسانی کی بقاء کا انحصار ماں کی مامتا کے جذبہ پر ہے، عورت ماں کی حیثیت سے جو دُکھ اُٹھاتی ہے زندگی کے ارتقاء کا منصوبہ اسی کے سہارے پروان چڑھتا ہے۔

Marfat.com

علامہ اقبال مرحوم کی مجلس میں ایک روز یہ واقعہ نقل کیا گیا کہ مسجد نبوی مدینہ منورہ میں بلی نے بچے بیا دیئے ،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد میں گندگی کی احتیاط کے خیال سے بلی کو مار کر نکالنا چاہا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے مارو نہیں، اب یہ ماں ہوگئی ہے، علامہ اس کو سن کر دیر تک روتے رہے اور بار بار دریافت کرتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا اور پھر دہراتے کہ مارو نہیں یہ ماں ہوگئی ہے اور پھر روتے رہے، تقریباً پون گھنٹہ رقت طاری رہی، فرماتے اللہ اللہ ماؤں کا یہ شرف۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روز خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے عمر! ایک زمانہ وہ تھا کہ عکّاظ کے میلہ میں تمہیں عمر کہہ کر پکارتے تھے، اب آپ کا لقب امیر المومنین ہے، پس رعایا کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، جو عذاب الٰہی سے ڈرے گا اس پر بعید قریب ہو جائے گا، جو موت سے ڈرے گا اسے مرنے کا خوف لگا رہے گا، کسی نے کہا کہ تم نے بہت کہہ ڈالا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ خولہ رضی اللہ عنہا ہیں، اللہ تعالیٰ نے سات آسمان کے اوپر ان کی بات سُن لی۔

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معراج میں تشریف لے جانا ان ہی کے مکان سے ہوا تھا، ان کے بیوہ ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کا پیام دیا تو انہوں نے ام المومنین کے عظیم شرف سے محروم رہنا اپنے یتیم بچوں کی پرورش کے لئے برداشت کیا اور یہی عذر کیا کہ میرا سن زیادہ ہوگیا ہے، میرے یتیم بچے ہیں جن کی پرورش کی میرے اوپر ذمہ داری ہے۔

عورت کو کاروبار میں کیسے گھسیٹا گیا؟

اٹھارویں صدی میں جب مشینیں ایجاد ہوئیں تو یورپ کے اندر صنعتی انقلاب آیا، جس نے اہل یورپ کی زندگی کے ہر شعبے پر بڑے گہرے اثرات مرتب کئے، جاگیرداری نظام نے دم توڑ دیا اور سرمایہ داری نظام

Marfat.com

نے اس کی جگہ لے لی، شہروں میں بڑے بڑے کارخانے کھلنے لگے اور دیہاتی آبادیاں جو جاگیرداروں کے ظلم وستم سے تنگ آچکی تھیں، شہروں کی طرف منتقل ہونا شروع ہوگئیں، اس پورے نظامِ معیشت کی تبدیلی کا اثر یہ ہوا کہ عام لوگوں کا معیار زندگی بڑھنے لگا، ہر شخص کو سوسائٹی میں اپنا وقار قائم کرنے کے لئے کافی سرمایہ کی ضرورت پیش آتی، چنانچہ پیسہ کمانے کی ہر ممکن کوشش کی جانے لگی، وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ طرز بودوباش بھی بدلتا رہا، زندگی کی ضروریات بڑھتی چلی گئیں، اس لئے حصول زر کی دوڑ شدید سے شدید تر ہوگئی۔

ان حالات میں مغربی مرد کی خودغرضانہ ذہنیت جو ہمیشہ بغیر کوئی قربانی دیئے عورت سے نفع اٹھاتی چلی آئی تھی، یہ برداشت نہ کرسکی کہ جو سرمایہ اس کی ضرورت کے لئے بمشکل مہیا ہوتا ہے، اس میں عورت کو بھی حصہ دار بنائے اور اس میں یا تو اپنی ضروریات میں کمی کرے یا مزید پیسہ حاصل کرنے کے لئے اپنی جان پر اور بوجھ ڈالے۔

نظام معیشت اور طرز تمدن کے اس غیر معمولی انقلاب کے بعد مرد کو عورت کا گھر میں رہنا دو وجہ سے بری طرح کھٹکنے لگا، ان میں سے ایک تو اس کی وہ ہوسناک طبیعت تھی جو عورت سے جدا ہونا پسند نہ کرتی تھی، کیونکہ جاگیرداری نظام کے زمانے میں عورت کا گھریلو کام کرنا اور گھر میں رہنا ایسا شاق نہ تھا، اس کی بیرونی مشغولیات بھی ایسی نہ تھیں جن کی بنا پر اسے عورت سے دور رہنا پڑے، لیکن جب پوری زندگی کا ڈھانچہ ہی بدل گیا تو اب مرد کا کام ہل جوتنا اور دکانداری کرنا نہ تھا بلکہ صنعت وتجارت کی غیر معمولی فروغ کی وجہ سے اسے دن رات کارخانوں اور دفاتر میں رہنا ہوتا تھا، اسے کام کرنے کے لئے دور دراز کے سفر کرنے پڑتے تھے، جس کے لئے عورت سے دور رہنا لازی تھا، دوسری وجہ وہی تھی جو پہلے بیان کی گئی کہ معیار زندگی بلند ہو چکا تھا، اُسے اپنے خرچ کا برداشت کرنا ہی مشکل تھا، مزید براں ایک غیر ضروری فرد کا بوجھ اس کے لئے بری طرح سوہان روح بن گیا۔

Marfat.com

ان دونوں مشکلات کا حل اُسے ایک ہی نظر آیا کہ اب کسی طرح عورت کو گھر سے باہر نکال کر کمانے کے کام پر آمادہ کرنا چاہئے، تاکہ حصول زر کی مشکلات بھی کم ہوں اور ہر قدم پر ساتھ رہنے کی وجہ سے اس کے نفسانی جذبہ کی بھی تسکین ہو جو اس کے رگ و پے میں پیوست ہو چکا تھا، لیکن سیدھے طریقے سے یہ بات عورت سے کہنا خلاف مفاد تھا، عورت اُس کی انسانیت سوز خود غرضی سے باخبر ہو جاتی کہ وہ ہر قدم پر عورت کے وجود سے اپنی جنسی آگ کو بھی ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے اور اسی عورت کے لئے جب روٹی کے چند ٹکڑے مہیا کرنے کا سوال آتا ہے تو اُسے یہ کام دوبھر معلوم ہوتا ہے، عورت سوچتی کہ مرد کو اپنی جسمانی تکلیف کا تو اتنا احساس ہے مگر اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لئے اس کو یہ خیال نہ آیا کہ عورت جیسی صنف نازک روپیہ کمانے اور گھر کا انتظام کرنے کے دونوں کام کیسے کرے گی؟

اس خود غرضی اور مکاری پر پردہ ڈالنے کے لئے مغربی مرد کی عیاری نے جو ہم رنگِ زمین جال تیار کیا وہ اس قدر نظر فریب اور دلربا تھا کہ عورت بے چاری آج تک اس جال میں پھنسی چلی آتی ہے اور حقیقی سکون سے محروم ہو جانے کے باوجود اس ظاہری دلفریبی میں مگن ہے، اسی نظر فریب جال کا دلکش نام ''تحریک آزادیِ نسواں'' ہے، کیونکہ یہ نعرہ ہر اس مرد کے دلی جذبات کا ترجمان تھا جو نئے تمدن کی وجہ سے عورت کا گھر میں رہنا برا سمجھ رہا تھا، اس لئے یہ آواز یورپ کے ہر خطہ سے اٹھنی شروع ہو گئی، بے چاری عورت مرد کی اس مکارانہ چال کو نہ سمجھ سکی اور اس نے بخوشی گھر کو خیر آباد کہہ کر مرد کی حرص وہوس کو پورا کر دیا۔

مرد کی یہ شاطرانہ چال چل گئی، نتیجتاً آج عورت مرد کی ہوسناکیوں کا شکار بن رہی ہے، دکانوں، ہوٹلوں کے کاؤنٹرز پر اور دفاتر میں، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں اس کے ایک ایک عضو کو سرِ بازار رسوا کیا جا رہا ہے، اُس کی عزت وحرمت کو لوٹا جا رہا ہے، وہ عورت جس پر غیر مرد نے کبھی نظر نہ ڈالی آج اُس کی قیمت چار سکّہ بن کر رہ گئی ہے۔

Marfat.com

اللہ جل جلالہ کی قدرتِ کاملہ اور صنعتِ متقنہ کی شاہکار نشانیاں

آنکھ:

ارشادِ باری ہے:

اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِ ۙ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيۡنِ [1] ''کیا ہم نے نہیں بنائیں انسان کی دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ۔

آنکھ میں خلّاقِ عالم کی بے مثال صفت

آنکھ قدرت کے عجائبات میں سے ایک عجوبہ ہے، اس کی قدر ان سے پوچھیں جن کو اللہ پاک جل جلالہ نے اس نعمت سے محروم کیا ہے، ایک آنکھ میں 130 ملین (13 کروڑ) کیمرے کام کر رہے ہیں، جس میں سے 6 ملین (60 لاکھ) کیمرے صرف رنگ پہچانتے ہیں، 120 ملین (12 کروڑ) کیمرے کالا اور سفید رنگ بتاتے ہیں، رات کے وقت اندھیرے میں کام کرنے والے کیمرے علیحدہ ہیں جن کو، راڈز (Rods) کہتے ہیں، جن لوگوں میں راڈز نہیں ہیں ان کو رات کو نظر نہیں آتا۔

آنکھ کا وائپر

ایک آدمی کا ایکسیڈنٹ ہوا، اس کی آنکھ کا پپوٹا کٹ گیا، اس کی ایک آنکھ پر پردہ تھا اور دوسری پر نہیں، جیسے مچھلی کی آنکھ ہوتی ہے، چند دنوں میں ان کا زخم تو ٹھیک ہو گیا لیکن پریشانی یہ تھی کہ ہر دو تین گھنٹے کے بعد آنکھ کی بینائی دھندلی ہو جاتی، ڈاکٹرز نے کہا کہ ہوا میں مٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرات ہوتے ہیں، وہ آنکھ میں جم

---

[1] البلد: ۸، ۹۔

Marfat.com

جاتے ہیں، اس لئے آپ کو بار بار آنکھ دھونا پڑے گی، چنانچہ اسے ہر دو گھنٹے بعد آنکھ دھونا پڑتی، آپ جانتے ہیں کہ جب آدمی پانی میں زیادہ دیر نہائے یا کپڑے یا برتن دھوئے تو ہاتھ کیسے ہو جاتے ہیں، اسی طرح جب وہ بار بار آنکھ کو دھونے لگے تو ان کے رخسار کے اوپر زخم سا بن گیا، اس کے بعد پانی لگنے سے انہیں جلن محسوس ہونے لگی۔

ڈاکٹروں کو بتایا تو وہ کہنے لگے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے، ایک دن وہ بڑا رویا اور ڈاکٹروں سے کہا کہ اس کا کوئی حل نکالیں، مگر ڈاکٹروں نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ انسان کی آنکھ صاف رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آنکھ کا یہ پردہ بنایا ہے اور پردے کو وائپر بنا دیا، جو انسان کی آنکھ کی سکرین کو خود بخود صاف کرتا رہتا ہے، ہم کھانا کھا رہے ہوتے ہیں، پانی پی رہے ہوتے ہیں، بات کر رہے ہوتے ہیں، مگر ہمیں پتہ نہیں ہوتا اور پلک خود بخود جھپک رہی ہوتی ہے، اب آپ کی آنکھ کا وائپر ختم ہو چکا ہے، اس لئے آپ کو یہ آنکھ بار بار صاف کرنا پڑے گی، ڈاکٹر کی بات سُن کر وہ کہنے لگا اے اللہ! پلک کا جھپکنا تیری کتنی بڑی نعمت ہے۔

اعضائے انسانی کی تخلیق میں حکمتِ الٰہی

آنکھ کے اطراف میں دو پلکیں ہیں، گویا یہ پلکیں آنکھوں کے لئے بمنزلہ دو دروازوں کے ہیں جو ضرورت پر کھل جاتے ہیں اور ضرورت نہ ہو تو بند ہو کر آنکھ کی حفاظت کرتے ہیں، پھر پلکوں کی تخلیق سے ان آنکھوں کی حفاظت کے علاوہ آنکھوں اور چہرے کا حسن و زینت بھی قدرت کو منظور ہے، اس لئے ان کے بالوں کو ایک انداز سے بڑا رکھا ہے۔

انسانی جوڑ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ [1]

''ہم نے انسانوں کو پیدا کیا اور ان کے جوڑ مضبوط بنا دیئے''۔

[1] الدھر:۲۸۔

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے جسم میں دو سو سے زائد ہڈیاں رکھی ہیں، پھر ان کو آپس میں بڑے پیارے انداز میں اس طرح جوڑ دیا کہ ان کے درمیان نہ کوئی پیچ ہے نہ ہی کیل، اور پھر ان جوڑوں میں ایک لیس دار سفید پانی رکھ دیا تاکہ ہڈیاں آپس میں رگڑ نہ کھائیں اور پھر جوڑ اتنے مضبوط رکھے کہ چالیس پچاس سال تک استعمال کے بعد بھی گھستے نہیں اور نہ ہی ان کے اندر اکثر خرابی آتی ہے، بس ہڈیوں کو یوں سمجھیں جیسے عمارت کے اندر لوہا اور سریا کہ اس کے ذریعے عمارت بہت مستحکم رہتی ہے، ذرا غور کریں اگر ہڈیاں نہ ہوتیں تو انسان بے کار گوشت کا لوتھڑا ہوتا اور انتہائی کمزور ہوتا، اگر سارے جسم کی ہڈی ایک ہوتی تو کتنی مشکل پیش آتی، پھر اگر ان ہڈیوں کے سرے نوکدار ہوتے تو کتنی پریشانی ہوتی، یا دو جوڑ کمزور ہوتے کہ زیادہ کام کرنے پر اپنی جگہ سے نکل جاتے تو کتنی پریشانی ہوتی، آپ صرف انسانی جسم میں ریڑھ کی ہڈی پر غور کریں جو بہت ساری ہڈیوں کو ملا کر بنائی گئی کہ ایک خوبصورت زنجیر بن گئی، اگر یہ اس طرح نہ ہوتی بلکہ اس کی جگہ ایک سیدھی ہڈی ہوتی تو حرکت کرنا کتنا مشکل ہوتا، پس اللہ تبارک وتعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے بغیر پیچوں اور کیلوں کے ہڈیوں کو آپس میں پیارے اور مستحکم انداز میں جوڑ دیا۔

اللہ جل جلالہ نے 36 کروڑ روپے کے جوڑ بالکل مفت میں دیدیئے

اللہ پاک جل جلالہ نے ہمارے جسم میں 360 جوڑ عنایت فرمائے ہیں، یہ انسانی جسم کو حرکت دیتے ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی خراب ہو جائے تو تب اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، ہمارے ایک آدمی کا گھٹنا خراب ہو گیا، اس نے امریکہ سے مصنوعی جوڑ لگوایا جس پر 10 لاکھ روپے خرچ آیا، اس طرح اگر سوچا جائے تو 36 کروڑ روپے کے تو اللہ پاک جل جلالہ نے ہمیں مفت میں جوڑ دے رکھے ہیں، انگلیاں نرم ہیں، اور ان میں ناخن سخت رکھے ہیں تاکہ ان سے کھجایا جا سکے، ہر جوڑ کے اندر موبل آئل جیسا لیس دار مادہ رکھا جو اس کی حرکت میں مدد کرتا ہے اور ساری زندگی خراب نہیں ہوتا اور نہ بدلنا پڑتا ہے۔

Marfat.com

ناخن میں قدرتِ الٰہی کے عجائبات

خوردبین سے معائنہ کرنے پر پتا چلتا ہے کہ ہمارے ناخن بے شمار چھوٹے ریشم نما بالوں کے مادے سے بنتے ہیں، یہ آپس میں اس قدر مربوط ہوتے ہیں کہ ان کی ٹھوس قسم کی سطح بن جاتی ہے، ناخن دراصل ریشے دار پروٹین (مادے) کیراٹن سے بنتے ہیں، اسی مادے سے انسانی جلد اور بال وغیرہ تشکیل پاتے ہیں۔

اگر ہماری انگلیاں ناخن کے بغیر ہوں تو ان کے آخری سرے جو نہایت حساس ہوتے ہیں، آئے دن حادثات کی نظر ہوتے رہیں، یعنی ناخن نہ ہوں تو نہ صرف ہماری انگلیاں بدنما نظر آئیں گی بلکہ وہ صحیح طرح کام بھی نہیں کرسکیں گی، دراصل ہماری انگلیوں کے آخری سروں میں لاتعداد رگوں اور ریشوں کا اجتماع ہے۔

ناخنوں کی جو رنگت ہمارے سامنے ہو وہ ان کی نہیں بلکہ ہمارے جسم کی ہوتی ہے، اس رنگت سے ہمیں اپنی صحت کے متعلق اندازہ ہوسکتا ہے، اچھے اور تندرست جسم والے انسان کے ناخن نہایت شفاف اور چمکیلے اور سُرخ رنگت رکھتے ہیں، اگر ہاتھوں کی جلد اچھی ہو مگر ناخن ذرا بھدے نظر آنے لگیں تو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جسم کے اندر کوئی نہ کوئی خرابی موجود ہے۔

ناخن کی اصلاح

زیتون کا تیل، شہد، انجیر اور ادرک کا استعمال کریں تو ہمارے ناخن اپنی اصلی حالت پر آسکتے ہیں، ایک ناخن کے اُگنے اور مکمل ہونے میں تقریباً چھ ماہ کا عرصہ لگتا ہے۔

انگلیوں کے بے مثال نشانات

اس دنیا میں ہر انسان کی انگلیوں کے نشانات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، وہ تاریخی شخصیات جو اس دنیا میں آئیں، سب کی انگلیوں کے نشانات (Finger Prints) مختلف تھے، جب تک کوئی بڑا زخم نہ آجائے، انگلیوں کے نشانات ایک شخص کی زندگی میں کبھی تبدیل نہیں ہوتے، یہی وجہ ہے کہ ان نشانات کو ایک

Marfat.com

نہایت اہم شناختی کارڈ تصور کیا جاتا ہے اور یہ دنیا بھر میں اس مقصد کے لئے استعمال ہوتے ہیں، پہلی بار 1884ء میں انگلیوں کے نشانات کی شناخت کی بنا پر ایک قتل کے ملزم کو گرفتار کیا گیا تھا، اس دن سے انگلیوں کے نشانات، شناخت کا نہایت عمدہ طریقہ بن گئے ہیں۔

☆...... دائیں ہاتھ کے ناخن بنسبت بائیں ہاتھ کے تیزی سے بڑھتے ہیں۔

☆...... عورتوں کی نبض مردوں کے مقابلے میں تیز چلتی ہے۔

☆...... منہ کے غدودوں میں ایک دن میں گیلن کا چوتھا حصہ لعاب تیار ہوتا ہے، خون جسم میں ایک گھنٹہ میں سات (۷) میل فاصلہ طے کر لیتا ہے۔

☆...... کمزور ہڈی ہنسلی کی ہے جبکہ مضبوط پنڈلی کی، ریڑھ کی ہڈی تقریباً تینتیس (۳۳) ہڈیوں کا مجموعہ ہے، مضبوط چیز جسم انسانی میں ''دل'' ہے۔

☆...... خون لے جانے والی رگیں اور نالیاں 'شریانیں' کہلاتی ہیں اور واپس لانے والی 'وریدیں' کہلاتی ہیں۔

☆...... پسینے کے ذریعہ پچاسی (۸۵) فیصد حرارت خارج ہوتی ہے۔

☆...... کیلشیم ہو تو حافظہ کمزور ہوتا ہے، المونیم زیادہ ہو جائے تو انسان سوکھنا شروع ہو جاتا ہے۔

☆...... دماغ کی تہیں اگر کھولی جائیں تو اس کا رقبہ تقریباً ۵۸۰ مربع میل تک ہے، انسانی جسم کے اندر اتنا لوہا ہے کہ چار کیلیں بنائی جاسکتی ہیں، چربی اوسطاً اتنی ہے کہ ایک ایک پاؤ کی چھ ٹکیہ بنائی جاسکتی ہے، بجلی اتنی ہے کہ ۲۰ تا ۲۵ وولٹ کا بلب جلایا جاسکتا ہے۔

لعاب میں قدرتِ الٰہی کے عجائبات

لعاب (تھوک) کیسے پیدا ہوتا ہے؟

ہماری جوف دہن میں غدود لعابیہ کے تین بڑے جوڑے موجود ہوتے ہیں، یہ غدود لعاب دہن پیدا کرتے ہیں، یہ غدود، دائیں بائیں کان کے سامنے اور نیچے اندر کی سمت واقع ہوتے ہیں، انہی کی سوزش کو

Marfat.com

عرف عام میں ''کن پیڑ'' کہا جاتا ہے، یہ غدود پانی جیسا پتلا تھوک پیدا کرتے ہیں، بھوک کی حالت میں کسی کھانے والی شئے کو دیکھنے یا اس کی خوشبو سے منہ میں جو پانی آیا کرتا ہے وہ انہیں غدود سے افراز کرتا ہے، ایسا عموماً عمل انعکاس کے زیر اثر ہوتا ہے۔

لعاب دہن کے افعال

لعابِ دہن حسبِ ذیل چند افعال سرانجام دیتا ہے:

۱۔ لعاب دہن ہمارے منہ کو ہر وقت تر رکھتا ہے اور یہ ایک مثالی لُبری کینٹ کے طور پر کام کرتا ہے۔

۲۔ یہ ہمارے گلے اور حلق کو تر رکھتا ہے، جس سے ہمیں بولنے اور گفتگو کرنے میں آسانی محسوس ہوتی ہے۔

۳۔ لعاب دہن منہ کو مختلف غذائی اجزا اور دوسرے مرکبات سے صاف رکھتا ہے۔

۴۔ لعاب دہن میں موجود ایک خاص خامرہ ٹائیلن نشاستہ کو کسی قدر مالٹوز میں بدل دیتا ہے۔

۵۔ ہمارے لعاب میں مصلی اور مخاطی رطوبت موجود ہوتی ہے، یہ لیس دار رطوبت غذائی اجزا کو نرم کرتی ہے تا کہ اسے ہاضمے کے عمل سے با آسانی گزارا جا سکے۔

۶۔ لعاب دہن کا ایک اہم کام کچھ بے کار مادوں کا اخراج بھی ہے۔

لعابِ دہن کی زیادتی و کمی

عام طور پر لعابِ دہن ایک خاص مقدار اور تناسب سے خارج ہوتا ہے، تاہم درج ذیل صورتوں میں اس کی مقدار عام حالت سے کم یا زیادہ ہو جاتی ہے:

۱۔ معدے میں تیزابیت بڑھ جانے کی صورت میں چونکہ لعاب الکلی ہے، لہٰذا تیزابیت کو کم کرنے کے لئے قدرتی طور پر منہ میں لعاب کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ من پسند کھانوں کی خوشبو اور کھٹی چیزوں کے خیال یا موجودگی کی صورت میں بھی منہ میں پانی بھر آتا ہے۔

۳۔ غصے کی حالت میں لعاب میں زیادتی ہوتی ہے اور تھوک جھاگ کی طرح اڑتا ہے۔

۴۔ خوف کی صورت میں یہ لعاب دہن دب جانے سے منہ خشک ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

سانس کی رفتار

اگر آپ سکون سے بیٹھے ہوں تو آپ ایک منٹ میں 15 مرتبہ سانس لیتے ہیں، لیکن اگر بھاگ رہے ہوں تو سانس لینے کی رفتار بڑھ جاتی ہے، 75 سال کی عمر تک ایک آدمی 600 ملین (6 کروڑ) مرتبہ سانس لے چکا ہوتا ہے۔

غذا کی نالی کا والو

غذا کی نالی کے اندر ایک والو ہے، وہ ایسا والو ہے کہ انسان جو کھانا کھاتا ہے وہ اس کے اندر تو جانے دیتا ہے لیکن وہ اس کو باہر نہیں آنے دیتا، وہ نان ریٹرن والو (Non Return volve) ہے، یعنی غذا جب اندر جاتی ہے تو وہ کھل جاتا ہے اور جب باہر نکلنے لگتی ہے تو بند ہو جاتا ہے اور غذا کو واپس نہیں آنے دیتا، اس لئے آپ ابھی روٹی کھائیں اور ابھی سر کے بل الٹے کھڑے ہو جائیں تو آپ کے منہ سے کھانا نہیں نکلے گا۔

انسان کی جسمانی ابتداء ایک خلیے (Cell) سے ہوتی ہے، یہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ اسے دیکھنے کے لئے ایک طاقتور خوردبین کی ضرورت پڑتی ہے، ایک بالغ انسان ایسے ہی کم و بیش چھ کھرب خوردبینی خلیوں کا مجموعہ ہوتا ہے، یعنی دنیا کی موجودہ آبادی سے سترہ ہزار گنا زیادہ آبادی خود ہر انسان کے اندر موجود ہوتی ہے۔

ہر ستائیس دن بعد ہماری کھال بدل جاتی ہے

جلد کے خلیے ہر دس گھنٹے بعد نئے پیدا ہوتے ہیں اور ہر ستائیس دن کے بعد ہماری کھال مکمل طور پر تبدیل ہو جاتی ہے، اسی طرح خون کے سرخ خلیے (Cell) ایک منٹ میں دس لاکھ سے زیادہ مرجاتے ہیں، مگر اس مدت میں دوسرے دس لاکھ پیدا ہو جاتے ہیں۔

سائنسدانوں نے خلیے کا نظارہ کب کیا؟

خلیے کا تفصیلی جائزہ لینا 1930 میں الیکٹرانک خوردبین کی ایجاد کے بعد ممکن ہوا، جو کسی چیز کی دس لاکھ گنا بڑی تصویر دکھا سکتی ہے۔

Marfat.com

رزق کی فراہمی کے لئے ۲۵ ارب کارکن

۱۔ اپنی مخلوق کو ان کے دروازے تک رزق پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حیران کن انتظامات کئے ہیں، قدرت کے اس سپلائی سسٹم میں پچیس ارب سے زیادہ کارکن شب و روز کام کرتے ہیں، یہ کارکن خون کے سرخ خلیے ہیں، خون کے سرخ خلیے دل سے پمپ ہونے کے بعد صرف ڈیڑھ منٹ میں جسم کی تقریباً پچھتر ہزار میل لمبی خون کی چھوٹی بڑی نالیوں سے گزر کر ایک ایک عضو اور ایک ایک خلیے کو اس کی مطلوبہ خوراک پہنچاتے ہیں، سرخ خلیوں کا یہ پچھتر ہزار میل لمبا سفر صرف نوے سیکنڈ میں مکمل ہو جاتا ہے۔

۲۔ خلیوں کو رزق پہنچانے والی پائپ لائن (خون کی نالیوں) کی لمبائی کا اندازہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایک انسان کی ان تمام شریانوں اور وریدوں کو سیدھا کر کے لائن میں رکھا جائے تو ان کی لمبائی اتنی ہوگی کہ پورے کرۂ ارض کے گرد انہیں تین مرتبہ گھمایا جاسکتا ہے۔

ماں اور بچے کا خون الگ الگ رہتا ہے

اگرچہ بچہ دورانِ حمل ماں کے خون کے ذریعے زندہ رہتا ہے، لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بچے کا خون ماں کے خون میں شامل نہیں ہو پاتا اور ماں کا خون بچے کے خون میں شامل نہیں ہوتا۔

پیدائش کے وقت بچے کسی بھی رنگ، نسل اور مذہب کے ہوں یا کسی بھی علاقے سے تعلق رکھنے والے ماں باپ کے ہاں پیدا ہوں، ان کے جسم کی ساخت اور ابتدائی عادات ایک جیسی ہوتی ہیں، پیدائش کے بعد بچے کا رونا ایک معروف بات ہے، بچہ چاہے غریب کا ہو یا امیر کا لیکن پیدائش کے بعد رونا اس کی زندگی کی علامت ہے، اسی رونے سے بچے کے پھیپھڑے پھیلتے ہیں اور بچہ اس دنیا میں سانس لینے کے قابل ہوتا ہے، یہ بات اللہ جل جلالہ ہی نے بچے کے جسم کو سکھائی ہے کہ جیسے ہی بچے کو ماں سے آکسیجن کا ملنا ختم ہوتا ہے تو اسی وقت بچے کے رونے سے اس کے پھیپھڑے پھیل جاتے ہیں اور وہ ہوا سے آکسیجن لینے کے قابل ہو جاتا ہے۔ دراصل پیدائش سے پہلے پھیپھڑوں میں پانی بھرا ہوتا ہے، لہٰذا وہ آکسیجن جذب نہیں کرسکتا، جب بچہ روتا ہے

Marfat.com

تو چند لمحوں کے لئے پھیپھڑوں میں بہت ہی چھوٹے ایسے سوراخ بنتے ہیں جہاں سے یہ پانی نکل کر خون میں شامل ہوجاتا ہے اور بچہ سانس لینے کے قابل ہوجاتا ہے، اللہ پاک جل جلالہ کی قدرت کا کمال یہ ہے کہ یہ سوراخ اس کے فوراً بعد بند ہوجاتے ہیں۔

پیدائش کے بعد بچے کی ضرورت کھانا اور پینا ہوتی ہے، اللہ پاک جل جلالہ نے اس کا بھی عجیب نظام تیار کیا ہوتا ہے، اللہ پاک جل جلالہ نے ہر انسان کے جسم میں پسینہ پیدا کرنے والے غدود بنائے ہیں لیکن ماں میں انہی پسینے والے غدود میں سے چند ایک کو اللہ کریم اس انداز سے بناتے ہیں کہ ان سے پسینے کے بجائے دودھ نکلتا ہے، یہ دودھ اس وقت تک بچے کی مکمل غذا (کھانا بھی، پینا بھی) ہے جب تک وہ دوسری چیزیں کھانے کے قابل نہیں ہوجاتا، انسانی ہاتھوں کا بنایا ہوا کوئی بھی دودھ، ماں کے دودھ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

ماں اور بچے دونوں ہی کے حق میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ عالیہ کا فیصلہ ہے کہ سَر اوّلاً باہر آتا ہے، اس لئے کہ اس ترتیب میں جبکہ سَر سب سے پہلے باہر آئے باقی پورے بدن کا خروج بہت ہی آسان ہوتا ہے، بخلاف اس صورت کے کہ بچے کے پیر پہلے ظاہر ہوں، یہ صورت ماں اور بچے دونوں ہی کے لئے انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے اور وقت خروج ہاتھ اندر پھنس جانے کا قوی امکان ہوتا ہے اور اگر ہاتھ نکل آئیں تو سر پھنس جانے کا قوی احتمال ہوتا ہے۔

خلیوں کا شہر

یہ ایک بے حد پُراسرار شہر ہے، یہ پُراسرار شہر ایک خلیہ ہے، آپ کے جسم میں موجود 100 ٹریلین خلیوں میں سے ایک، اس خلیے کی کہانی خود اس کی زبانی سنتے ہیں:

''میرا تعلق آپ کی بائیں آنکھ کے عقبی پردے ریٹینا (Retinh) میں آباد، راڈ (Rod) کی شکل کے تیرہ کروڑ خلیوں کے خاندان سے ہے، آنکھ کے ستّر لاکھ کون نما خلیے ہمارے علاوہ ہیں، اس عظیم کائنات کی معلوم شدہ اشیا میں خلیے سے زیادہ حیران کن شاید کوئی چیز نہیں۔

Marfat.com

آپ کے جسم کے اندر سپلائی اور ٹرانسپورٹ کا جو نظام کام کر رہا ہے، پوری دنیا کے تمام سپلائی نیٹ ورک مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے، خون کے یہ سرخ خلیے ہر نوے سیکنڈ کے بعد تقریباً پچھتر ہزار میل کا راؤنڈ ٹرپ (آنے جانے کا پھیرا) کرتے ہیں اور اپنے ساتھ ٹریلین صارفین کو ان کی مطلوبہ آکسیجن سپلائی کرتے ہیں، ان کے صارفین کی تعداد دنیا کی کل آبادی سے اسی ہزار گنا زیادہ ہے، نوے سیکنڈ کے ابتدائی پینتالیس سیکنڈ میں یہ مطلوبہ آکسیجن فراہم کرتے ہیں۔

خون جسم کا پیٹرول

خون جسم کے لئے اتنا اہم ہے جتنا موٹر کے انجن کے لئے پیٹرول اور موبل آئل، خون کے بہت سے کام ہیں، مثلاً جسم کو غذائیت کے علاوہ آکسیجن پہنچاتا ہے اور زہریلی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ جسم سے خارج کرتا ہے، خون کا سرخ رنگ اس کے سرخ ذرات کے ذریعے قائم ہے، یہ سرخ ذرات ہڈیوں سے پیدا ہوکر خون میں داخل ہوجاتے ہیں، ایک صحت مند انسان کے لئے اللہ پاک جل جلالہ کی ذات نے ان سرخ ذروں کی تعداد مقرر کر رکھی ہے، چنانچہ ایک ملین (دس لاکھ) سرخ ذرات فی سیکنڈ مرتے ہیں اور ایک ملین (دس لاکھ) سرخ ذرات جسم میں فی سیکنڈ پیدا ہوتے ہیں۔

انسانی زبان پر موجود 3 ہزار خانے

زبان پر تین ہزار خانے ذائقے کیلئے بنائے گئے ہیں جن میں ہم میٹھے، نمکین، کڑوے اور کھٹے کی پہچان کرسکتے ہیں، حلق میں 2 سوراخ ہیں، آگے والا سوراخ سانس کی نالی اور پیچھے والا سوراخ خوراک کی نالی میں کھلتا ہے۔

ایک عبرت ناک واقعہ

تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ یزید بن عبدالملک جو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بادشاہ بنا، اس نے ایک دِن خوشی منانے کا پروگرام بنایا، محل کے دروازے بند کردیئے اور حکم دیا کہ حکومت کی کوئی بات اس تک نہ پہنچے، اپنی بیوی حبابہ کے ساتھ دِن گزارنے کا پروگرام بنایا، بیوی کے ساتھ ہنسی خوشی میں مشغول تھا کہ نوکر انگور

Marfat.com

لے آیا، بادشاہ نے انگور حبابہ کے منہ میں ڈالا تو انگور خوراک کی نالی میں جانے کے بجائے سانس کی نالی میں پھنس گیا، جس کی وجہ سے حبابہ پھڑ کنے لگی، دو تین جھٹکے آئے اور اس کے بعد مرگئی، بادشاہ کو اس واقعے کا اتنا غم ہوا کہ وہ اس صدمے سے دو ہفتے کے اندر ہی مر گیا۔

یہ سب اسی لئے ہوا کہ اللہ پاک ﷻ نے جو فرشتہ سانس کی نالی بند کرنے پر مقرر کیا ہے اس کو یہی حکم تھا، اس عبرتناک واقعے سے یہ سبق ملتا ہے کہ خوشی اور غمی اللہ پاک ﷻ کے ہاتھ میں ہے، اگر بادشاہ خوشی منانے کا پروگرام بنائے اور اللہ پاک ﷻ کی مرضی نہ ہو تو غمی ہی ہوگی۔ ہر کان میں ایک لاکھ ٹیلی فون کام کر رہے ہیں۔

دِل

دل کا وزن صرف 225 سے 240 گرام تک ہوتا ہے اور یہ 24 گھنٹوں میں سولہ ہزار تین سو ساٹھ لیٹر خون کو پمپ کر دیتا ہے، یہ دل ہی ہے جو جسم کے ہر حصے کو تازہ اور صاف بنا دیتا ہے، تاکہ وہ ٹھیک طرح سے کام کر سکے، عام طور پر دل ایک منٹ میں 72 مرتبہ دھڑکتا ہے۔

انسانی گردوں میں دس لاکھ چھلنیاں

گردے بھی اللہ پاک کی عظمت کی گواہی دے رہے ہیں، ہر گردے میں 10 لاکھ چھلنیاں کام کر رہی ہیں جو خون سے پیشاب بنا کر فاسد مادہ خارج کر دیتی ہیں، اگر گردے خراب ہو جائیں یا اپنا کام چھوڑ دیں تو دوسرے آدمی کا گردہ لگانے میں لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں، اگر مریض دوسرا گردہ نہ لگوانا چاہے تو ہر ہفتے میں دو بار مصنوعی گردوں کی مشینوں کے ذریعے خون کی صفائی ساری زندگی کرانی پڑتی ہے، جس پر ہر ہفتہ تقریباً 10 ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں اور یہ عمل زندہ رہنے کیلئے ساری زندگی جاری رکھنا پڑتا ہے، اگر دوسرے انسان کا گردہ لگوایا ہے تو اس گردے کو بھی زندہ رکھنے کیلئے روزانہ تاحیات دوا کھانی پڑتی ہے جس پر ہزاروں روپے ہفتہ وار خرچ ہوتے ہیں، گردے کی خرابی کے بعد انسان کو اللہ پاک ﷻ کی اس نعمت کی قدر ہوتی ہے کہ اللہ پاک نے محض اپنی رحمت سے کروڑوں روپے کی مشینری (گردے) مفت میں عطا فرمادی ہے اور اسکا کوئی بل بھی نہیں ادا کرنا پڑتا۔

Marfat.com

فائدہ

رزق صرف کھانے کو ہی نہیں کہتے، بلکہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کی ہر نعمت رزق ہے، کھانا، پینا، سونا، جاگنا، پہننا، شادی کرنا، اولاد کا ہونا، وغیرہ یہ سب صورتیں رزق ہی کی ہیں، جن کو نعمت بھی کہا جاتا ہے۔

چند مجموعی نعمتیں

۱۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ایک انسان کے بدن میں تیس کروڑ پرزے ہیں۔ جو ہر غریب، امیر آدمی کے پاس بارہ مہینے، چوبیس گھنٹے رہتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہمیں زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے۔

۲۔ معارف القرآن (مفتی اعظم) میں ہے کہ ہر انسان دن رات (یعنی چوبیس گھنٹوں) میں چوبیس ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے۔

۳۔ سائنس کے مطابق ایک انسان کے دماغ میں کئی ارب خلیے ہوتے ہیں اور پورے بدن میں ۷۵۰ کھرب خلیے ہوتے ہیں۔

۴۔ ایک انسان کا دماغ دس ہزار کمپیوٹروں سے بھی زیادہ طاقت ور ہے اور اپنے اندر مختلف قسم کی چیزیں جمع رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

۵۔ کہتے ہیں کہ دل ایک دِن میں ایک لاکھ مرتبہ دھڑکتا ہے اور ہم غافل رہتے ہیں۔

تخلیقِ انسانی

نطفہ کے بننے کو دیکھئے کہ مرد کے جسم سے ۳۵ بلین یعنی سات کروڑ اسپرم یا مردانہ جثیمے بیک وقت عورت کے جسم میں منتقل ہوتے ہیں، جس میں سے صرف ایک جثیمہ ہی زنانہ بیضہ پر عمل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے اور نطفہ بنتا ہے۔ ایک گندے قطرے سے جو نطفہ بنتا ہے وہ بھی انتہائی غلیظ صورت کا ہوتا ہے، تین ماہ تک انتہائی ڈراؤنی شکل رہتی ہے، تب جنس کا تعین ہوتا ہے اور اعضائے جسم کی شکل بنتی ہے، پانچ ماہ پر انتہائی خوبصورت جسم بن چکا ہوتا ہے، بعد میں اس کی نشوونما اور بڑھوتری ہوتی رہتی ہے اور رحم میں رہنے کی مدت

Marfat.com

۲۸۰ دِن یا ۴۰ ہفتے، جونو (۹) ماہ دَس (۱۰) دِن بنتے ہیں۔ ۳۱ کے ماہ کی وجہ سے نو ماہ سات دن تکمیل ہو کر ولادت کا عمل ظہور میں آتا ہے۔ اگر کسی بھی پیچیدگی سے قبل از وقت پیدائش ہو جائے تو چونکہ جسم کا ہر نظام اور ہر عضو فعل اور جسمات کے لحاظ سے نامکمل ہوتا ہے، اس لئے بے حد نقصان دہ صورتحال ہو جاتی ہے کہ جان کا بچنا محال ہو جاتا ہے۔ اور زائد المدت رحم میں رہ جائے تو جسم گل سڑ جاتا ہے اور مزید مختلف پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں، جس کی تفصیل بہت طویل ہے۔

اللہ پاک جل جلالہ کا کتنا کرم وانعام عظیم ہے کہ اس نازک گھاٹی سے کس خوبصورتی کے ساتھ بچا بچا کر پار اتار دیتے ہیں کہ جس کی ہر ہر منزل پر ذرا سا بھی نقص انتہائی بھیانک بن کر سامنے آتا ہے۔ جیسے کہ کسی کے دل میں سوراخ ہوتا ہے، کسی کا دماغ بھیجہ سے باہر ہوتا ہے، کسی کی آنکھیں اور کان بدشکل ہو جاتے ہیں، کسی کا ہونٹ اور تالو کٹا ہوا ہوتا ہے، کسی کا ایک بازو نہیں ہوتا، کسی کے چاروں ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہوتے ہیں تو اندازہ فرمایئے کہ جو چیز انتہائی طاقتور ترین الیکٹران مائیکروسکوپ (برقیاتی خوردبین) سے ہی نظر آتی ہو اس کا بھی صرف ایک معمولی حصہ کم ہونا کس قدر خطرناک ہوسکتا ہے۔

بچہ پیدائش کے فوراً بعد چوسنا سیکھ جاتا ہے اور یہ کس نے سکھایا؟ پھر دودھ پیتا ہے، اب ہضم کیسے کرے تو اللہ تعالیٰ نے بچہ کے ہاتھ پاؤں کو حرکت دی، ہر وقت ہلاتا رہتا ہے اور کبھی پیار میں آ کر گھر والے گود میں لیتے ہیں تو اتنی حرکات سے اس کا دودھ ہضم ہو جاتا ہے، فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔

دل کی شریانوں کو لے لیجئے، کوئی بھی رونری شریان بند ہو جائے، سکڑ جائے یا اندر کوئی خون میں لوتھڑے کا ذرہ سا ٹکڑا بن کر خون کے دوران کو روک دے تو دل کا بڑا دورہ پڑ جاتا ہے اور انسان کو موت کے منہ میں دھکیل دیتا ہے۔ ہم غذا لیتے ہیں، اس میں نشاستہ بھی ہوتا ہے، حیاتین بھی، روغنیات بھی، معدنیات بھی، کیلشیم، پوٹاشیئم، سوڈیم، آئرن اور وٹامن بھی، یہ غذا پہلے معدہ میں جاتی ہے، پھر اس پر معدہ کا ایک جوش اثر انداز رہتا ہے، یہاں غذا گرائینڈ ہو کر دو تین گھنٹوں بعد آگے سفر شروع کر دیتی ہے اور پہلے چھوٹی آنت کے تین حصوں

Marfat.com

سے گزرتی ہے، پھر بڑی آنت کے دو تین حصوں تک جاتی ہے، مگر آنت کے ہر حصہ کے بھی ہر ٹکڑے پر غذا کا کوئی بھی ایک حصہ جذب ہوتا ہے، غذا کے تمام ترکیبی اجزا بھی ایک ہی جگہ جذب نہیں ہوتے، کہیں نشاستہ کا جوس بن کر جذب ہو کر خون کی نالیوں میں پہنچتا ہے تو کہیں روغنیات، کہیں حیاتین تو کہیں آئرن اور وٹامن۔

بہر حال جب یہ خون میں شامل ہو جاتے ہیں تو جس چیز کی دماغ کو ضرورت ہوتی ہے، وہی دماغ تک پہنچتی ہے۔ جس چیز کی بینائی کو ضرورت ہے وہی طاقت آنکھ کے شعبہ تک پہنچائی جاتی ہے، جس کی سماعت کو ضرورت ہوتی ہے وہ وہاں پہنچتی ہے، اسی طرح جب کسی مرض کی دوا لیتے ہیں تو وہ بھی جذب ہو کر خون میں پہنچتی ہے اور پھر گھومتی تو پورے جسم میں ہے مگر اثر وہیں دکھاتی ہے جہاں ضرورت ہوتی ہے، یہ سب کیا ہے؟ کارخانہ قدرت کے کرشمے نہیں تو اور کیا ہے؟ عالمِ امکان میں کوئی کر کے تو دکھائے، ساری دنیا کے فلاسفر، سائنسدان مل کر سر پھوڑ لیں مگر مجال ہے کوئی ایسا کر جائے۔ پھر ایک میں نہیں، دو میں نہیں، کائنات کی ہر مخلوق کے اندر خالق کائنات اسی طرح تصرف فرماتے ہیں، انسان اور حیوان تو الگ پودوں میں بھی یہی صورتحال ہے اور پھر ہزاروں سالوں سے ایسا ہی چل رہا ہے، مگر اس نظام میں ذرہ سا بھی نقص ہو جائے تو کام بگڑ جائے گا۔

جسمِ انسانی

☆...... ہڈیاں جسم کے اہم ترین اعضا کی حفاظت کرتی ہیں مثلاً دِل، دماغ، پھیپھڑے وغیرہ۔

☆...... ہڈیاں کیلشیم کا ذخیرہ بناتی ہیں۔

☆...... امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہڈیوں کی حرکات کے لئے جسم میں ۵۳۹ عضلات پیدا کئے۔

☆...... بچوں میں ہڈی کم ٹوٹتی ہے اکثر مڑ جاتی ہے اور جلد جڑ بھی جاتی ہے، وجہ یہ ہوتی ہے کہ بچوں کی ہڈی میں نامیاتی مادہ زیادہ ہوتا ہے۔[1]

☆...... اگر ہڈی کسی وجہ سے ٹوٹ جائے تو جب ٹھیک ہوتی ہے تو پھر وہاں سے دوبارہ نہیں ٹوٹ سکتی۔

---

[1] کتاب الابدان۔

Marfat.com

☆ ...... ہڈیوں کے اوپر ایک باریک سی جھلی لگی رہتی ہے جس میں خون کی رگیں جال بنا کر ہڈی کی پرورش کرتی ہیں۔[1]

☆ ...... ریڑھ کی ہڈی تمام جسم کے لئے بمنزلہ ستون کے ہے۔ ہاتھ پاؤں کے ساتھ لگے ہوتے ہیں، تمام دھڑ اس پر قائم ہوتا ہے، اس میں ایک عمودی سوراخ ہوتا ہے، جس میں دماغ کا وزیر حرام مغز محفوظ رہتا ہے۔[2]

☆ ...... جلد میں دولاکھ پچاس ہزار سے زائد ایسے خانے ہیں جو سرد چیزوں کو محسوس کرتے ہیں، جب کوئی سرد چیز جسم کو چھوتی ہے تو دماغ کو خبر پہنچ جاتی ہے اور جسم کانپنے لگتا ہے، جلد کی نالیاں کشادہ ہو جاتی ہیں اور مزید خون جلد کو جانے لگتا ہے تاکہ زیادہ گرمی پہنچائی جائے۔

☆ ...... جلد کو جب گرمی پہنچتی ہے تو گرمی کے مخبر خلیے دماغ کو خبر کرتے ہیں اور تین ملین پسینہ کے غدود ٹھنڈا پسینہ خارج کرتے ہیں جس سے جسم کو راحت وسکون پہنچتا ہے۔ گویا کہ ہماری جلد میں حیاتی ریشوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے جو گرم وسرد چیزوں کو محسوس کرتا ہے۔

☆ ...... آنکھ کو غذا خون سے ملتی ہے مگر جو خون آنکھ میں جاتا ہے وہ اس خون سے مختلف ہے جو دوسرے اعضا کو پہنچتا ہے۔

☆ ...... دل کے عضلات کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ کبھی تھکتا نہیں اور نہ ہی آرام کرتا ہے۔

☆ ...... دل جسامت میں مٹھی کے برابر ہے، دل کا طول تقریباً بارہ سینٹی میٹر، چوڑائی نو سینٹی میٹر اور دبازت (موٹائی) چھ سینٹی میٹر ہے، قلب کا اوسط وزن مردوں میں ۳۰۰ گرام اور عورتوں میں ۲۵۰ گرام ہے، دل ایک منٹ میں پانچ لیٹر خون پمپ کرتا ہے اور ۴۵ سال کی عمر تک دل تقریباً تین لاکھ ٹن خون پمپ کر چکا ہوتا ہے، ایک صحت مند انسان کا دل ایک منٹ میں ۷۰ سے ۹۰ بار دھڑکتا ہے، دل کی تین دھڑکنوں میں ایک پیالی خون خارج ہوتا ہے، ایک آدمی اگر ستر سال زندہ رہے تو دل ۴

---

[1] کتاب الصحت۔ [2] کتاب الصحت۔

Marfat.com

کھرب دفعہ دھڑکے گا اور اس دوران دس کروڑ گیلن خون کا اخراج کرے گا، بچہ جب رحم مادر میں ہوتا ہے تو دل حرکت کرنے لگتا ہے اور پھر یہ حرکت موت تک جاری رہتی ہے، دل چوبیس گھنٹوں میں اتنی قوت صرف کرتا ہے جو تین فٹ اونچے پلیٹ فارم پر بیس ٹن کوئلہ چڑھانے کیلئے کافی ہوتی ہے۔

☆...... ایک منٹ میں آدمی سولہ سے اٹھارہ مرتبہ سانس لیتا ہے اور پورے دن بھر میں ۲۴ ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے، ہر ایک سانس میں ۲۵ سے ۳۰ انچ ہوا اندر جاتی ہے، یہ ہوا پھیپھڑے کی ۱۵ مربع فٹ جگہ میں چکر لگاتی ہے، ایک دن میں آدمی سانس کے ذریعے ۱۴ ہزار ۴ سو گیلن ہوا کھینچتا ہے۔

☆...... حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ "فقہ مالکیہ کی مشہور کتاب فیض الرحمن ص ۲۳۱ میں بحوالہ حیوۃ الحیوان مذکور ہے کہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس پر مداومت کرے کہ جب جوتا پہنے تو پہلے دایاں اور پھر بایاں پہنے اور جب نکالے تو پہلے بایاں اور پھر داہنا نکالے، وہ تلّی کے درد سے مامون رہے گا۔[1]

ریڑھ کی ہڈی

ریڑھ کی ہڈی ۳۳ مہروں سے مرکب ہے، جن میں سے ۲۴ مہرے متحرک کہلاتے ہیں اس لئے کہ یہ ایک دوسرے کے جوڑوں کی صورت میں ملے ہوتے ہیں، جس سے بسہولت حرکت ہوتی ہے، یہ مہرے عنقیہ، ظہریہ اور قطنیہ کہلاتے ہیں، باقی جو نو ہیں وہ لحمی مہرے ہیں جو عجزیہ اور عصعصیہ ہوتے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے: فقرات عنقیہ: ۷، فقرات ظہریہ: ۱۲، فقرات قطنیہ: ۵، فقرات عجزیہ: ۷، فقرات عصعصیہ: ۴۔

یہ آخری غیر واضح ہوتے ہیں اور حیوان کے نچلے حصے میں ہوتے ہیں۔

کمر کے مہروں کے عجائبات اور حکمتیں

جب کمر حواس سے غائب ہے (یعنی نظروں کے سامنے نہیں ہے) تو تدبیر وعنایت الٰہیہ کا تقاضا یہ ہوا کہ اسے مضبوط نظام سے محکم کیا جائے، کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ مہروں میں سے ہر مہرے پر ایک ابھرا ہوا کانٹا ہے، اسی

[1] ثمرات الاوراق (کشکول) ص ۶۲۔

Marfat.com

طرح دائیں اور بائیں دو باز و ہیں جو نرم ہڈی سے ڈھانپے ہوئے ہیں، ہر ایک مہرے کے یہ چار محافظ ہیں۔

جہاں تک پہلے محافظ کا تعلق ہے یعنی کانٹے کا جو جہت بیرونی میں ہے، تو یہ اس لئے ہے تا کہ بیرونی آفات کیلئے ڈھال کا کام دے اور آفات اصل مہرے تک نہ پہنچ سکیں، جہاں تک دونوں بازوں کا تعلق ہے تو وہ اس لئے ہیں تا کہ وہ مہرے کو دونوں کناروں سے محفوظ رکھیں، جس طرح کہ کانٹا اس کی پیچھے سے حفاظت کرتا ہے۔

نیز ان بازوؤں کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ پسلیوں کے ساتھ پیوست ہو جائیں، جہاں تک نرم ہڈی کے پردے کا تعلق ہے تو یہ اس لئے ہے تا کہ سخت اشیاء سے ٹکرانے کی صورت میں مہرہ ٹوٹ نہ جائے، یہ کانٹے یا دندانے ایک دوسرے کے ساتھ پٹھوں کے ذریعے چوڑائی میں بڑے مضبوط بندھے ہوتے ہیں گویا کہ وہ ایک ہی ٹکڑا ہوں۔

سوال یہ ہوسکتا ہے کہ یہ تمام مہرے ایک ہی ہڈی کی صورت میں کیوں نہیں بنائے گئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ سب ایک ہڈی سے بنائے جاتے تو جب کوئی آفت آتی تو تمام کمر معطل ہو کر رہ جاتی، بخلاف اس مہروں کے کہ ان کی موجودگی میں کسی چوٹ کی صورت میں وہی جگہ متاثر ہوگی، چوٹ کا اثر دوسری کو متجاوز نہ ہوگا۔

ان اعضاء کے ذریعے اللہ کی عنایت تمام ہوتی ہے،، اس لئے یہ اعضاء (مہرے) اپنے پیچھے والوں مثلاً آلات تنفس، آلات غذا اور دل وغیرہ کے لئے محافظ ہیں، یقیناً یہ مہرے دوسرے اعضاء کے لئے دربان کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جب ان کا موازنہ دوسری تمام ہڈیوں کے ساتھ کریں تو لگتا یوں ہے کہ جس طرح کشتی بناتے وقت درمیان میں ایک سیدھی لکڑی رکھی جاتی ہے، پھر اس پر دوسری لکڑیاں لگائی جاتی ہیں، اسی طرح پسلیاں، ہنس کی ہڈیاں، سر، ہاتھوں، پاؤں وغیرہ کی تمام ہڈیاں ان پر ہی جوڑی گئی ہیں، اسی بنا پر بدن ٹھیک طریقے سے قوی ہوتا ہے۔

اگر یہ مہرے اپنے موجودہ حجم سے چھوٹے ہوتے تو بدن جھکنے کی طرف زیادہ مائل ہوتا، لیکن وہ پٹھا

Marfat.com

(حرام مغز) جوان مہروں کے اندر ہے وہ غیر محفوظ ہو جاتا، لہٰذا اس پٹھے کی حفاظت کی ضرورت جھکنے کی ضرورت سے زیادہ ہے، تو ثابت ہوا کہ یہی مہرے اصل میں بدن کا قوام ہیں۔

سامنے کی جانب زیادہ جھکا جاتا ہے، لہٰذا ان میں پچھلی جانب سے جوڑ اور بندھن بنائے گئے تاکہ وہ دوسری طرف حرکت کے لئے آسان ہو۔

ان کی شکلیں بہترین رکھی گئیں، یعنی متدیر، اس لئے کہ یہ آفات کو قبول کرنے سے بہت دور ہیں، نیز اوپر والے مہروں کے سر نیچے کو اور نیچے والوں کے اوپر کو ٹیڑھے کئے گئے، یہ دونوں وسط میں ملتے ہیں، یہ مہروں کا آپس کا رابطہ ہے۔

جب یہ بات بداھۃً ضروری معلوم ہوتی ہے کہ حس تمام ظاہری بدن میں ہونی چاہئے تو ضروری ہوا اُس تک پٹھے پہنچیں، یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ احساس کا مبداء دماغ ہے، پھر دماغ لطیف ہے اور اعضاء غلیظ ہیں تو کام کیسے چلتا، یہاں پر حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ ایک غلیظ پٹھا دماغ کے پچھلے حصے سے پورے بدن میں پھیل جائے اور یہی حرام مغز ہے، پھر اس حرام مغز کو ان مہروں کے ذریعے گھیر لیا گیا تاکہ مہرے اپنی مضبوطی کی وجہ سے اس کو محفوظ رکھیں اور اپنے جوڑوں کی وجہ سے اس کو حرکت بھی پہنچاتے رہیں۔

پھر اس حرام مغز سے جہاں جہاں حرکت اور احساس کی ضرورت ہے، دو دو پٹھے نکلے ہوئے ہیں جو اس سے متصل ہوتے ہیں اور ہر مہرے کے پاس یہ جوڑا جوڑا ہیں، ایک داہنی طرف اور دوسرا بائیں طرف ہے۔

اس طرح ان مہروں کی تقریباً ۱۴ حکمتیں ہوئیں اور یہ تمام حکمتیں کمر کے مہروں کے ساتھ خاص ہیں۔

فوائدِ مہمہ

۱۔ جب ایک انسان آنکھ کی رنگین تصویر کو دیکھتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نو پردے ہیں اور آخری پردہ جس کی موٹائی اس کاغذ سے زیادہ نہیں ہوتی، وہ بھی دس حصوں میں منقسم ہے، پھر ان دس حصوں

Marfat.com

میں سے آخری حصہ جو دماغ کے قریب ہے اس میں تیس ملین مخروطی اور تیس ملین عمودی شکلیں ہیں۔

۲۔ جس قدر ٹیلی سکوپ بڑی ہوگی، اس کے سامنے آنے والے ستاروں کی مقدار بھی بڑھتی رہے گی، ابھی تک سب سے بڑی جو ٹیلی سکوپ ایجاد ہوئی ہے وہ ہمیں ۱۵۰۰ ملین ستارے دکھا سکتی ہے۔

روٹی کا درخت

نباتاتی دنیا کی حیرت خیز نعمتوں میں سے روٹی کا درخت ہے جو بحر الکاہل (پیسفک اوشین) کے جزائر میں پایا جاتا ہے، اس میں کروی شکل کے پھل لگتے ہیں، جس میں چھوٹے سے چھوٹے پھل کا قطر چار قیراط کا اور بڑے سے بڑے کا قطر سات قیراط تک ہوتا ہے، اس کا وزن چار سو بیس درہم یعنی ایک ہزار چار سو ستر ماشہ کا ہوتا ہے اور ہر سال آٹھ ماہ تک برابر اس میں سے پھل توڑے جاتے ہیں، ان جزائر کے لوگ اس قدرتی روٹی پر بسر کرتے ہیں، جیسے کہ ہم لوگ مصنوعی روٹی پر گزر کیا کرتے ہیں، وہی ان کی ساری غذا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بلا کسی مشقت کے (جو ہمیں اپنی روٹی کے تیار کرنے میں اُٹھانا پڑتی ہے) ان کو مہیا کر دیا ہے، اس درخت سے ان کو اور بہت سے منافع حاصل ہوتے ہیں، ان کے خوان اس لکڑی کے ہوتے ہیں، اس کی چھال سے وہ اپنے کپڑے بناتے ہیں اور اس کے تنے سے ان کی ڈونگیاں بنتی ہیں۔

دودھ کا درخت

اسی قبیل سے دودھ کا درخت ہے، اسکے اختتام میں جو قسم ہیا ہیا (شاید تاڑ یا کھجور کا درخت مراد ہے) کہلاتی ہے، ہند میں بھی پائی جاتی ہے، اس کے تنا میں شگاف دیتے ہیں، پھر اس سے بہت عمدہ دودھ گائے کے دودھ سے ذرا گاڑھا نکلتا ہے، برازیل میں ایک درخت ہوتا ہے، جس کا نام (مارسارندویا) وہ ماہِ شباط (شباط ایک رومی مہینہ کا نام ہے قریب مارچ) میں پھولتا ہے اور اس میں پھل لگتے ہیں، جن کا ذائقہ شربت لیموں کا ہوتا ہے اور اس کے تنے سے سفید رنگ کا دودھ نکلتا ہے، جو مرغوب الطبع اور بکری کے دودھ سے اچھا ہوتا ہے، وہاں کے باشندے اسے بطور غذا کے استعمال کرتے ہیں اور اسی سے ان کو مادہ حیات حاصل ہوتا ہے۔

Marfat.com

انسانی جسم سے متعلقہ مضامین

رحم مادر میں بچے کی جسمانی تشکیل

خوردبینی پیمانے پر کئے گئے مشاہدات سے معلوم ہوا ہے کہ رحم مادر میں بچے کی جسمانی تشکیل بالکل اسی انداز سے ہوتی ہے جیسی کہ قرآن پاک میں بیان کی گئی ہیں۔

ساتویں ہفتہ کے دوران ڈھانچہ پھیلنا شروع کرتا ہے اور ہڈیاں اپنی واضح شکلوں میں آجاتی ہیں، ساتویں ہفتے کے اختتام پر آٹھویں ہفتے کے دوران (گوشت کے) پٹھے، ہڈیوں کے گرد اپنی جگہ لے لیتے ہیں۔

جلد کا وزن

ایک عام جسامت کے آدمی کی کھال کا اوسط وزن چھ پونڈ یعنی دماغ یا جگر کے وزن سے تقریباً دوگنا زیادہ ہوتا ہے اور پورے جسم میں دوڑنے والے خون کا ایک تہائی حصہ جلد تک پہنچتا ہے، جبکہ ایک بالغ آدمی کی کھال کا رقبہ اوسطاً ۲۱ء۵ مربع فٹ ہوتا ہے۔

انسانی جسم کے کیمیاوی عناصر

اس وقت تک تقریباً ۱۲۶ کیمیاوی عناصر دریافت ہوچکے ہیں اور وہ عناصر ۸۱ ہیں جو انسانی جسم میں پائے جاتے ہی اور ان میں سے ۱۹ ہیں جو انسانی زندگی کے لئے بہت ناگزیر (ضروری) ہیں یعنی ان ۱۹ میں سے کسی کی بھی کمی بیماری کا سبب ہوگی، ۱۰ کا ذکر یہاں اختصار سے کیا جارہا ہے:

ا۔ کیلشیم

یہ ہڈیوں اور دانتوں کا ضروری جزو ہے ان کے علاوہ خون جمانے کے لئے عضلات کی سیکٹر کیلئے ضروری ہے، یہ تمام اعضاء میں ہوتا ہے، مثلاً عضلات، خون، ہڈیوں اور دانتوں میں، دل کی حرکت کیلئے ضروری ہے۔

Marfat.com

۲۔فاسفورس

یہ دانتوں، ہڈیوں اور پروٹینز کا حصہ ہے، یہ بہت اہم حصہ ہے۔اے ٹی پی کیلوریز پیدا کرتا ہے، فاسفورس، ۸۰ فیصد کیلشیم کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے، یہ کاربوہائیڈریٹس (سی ایچ او) اور شحم کے ساتھ بھی مل کر کام کرتا ہے۔

۳۔میگنیشیم

میگنیشیم ہمارے تقریباً تمام سیرم میں پایا جاتا ہے، یہ ہڈیوں میں پایا جاتا ہے اور خون اور اعصاب میں کیمیائی ردّعمل کے لئے بہت ضروری ہے۔

۴۔سوڈیم

خلیات کے باہر کے مائع کا اہم نمک ہے این اے اعصاب کے کام کے لئے اور جسم کے اندر پانی کے توازن کو قائم رکھنے کے لئے بہت اہم ہے، جب جسم سے پانی نکل جاتا ہے تو اس کو متوازن کرنے کے لئے یہ عنصر حصہ لیتا۔

اس کی کمی سے نظامِ ہضم کا بگاڑ ہوجاتا ہے، یا پھر نظامِ ہضم کے بگاڑ کے نتیجے میں اس نمک کی کمی ہوجاتی ہے۔

۵۔پوٹاشیم

جوسیل کے اندر آئی سی ایف سیال کا اہم حصہ ہے اعصابی پیغامات اس کے بغیر ناممکن ہیں۔

خاص طور پر قلب کے عضلات کی حرکت کے لئے یہ بہت ضروری ہے، نیز بدن انسانی میں پانی کو روکنے کے لئے بھی یہ بہت ضروری ہے۔

۶۔کلورین

یہ جسم کا اہم عنصر ہے، یہ سوڈیم کے ساتھ پایا جاتا ہے، یہ نظام ہضم کے رس کے ساتھ پایا جاتا ہے۔

Marfat.com

۷۔آئرن

فولاد ہمارے خون کے سرخ ذرات کا جزو ہے، سیلیو رز رسپائریشن کے لئے بہت ضروری ہے، ہیموگلوبن اہم حصہ ہے، اور یہ عضلات کی گلوبن یعنی پٹھوں کی پروٹین کا بھی اہم حصہ ہے۔

۸۔سلفر

سلفر چند بڑے عناصر میں سے ایک ہے جو زندگی کے لئے ضروری ہیں، سلفر خاص طور پر عضلات میں پایا جاتا ہے اور جسم کے تمام خلیات میں پایا جاتا ہے کیونکہ سیل کی دیوار کا زیادہ تر حصہ اسی سے بنتا ہے۔

۹۔فلورین

خاص طور پر دانتوں کی صحت اور مضبوطی کے لئے اچھا ہوتا ہے، فلورین جسم کے بہت سے ٹشوز میں پایا جاتا ہے مگر خصوصاً ہڈیوں اور دانتوں میں پایا جاتا ہے، یہ دانتوں کی اچھی صحت کے لئے ضروری ہے۔

۱۰۔ایلومینیم

ایلومینیم پودوں اور جانوروں کے خلیات میں وافر مقدار میں پایا جاتا ہے۔

روزانہ ۱۰۰ ایم جی (مائیکروگرام) ایلومینیم ہمارے جسم میں جذب ہوتی ہے اور زیادہ تر حصہ خارج ہو جاتا ہے، پورے بدن میں ایلومینیم تقریباً ۱۵۰ ایم جی ہوتی ہے۔

رحمِ مادر

اندر کا انسان روح یا ضمیر ہے جس کی پیدائش ابدی ہے اسے موت نہیں ہے ہر ذی روح کی موت صرف اس کے اوپر کے خول پر وارد ہوتی ہے، اسی میں انسان بھی شامل ہیں کہ رحم میں ابتداءً روح گوشت پوست کا لباس پہننا شروع کر کے دنیا میں آنے کی تیاری شروع کر دیتی ہے پھر انسانوں میں رحم مادر سے دنیا میں آنے کی مدت ۲۶۰ دن ہے (بصورت مکمل صحت) تو حیوانات میں ۱۰ ماہ، خرگوش میں ایک ماہ، مرغی اور دوسرے پرندے ۲۱ دن میں، مچھر مکھی اور بھی قلیل وقت میں جس سے عملاً زندگی کا ثبوت ہر کسی کے سامنے آجاتا ہے۔

Marfat.com

بارہ باتیں جن میں عورت، مرد سے مختلف ہے

۱۔ خون کا فرق

حیوانات کی دنیا میں کسی بھی جوڑے کو لیجئے نر اور مادہ کے خون میں کیمیائی مرکبات مختلف ہوتے ہیں، مثال کے طور پر بعض سنڈیوں میں نر سنڈی کا خون زرد اور مادہ کا سبز ہوتا ہے، انسانی خون میں یہ فرق اتنا نمایاں نہیں، پھر بھی مرد کے خون میں عورت کی نسبت سرخ ذرات دس فیصد زائد ہوتے ہیں۔

۲۔ بلڈ پریشر

مرد اور عورت کے لئے خون کا دباؤ، ناپنے والے گوشوارے مختلف ہوتے ہیں۔ مرد کا خون بھاری ہوتا ہے، اس میں آبی اجزاء کم ہیں، مرد کا دل عورت کے مقابلے میں سست رفتار ہے یہی وجہ ہے کہ اسے آکسیجن کی زیادہ ضرورت ہے، نتیجتاً خون کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے اگرچہ معمولی فرق ہے لیکن بعض اوقات یہی فرق مرد کی موت کا سبب بن جاتا ہے۔

اگرچہ عورت درد، گرمی اور سردی جلد محسوس کرتی ہے لیکن ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت اس میں زیادہ ہوتی ہے، غریب اور متوسط طبقے کی عورت کو دیکھئے کڑکڑاتے جاڑے میں بھی معمولی کپڑوں میں کام کرتی ہے، جب کہ اسی عمر کا مرد گرم اور موٹے کپڑے کا سہارا لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

۳۔ سانس

عورت کا دل اور پھیپھڑے چھوٹے ہوتے ہیں، نتیجتاً اسے کم آکسیجن کی ضرورت پڑتی ہے، ایک منٹ میں عورت، مرد کے مقابلے میں زیادہ سانس لیتی ہے، وہ مرد کی طرح کھینچ کر سانس نہیں لیتی، یہی وجہ ہے کہ خراٹے لینے میں مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی، البتہ سخت کام کرتے ہوئے اس کا سانس جلد پھول جاتا ہے۔

Marfat.com

۴۔ حرکتِ قلب

عام حالات میں مرد کا دل عورت کی نسبت فی منٹ دس مرتبہ کم دھڑکتا ہے یعنی عورت کے دل کی دھڑکن مرد سے زیادہ ہے، تجربے میں آیا ہے کہ شکم مادر میں بھی بچی کا دل بچے کے مقابلے میں تیزی سے دھڑکتا ہے۔

۵۔ جسمانی قوت

جسمانی قوت کے اعتبار سے مرد بہر حال عورت سے زیادہ طاقتور ہے مرد کے جسم میں ۸۷ فیصد قوت ہوتی ہے اور باقی گوشت اور چربی، عورت میں قوت کا تناسب صرف ۵۴ فیصد ہے، مرد جلد تھکاوٹ محسوس نہیں کرتا اس کے مقابلے میں عورت جلد تھک جاتی ہے۔

۶۔ وزن اٹھانے کی صلاحیت

عورت میں بوجھ اٹھانے کی استعداد بھی کم ہوتی ہے۔ وہ اوسطاً تیس سیر سے زیادہ بوجھ نہیں اٹھا سکتی، جبکہ مرد دو من تک اٹھا سکتا ہے مرد اور عورت کا وزن خواہ یکساں ہو لیکن بوجھ اٹھانے کے تناسب میں خاصا فرق ہے۔

۷۔ نشوونما میں فرق

مرد کے مقابلے میں عورت کے بدن کی نشوونما تیزی سے ہوتی ہے اسی تناسب سے اس کا وزن بڑھتا ہے، چربی اور فالتو گوشت کی مقدار عورت کے بدن میں زیادہ ہوتی ہے اور برابر بڑھتی رہتی ہے اس میں قدرت کی یہ مصلحت ہے کہ رحم مادر میں بچہ آسانی کے ساتھ پروان چڑھ سکے، طبی تحقیق کے مطابق عورت کا معدہ بڑا ہوتا ہے اور وہ خوراک جلدی اور آسانی سے ہضم کرتی ہے، چنانچہ اسے بھوک زیادہ لگتی ہے۔

۸۔ کھیل کا میدان

عورت کو کھیل کے میدان میں بھی مرد کے برابر لانے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن تجربہ شاہد ہے کہ وہ جسمانی ساخت کے لحاظ سے مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی، مثال کے طور پر عورت میں گیند کو تیزی سے پھینکنے کی صلاحیت نہیں

Marfat.com

ہے، اس کی وجہ صنفی کمزوری نہیں، جسمانی ساخت ہے، عورت کے جسم میں کہنی اور کلائی کی ہڈیاں آپس میں ایسے زاویوں سے ملتی ہیں کہ ہاتھ تیزی سے گیند کو گھما نہیں سکتا، اس کی جسمانی بناوٹ سیڑھیاں چڑھنے میں بھی دشواری پیدا کرتی ہیں۔

۹۔صوتی رگیں

مرد کی رگیں عورت کی صوتی رگوں سے لمبائی میں دگنی ہوتی ہیں۔

۱۰۔غدود کا فرق

جسم کے بعض غدود بھی مرد اور عورت کو ایک دوسرے سے امتیاز بخشتے ہیں گلے کے غدود کو لیجئے یہ رطوبت کا اخراج باہر کے بجائے خون کے اندر کرتا ہے، رطوبت کا اخراج اگر زیادہ ہو جائے تو انسان اعصابی کشمکش چڑچڑے پن اور اختلاج قلب میں مبتلا ہو جاتا ہے، وجہ یہ کہ اس کے گلے کا غدود لمبائی میں بڑا ہوتا ہے۔

۱۱۔ضرر رساں مادے

یہ بات ماہرین صحت کے لئے ایک مدت تک حیران کن رہی کہ مرد کو عورت کے مقابلے میں معدے کا سرطان کیوں زیادہ لاحق ہوتا ہے، حال ہی میں ماہرین نے اس گتھی کو سلجھایا، امریکہ میں علم عضویات کے دو ڈاکٹروں نے مسلسل تجربات کے بعد اس رائے کا اظہار کیا کہ عورت کے جسم میں ایسے عناصر ہوتے ہیں جو زہریلے اور ضرر رساں مادوں کا مقابلہ کرتے ہیں، اس طرح اس کا معدہ سرطان سے محفوظ رہتا ہے اور پیٹ کے بچے پر برا اثر نہیں پڑتا۔

۱۲۔جذباتی فرق

عورت، مرد کی نسبت جذبات کی رو میں جلد بہہ جاتی ہے، کوئی دردناک واقعہ یا جسمانی تکلیف اسے بے قرار کر دیتی ہے، وہ جلد محسوس کرتی ہے لیکن یہ تاثر دیر پا نہیں ہوتا، مرد کے مقابلے میں وہ ہر بات کو جلد فراموش کر دیتی ہے۔

Marfat.com

زمین، آسمان، سورج، چانداور ستاروں وغیرہ سے متعلق سینکڑوں نعمتیں

۱۔ زمین گول ہے اور زمین کی سطح انیس کروڑ ستر لاکھ یعنی تقریباً بیس کروڑ مربع میل ہے، ۱۰۰/۲۹ خشکی اور ۱۰۰/۷۱ سمندر ہے، لہٰذا خشکی اور تری میں دو اور پانچ کی نسبت ہے۔

سات براعظم

براعظم سات ہیں: (۱) براعظم ایشیاء (۲) براعظم افریقہ (۳) براعظم یورپ (۴) براعظم جنوبی امریکہ (۵) براعظم شمالی امریکہ (۶) براعظم آسٹریلیا (۷) براعظم قطب جنوبی۔

براعظم ایشیاء

وسعت ایک کروڑ ستر لاکھ مربع میل ہے، یہ سب سے بڑا ہے، اس میں پاکستان، بھارت، افغانستان، ایران، چین، عراق، یمن، سعودی عرب، ترکستان، شام، اردن، فلسطین، لبنان، سری لنکا، کوریا، جاپان، ترکی، انڈونیشیا وغیرہ شامل ہیں۔

براعظم افریقہ

وسعت ایک کروڑ سولہ لاکھ مربع میل ہے۔ ایشیاء کے بعد بڑا ہے، اس میں مصر، مراکش، سوڈان، نائجیریا، گھانا، الجزائر وغیرہ ممالک شامل ہیں۔

براعظم یورپ

وسعت اڑتیس لاکھ مربع میل ہے۔ اس میں برطانیہ، فرانس، جرمن، بیلجیئم، ہالینڈ، پولینڈ، سویڈن، روس، فن لینڈ، ڈنمارک، بلغاریہ، یونان، اٹلی، پرتگال، مالٹا، آسٹریا وغیرہ ممالک ہیں۔

Marfat.com

براعظم جنوبی امریکہ

وسعت ستر لاکھ مربع میل، اس میں برازیل، ارجنٹائن، ویانا وغیرہ ممالک شامل ہیں۔

براعظم شمالی امریکہ

وسعت نوے لاکھ مربع میل، اس میں یہ ممالک ہیں: کیوبا، کینیڈا، گرین لینڈ، میکسکو، ولایاتِ متحدہ امریکہ۔

براعظم آسٹریلیا

وسعت پینتیس لاکھ مربع میل ہے، اس میں یہ ممالک شامل ہیں: جنوبی آسٹریلیا، مغربی آسٹریلیا، آسٹریلیا، تسمانیہ، نیوزی لینڈ۔

براعظم قطب جنوبی

وسعت پچاس لاکھ مربع میل، یہ نیا دریافت ہوا ہے، اسے براعظم انٹارکٹیکا بھی کہتے ہیں۔

سمندر پانچ ہیں

۱۔محیط باسفکی: اسے بحر الکاہل، بحرِ محیط بھی کہتے ہیں، وسعت چھ کروڑ چالیس لاکھ مربع میل ہے، یہ سب سے بڑا ہے۔

۲۔محیط اطلنطی: بحر اوقیانوس، بحر الظلمات بھی اس کے نام ہیں، وسعت تین کروڑ، پندرہ لاکھ مربع میل ہے۔

۳۔بحر ہند: وسعت دو کروڑ نواسی لاکھ انتیس ہزار مربع میل ہے اور بعض ماہرین کے نزدیک دو کروڑ اسی لاکھ مربع میل ہے۔

۴۔بحر منجمد شمالی: وسعت پچپن لاکھ مربع میل، یہ قطب شمالی کے اردگرد واقع ہے۔

۵۔بحر منجمد جنوبی: وسعت ستاون لاکھ مربع میل، یہ قطب جنوبی پر محیط ہے۔

فائدہ: سمندر میں سب سے گہری جگہ فلپائن کے قریب ہے، اس کی گہرائی چونتیس ہزار چار سو تیس فٹ

Marfat.com

ہے، یعنی تقریباً ساڑھے چھ (٦) میل سے کچھ زیادہ۔

بادل

١۔ دریاؤں اور سمندروں سے آفتاب کی حرارت کے سبب آبی بخارات اُڑ کر فضا کے سرد طبقے میں جمع ہونے کے بعد تہ بہ تہ قدرے منجمد ہو کر بادل کا روپ دھار لیتے ہیں۔

٢۔ سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق زمین سے بادل کی زیادہ سے زیادہ بلندی سولہ ہزار شرعی گز (یعنی آٹھ ہزار انگریزی گز) ہے۔

٣۔ بخارات کی شدت اور سمندر میں ہوا کے بگولوں کی وجہ سے کبھی کبھی انکے ساتھ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں، مینڈک اور آبی کیڑے بھی اُڑ جاتے ہیں، پھر بارش کے ساتھ واپس زمین پر آ کر گرتے ہیں۔

کمولونمبس بادل

ماہرین موسمیات نے معلوم کیا ہے کہ کمولونمبس بادل، جن سے اولے برستے ہیں، پہاڑوں کی طرح ٢٥ تا ٣٠ ہزار فٹ (4.7 تا 5.7 میل) بلندی تک پہنچ جاتے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں فرمایا گیا ہے:

وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْ بَرَدٍ [1]

اور وہ آسمان سے، (اولوں کے) پہاڑوں سے جو آسمان میں ہیں، اولے برساتا ہے۔

گرجنے والے بادل میں تین لاکھ ٹن پانی

سائنسدانوں کے اندازے کے مطابق گرجنے والے بادل میں تین لاکھ ٹن تک پانی جمع ہوتا ہے، کیا یہ حیرت انگیز نہیں کہ فضائے آسمانی میں ایک بادل کے اندر ٣ لاکھ ٹن پانی کا عظیم ذخیرہ ہے؟

سائنسدانوں کا اندازہ ہے کہ سطح زمین پر تقریباً ایک کروڑ ٦٠ لاکھ ٹن پانی ایک سیکنڈ میں بخارات بنتا ہے، یہ مقدار پانی کی اس مقدار کے برابر ہے جو ایک سیکنڈ میں زمین پر برستا ہے، ایک سال میں آسمان سے زمین پر

---

[1] النور: ٤٣۔

Marfat.com

برسنے والے پانی کی مقدار 505x1012 ٹن ہے جبکہ سطح زمین سے تقریباً اسی مقدار میں آبی بخارات ہوا میں شامل ہوتے ہیں۔ یاد رہے جس طرح انسانوں کو پسینہ آتا ہے اسی طرح پودوں اور درختوں کے پتوں سے بھی آبی بخارات خارج ہوتے رہتے ہیں۔

بارش کا میٹھا پانی اور ماحولیاتی توازن

حقیقت یہ ہے کہ بارش کے پانی کا منبع آبی بخارات ہیں اور ۹۷ فیصد بخارات نمکین یا کھاری سمندروں سے اٹھتے ہیں لیکن بارش کا پانی میٹھا ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت کے تحت جب سمندروں کی سطح پر سورج کی حرارت سے آبی بلبلے بنتے ہیں تو ان میں سمندری نمک کے مہین ذرات بھی شامل ہوجاتے ہیں جو آبی بخارات کے ساتھ فضا میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔

اگرچہ کرۂ ہوائی اس طرح ایک دن میں تقریباً ۲۷ ملین یعنی ۲ کروڑ ۷۰ لاکھ ٹن نمک جمع کرلیتا ہے مگر اس کے مقابلے میں تبخیر شدہ پانی اور زمین پر برسنے والے پانی کی بڑی کثیر مقدار میں یہ نمک بس اس قدر ہوتا ہے جو اس کو میٹھا بنانے کے لئے کافی ہوتا ہے اور آبی بخارات کی نمکینی قدرت کے طے شدہ تناسب سے بڑھنے نہیں پاتی۔

سمندر سے حاصل کردہ نمکینی کی وجہ سے بارش زمینی نباتات کے لئے کھاد کا کام بھی کرتی ہے، سمندری پانی میں سوڈیم کلورائیڈ (خوردنی نمک) کے علاوہ فاسفورس، میگنیشیم، پوٹاشیم، تانبا، جست، کوبالٹ اور سیسے کے نمکیات بھی شامل ہوتے ہیں جو نباتات کی نشوونما کے لئے بہت ضروری ہیں۔

اندازہ ہے کہ اس طرح ہر سال ۱۵ کروڑ ٹن کھاد پوری زمین پر گرتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوں قدرتی زرخیزی کا مسلسل اہتمام نہ ہوتا تو زمین پر سبزہ وگل کی یہ بہتات نہ ہوتی اور ماحولیاتی توازن بگڑ گیا ہوتا۔

ہواؤں کی خصوصیات

ایک سائنسی حقیقت ہے کہ سرد ہوا، بھاری ہوتی ہے جب کہ گرم ہوا قدرے ہلکی ہوتی ہے، ہواؤں کی یہی خصوصیات ہمارے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہیں، کسی دریا، جھیل یا سمندر پر سورج چمکتا ہے تو اس کی تمازت سے

Marfat.com

ہوا بھی گرم ہوتی ہے اور پانی بھی، فرض کیجئے کہ یہ ہوا خشک ہے تو جلدی گرم ہو جائے گی۔

گرمی کی وجہ سے پانی میں بخارات بننے کا عمل بھی تیز ہوگا لہٰذا یہ بخارات، پانی پر موجود گرم ہوا میں شامل ہونا شروع ہو جائیں گے، گرمی اور ہلکے پن کی وجہ سے یہ ہوا (بخارات سمیت) اوپر اٹھنا شروع ہو گی، یاد رہے کہ کرۂ ہوائی کا درجہ حرارت، ہر ایک کلومیٹر بلندی پر سات درجے سینٹی گریڈ کم ہو جاتا ہے، اوپر اٹھنے کے دوران ہوا، اور اس میں موجود بخارات کا درجہ حرارت بھی کم ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ جب آبی بخارات ٹھنڈے ہو کر دوبارہ آبی قطروں کی شکل اختیار لیتے ہیں، دھیان رہے کہ پانی کے یہ قطرے بے انتہاء باریک ہوتے ہیں، اگر ہوا میں مٹی کے ذرات وغیرہ بھی موجود ہوں تو پانی کے یہ بے حد باریک قطرے ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں، ان قطروں سے روشنی منعکس ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہ ہمیں سفید بادلوں کی شکل میں نظر آتے ہیں، اگر ہوا کے اوپر اٹھنے کا یہ عمل جاری رہے اور اس میں موجود قطرے مسلسل ٹھنڈے ہوتے رہیں تو ایک موقع وہ بھی آتا ہے۔

جب کرۂ ہوائی کا درجہ حرارت پانی کے نقطہ انجماد (صفر ڈگری سینٹی گریڈ) سے بھی کم رہ جاتا ہے، اب پانی کے یہ قطرے ایک بار پھر اپنی شکل تبدیل کرتے ہیں اور برف کے باریک باریک ٹکڑوں میں بدل جاتے ہیں، یہاں ایک بات اور بھی بتانی ضروری ہے کہ بلندی میں اضافے کے ساتھ ہوا کے دباؤ میں کمی اور رفتار میں تیزی آجاتی ہے یعنی زیادہ پر مستقل ہوا کے جھکڑ چلتے رہتے ہیں، اسی وجہ سے یہ بادل بھی مسلسل حرکت میں رہتے ہیں اور ان میں موجود قطرے یا برفیلے ٹکڑے نہیں گرتے، یہاں تک کہ بادل ان سے بالکل سیر ہو جاتا ہے، بادلوں کے بننے کے ساتھ ساتھ ان کے حرکت کا عمل بھی جاری رہتا ہے، یہاں بھی ہوا کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔

فائدہ

بادل آبی بخارات سے بنتے ہیں اور نمک کی قلموں یا ہوا میں موجود گرد کے ذرات پر مشتمل ہوتے ہیں چونکہ ان بادلوں میں بارش کے قطرے بہت چھوٹے ہوتے ہیں (۰۰۱ اور ۰۰۲ ملی میٹر قطر کے درمیان) اس لئے ہوا کے باعث یہ بادل پھیل جاتے ہیں اور اس طرح آسمان بادلوں سے بھر جاتا ہے۔

Marfat.com

فائدہ

ایک تحقیق کے مطابق پانی کے قطرے جب وہ بہت چھوٹے اور خالص ہوں تو منفی چالیس ڈگری تک نہیں جمتے، اگر پانی ناخالص اور بڑی مقدار میں ہو تو وہ صفر ڈگری جم جاتا ہے، بادل ایک خاص مادی ساخت ہے جو بھاپ سے بنتا ہے لیکن جو فوراً ہی پانی کے باریک قطروں میں تبدیل ہو جاتا ہے، اس لئے عام پانی سے مختلف ہوتا ہے، فضائی بادل جمتے نہیں اور نہ منفی سینٹی گریڈ (نقطہ انجماد سے نیچے) زمین پر گرتے ہیں۔

پانی کے باریک قطرے نمک یا کائناتی دھول کے گرد اکٹھے ہو کر بادل بنتے ہیں، یہ اکٹھے ہو کر بارش بناتے ہیں۔ بہرحال یہ معلوم ہے کہ سمندر میں نمکین پانی، بخارات کے عمل میں شامل ہو کر نمک کے قطرے بھاپ میں شامل کر دیتا ہے۔

بادل کی تشکیل میں اندازاً ایک مکعب سینٹی میٹر میں پانی کے باریک قطرے ایک ارب کی تعداد میں ہوتے ہیں، بارش کے قطرے بادل میں ۵۰ سے ۵۰۰ فی مکعب سینٹی میٹر ہوتے ہیں۔

سورج

۱۔ آفتاب کا قطر آٹھ لاکھ چھیاسٹھ ہزار پانچ سو اور بقول بعض آٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار تین سو اسی میل ہے۔

۲۔ اس کے حجم کا مجموعہ سیارات تسعہ سے سات سو گنا بڑا ہے۔

۳۔ سورج تیرہ لاکھ زمینوں کے برابر ہے۔

۴۔ سورج زمین کی طرح کثیف اور ٹھوس نہیں بلکہ پانی کی کثافت سے اس کی کثافت تقریباً ڈیوڑھی ہے۔

دنیا اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہی ہے، اگر اس کے بجائے یہ ۱۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھومنے لگے تو اس نظامِ زندگی کا درہم برہم ہونا یقینی ہے، کیونکہ ایسی صورت میں ہمارے دن اور رات دس گنا بڑھ جائیں گے، اور نتیجہ یہ ہوگا کہ طویل دنوں میں سورج کی شعائیں ہمارے کھیتوں کو جھلس ڈالیں گی اور طویل راتوں میں زمین میں اگنے والی ہر شے ٹھٹھر کر رہ جائیں گی۔

Marfat.com

اگر سمندر کی سطح اپنی موجودہ گہرائی کے مقابلے میں چند فٹ اور زیادہ ہوتی تو کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن محلول ہوجاتیں، اس طرح پودوں میں نمو کی طاقت بالکل ختم ہوجاتی، اگر زمین کی پپڑی جتنی موٹی اس وقت ہے اس سے دس فٹ زیادہ ہوتی تو دنیا سے آکسیجن کا خاتمہ ہوجانا لازمی ٹھہرتا، اور ظاہر ہے بغیر آکسیجن کے زندگی کا وجود ممکن ہی نہیں، اسی طرح اگر فضا کی سطح اپنی موجودہ حالت کے مقابلے میں پتلی ہوجائے تو شہاب ثاقب جو لاکھوں کی تعداد میں ہر وقت خلا کے اندر جلتے رہتے ہیں، زمین کے ہر حصے میں گرکر آگ کے شعلے بلند کردیں گے۔

کہکشاں

زمین سورج سے صرف 15 کروڑ کلومیٹر دور ہے، جبکہ پلوٹو سیارے کا سورج سے فاصلہ 15 ارب 91 کروڑ کلومیٹر ہے، ہماری زمین کا قطر 12754 کلومیٹر ہے اور سورج کا قطر 14 لاکھ کلومیٹر ہے، یعنی زمین سے 109 گنا بڑا، قطر کی یہ وسعت تو کچھ بھی نہیں جبکہ ہماری کہکشاں کا قطر ایک لاکھ 71 کھرب کلومیٹر ہے۔

اس کہکشاں میں ایک کھرب ستارے پائے جاتے ہیں اور اب تک ایسی کھرب سے زائد کہکشائیں دریافت ہوچکی ہیں۔

سورج کا نظام

سورج سے زمین کا موجودہ فاصلہ چودہ کروڑ چھیانوے لاکھ کلومیٹر ہے، سورج کے گرد زمین کی گردش کی رفتار ایک لاکھ ساٹھ ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ ہے، زمین پر موجود زندگی کی بقا کے لئے مناسب درجہ حرارت کا دارومدار سورج کی ساخت اور جسامت پر ہے، سورج کا قطر تیرہ لاکھ ترانوے ہزار (۱۳،۹۳،۰۰۰) کلومیٹر ہے، سورج جسامت کے اعتبار سے زمین کے مقابلے میں تین لاکھ تیئس ہزار (3,23,000) گنا اور حجم میں تیرہ لاکھ (13,000,00) گنا بڑا ہے، سورج کے اندرونی حصے کا درجہ حرارت پندرہ کروڑ ڈگری (15،000،000،0) ڈگری اور بیرونی سطح کا چھ ہزار (6000) ڈگری ہے۔ سورج میں 40 لاکھ ٹن ہائیڈروجن گیس فی سکینڈ استعمال ہوتی ہے۔

Marfat.com

ہوا

۱۔ کثیف ہوا کی بلندی ماہرین کے نزدیک پچاس میل تک ہے، اس کے بعد لطیف ہوا شروع ہوتی ہے۔

۲۔ پچیس میل سے اوپر ہوا کا احساس نہیں ہوسکتا۔

۳۔ بعض ماہرین کا کہنا ہے کہ انسان کے سر پر ہوا کا جو لمبا ستون ہر وقت کھڑا رہتا ہے، اس کا وزن چھ ہزار دو سو چوبیس پاؤنڈ ہے۔

۴۔ آواز کی رفتار فی پانچ سیکنڈ ایک میل، فی منٹ ۱۲ میل اور فی گھنٹہ ۷۲۰ میل ہے، ریڈیو اور وائرلیس کے ذریعہ آواز کی مذکورہ صدر لہروں کو ریڈیائی لہروں میں تبدیل کر لیتے ہیں، اس لئے وہ آواز آناً فاناً دور دور تک پہنچ جاتی ہیں، کیونکہ ریڈیائی لہروں کی رفتار وہی ہے جو روشنی کی ہے، یعنی فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل۔

فضا میں ایسی گیسوں کا تناسب جو بقائے حیات کیلئے ضروری ہیں

کرۂ ارض کی فضا میں ایسی گیسیں جو بقائے حیات کے لئے ضروری ہیں تقریباً 500 میل کی بلندی تک محیط ہیں۔ ہوا کا دبیز غلاف سطح زمین سے تقریباً ساڑھے تین سو میل بلندی تک زمین کو محیط ہے اور جتنا بلندی کی طرف جائیں، ہوا لطیف ہوتی جاتی ہے اور ساڑھے تین سو سے اوپر انتہائی لطیف ہوائیں یا گیسیں موجود ہیں۔

زمین کے گرد ہوا کا غلاف

زمین کے گرد ہوا کا غلاف اس انداز سے رکھا گیا ہے کہ زمین پر اس کا دباؤ مناسب رہے تا کہ انسان سانس لینے میں دشواری محسوس نہ کرے اور باہر سے آنے والے شہابِ ثاقب رگڑ سے ہی جل جائیں، شہابِ ثاقب اوسطاً ہر روز 2 کروڑ کی تعداد میں 6 سے 40 فی سیکنڈ کی رفتار سے کرہ ہوائی (ہوا کے غلاف) میں داخل ہوتے ہیں، اگر یہ غلاف موجودہ کی نسبت لطیف ہوتا تو شہابِ ثاقب زمین کے اوپر ہر آتش پذیر مادے کو جلا دیتے اور سطح زمین کو چھلنی کر دیتے، اگر زمین کے اوپر سے ہوا کا یہ غلاف کھینچ لیا جائے تو تمام جاندار آکسیجن

Marfat.com

نہ ہونے کی وجہ سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں۔

زمین کی گردش اور حرکت کی رفتار

زمین کی گردش اور حرکت کی رفتار کا تعین ایک ایسا نازک معاملہ ہے جس میں تھوڑی سی بھی کمی بیشی زندگی کے تمام نظام کو درہم برہم کر سکتی ہے، مثلاً:

ا۔ اپنے محور (hxis) پر زمین کی گردش (Circulhtion) کی رفتار 1000 میل فی گھنٹہ ہے اور ایک چکر 24 گھنٹوں میں مکمل ہوتا ہے، جس سے رات اور دن وجود میں آتے ہیں، اگر یہی چکر 24 گھنٹوں کے بجائے 30 گھنٹوں میں پورا ہو تو نتیجے میں زمین پر اس قدر تیز و تند اور خطرناک برفانی ہوائیں چلیں گی کہ تمام مخلوق کے لئے ایک مستقل طوفان زدہ صحرا کی شکل اختیار کر لے گی۔

۲۔ اگر زمین کا چکر 20 گھنٹوں کا ہو جائے تو زمین پر اُگنے والے تمام پیڑ پودے ختم ہو جائیں گے اور سارا پانی خشک ہو کر پوری زمین مخلوق کے لئے آفت زدہ اور قحط زدہ بن جائے گی۔

۳۔ اگر زمین اپنے محور پر گردش کرنے کی بجائے ایک جگہ ساکت ہو جائے تو اس کے ایک حصے پر ہمیشہ دِن رہے گا اور ایک حصے پر رات، جس کے نتیجے میں زندگی کا نظام چلنا ممکن نہ ہوگا۔

فائدہ

سولہ (۱۶) ملین ٹن پانی سمندر میں ایک سیکنڈ میں بخارات بنتا ہے، سمندروں میں جب جھاگ پیدا ہوتی ہے تو ان گنت بلبلے بنتے ہیں، اس سے پانی کے ذرّات آسمان کی طرف خارج ہوتے ہیں، اِن ذرات میں نمک کافی مقدار میں ہوتا ہے، اُن کو ہوائیں اپنے کندھوں پر لے لیتی ہیں۔

چاند

ا۔ چاند پر ہوا اور پانی موجود نہیں، البتہ سمندروں کے فرضی نام رکھے گئے ہیں۔

۲۔ زمین سے چاند کی دوری اوسطاً دو لاکھ چالیس ہزار میل اور اس کا قطر اکیس ہزار ساٹھ میل

Marfat.com

ہے، اس کا حجم زمین کے حجم کا ۲۹/۱ حصہ ہے اور وزن زمین کے وزن کا ۸۱/۱ حصہ ہے۔

چاند کا نظام

چاند ہم سے تقریباً تین لاکھ چوراسی ہزار چار سو (3،84،400) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، اس کی بجائے اگر وہ صرف پچاس ہزار کلومیٹر دور ہوتا تو سمندروں میں مدوجزر کی لہریں اتنی بلند ہوتیں کہ تمام کرۂ ارض دن میں دو بار پانی میں ڈوب جاتا اور بڑے بڑے پہاڑ موجوں کے ٹکرانے سے گھس کر ختم ہو جاتے، چاند کی مناسب کشش کی وجہ سے سمندروں کا پانی متحرک رہتا ہے اور پانی صاف بھی ہوتا رہتا ہے۔

نظام شمسی

سورج، چاند اور سیارے وغیرہ

ہماری زمین جس نظام کے تابع ہے اس کو نظام شمسی کہتے ہیں، اس نظام میں سورج کے گرد نو (۹) سیارے گردش کر رہے ہیں:

۱۔عطارد ۲۔زہرہ ۳۔زمین ۴۔مریخ ۵۔مشتری

۶۔زحل ۷۔یورینس ۸۔نیپچون ۹۔پلوٹو

ان سیاروں کے گرد ان کے چاند بھی سفر کر رہے ہیں، اب تک نظام شمسی میں ۱۶۵ چاند دریافت ہو سکے ہیں۔ سورج نظام کا مرکز ہے اس لئے اس نظام کو نظامِ شمسی کہتے ہیں۔[1]

سورج

سورج کا زمین سے فاصلہ: 9,29,56,200 میل (تقریباً ۹ کروڑ میل) ہے۔

حجم: زمین کے حجم سے ۱۳ لاکھ گنا زیادہ ہے۔

کشش ثقل: زمین کی کشش ثقل کا ۲۸ گنا ہے۔

[1] الہیئۃ الصغریٰ۔

Marfat.com

قطر: 8,64,000 میل ہے۔

روشنی: سورج کی روشنی زمین تک ۸ منٹ ۲۴ سیکنڈ میں پہنچتی ہے۔

خلائی گاڑی: کئی خلائی گاڑیوں کو سورج کی طرف بھیجا گیا مگر کوئی بھی ۳ کروڑ میل سے زیادہ قریب نہ جا سکی۔

تاج شمس: لونی کرہ کے باہر آخری کرہ تاج شمس کہلاتا ہے، سورج گرہن کے وقت جب ضیائی کرہ پر سیاہی چھا جاتی ہے تو اس کا دیکھنا ممکن ہوتا ہے۔ لونی کرہ کے چند سو کلومیٹر کے اندر درجہ حرارت ۸۰۰ فارن ہائیٹ تک پہنچ جاتا ہے۔ ماہر فلکیات کہتے ہیں کہ لونی کرہ ۵ ارب سال پہلے پیدا ہوا اور ۵ ارب سال تک مزید توانائی فراہم کرے گا۔ واللہ اعلم۔

سورج کی ایک مربع گز سے اتنی توانائی خارج ہوتی ہے کہ اس میں ۷۰ ہزار گھوڑوں کی طاقت ہوتی ہے۔

عطارد

سورج کا قریبی سیارہ ہے۔

سورج سے فاصلہ: اوسط فاصلہ ۳ کروڑ ۵۹ لاکھ میل ہے۔

سورج کے گرد چکر: ۸۸ دنوں میں پورکر لیتا ہے۔

زہرہ

سورج سے فاصلہ کے اعتبار سے دوسرا سیارہ ہے، سورج اور چاند کے بعد سب سے روشن سیارہ ہے۔

سورج سے فاصلہ: ۶ کروڑ ۲۱ لاکھ میل، تقریباً سوا چھ کروڑ میل۔

حجم: زمین کے برابر۔

زمین

زمین کے چار حصے ہیں:

ا۔ غلافِ ہوائی: ۸۰ کلومیٹر تک کثیف ہے، اس کے بعد ۹۰۰ کلومیٹر لطیف ہے، ہوا میں ۷۸ فیصد

Marfat.com

نائٹروجن، ۲۱ فیصد آکسیجن اور ایک فیصد دوسری گیسیں ہیں۔

۲۔ غلافِ مائی: زمین کا ۷۱ فیصد پانی اور ۲۹ فیصد خشکی ہے۔

۳۔ غلافِ جامد: ۳۰ کلومیٹر تک قشرِ ارض کا حصہ، ۳۲ کلومیٹر تک بھاری دھاتوں کا مجموعہ ہے۔

۴۔ جوفِ ارض: ۲۶۰۰ کلومیٹر گہرائی سے شروع ہوتا ہے، ابتدائی ۲۲۷۰ کلومیٹر جوف مائع کی طرح اندرونی ۱۲۰۰ کلومیٹر کی کثافت پانی کی ۱۸ گنا ہے۔

فاصلہ: سورج سے فاصلہ ۹ کروڑ میل ہے۔

حجم: زمین کا حجم سورج کے حجم سے ۱۳ لاکھ گنا کم ہے۔

حرکات: سورج کے گرد چکر 29.8 کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے میں سورج کے گرد چکر لگاتی ہے۔

محوری چکر: ۲۳ گھنٹے ۵۶ منٹ۔

عمر: ساڑھے چار ارب سال تقریباً واللہ اعلم۔

شکل: بیضوی

چاند: اس کا چاند ایک ہے۔

مریخ

سورج سے فاصلہ کے اعتبار سے چوتھا سیارہ ہے، اس کا سورج سے فاصلہ ۱۴ کروڑ ۱۳ لاکھ میل ہے۔

زمین سے فاصلہ: ساڑھے تین کروڑ میل سے ۶ کروڑ میل تک ہے۔

مشتری

سورج سے فاصلہ کے اعتبار سے پانچواں سیارہ ہے، نظامِ شمسی کا سب سے بڑا سیارہ ہے۔

سورج سے فاصلہ: ۴۸ کروڑ ۲۶ لاکھ میل اوسطاً ہے۔

Marfat.com

چاند: اس کے اٹھارہ چاند اب تک معلوم ہو سکے ہیں۔

زحل

سورج سے فاصلہ کے اعتبار سے چھٹا سیارہ ہے، سورج سے فاصلہ کم از کم ایک ارب ۳۴ کروڑ ۶۶ لاکھ کلومیٹر ہے۔

حجم: زمین کے حجم سے ۸۸۰ گنا زیادہ ہے۔

یورنیس

سورج سے فاصلے کے اعتبار سے ساتواں سیارہ ہے۔

سورج سے فاصلہ: اس کا سورج سے فاصلہ تقریباً ۱۷۸ کروڑ میل ہے۔

نیپچون

یہ سورج سے فاصلہ کے اعتبار سے آٹھواں سیارہ ہے۔

سورج سے فاصلہ: اس کا سورج سے فاصلہ ۲۸۰ کروڑ میل ہے۔

پلوٹو

سورج سے فاصلہ کے اعتبار سے نواں سیارہ ہے، اور نظام شمسی کا آخری سیارہ ہے۔

سورج سے فاصلہ: ۳۶۷ کروڑ میل ہے۔

سیارچے/شہابِ ثاقب

فضا میں کچھ اجرامِ سماوی ایسے ہیں جو فضا میں گھوم رہے ہیں، ان کو سیارہ نہیں کہا جاتا کیونکہ ان کی اتنی جسامت نہیں ہوتی، اور نہ ہی کسی سیارے کے گرد چکر لگا رہے ہوتے ہیں کہ ان کو چاند کہا جا سکے، ان میں بعض سیارے 1,000 کلومیٹر قطر کے ہوتے ہیں جبکہ کچھ ریت کے ذرات کے برابر بھی ہوتے ہیں، ان میں سے کوئی زمین کی کشش کی زد میں آ کر زمین کی طرف بڑھتا ہے تو زمین کی فضا کی رگڑ سے حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور

Marfat.com

وہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے اس کی روشنی ہمیں نظر آتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ستارہ ٹوٹا، یہ وہی شہاب ثاقب ہوتا ہے۔

چاند

جو جرم سورج کے گرد گھومتا ہے اسے سیارہ کہتے ہیں، جیسے زمین، مریخ اور مشتری وغیرہ، اور جو جرمِ سماوی کسی سیارے کے گرد گھومتا ہے اسے اس سیارے کا چاند کہتے ہیں، نظام شمسی میں ۱۶۵ تک چاند معلوم ہو سکے ہیں، ہماری زمین کے گرد صرف ایک چاند چکر کاٹتا ہے، اس کو زمین کا چاند کہا جاتا ہے۔

زمین سے اوسط فاصلہ 2,37,058 میل ہے۔

قطر: 2,160 میل (زمین کے قطر سے 3.66 گنا کم ہے)۔

گولائی/کرویت: خط استواء پر 10,927 ہے۔

حجم: زمین کے حجم کا 1/49۔ یعنی زمین حجم کے اعتبار سے چاند سے ۴۹ گنا بڑی ہے، اس کو اس طرح بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ ۴۹ چاند مل کر زمین کے برابر ہوں گے۔

کشش ثقل/جاذبیت: زمین کی کشش ثقل کا تقریباً 1/6 ہے، لہٰذا جس چیز کا وزن زمین پر چھ کلو ہوگا وہ چاند پر صرف ایک کلو کے برابر ہوگی۔

کثافت: پانی کی بنسبت 3.3 گنا گاڑھا ہے۔

درجہ حرارت: سورج کے سامنے والا حصہ ۱۲۷ سینٹی گریڈ تک گرم ہو جاتا ہے، جبکہ سورج کی مخالف سمت میں ۱۷۳ تک سردی ہوتی ہے۔

چاند کی حرکات

چاند کی تین حرکتیں ہیں:

۱۔ زمین کے گرد گردش: اوسطاً ۲۷ دن ۷ گھنٹے ۴۳ منٹ میں پوری کرتا ہے۔ چاند پر تقریباً دو ہفتے کا دن اور دو ہفتے کی رات ہوتی ہے۔

۲۔ محوری گردش: محوری گردش بھی زمین کے گرد گردش کی مدت میں پوری کرتا ہے۔

Marfat.com

۳۔ زمین کے ساتھ گردش: زمین سالانہ گردش میں جہاں اور جس رفتار کے ساتھ جارہی ہوتی ہے چانداس کے ساتھ جارہا ہوتا ہے۔

مدوجزر: سورج اور چاند کی مقناطیسی کشش کی وجہ سے دونوں جہاں سے گزرتے ہیں پانی کو اپنی طرف کھینچتے ہیں، اس کے نتیجہ میں پانی میں آنے والے اُتار چڑھاؤ کو مدوجزر کہا جاتا ہے۔

ا۔ **مدوجزر اکبر:** جب سورج اور چاند زمین کے ایک طرف جاتے ہیں، دونوں کی کشش کے نتیجہ میں پانی کی کشش زیادہ ہوجاتی ہے اور سمندر کا پانی چھے سے آٹھ فٹ اُونچا ہوجاتا ہے، اس کو مدوجزر اکبر کہتے ہیں، جیسے کہ چودہویں تاریخ کی رات۔

مدوجزر اصغر: جن دنوں میں سورج ایک طرف اور چاند کنارے پر ہوتا ہے یعنی قمری ساتویں اور اکیسویں تاریخ، ان دنوں میں چاند کی تنہا کشش سے پانی پر اتنا اثر نہیں پڑتا، اس کو مدوجزر اصغر کہتے ہیں۔

اجتماع شمس وقمر: جب زمین، چاند اور سورج تینوں ایک سیدھ میں آجائیں تو اسے اجتماعِ شمس وقمر، نیومون اور محاق کا وقت کہتے ہیں۔

کہکشاں

جس طرح ہمارا نظام شمسی ایک سورج، نو سیاروں، ستاروں اور کئی چاندوں پر مشتمل ہے اور ایک نظام کے تحت حرکت کررہا ہے، جس کو کہکشاں کہتے ہیں، اسی طرح کائنات میں بے شمار نظام ہیں، پس ستاروں کا وہ لامحدود مجموعہ جو ایک نظام کے مطابق حرکت کررہا ہو اس کو کہکشاں کہتے ہیں۔

سورج

ایک نظریہ قائم کرتا ہے پھر کبھی وہ درست ہوتا ہے اور کبھی غلط۔ فی الحال جدید تحقیقات کے مطابق اس پوری کائنات میں ۳۰۰ بلین کہکشائیں ہیں اور ہر کہکشاں میں تقریباً ۲۵۰ بلین بڑے چھوٹے ستارے ہیں، اور ہر ستارے کے ساتھ اپنا مکمل کنبہ سیاروں، سیارچوں اور چاندوں کا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

Marfat.com

سورج کا اصلی حجم

اس کا قطر آٹھ لاکھ چھیاسٹھ ہزار تین میل کے لگ بھگ ہے، یعنی اس کا قطر زمین کے قطر سے ایک سو ساڑھے نو گنا ہے، سورج کی کشش ثقل زمین کی کشش سے ۲۸ گنا زیادہ ہے، یعنی اگر کسی چیز کا وزن زمین پر ایک من ہو تو اس کا وزن سورج پر ۲۸ من ہوگا، سورج کا حجم زمین کے حجم کا ۱۳ لاکھ گنا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۱۳ لاکھ زمینیں سورج کے اندر سما سکتی ہیں۔

سورج کا حجم اگرچہ زمین سے ۱۳ لاکھ گنا ہے، لیکن سورج گیسوں کا مجموعہ ہے اس لئے اس کا وزن زمین سے صرف تین لاکھ ۲۳ ہزار گنا ہے، سورج کا وزن اتنا کم اسلئے ہے کہ سورج کی کثافت زمین کی کثافت کا ایک چوتھائی ہے، جس چیز کی کثافت کم ہوتی ہے اس کا وزن بھی کم ہوتا ہے، اس لئے سورج کا وزن بہت کم ہے۔

سورج ہماری زمین سے ۹ کروڑ ۲۹ لاکھ ۵۶ ہزار ۲ سو میل دور ہے، اتنے فاصلے کو اسٹرونامیکل یونٹ کہتے ہیں جس کو ''اے یو'' سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، سورج کی روشنی ہم تک آٹھ منٹ چوبیس سیکنڈ میں پہنچتی ہے، سورج ہمارے لئے توانائی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، ہواؤں کا چلنا، ڈیموں کی بجلی کی پیداوار، کوئلوں کا توانائی کے لئے استعمال ہونا، اسی طرح تیل اور گیس ہر ایک چیز سورج کی بدولت ہے، شمسی توانائی تو ہے ہی سورج کی وجہ سے، سورج کی کُل توانائی کے ایک کھرب حصے کئے جائیں تو ان میں سے ایک یا دو حصے ہم تک پہنچتے ہیں، وہ بھی ہم مکمل استعمال نہیں کر سکتے، بسا اوقات سورج کی سطح سے توانائی کا اخراج اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ اس کا درجہ حرارت ۱۸ کھرب فارن ہائیٹ تک پہنچ جاتا ہے، کبھی کبھی توانائی کے اخراج کے ایسے طوفان چلتے ہیں جس سے سورج کی سطح سے لاکھوں میل تک شعلے بلند ہوتے ہیں، سائنسدانوں نے ۱۹۴۷ء میں ایک ایسے ہی شعلے کی تصویر لی ہے جو پانچ لاکھ میل فی گھنٹے کی رفتار سے آدھے گھنٹے میں اڑھائی لاکھ میل تک بلند ہوا تھا۔

Marfat.com

زمین

اب یہ بات تو کسی پر مخفی نہیں رہی کہ زمین گول ہے اور یہ سورج کے گرد چکر لگا رہی ہے، اور خود اپنے محور کے گرد بھی گھوم رہی ہے، حضرت مفتی تقی صاحب نے اس بارے میں اپنے ذاتی سفرنامے میں تحریر کیا ہے:

''میں نے مسلسل مغرب کی جانب سفر کیا اور بالآخر کراچی پہنچ گیا، زمین کا 29.2 فیصد حصہ خشکی اور 70.8 فیصد حصہ پانی پر مشتمل ہے''۔

زمین کا رداس خط استواء پر ۶۳۷۸ کلومیٹر اور قطبین پر ۶۳۵۷ کلومیٹر ہے، گویا کہ زمین قطبین پر پچکی ہوئی ہے، اس لئے اس کو مکمل کرہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ کرہ بیضہ نما ہے۔ اس کی بیضویت معلوم کرنے کے لئے اس کے قطبی قطر اور استوائی قطر پر تقسیم کرنا پڑے گا، اس سے معلوم ہوا کہ اس کی بیضویت 1/297 ہے، اس سے پتہ چلا کہ اس میں بیضویت برائے نام ہے کیونکہ اس سے زیادہ بیضویت تو ان گیندوں میں ہوتی ہے جن کو ہم کرے سمجھتے ہیں، ۵۱ کے ساتھ دائیں جانب ۱۹ صفر لگائے جائیں تو اتنے مربع سینٹی میٹر اس کی کل سطح ہے یا دوسرے لفظوں میں زمین کی سطح ۵ ہزار ایک سو کھرب مربع میٹر ہے، اس کا حجم دس ارب اسی کروڑ کھرب مکعب میٹر ہے، اس کا وزن ۵۹۸ کھرب کلوگرام ہے۔

سورج کے گرد زمین اوسطاً 29.8 کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے چکر کاٹ رہی ہے اور زمین کی کشش ثقل سے نکلنے کے لئے کم از کم 11.2 کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار حاصل کرنا ضروری ہے، زمین اپنے محور کے گرد تقریباً ۲۳ گھنٹے اور ۵۶ سیکنڈ میں چکر پورا کرتی ہے۔

زمین کے گرد کئی سو کلومیٹر ہوا کا غلاف ہے، اسکے دو حصے ہیں اس کا پہلا حصہ کثیف ہوا پر مشتمل ہے، اس کی حد تقریباً ۸۰ کلومیٹر تک ہے، اس میں ہوا کی کثافت زیادہ ہوتی ہے، اس میں طوفان بادوباران پیدا ہوتے ہیں اور اسی میں شب وروز، نور وظلمت کا ظہور ہوتا ہے، آسمان کی نیلگونی، سرخی، قوس قزح وغیرہ بھی اسی کی

Marfat.com

بدولت ہیں اور اسکے بعد اس کا دوسرا حصہ شروع ہوجاتا ہے، اس میں ہوا کی کثافت لطیف ہوتی جاتی ہے، بعض سائنسدانوں کی رائے میں ہوا کا خول ۳۲۰ اور ۴۸۰ کلومیٹر کے درمیان ہے مگر زیادہ تر ماہرین تقریباً نوسو کلو میٹر تک ہوا کی موجودگی کے قائل ہیں، یہ اور بات ہے کہ ۴۰ کلومیٹر کی بلندی پر ہوا کا احساس ختم ہوجاتا ہے۔

اسی غلاف ہوائی کی بدولت ہم کئی قسم کی بلاؤں سے محفوظ ہیں اور ہماری زندگی کے لئے ہوا کی موجودگی سب سے زیادہ ضروری ہے، ہوا کے بغیر انسان کے لئے عام طور پر چند منٹ بھی زندہ رہنا ممکن نہیں، اس ہوا میں تقریباً ۷۸ فیصد نائٹروجن اور ۲۱ فیصد آکسیجن ہوتی ہے اور ایک فیصد دوسری گیسیں وغیرہ ہوتی ہیں، آکسیجن ہمارے لئے ایندھن ہے لیکن ایک خاص حد سے زیادہ نا قابل برداشت ہوجاتی ہے، قدرت نے اس کا توازن برقرار رکھنے کے لئے نائٹروجن کا بندوبست کیا

حرکات الارض

زمین کی دو حرکات تو زبان زد عام ہیں یعنی یہ سورج کے گرد 365.24 دنوں میں ایک چکر پورا کرتی ہے اور تقریباً ۲۴ گھنٹوں میں اپنے محور کے گرد گھوم جاتی ہے، پہلی گردش سے سال اور دوسرے سے رات و دن کا ظہور ہوتا ہے لیکن زمین کی تین حرکتیں اور بھی ہیں جن کا صرف ماہرین فن کو ہی پتہ ہے، فن فلکیات میں تفصیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ باہرہ کی نشانیاں

جس زمین میں ہم رہتے ہیں وہ ایک عام آدمی کے جسم کے مقابلے میں تیس ارب کھرب گنا بڑی ہے، جبکہ ہمارا سورج ہماری زمین سے دس لاکھ گنا بڑا ہے، اس کے مقابلے میں ایٹا کورینائن نامی مشہور ستارا ہمارے سورج سے بھی پچاس لاکھ گنا بڑا ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد ''بیٹل جیوس'' نامی ستارے کا نمبر آتا ہے، جو ہمارے سورج سے تیس کروڑ گنا بڑا ہے۔

اور پھر ''وی وائے کینس میجوریس'' نامی ستارے کی بڑائی کا تو کیا ہی کہنا؟ یہ ستارا ہمارے سورج سے ایک ارب گنا بڑا ہے۔

جس کہکشاں میں ہم رہتے ہیں اس کا نام ''ملکی وے'' ہے اور ہماری صرف اس ایک کہکشاں میں ہمارے سورج جیسے تین سو ارب سے زائد سورج موجود ہیں اور یہ کہکشاں اتنی بڑی ہے کہ اگر ہم کسی ایسی چیز میں سوار ہوں جو ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتی ہو، یعنی ایک سیکنڈ میں زمین کے گرد سات چکر لگانے والا ہو، تو اس کو بھی ہماری کہکشاں کو پار کرتے کرتے ایک لاکھ سال لگ جائیں گے۔

اس سے بھی ہم اپنی کہکشاں کے بڑے پن کا اندازہ نہیں لگا سکتے لہٰذا ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ ہماری اس کہکشاں سے بڑی کہکشائیں اور بھی ہیں، ہماری کہکشاں کی پڑوسی کہکشاں جس کا نام ''انڈرومیڈا'' ہے، وہ ہماری کہکشاں سے دوگنی ہے، یعنی دو لاکھ نوری سال وسیع و عریض ہے، لیکن یہ بھی چھوٹی ہے ''ایم ایٹی وَن'' نامی کہکشاں، ہماری کہکشاں سے ساٹھ گنا بڑی ہے، جبکہ ''آئی سی وَن ڈبل زیرو'' نامی کہکشاں، ہماری کہکشاں سے چھ سو گنا بڑی ہے۔

اَب ہمیں کچھ سمجھ میں آرہا ہوگا کہ اللہ اکبر کا کیا مطلب ہے؟ مگر ابھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا جیسے ستاروں سے کہکشائیں بنتی ہیں اسی طرح کہکشاؤں سے کلسٹر بنتے ہیں، اور جس کلسٹر میں ہماری کہکشاں واقع ہے اس کا نام ''ورگو کلسٹر'' ہے، اور صرف اس ایک کلسٹر میں سینتالیس (۴۷) ہزار کہکشائیں ہیں۔

اور معاملہ ابھی یہی ختم نہیں ہوا پھر کلسٹرز بھی آپس میں مل کر سُپر کلسٹر بناتے ہیں، اور جس سُپر کلسٹر میں ہم رہتے ہیں اس کا نام لوکل سُپر کلسٹر ہے اور اس سُپر کلسٹر میں سو (۱۰۰) کے قریب کلسٹر ہیں، اور اس سُپر کلسٹر جیسے کم و بیش ایک کروڑ سُپر کلسٹر ہماری کائنات میں موجود ہیں جو ایک عظیم جال میں معمولی نقطوں کی مانند نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

اللآلی المنثورہ

بابل کے معلق باغات

(دنیا کے سات عجائبات میں سے ایک)

بابل دریائے فرات کے کنارے پر آباد عراق کا قدیم ترین شہر جو اپنے تمدن اور تہذیب کے لئے بہت مشہور تھا اور مدت تک کلدانیوں، حمیریوں اور اشوریوں کا دارالحکومت رہا، بابل موجودہ شہر بغداد سے ۷۰ میل جنوب کی طرف واقع تھا۔

شاہ بخت نصر جو بابل کا حکمران تھا غالباً ۶۳۰ قبل مسیح میں پیدا ہوا، اس کا شمار بابلی یا کلدانی عہد کے عظیم ترین بادشاہوں میں ہوتا ہے، ۷ ستمبر ۶۰۵ قبل مسیح کو وہ بخت نصر ثانی کے لقب سے تخت نشین ہوا اور ۵۶۱ قبل مسیح تک حکمران رہا۔

بخت نصر کی چہیتی ملکہ امیتس یا آمیتہ ایران کے بادشاہ کیا کسارا کی بیٹی تھی، یہ ہمدان کی رہنے والی تھی اور اس کا عہد طفولیت عالم شباب تک ایک کوہستانی مرغزار میں گزرا تھا، ہمدان پہاڑوں کے دامن میں واقع تھا، اس لئے آمیتہ کو پہاڑی مناظر سے قدرتی مناسبت اور دلچسپی تھی، وہ بابل کے سطح مرتفع سے تنگ آ گئی تھی، اسی لئے اس نے بخت نصر سے بابل کے چٹیل میدان میں پہاڑ اور اس پر باغات کی فرمائش کر ڈالی، چنانچہ بخت نصر نے اپنی ملکہ کے لئے معلق باغات اپنی نگرانی میں تیار کرائے۔

بابل کے معلق باغات بخت نصر نے دریائے فرات کے قریب بنوائے، یہ باغات نشیب سے فراز تک جاتے تھے، ان باغات کی تعمیر کی داستان بے حد طویل اور دلچسپ ہے، مصنوعی پہاڑ کھڑا کرنے کی ترکیب یہ کی گئی کہ محرابوں پر محرابیں تعمیر کی گئیں، ہر محراب نیچے والی محراب سے چوڑائی میں چھوٹی تھی یا یوں کہا جائے کہ یہ چار

Marfat.com

منزلہ عمارت تھی، ہر منزل میں باہر کو نکلے ہوئے چبوترے تھے، یوں محرابوں کا ایک مصنوعی پہاڑ کھڑا کر دیا گیا جو ہر محراب پر ڈالی جانے والی چھت کے باعث بنا، ان کے اطراف ۲۰ فٹ چوڑائی کی چاردیواری بنائی گئی تھی، سب سے اوپری چھت، زمین سے ۳۵۰ فٹ اونچی ۴۰۰ فٹ لمبی تھی۔

اس باغ کی جو مرحلہ وار درجہ بندی کی گئی تھی ان میں ایسے سانچے تعمیر کئے گئے تھے جو اتنے مستحکم تھے کہ ان میں نہ صرف خوشبودار جھاڑیاں بلکہ پھلدار درخت بھی لگائے گئے تھے، جنہیں ایشیا کے کونے کونے سے بابل لایا گیا تھا، ان کی آبیاری کے لئے دریائے دجلہ وفرات سے پانی اوپر تک پہنچایا جاتا تھا، دور سے دیکھنے پر ایسا لگتا تھا جیسے یہ باغ ہوا میں لٹکے ہوئے ہیں، سب سے اوپری چھت پر ایک بہت بڑا تالاب بنایا گیا جس میں نلوں کے ذریعے دریائے فرات کا پانی بھرا جاتا تھا، پمپ دن رات چلتے تھے جو زمین سے پانی اتنی بلندی تک پہنچاتے تھے، اس تالاب سے پانی کے چشمے بہتے تھے اور فوارے چھوٹتے تھے، باغ انہیں چشموں سے سیراب ہوتے تھے، ان باغوں کے اونچے اونچے درخت ہوا کے جھونکوں سے ہلتے تو معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ کا پہاڑ ہل رہا ہے، انسائیکلوپیڈیا آف ڈیٹس کے مطابق یہ باغات ۵۸۰ ق م میں تعمیر ہوئے، یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ باغ کسی زلزلے سے تباہ ہوئے یا حملہ آوروں نے انہیں تہس نہس کر دیا۔

صحرائے اعظم

(دنیا کا سب سے بڑا ریگستان)

قدرت نے کائنات کے بعض خطوں میں کچھ ایسے سربستہ راز پوشیدہ کر رکھے ہیں جو انسانی نظر سے باہر ہیں وہ اپنی تمام تر ترقی کے باوجود ان سے بے خبر رہا ہے، ان میں ایک صحارا کا لق ودق ریگستان ہے، دنیا کے اس سب سے بڑے صحرا کا زیادہ تر حصہ شمالی افریقہ کے علاقوں پر مشتمل ہے جو تقریباً ۵۱۴۹ کلومیٹر ہے، یہ علاقہ مصر سے سوڈان تک جبکہ مغرب میں ماریطانیہ اور سپین کی سرحدوں تک چلا جاتا ہے، درمیان میں کئی اور ممالک آتے ہیں جیسے الجزائر، چاڈو، نائیجیریا وغیرہ۔

Marfat.com

صحرائے صحارا کا رقبہ ۸۶ لاکھ مربع کلومیٹر (۳۳ لاکھ ۲۰ ہزار مربع میل) ہے۔اس کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کا رقبہ پورے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے برابر ہے، ایک طرف اس کی سرحد بحیرہ روم سے ملتی ہے، شمال میں یہ صحرا اطلس کی پہاڑوں تک پھیلا ہوا ہے، مغرب میں اس کی سرحد بحر الکاہل تک ہے اور مشرق میں یہ بحیرہ احمر تک جاتا ہے، صحرائے صحارا کی سرحدی پٹی ۳۲۰۰ میل (5150 کلومیٹر) لمبی ہے، شمال اور جنوب میں اس صحرا کی کوئی واضح سرحدی لائن نہیں ہے، جنوب میں صحارا اور سوانا کے سرسبز میدان کے درمیان سوڈان کا وہ علاقہ ہے جو ''ساحل'' کہلاتا ہے۔

اس بے آب و گیاہ بنجر زمین پر نہ صرف خشک پہاڑ ہیں بلکہ اس کی نہری ریت پر موجود چند نخلستان یوں نظر آتے ہیں جیسے زیورات پر سبز پتھر جڑے ہوں، صحرائے صحارا مختلف ہموار میدانوں پر مشتمل ہے جو سطح سمندر سے ۵۹۰ سے ۱۱۸۱ فٹ تک بلند ہیں، اس ریگستان میں ایسے میدان اور نشیب بھی ہیں جو سطح سمندر سے بہت نیچے ہیں، سب سے بڑا نشیبی میدان ''قطارا'' ہے جو سطح سمندر سے ۴۳۶ فٹ نیچے ہے، مجموعی طور پر صحارا باقی براعظم افریقہ سے نشیب میں واقع ہے۔

اس ریگستان میں پہاڑوں کے دو سلسلے ہیں، ایک ۱۱۲۰۴ فٹ بلند اور دوسرا ۹۸۵۲ فٹ بلند ہے، صحارا عربی لفظ ''صحرا'' کی جمع ہے جس کے معنی ریگستان کے ہیں لیکن اس صحرا کے مختلف حصوں کے اپنے علیحدہ علیحدہ نام ہیں، مثلاً جنوب مغربی الجزائر اور شمال مشرقی مالی میں یہ ''تینیز رنٹ'' کہلاتا ہے، صحارا کا مشرقی حصہ ''تیزی'' یعنی خوفناک میدان کہلاتا ہے، یہ صحرا افریقہ کے دس ملکوں میں منقسم ہے، شمال میں مراکش، الجزائر، تیونس، لیبیا اور مصر ہیں، جنوب میں ماریطانیہ، مالی، نائجیر، چاڈ اور سوڈان ہیں، اس صحرا کا ایک گیارہواں علاقہ بھی ہے جس کے بارے میں ماریطانیہ اور مراکش میں تنازعہ ہے، یہ علاقہ ''مغربی صحارا'' ہے۔

صحارا میں سب سے گرم مہینے جولائی اور اگست کے ہوتے ہیں جبکہ جنوبی حصے میں مئی اور جون سب سے زیادہ گرم ہوتے ہیں، ایک طرف دن کے وقت موسم اتنا گرم ہوتا ہے تو دوسری طرف راتیں انتہائی ٹھنڈی ہوتی

Marfat.com

ہیں، رات کو درجہ حرارت غیر معمولی طور پر گر جاتا ہے اور شمال کے بلند علاقوں میں کہرا اور برف تک جم جاتی ہے، تیز دھوپ کے علاوہ صحارا کے موسم کی ایک اہم خصوصیت وہ تیز ہوا ہے جو روز چلتی ہے اور اپنے ساتھ ریت اور مٹی لے کر آتی ہے، اس ریگستان میں ایسے مقامات بھی ہیں جو سال میں ۷۰ دن تک طوفان کی زد میں رہتے ہیں۔

صحارا میں سب سے زیادہ درجہ حرارت کیبیلی کے علاقے میں ہوتا ہے جو عام طور پر ۵۵ ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔

صحارا بالکل چٹیل بھی نہیں ہے اس میں کہیں کہیں پودے بھی اُگتے ہیں، ایسے پودے جو صحرا میں پرورش پا سکتے ہیں اور جنہیں زیادہ پانی کی ضرورت نہیں ہوتی، صحارا کے شمالی علاقے میں کھجور کے درخت ہوتے ہیں جبکہ جنوبی حصہ میں کیکر اور مختلف قسم کی جھاڑیاں پائی جاتی ہیں، یہاں عام طور پر ایسے کیڑے ہوتے ہیں جو زمین کھود کر اپنا گھر بناتے ہیں اس کے علاوہ بڑے جانوروں میں ایک خاص قسم کا کینگرو اور ہرن بھی پائے جاتے ہیں۔

بے آب وگیاہ اس صحرا میں یوں تو زندگی کا تصور خام خیالی محسوس ہوتا ہے لیکن یہاں صدیوں سے خانہ بدوش آباد ہیں، یہاں چار قسم کے لوگ آباد ہیں، ان میں زیادہ تر ''بربر'' نسل سے تعلق رکھتے ہیں، شمالی علاقہ میں عرب بربروں کی تعداد زیادہ ہے، مغرب میں مور نسل کے افراد رہتے ہیں، جنوبی وسطی پہاڑیوں کے نزدیک تورگ آباد ہیں، جبکہ تبتی پہاڑیوں اور جنوبی صحارا میں ٹیڈا کی تعداد زیادہ ہے، ان لوگوں نے یہاں کے موسم اور حالات سے سمجھوتہ کر رکھا ہے۔

زمانہ قدیم میں صحارا کے رہنے والے اونٹ، بھیڑ بکریاں پالتے اور ان سے ہی اپنی گزر بسر کیا کرتے تھے، طاقتور قبیلے ہی صحرا پر حکمرانی کرتے، نخلستانوں کا تمام انتظام اپنے ہاتھ میں رکھتے اور صحرا سے گزرنے والے قافلوں سے تمام کاروبار کرتے، خاص طور پر ''تورگ'' اپنی بہادری، شجاعت اور جنگجویانہ خوبیوں کی وجہ سے

Marfat.com

مشہور تھے، صدیوں تک صحارا کا راستہ ہی ایسا ذریعہ تھا جس سے گزر کر افریقہ کے باشندے افریقہ کی شمالی بندرگاہوں تک پہنچتے اور اپنے ساتھ سونا، ہاتھی دانت اور نمک لاتے اور اس کی تجارت کرتے تھے۔

دریائے نیل

(دنیا کا سب سے بڑا اور لمبا دریا)

دریائے نیل دنیا کا سب سے بڑا دریا ہے، اس دریا کا منبع برونڈی میں دریائے کا گیرا کی شاخ ''لوی رونزو'' ہے، یہ دریا مشرقی وسطی افریقہ کے آخری سرے پر بحیرہ روم سے نکلتا ہوا شمال کی جانب ۶۶۷۱ کلومیٹر (۴۱۴۵ میل) تک بہتا ہے، یہ جنوب مغرب کی طرف بہتا ہوا جھیل وکٹوریہ میں جا شامل ہوتا ہے اور آخر کار بحیرہ روم میں جا گرتا ہے، یہ ۱۱ لاکھ مربع میل رقبے کو سیراب کرتا ہے۔

دریائے کا گیرا برونڈی کی پہاڑیوں سے بہتا ہوا روانڈا اور تنزانیہ کو عبور کرتا ہے اور پھر وسیع و گہری جھیل وکٹوریہ میں گر جاتا ہے اور اس جگہ سے دریائے نیل صحیح معنوں میں برآمد ہوتا ہے۔

یوگنڈا کا شہر ''جنجہ'' وہ مقام ہے جہاں دریائے نیل جھیل وکٹوریہ سے نکلتا ہے، اس جگہ دریا ۴۰۰ میٹر (۱۳۱۲ فٹ) چوڑا ہے۔

جھیل وکٹوریہ کے بعد دریائے نیل کی گزرگاہ کا اکثر حصہ پہاڑی ہے اس لئے جھیل موبوتو تک پہنچتے پہنچتے راستے میں کئی آبشاریں بن جاتی ہیں، جھیل موبوتو کے بعد کی گزرگاہ میدانی ہے۔

یہاں دریا پھیل جاتا ہے اور کئی جھیلیں بناتا ہے، جھیل نو کے قریب یہ بحر الغزل سے مل جاتا ہے اور یہاں سے لے کر سوڈان کے دارالحکومت خرطوم تک اسے ''سفید نیل'' (نیل الابیض) کے نام سے پکارتے ہیں۔

خرطوم کے مقام پر سفید نیل ایتھوپیا کے جنوب مشرقی پہاڑوں سے آنے والے معاون دریا نیلا نیل (نیل ازرق) میں ملتا ہے جو شمال مغربی ایتھوپیا کی جھیل تانا کی طرف بڑھتا ہے اور یہاں پر دریائے نیل ۵۹۰۵ فٹ کی بلندی پر ۱۳۶۸ کلومیٹر (۸۵۰ میل) تک بہتا ہے۔

Marfat.com

خرطوم سے ۲۰۰ میل شمال سے کالا نیل (نیل اسود) بھی اس سے آملتا ہے، وادی حیفہ سے یہ دریا مصر میں داخل ہوتا ہے، یہ دونوں دریا مل کر دریائے نیل کی طغیانی کا باعث بنتے ہیں۔

دریائے اتبارا (کالا نیل) میں شامل ہونے کے بعد دریائے نیل نیوبن کے ریگستان میں ۲۷۰۰ کلومیٹر (۱۶۷۸ میل) تک بہتا ہے اور مصر کی سرحد تک پہنچتے ہوئے انگریزی کے حرف (S) کی شکل کا ایک خم بناتا ہے۔

جنوبی مصر میں خرطوم سے اسوان تک دریائے نیل کا پاٹ تنگ ہو جاتا ہے۔نیل میں تقریباً ایک ہزار میل تک جہاز رانی ہو سکتی ہے، نیل کا ڈیلٹا تقریباً ایک سو میل چوڑا ہے جو بہت زرخیز ہے، مصر اور ملحقہ علاقوں کی پیداوار اور خوشحالی کا دارومدار نیل پر ہے۔

روس کی مدد سے مصر نے اسوان ڈیم تعمیر کیا، یہ ڈیم ۱۱۱ میٹر (۳۶۴ فٹ) اونچا اور دو میل چوڑا ہے، اس کے پیچھے مشہور جھیل ناصر ہے جو انسانی ہاتھوں سے بنائی گئی دنیا کی سب سے لمبی جھیل ہے۔

اسوان کے بعد یہ دریا وادی نیل تک پہنچتا ہے جہاں اس کے وہ میدان جو طغیانی کی مٹی سے زرخیز ہیں واقع ہیں، یہ میدان ۸ سے ۱۰ میل تک چوڑے ہیں، مصر سے آگے دریائے نیل ایک مثلث نما نشیبی میدان میں داخل ہوتا ہے اور یہیں پر نیل کا ڈیلٹا بنتا ہے، زمانہ قدیم میں نیل کے ڈیلٹا کی سات شاخیں تھیں اور اب اس کی دو بڑی شاخیں ہیں، مغربی شاخ ارویسٹا جبکہ مشرقی شاخ ڈامیٹا کہلاتی ہے۔

زمانہ قدیم میں لوگ سوال کرتے تھے کہ نیل کا منبع کہاں ہے؟ اس کے بارے میں بڑی پر اسرار کہانیاں مشہور تھیں، دوسری صدی عیسوی میں لوگوں کا خیال تھا کہ یہ دو جڑواں جھیلیں ہیں جو چاند کی پہاڑیوں سے نکل کر آتی ہیں، آخر ۱۹ ویں صدی میں اس حقیقت کو تلاش کر لیا گیا۔

جان ہینگ اسپاک نے ۱۸۵۸ء میں جھیل وکٹوریہ دریافت کی اور ۱۸۶۱ء میں اُسے نیل کی مناسبت سے شناخت کیا، سیموئیل بیکر نے جھیل موبوتو دریافت کی، ہنری مورٹن سیٹنلے نے اپنے دو سفروں کے دوران جھیل ایڈورڈ اور ریوون راوی کے پہاڑ دریافت کئے۔

Marfat.com

یکم اپریل ۲۰۰۶ء کو برطانوی اور نیوزی لینڈ کے ماہرین نے دریائے نیل کا منبع تلاش کرلیا، مصر سے سفر شروع کرنے والے دونوں ممالک کے ماہرین نے ۸۰ دن کی جستجو کے بعد دریائے نیل کا منبع روانڈا میں تلاش کرلیا، تین ماہرین نے ۸۰ دن کے طویل سفر کا آغاز مصر میں اس مقام سے شروع کیا جہاں دریائے نیل سمندر میں گرتا ہے۔

یہ ماہرین مصر سے سوڈان، پھر سوڈان سے یوگنڈا اور وہاں سے جھیل وکٹوریہ کراس کرتے ہوئے تنزانیہ پہنچے۔ تاہم انہیں دریائے نیل کا منبع روانڈا میں ملا، تین کشتیوں میں سوار ان ماہرین نے ۶۰۰۷ کلومیٹر (۴۱۶۳ میل) کا فاصلہ طے کیا اور ۵ ملکوں سے گزرے اور روانڈا کے گہرے جنگلات میں دریائے نیل کا منبع تلاش کرلیا۔

بحر الکاہل

(دنیا کا سب سے بڑا سمندر)

دنیا کا سب سے عظیم سمندر بحر الکاہل تقریباً ۶ کروڑ ۴۰ لاکھ مربع میل رقبے پر پھیلا ہوا ہے، اس سمندر کی گہرائی مختلف مقامات پر مختلف ہے لیکن سب سے گہرا مقام فلپائن کے قریب ''ماریانا اسٹرینچ'' ہے، یہ بحری کھاڑی سمندر کی سطح سے 36.200 فٹ گہرائی تک اترتی چلی جاتی ہے، بحر الکاہل کی زیادہ سے زیادہ گہرائی ۳۶۲۰۰ فٹ اور اوسط ۴ / ۲۳ میل ہے، یہ شمال سے جنوب کی طرف قوس کی طرح پھیلا ہوا ہے۔

بحر الکاہل کا بیشتر حصہ بوجہ آبی سکون کے جہاز رانی کے قابل ہے اسی لئے اسے کاہل یعنی سست رو کہتے ہیں، یہ اتنا بڑا سمندر ہے کہ اگر زمین کے تمام خشکی کے علاقوں کو بھی شامل کرلیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نے زمین کے ایک تہائی حصے کو گھیر رکھا ہے اور زمین کے سمندروں میں جتنا پانی ہے آدھے سے زیادہ پانی صرف اس ایک سمندر میں ہے، اس پانی کی مقدار چھ سیکسٹلین گیلن بتائی جاتی ہے، سیکسٹیلین سمجھنے کے لئے آپ کو چھ کے ہندسے کے بعد ۲۱ صفر لگانے ہوں گے۔

Marfat.com

بحرالکاہل کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ پورا امریکہ ۱۸ مرتبہ اس سمندر میں سما سکتا ہے یا امریکہ جیسے وسیع وعریض ۱۸ ممالک اس کی حدود میں شامل ہو سکتے ہیں، اس بڑے سمندر میں کئی چھوٹے چھوٹے بحیرے (سمندر) بھی شامل ہیں جن میں بحیرہ بیرنگ، بحیرہ کورل، بحیرہ فلپائن اور خلیج الاسکا نمایاں ہیں، اس میں بے شمار جزیرے بھی ہیں جن میں بعض آتش فشانی ہیں اور بعض میں موتی پائے جاتے ہیں، اس کے دونوں ساحلوں کے ساتھ ساتھ سامن اور جھینگا مچھلی کی شکارگاہیں ہیں۔

آسٹریلیا کے قریب گرم پانی کی کمین گاہ ہے، جزائر ملایا اور میکسیکو میں نمک ملتا ہے، اس کے دو طرف براعظم ایک دوسرے سے بہت دور ہیں اس لئے زیادہ تر جہاز رانی ساحل کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے، اس کی مشہور بندرگاہیں شنگھائی، یوکوہاما، ولاڈی ووسٹک، اوساکا، سان فرانسسکو، پانامہ، گوئے کوئل، سنگاپور، ہانگ کانگ اور بٹاویا ہیں، یہ سمندر زیادہ تر ایشیا اور امریکہ کے درمیان واقع ہے۔

بحیرہ مردار

(بحرِ میّت، جہاں کوئی چیز زندہ نہیں رہ سکتی)

بحیرہ مردار دراصل مشرق وسطیٰ کی ایک بہت بڑی جھیل ہے جو ایک طرف ۴۷ میل تک اردن کے علاقے کے ساتھ چلی گئی ہے، یہ دریائے اردن کے آخری سرے پر زمین سے محصور جھیل ہے جس کے پانی نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ کچھ پانی بخارات بن کر ہوا میں تحلیل ہو جاتا ہے، یہ جھیل اردن اور اسرائیل کے درمیان سرحد قائم کرتی ہے، اس کے جنوب مغربی کنارے پر اسرائیلی حکومت قابض ہے۔

بحیرہ مردار کی لمبائی ۸۰ کلومیٹر (۵۰ میل) اور چوڑائی ۱۶ کلومیٹر (۱۰ میل) ہے۔ اس نے ۴۰۵ مربع میل کا علاقہ گھیر رکھا ہے، بحیرہ روم کی سطح سے یہ ۱۳۱۲ فٹ نیچے واقع ہے، چونکہ اس سے کوئی دریا نہیں نکلتا اس لئے اس کا پانی نہایت کڑوا ہے جس کے باعث اس میں کوئی چیز نہیں ڈوبتی، اسی بنا پر اس کا نام بحیرہ مردار (بحر

Marfat.com

الموت) پڑ گیا ہے، بعض مقامات پر اس کی گہرائی ۱۳۰۰ فٹ ہے، اس کے مشرق اور مغرب میں ڈھلوانی پہاڑ جو ۶ ہزار فٹ تک اونچے ہیں کھڑے ہیں، بحیرہ مردار اس لئے کہتے ہیں کہ زیادتی نمک کی وجہ سے اس کا پانی نہایت کڑوا ہے۔

قرون وسطیٰ کے سیاحوں کے مطابق بحیرہ مردار کے اوپر سے کوئی پرندہ اڑ کر نہیں جا سکتا کیونکہ اس کے اوپر کی ہوا زہریلی ہے لیکن یہ حقیقت نہیں ہے، اس کی آب و ہوا صحت مند اور خوشگوار ہے، اصل میں اس کے پانی میں بے شمار نمکیات ملے ہوئے ہیں، اس میں عام کھانے کے نمک کے علاوہ میگنیشیم کلورائیڈ، پوٹاشیم، کیلشیم اور میگنیشیم برومائیڈ کی آمیزش ہے، ان نمکیات کی آمیزش کی وجہ سے اس کا پانی ایک ایسا محلول بن گیا ہے جو گاڑھا بھی ہے کہ اس میں ڈوبنا ناممکن ہے۔

یہ بات بڑی حیرت انگیز اور دلچسپ ہے کہ بحیرہ مردار سمندر کے پانی سے نو گنا زیادہ نمکین ہے حالانکہ اس میں دریائے اردن اور دیگر چھوٹی نہروں سے روزانہ چار ملین ٹن تازہ پانی شامل کیا جاتا ہے لیکن یہ تازہ پانی بحیرہ مردار کے پانی میں شامل ہونے سے پہلے ہی بخارات بن کر اڑ جاتا ہے، کیونکہ بحیرہ مردار کے اوپر تیز سورج چمکتا رہتا ہے اور یہاں کا درجہ حرارت ۱۲۵ فارن ہائیٹ ہوتا ہے۔

بحیرہ مردار کے مشرق میں چونے کے پتھر کی ۴۳۹۶ فٹ لمبی بلند دیواریں کھڑی ہیں جبکہ مغرب میں جیڈ کا ۲۹۸۶ فٹ بلند میدان مرتفع ہے، جھیل کے جنوب مغربی کنارے پر نمک کے ستون ہیں، درحقیقت یہ ایک نیچا پہاڑ ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ لوط علیہ السلام کی بیوی کو ان پہاڑوں میں پتھر بنا دیا گیا تھا، بحیرہ مردار کو ''بحیرہ لوط'' بھی کہا جاتا ہے، ایک روایت کے مطابق یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم عذاب الٰہی کا شکار ہوئی تھی۔

Marfat.com

ماؤنٹ ایورسٹ

(دنیا کا سب سے بلند ترین پہاڑ)

ماؤنٹ ایورسٹ دنیا کے سب سے اونچے پہاڑ کوہ ہمالیہ کی سب سے بلند چوٹی جو سطح سمندر سے ۸۸۴۸ میٹر (۲۹۰۲۸ فٹ) بلند ہے، تبتی زبان میں ''چومولونگما'' اور نیپالی میں ''ساگر ماتا'' کہتے ہیں، تبتی اور نیپالی زبان میں ایورسٹ کو جس نام سے پکارا جاتا ہے اس کے معنی ہیں ''ہوا کی دیوی''۔ اس عظیم الشان پہاڑ کی مناسبت سے یہ بڑا شاعرانہ نام ہے لیکن اسے ایورسٹ کا نام ''سر جارج ایورسٹ'' کے اعزاز میں دیا گیا۔

ارضیات کے وقت کے پیمانے کے مطابق ایورسٹ اور دیگر دیوپیکر چوٹیاں جو ہمالیہ کے سلسلہ کوہ میں ۲۴۰۰ کلومیٹر (۱۵۰۰ میل) کے فاصلے میں پھیلی ہوئی ہیں بہت زیادہ قدیم نہیں ہیں۔

لاکھوں سال گزرنے کے ساتھ ہواؤں اور برف نے اس کی سطح میں تبدیلی کی اور پہاڑ کے موجودہ نشیب و فراز اور دیوپیکر چوٹیوں نے ایسی شکل اختیار کی جیسی آج نظر آتی ہے، کوہ ہمالیہ کے بالائی حصوں میں جو ۶۴۰۰ میٹر (۲۱۰۰ فٹ) بلند ہیں ان پر جو برف پڑتی ہے وہ سارا سال نہیں پگھلتی، پہاڑی سلسلوں کے درمیان میں پڑنے والے برف کے گالے سخت برف میں تبدیل ہو جاتے ہیں جو لڑھکتے ہوئے پہاڑ سے نیچے جاتے ہیں تو راستے میں رگڑ سے ٹوٹ کر گلیشئر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، یہ گلیشئر پہاڑ کے نزدیک وادیوں میں اپنی جگہ بناتے ہیں، یہی وہ گلیشئرز ہیں جن کی وجہ سے برصغیر پاک و ہند کے دریا سندھ، برہما پترا اور ستلج میں پانی آتا ہے۔

۱۹۵۴ء میں انڈین حکومت نے ماؤنٹ ایورسٹ کی پیمائش کرائی تو یہ ۸۸۴۸ میٹر (29.028 فٹ) تھی، لیکن غیر سرکاری ذرائع کے مطابق یہ ۸۸۸۲ میٹر (29.141 فٹ) تھی۔

دوسری جنگ عظیم (1939-45ء) کے بعد کئی ممالک کے کوہ پیماؤں نے ماؤنٹ ایورسٹ کو سر کرنے کی کوشش کی، ۱۹۵۰ء میں چین کی کوہ پیما ٹیم نے اس پہاڑ پر چڑھنے کے لئے شمالی راستہ اختیار کیا لیکن نیپالی مہم

Marfat.com

جوؤں نے یہ بات تسلیم کی کہ جنوبی راستہ زیادہ بہتر ہے، ۱۹۵۲ء میں سوئٹزرلینڈ کے کوہ پیماؤں نے جنوبی راستہ سے اس چوٹی کو سر کرنے کی دو مرتبہ کوشش کی لیکن حقیقی کامیابی برطانوی اور نیپالی کوہ پیماؤں کو ملی۔

آٹھ بڑے مظاہر

اگرچہ سائنس نہایت حیران کن اور بے حد مفید علم ہے، لیکن یہ بھی ہر چیز کی وضاحت نہیں کر سکتی، ہم آپ کے سامنے ایسے مظاہرِ قدرت بیان کر رہے ہیں جن کی توجیہ وتشریح سے فی الوقت سائنس عاجز ہے:

۱۔ ہمارا دماغ، ہمارے جسم پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟

طبی سائنس دماغ کے جسم پر اثر انداز ہونے کے طریقہ کار کو جاننا چاہتی ہے، لیکن اس حوالے سے وہ ابھی ابتدائی زینے ہی طے کر سکی ہے، مثال کے طور پر بسا اوقات ایک طبیب مریض کو اصل دوا کے بجائے کوئی ڈمی دوا دے دیتا ہے جو مرض کے مطابق نہیں ہوتی، اس دوا سے مریض کو کیسے شفا ہو جاتی ہے؟ علامات میں افاقہ کیسے ظاہر ہونے لگتا ہے؟ حالانکہ اسے اصل دوا کی بجائے کوئی اور چیز دی گئی تھی، لیکن مریض دوا کے فائدہ مند ہونے کے یقین کی بدولت بہتری محسوس کرنے لگتا ہے؟ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کے علاوہ جسم کی از خود اپنے آپ کو تندرست کرنے کی صلاحیت ایسی حیران کن چیز ہے کہ جدید سائنس ابھی تک اس کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ لگانے میں کامیاب نہیں ہوئی۔

۲۔ نفسیاتی قوتیں: نفسیاتی قوتوں کو سب سے بڑے آٹھ غیر واضح مظاہر میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ نفسیاتی قوتوں پر یقین رکھنے والے لوگ بہت بڑی تعداد میں ہیں۔

۳۔ موت سے بچ نکلنے والوں کے پُراسرار تجربات:

وہ لوگ جو زندگی میں کبھی موت کے منہ سے نکل کر اسے بہت قریب سے دیکھ کر آئے ہیں انہوں نے کچھ پُراسرار تجربات بیان کئے ہیں، مثلاً ایک سرنگ میں چلے جانا، اپنے قریب روشنیاں

Marfat.com

دیکھنا، اپنے عزیزوں رشتہ داروں کے ساتھ اپنے آپ کو اکٹھا دیکھنا، ایک گہرا احساس طمانیت، سکون کی کیفیت، یہ تجربات موت کے بعد آنے والی زندگی پر دلالت کرتے ہیں، اگرچہ ایسے تجربات واضح اور روشن ہیں، لیکن کوئی بھی ایسا تجربہ سامنے نہیں آیا جس سے مرنے کے بعد شروع ہونے والی زندگی کی پوری حقیقت سائنس دانوں کے سامنے آسکے۔

۴۔ اڑن طشتری:

اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ یو ایف او یعنی اڑن طشتریاں اور دیگر وجود جن کی حقیقت بیان نہیں کی جاسکتی، موجود ہیں۔ بہت سے لوگوں نے آسمان پر ایسے وجود دیکھے ہیں جن کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی جاسکتی، یہ چیزیں یا روشنیاں کسی خلائی مخلوق کے جہاز وغیرہ ہیں یا اور کچھ، یہ ایک الگ معاملہ ہے لیکن کائنات کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک زمین کا سفر ایک عجیب راز ہے اور سائنسی نقطہ نظر سے ایسا ہونا ممکن دکھائی نہیں دیتا (یاد رہے کہ یہ سوچ ایک مسلمان سائنس دان کی نہیں ہے) اگر محتاط تحقیق کے مطابق ان واقعات کی کچھ معلوم وجوہ بھی ہیں، لیکن چند ایسے واقعات ہمیشہ وضاحت طلب ہی رہیں گے۔

۵۔ Dejh Vu:

یہ ایک فرانسیسی اصطلاح ہے، جس کا مطلب ہے ''پہلے سے دیکھا ہوا''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک بعید گنجلک اور پُر اسرار احساس جس میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم موجودہ مخصوص حالت سے پہلے بھی گزر چکے ہیں، مثلاً ایک آدمی ایک کسی بیرون ملک میں جہاں وہ پہلی مرتبہ گیا ہے، ایک عمارت میں داخل ہوتا ہے، عمارت میں داخل ہوتے ہی وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ یہاں پہلی مرتبہ نہیں آیا بلکہ اس نے یہ ماحول پہلے بھی دیکھا ہوا ہے۔ حالانکہ وہ اس عمارت میں درحقیقت پہلی مرتبہ داخل ہوا ہے، بعض لوگ ایسے تجربات کو گزشتہ زندگی کا عکس قرار دیتے ہیں لیکن سائنس آج تک کسی گزشتہ زندگی کا کھوج نہیں لگا سکی (اور لگا

Marfat.com

بھی نہیں سکتی، کیونکہ از روئے وحی ایسا نہیں ہوا)۔

۶۔ مُردوں کی روحوں کا لوٹنا:

مُردوں کی روحوں کا لوٹنا ایک طویل عرصہ سے ہماری لوک کہانیوں کا حصہ رہا ہے، کئی لوگوں نے اجنبیوں اور اپنے پیاروں کے خیالی پیکروں کے مشاہدے کو بیان کیا ہے، اگرچہ روحوں کی ہمارے اردگرد موجودگی کا کسی کے پاس حتمی ثبوت نہیں ہے لیکن ایسے بہت سے لوگ آج بھی مل جاتے ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے روحوں کو دیکھا ہے، ان کی تصویر لی ہے یا روح سے ان کا رابطہ ہوا ہے، روحوں کے متعلق تحقیقات کرنے والے افراد کا کہنا ہے کہ وہ ایک دن اس حقیقت کو پالیں گے کہ کیا کوئی زندہ شخص، مرجانے والے کی روح سے رابطہ کرسکتا ہے یا یہ محض ایک مغالطہ ہے۔

۷۔ لوگوں کا غائب ہوجانا:

لوگ کئی وجوہ کی بناء پر غائب ہوجاتے ہیں مثلاً کسی حادثے کا شکار ہوجاتے ہیں، اغوا ہوجاتے ہیں، قتل کردیئے جاتے ہیں، ازخود مفرور ہوکر انسانوں سے دور زندگی بسر کرنے لگتے ہیں لیکن بعد میں ان سب کے متعلق عموماً دیگر لوگوں یا ان کے متعلقین کو علم ہوجاتا ہے، غائب ہونے والوں میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو کوئی نشان دیئے بغیر اچانک گم ہوگئے، گویا انہیں آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی، یہ لوگ اس طرح غائب ہوئے کہ ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کہاں گئے؟ سائنسی اور قانونی ذرائع ان کے حوالے سے کچھ کہنے سے قاصر ہیں۔

۸۔ چھٹی حِس:

زندگی میں ہمیں کبھی کبھار الہام، وجدان یا بدیہی طور پر کوئی چیز ازخود معلوم ہوجاتی ہے، چھٹی حِس کبھی کبھار غلط بھی ثابت ہوجاتی ہے لیکن اکثر اوقات یہ ہماری صحیح رہنمائی کرتی ہے، ماہرین نفسیات نے یہ معلوم کیا ہے کہ انسان غیر شعوری طور پر بھی اپنے اردگرد کے بارے میں

Marfat.com

معلومات حاصل کرتا رہتا ہے، گوکہ انسان خود بھی یہ نہیں جانتا کہ یہ معلومات ہمیں کب اور کس ذریعے سے حاصل ہوئی ہے، وجدان یا الہام کو ثابت کرنا یا ان کے متعلق جان لینا، بہت مشکل ہے اور نفسیات بھی اس بارے میں ایک ادھورے سے جواب کے علاوہ کچھ اور کہنے کی گنجائش نہیں رکھتی۔

زمین سے سورج کا فاصلہ

زمین سے سورج کا اوسط فاصلہ نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے، اس فاصلے کی روشنی کی رفتار جو ۱۸۶۰۰۰ (ایک لاکھ چھیاسی ہزار) میل فی سیکنڈ ہے، پر تقسیم کرنے سے ہمیں اس وقت کا پتہ چل جاتا ہے جو سورج سے زمین تک روشنی نے طے کرنے میں صرف کیا ہے، نو کروڑ تیس لاکھ میل کو ایک لاکھ چھیاسی ہزار پر تقسیم کرنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ سورج سے زمین تک روشنی پانچ سو سیکنڈ میں پہنچی یعنی آٹھ منٹ بیس سیکنڈ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سورج کی بلندی پر یعنی ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل پر زمین کی نسبت پانچ سو سیکنڈ وقت کی کمی ہوئی کیونکہ روشنی ۵۰۰ سیکنڈ کے بعد زمین پر پہنچی، یہ ایک تیسرا پیمانہ ہمارے پاس ہے، اب اس نسبت کی رو سے ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ جب ۵۰۰ سیکنڈ کی کمی سورج کی نو کروڑ تیس لاکھ میل بلندی پر واقع ہوئی ہے تو جب زمینی وقت ایک ہزار سال کے بجائے عرش کی بلندی پر کم ہو کر صرف ایک دن رہ جائے تو پھر زمین سے عرش تک کتنا فاصلہ بنتا ہے؟ یہ تقریباً ایک ہزار نوری سال فاصلہ بنتا ہے۔

سمندری خزانہ

پہلی جنگ عظیم کے بعد ایک جرمن سائنس دان فرٹز ہریز نے سمندری پانی سے سونا اور چاندی حاصل کرنے کے تجربات کئے، اس کے مطابق سمندر کے ایک مکعب میل پانی میں پانچ ارب ستاون کروڑ اسّی لاکھ روپے مالیت کی چاندی موجود ہوتی ہے، ایک اور قیمتی دھات میگنیشیم بھی سمندری پانی سے ہی ملتی ہے، ماہرین کے اندازے کے مطابق سمندر کے ہر مکعب میل میں گیارہ کروڑ بیس لاکھ من میگنیشیم موجود ہوتا ہے، برومین دھات

Marfat.com

کا ننانوے فیصد حصہ سمندر سے ملتا ہے، برومین سے آج کل کاروں میں استعمال ہونے والی گیسولین تیار کی جاتی ہے، آیوڈین سمندر میں ملنے والا واحد مائع کیمیا ہے جو اسفنج مونگا اور بہت سے سمندری پودوں سے دستیاب ہوتا ہے۔

سمندر نمک تو محتاج وضاحت نہیں، ایک مکعب میل سمندر میں چار ارب ساٹھ کروڑ من نمک گھلا ہوا ہے، سمندر سے آج کل پیٹرول بھی نکالا جارہا ہے جو کہ خشکی کے پٹرول سے بے حد سستا پڑتا ہے۔

میکنیز دھات سمندر میں وافر مقدار میں ہوتی ہے، سمندر کی تہہ میں یہ پتھروں کی شکل میں بکھرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ سمندر میں جگہ جگہ کنوئیں، غار اور قدرتی سرنگیں ہیں، خیال ہے کہ ان کے اندر ہیرے جواہرات اور قیمتی پتھر موجود ہیں۔

ایک غیر محتاط اندازے کے مطابق مچھلیوں کی کوئی ڈیڑھ کروڑ اقسام سمندر میں پائی جاتی ہیں، لیکن ابھی تک دنیا اپنی غذائی ضرورت کا صرف ۲ فیصد حصہ مچھلی سے پورا کرتی ہے۔

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ سمندر کے نیچے آگ ہی آگ ہے اور وہ اتنی تیز اور سخت ہے کہ زمین کی آگ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی، غور فرمائیں قرآن نے نیک روحوں کا ٹھکانہ علیین بتایا ہے، جو آسمانوں پر ہے۔

ہر رنگ اور شیڈ کے پھول بھی سمندر میں موجود ہیں، مثلاً ایسے جیسے ناگ پھنی تھوہر اور دوسرے جن کے رنگ نیلے، پیلائٹ والے سرخ وغیرہ ہیں، اسی طرح سمندر کی اتھاہ میں روشنی دیتی ہوئی نیلے رنگ کی مکڑیوں نے طلسماتی سماں پیدا کیا ہوتا ہے۔

مثلث برمودہ کے اسرار اور حیرت انگیز پہلو

گزشتہ دو سالوں میں موسمی سیارے آٹھ سو میل کی بلندی پر جب برمودا مثلث کے عین اوپر پہنچتے ہیں تو ان کے سارے آلات ایک دم ناکارہ ہوجاتے ہیں اور ٹیپ شدہ تصاویر میں سگنلز کی ترسیل بند ہوجاتی ہے، سائنس دانوں اور محققین نے کوشش کی ہے مگر سچی بات ہے کہ ایک کو بھی مطلوبہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی، جب حال یہ

Marfat.com

ہے کہ گم شدہ بحری اور ہوائی جہازوں کی تلاش میں جانے والی کوئی ایک تحقیقاتی ٹیم بھی واپس نہیں آتی اور آٹھ سو میل کی بلندی پر بھی خلائی سیاروں کے آلات برمودا مثلث کے اوپر آ کر بیکار ہو جاتے ہیں تو اس راز کو بے نقاب کرنے کا دعویٰ کون کرسکتا ہے؟ چنانچہ اس حوالے سے جتنی کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں ان میں محض اٹکل پچو سے کام لیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ، وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ''موت کے بعد انسانوں کی گنہگار یا مجرم روحیں سجین میں رکھی جاتی ہیں جبکہ نیک روحوں کو علیین میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ [1]

نبی اکرم ﷺ نے علیین کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ علیین تو آسمانوں پر ہے جبکہ سجین زمین کی گہرائیوں کے اندر ہے سجین کے لغوی معنی ہیں کھلے منہ کا تنگ، گہرا غار۔

حضور نبی اکرم ﷺ ہی کی حدیث ہے کہ جب ایک شخص مرتا ہے تو دفن ہونے تک اس کی روح وہیں موجود رہتی ہے اور اس کے لواحقین جو کچھ کر رہے ہوتے ہیں وہ آنکھ دیکھتی اور سنتی ہے لیکن کچھ بھی کرنے کے لائق نہیں ہوتی۔

کائنات کی وسعت

یہ کائنات اتنی وسیع ہے کہ اس کا تصور کرتے وقت عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے، زمین کا قطر استوائی سات ہزار نو سو ستائیس (۷۹۲۷) میل ہے، چاند اس کے گرد دو لاکھ چالیس ہزار (۲۴۰۰۰۰) میل کے فاصلے پر واقع ہے، زمین چاند سمیت آفتاب کے گرد نو کروڑ تیس لاکھ (۹۳۰۰۰۰۰۰) میل کے بُعد پر گرداں ہے، سورج کا حجم زمین کے حجم کا تیرہ (۱۳) لاکھ گنا ہے۔

نظامِ شمسی کی وسعت بقول بعض ماہرین ۱۰ ارب میل یا ۱۵ ارب میل ہے، سورج کی روشنی ہم تک ۸ منٹ ۱۸ سیکنڈ میں پہنچتی ہے، آفتاب مجموعہ سیارات سے ۷۰۰ گنا بڑا ہے، نظام شمسی کا جو ستارہ قریب تر ہے اس کی

---

[1] المطففین: ۷، ۸۔

Marfat.com

روشنی ہمیں 4½ سال میں پہنچتی ہے، ایسے ستارے بھی ہیں جن کی روشنی ۱۰۰، ۲۰۰، ۵۰۰ اور ۱۰۰۰ سال میں ہم تک رسائی حاصل کرسکتی ہے۔

ہماری کہکشاں میں ایک کھرب ستارے ہیں، ہر ایک ستارہ دوسرے ستارے سے سینکڑوں نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے، اس کہکشاں کے قطر کا طول ایک طرف تقریباً ۵۰ ہزار نوری سال اور دوسری جانب لاکھوں نوری سال ہے اندازہ کریں ہماری یہ کہکشاں کتنی وسیع ہے۔

ہماری کہکشاں سے وراء الوراء بے شمار کہکشائیں ہیں، ہر ایک کہکشاں ایک مستقل جہان ہے، امریکہ میں ماؤنٹ ولسن کی دوربین میں جس کا قطر ۱۰۰ انچ ہے، ایسی تین کروڑ کہکشاؤں کا مشاہدہ کیا گیا ہے، ہر ایک میں اربوں ستارے اور کروڑوں مستقل نظام رکھنے والے سورج ہیں۔

کائنات کے سربستہ راز کچھ ایسے ہیں کہ جن کو سائنس دان تمام تر کوششوں کے باوجود ان کے جواب تلاش نہیں کرسکے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ برمودا مثلث (ٹرائی اینگل) کا راز کیا ہے؟

۲۔ اُڑن طشتریوں کی حقیقت کیا ہے؟

۳۔ امریکی خلائی ادارے ناسا نے اپنی دوربین ''ہبل'' کے ذریعے سے کائنات کے دور دراز گوشوں کی تصاویر حالیہ برسوں میں فراہم کی ہیں، ان کی حقیقت کیا ہے؟

۴۔ بلیک ہولز دراصل کیا ہیں؟

۵۔ دنیا میں گرمی کا تناسب کیوں بڑھ رہا ہے اور گلیشئر کیوں پگھلنے لگ گئے ہیں؟

آیئے سب سے پہلے برمودا مثلث کے راز کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں اس امر کا کھلے دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ میں اوسط درجے کی صلاحیتوں کا ایک فرد ہوں اور دینی وسائنسی حوالوں سے میرا مطالعہ بہت ہی محدود ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے میں جدید ترین سائنسی معلومات بہت شوق اور توجہ سے پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں اور ان سے ایسے نتائج اخذ کرلیتا ہوں جو نادر ہیں اور ایمان میں اضافے کا

Marfat.com

موجب بن سکتے ہیں۔

امریکہ کے جنوب مشرقی ساحلوں کے قریب بحر اوقیانوس میں برمودا نامی جزائر ہیں، ان جزائر کے قریب میں ایک مثلث نما بحری علاقہ صدیوں سے پر اسرار واقعات اور حادثات کا موضوع بنا ہوا ہے، اس علاقے سے گزرنے والے بحری جہاز، کشتیاں بلکہ ہوائی جہاز بھی ٹھیک اس علاقے میں جا کر یکا یک غائب ہو جاتے ہیں اور پھر ان کا کہیں سراغ تک نہیں ملتا، ایک محتاط اندازے کے مطابق اب تک ڈیڑھ سو بحری اور ہوائی جہاز اور ہزاروں افراد کوئی سراغ یا نشان چھوڑے بغیر یہاں غائب ہو چکے ہیں۔

۷۶-۱۹۷۴ کے دو سالوں میں چھ سو سے زیادہ کشتیاں اور چھوٹے جہاز اس علاقے میں گم ہو گئے اور ان کا کوئی سراغ نہ ملا۔

مثلث برمودا عہدِ حاضر کا شاید سب سے بڑا راز ہے، امریکہ اور یورپ بھر کے سائنس دان اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اس راز کے چہرے پر پڑے ہوئے نقاب ہٹا نہیں سکے، اس علاقے میں بے حد حیرت انگیز واقعات رونما ہوتے ہیں جن کی کوئی بھی سائنسی یا عقلی توجیہ نہیں کی جا سکی، یہاں پہنچتے ہی ہوائی جہازوں کے کمپاس کی سوئیاں تیزی سے گھومنے لگتی ہیں اور جائز وسکوپ (جہاز کے توازن اور سمت کو درست رکھنے والا آلہ) ناکارہ ہو جاتے ہیں، ریڈیائی پیغامات میں خلل آ جاتا ہے اور جہازوں کے پائلٹ ایک بالکل ہی انوکھے ماحول میں گھر جاتے ہیں، چنانچہ ان کے جو آخری پیغامات کنٹرول روم میں سنائی دیتے ہیں وہ شدید ترین خوف اور گھبراہٹ کی عکاسی کرتے ہیں۔

''یہاں مکمل اندھیرا ہے، گھپ اندھیرا، جہاز بے قابو ہو رہا ہے، ہم کہاں جا رہے ہیں، یہ کیا ہو رہا ہے'' اور اس کے بعد گہری خاموشی چھا جاتی ہے، ہمیشہ کی خاموشی اور گم ہونے والے ہوائی یا بحری جہازوں کی تلاش میں جو ٹیمیں ادھر گئیں، وہ بھی کبھی لوٹ کر نہیں آئیں، نہ ان کو کوئی پتہ نشان مل سکا۔

البتہ چند جہاز جو اس فضا کی لپیٹ میں آ تو گئے لیکن دس پندرہ منٹ کے بعد انہیں رہائی مل گئی، تو حیرت انگیز

Marfat.com

طور پر ان کی گھڑیاں پیچھے رہ گئیں، اس علاقے کی پراسراریت کا یہ عالم ہے کہ دسمبر ۱۹۴۵ء میں پانچ امریکن بمبار ہوائی جہازوں کا پورا ایک فلیٹ تربیتی پرواز کے دوران یوں غائب ہو گیا کہ جیسے کبھی اس کا وجود ہی نہ تھا اور جب یہ حادثہ پیش آیا تو موسم بڑا ہی سازگار تھا اور سمندری طوفان یا جھکڑ کا کوئی وجود نہ تھا، اسی طرح برٹش ساؤتھ امریکہ ایئر لائنز کے تین جہاز اپنے تمام مسافروں سمیت غائب ہو گئے اور ان کا کوئی نشان تک نہ ملا۔

غائب ہونے والے جہازوں کے کپتانوں نے آخری پیغامات میں اپنے سامنے چمکدار بادلوں اور سفید پانیوں کا ذکر تکرار کے ساتھ کیا ہے، سب سے حیرت انگیز اور پُراسرار چیز اس علاقے میں اڑن طشتریوں کا وجود ہے جن کو اب تک ہزاروں افراد کھلی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں، ڈسک کی شکل کی یہ خلائی گاڑیاں برمودا کی فضاؤں میں عام اڑتی ہوئی نظر آتی ہیں، ان کی رفتار غیر معمولی حد تک تیز ہوتی ہے، ان میں سے کوئی آواز برآمد نہیں ہوتی اور ان کے رنگ کبھی سرخ اور کبھی نارنجی شیڈ میں تبدیل ہو جاتے ہیں، یہ یکا یک نمودار ہوتی اور کوئی شور پیدا کئے بغیر یکا یک سمندر میں غائب ہو جاتی ہے، بے شمار لوگوں نے دیکھا ہے کہ برمودا کے پانیوں میں سے ایک ''جہاز'' نکلتا ہے اور آواز پیدا کئے بغیر آسمان کی وسعتوں میں گم ہو جاتا ہے، اسی طرح یکا یک ایک جہاز فضا میں نمودار ہوتا ہے اور سمندر میں اس طرح غوطہ لگا جاتا ہے کہ نہ پانی اڑتا ہے نہ لہریں پیدا ہوتی ہیں اور نہ کوئی شور سنائی دیتا ہے۔ امریکی خلائی ادارے ناسا کے جاری کردہ اعداد وشمار کے مطابق ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۰ء تک بارہ ہزار چھ سو اٹھارہ افراد نے شہادت دی کہ انہوں نے برمودا کی فضاؤں میں پُراسرار اڑن طشتریاں اپنی آنکھوں سے دیکھیں ہیں۔

ہماری زمین کا قطر بارہ ہزار سات سو چون (۱۲۷۵۴) کلومیٹر ہے، جبکہ جیوپیٹر کا قطر ایک لاکھ بیالیس ہزار سات سو چون کلومیٹر ہے اور نظام شمسی کے مرکز یعنی سورج کا قطر چودہ لاکھ کلومیٹر ہے، یعنی زمین سے ۱۰۹ گنا بڑا ہے۔ قطر کی یہ وسعت کم نظر آنے لگتی ہے جب ہم اپنی کہکشاؤں کا قطر معلوم کرتے ہیں جو کہ ایک لاکھ کو جب ۹۵ کھرب سے ضرب دی جائے اس کے حاصل ضرب کے برابر کلومیٹر کا قطر ہماری کہکشاں کا ہے، جس کا

Marfat.com

عرض ۲۰ ہزار ۹۵ کھرب کلومیٹر ہے، اسی کہکشاں میں ہمارا نظام شمسی بھی ہے اور اس میں ایک لاکھ ملین یعنی سو، ارب ستارے پائے جاتے ہیں، ہمارا پورا نظام شمسی اس کہکشاں کے ایک کونے میں چھوٹا سا ٹکڑا نظر آتا ہے اور سائنسی تحقیق سے ایسی ایک مزید ایک سو ارب کہکشاؤں کا سراغ لگایا جاچکا ہے۔

یہ تو جسامت کے لحاظ سے کائنات کی وسعت کا اندازہ تھا، اب فاصلوں کے حوالے سے اندازہ کیجئے کہ زمین سورج سے صرف ۱۵ کروڑ کلومٹر دور ہے، جبکہ نیپچون کا سورج سے فاصلہ چار ارب ۴۹ کروڑ ۵۰ لاکھ کلومیٹر دور ہے، پلوٹو کا سورج سے فاصلہ ۵ ارب ۹۱ کروڑ کلومیٹر ہے، یہ فاصلے اس وقت بہت معمولی رہ جاتے ہیں جبکہ ملکی وے کا فاصلہ ۹۲ ہزار × ایک ہزار × ایک ارب کلومیٹر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مزید کہکشاؤں کے فاصلے جو کہ اب متعین ہورہے ہیں وہ ہندسوں یا لفظوں میں پورے نہیں لکھے جاسکتے۔

اب وقت کے حوالہ سے کائنات کی وسعت کا اندازہ لگایئے، نور یعنی روشنی ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر سے زیادہ سفر طے کرتی ہے، اس طرح ایک سال میں اس کا سفر تقریباً ۹۵ کھرب کلومیٹر ہوا، یہ فاصلہ نوری سال کا ہے، اب ۱۴ ارب کو ۹۵ کھرب سے ضرب دیں تو کہکشاں کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا فاصلہ یا وقت معلوم ہوگا۔

ایک روشنی جو ایک کہکشاں سے چلی ہے وہ ہمارے کرہ (زمین) تک کتنے وقت میں پہنچتی ہے، تازہ ترین مشاہدے میں ایسی کہکشاں بھی دیکھی گئی ہیں جن کی روشنی ہم تک دس ارب نوری سال میں پہنچتی ہے یعنی اس نے دس ارب ضرب ۹۵ کھرب کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا ہے۔

ہماری کہکشاں (جو کہ ایک سو ارب ستاروں پر مشتمل ہے) سے قریب ترین کہکشاں ۲۰ لاکھ نوری سال کی مسافت پر واقع ہے، یہ تمام کہکشائیں بڑی دوربین سے نظر آتی ہیں، ہم اپنی آنکھ سے صرف چار کہکشائیں دیکھ سکتے ہیں، ہماری کہکشاں انیس دیگر کہکشاؤں کے ساتھ مل کر ایک گروپ بناتی ہے، اس گروپ کا قطر پچیس لاکھ نوری سال ہے۔

Marfat.com

سورج صرف آگ کا کرہ ہی نہیں بلکہ قدرت نے اس کو برقی قوت کا منبع بھی بنایا ہے، اس سے جو توانائی خارج ہوتی ہے وہ فی سیکنڈ چالیس لاکھ ٹن ہوتی ہے اور وہ اس حساب سے ۲۴ گھنٹوں میں ۳ کھرب ۴۵ ارب ۶۰ کروڑ ٹن قوت خارج کرتا ہے، جو طاقت زمین کے حصے میں آئی ہے وہ دن بھر میں فی مربع میل ۴۵ لاکھ ہارس پاور ہوتی ہے، ذرا غور کیجئے کہ سورج کیا ہے؟ ایک عظیم ترین آگ کا الاؤ اور ساتھ ساتھ یہ سوچئے کہ یہ طاقت سورج کی پیدائش سے لے کر اب تک کتنے ٹن قوت خارج کر چکا ہوگا اس میں نہ کمی ہوئی اور نہ ہوگی، سورج کے خالق نے اس میں ایسا انتظام کیا ہے کہ طاقت خود بخود بنتی رہتی ہے، سورج کی سطح کی حدت ۵ ہزار ۵ سو سینٹی گریڈ ہے اور مرکزی حصے کی حدت کا اندازہ ۵ کروڑ سینٹی گریڈ کیا گیا ہے۔

زمین اور اس پر پیدا ہونے والی مخلوقات میں تناسب

زمین کی بناوٹ کے سلسلے میں حیران کن سلسلوں کا مطالعہ کیا جا چکا ہے، اس کا 23.5 ڈگری پر اپنے محور پر جھکاؤ ایک ایسے پیچیدہ اور نازک حساب کتاب کا معاملہ ہے، جسے نہ تو فزکس اور نہ فلسفے کے تخمینے اور فارمولے ہی حل کر سکتے ہیں، مثال کے طور پر اگر زمین کا جھکاؤ مثلاً ۲۵ ڈگری پر ہوتا ہے تو قطبین کے سرے چند ہی سالوں میں پگھل جاتے اور دنیا کے سمندر بہتی ہوئی برف سے اَٹ جاتے، دوسری طرف اگر یہ جھکاؤ ۲۲ ڈگری پر ہوتا تو قطب شمالی کی برف سارے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی اور زندگی کا وجود زمین کے خط استوا والے حصے میں ہی ممکن ہوسکتا، اللہ جل جلالہٗ نے اس حقیقت کو کمالِ صراحت سے بیان کر دیا ہے کہ اس نے زمین کو نپے تلے طریقہ سے بچھایا یا قائم کیا ہے، چنانچہ زمین کا محور ۲۴ گھنٹوں میں گردش کرنے سے خاص تعلق رکھتا ہے، اگر یہ اپنی گردش کو ۳۰ گھنٹوں میں پورا کرتی تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس پر اس قدر تیز و تند خطرناک ہوائیں چلتیں کہ یہ زندہ مخلوق کے لئے طوفان زدہ صحرا بن کر رہ جاتی، دوسری طرف اگر زمین اپنی گردش ۲۰ گھنٹوں میں پورا کرتی تو زمین پر اُگنے والی نباتات کی اکثریت اپنی حیاتیاتی سرگرمی پوری نہ کر پاتی اور اس طرح وہ خشک سالی کا شکار ہو کر رہ جاتی۔

Marfat.com

سورج کی بساط لپیٹے جانے کے متعلق حقائق

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ سے مقصود یہ ہے کہ وہ تاریک ہو جائے گا۔ (کُوِّرَتْ: اظلمت)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک دوسرا قول یہ بھی مروی ہے کہ سورج ناپید ہو جائے گا۔ (کُوِّرَتْ: ذھبت) [1]

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ مضمحل ہو کر ختم ہو جائے گا۔ (اضمحلت و ذھبت) [2]

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اس کی روشنی ختم ہو جائے گی۔ (ذھب ضوءھا)

سعید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سورج اندھا ہو جائے گا۔ (غورت نوھی بالفارسیة کور تکور)

ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد سورج کا خاتمہ ہے۔ (ذھابھا)

ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سورج الٹا دیا جائے گا۔ (نکست)

ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سورج نیچے ڈال دیا جائے گا۔ (القیت)

ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سورج پھینک دیا جائے گا۔ (رمی بہ) [3]

اس کے بعد علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ کلام عرب میں تکویر کے معنی کسی چیز کے ایک حصے کو اس کے دوسرے حصے سے ملانے کے ہیں، جیسے پگڑی لپیٹنا جو سر پر باندھی جاتی ہے یا جس سے کپڑوں کی گٹھڑی باندھی جاتی ہے، اسی طرح سورج کو لپیٹنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے بعض حصے کو بعض سے ملا کر لپیٹا جائے اور اسے پھینک دیا جائے اور جب یہ واقعہ ہو گا تو اس کی روشنی زائل ہو جائے گی، لہٰذا اس تاویل کی رو سے مذکورہ بالا دونوں قسم کے اقوال (سورج کی روشنی کا زائل ہونا اور اسے پھینک دیا جانا) صحیح ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ سورج کو لپیٹ کر پھینک دیا جائے گا تو اس کی روشنی زائل ہو جائے گی۔

---

[1] تفسیر طبری۔ [2] تفسیر طبری۔ [3] تفسیر طبری۔

Marfat.com

راویانِ حدیث کی صداقت

واقعہ یہ ہے کہ یہ بات صرف ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ ہی تک محدود نہیں بلکہ اس سلسلے میں حدیث اور تفسیر کی تمام کتابوں میں ''تکویر'' اور ''انفطار'' وغیرہ کے تعلق سے یہی تمام حقائق مذکور ہیں جو علمی حلقوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے بہت کافی ہیں، اور ان حقائق و معارف کے ملاحظے سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین میں تکوینیات یا سائنسی علوم کی کس قدر اہمیت ہے، جنہیں آج خود مسلمان نظر انداز کئے ہوئے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ یہ وہ علوم وحقائق ہیں جن کے ذریعے آج ساری دنیا کو اٹھایا اور بٹھایا جاسکتا ہے اور ان کی بنیاد پر ایک ایسا فکری انقلاب لایا جاسکتا ہے جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا علمبردار ہوگا اور احیائے علم اور احیائے دین کا باعث بنے گا، آج دین کی تجدید علم کی تجدید ہی پر موقوف ہے، کیونکہ موجودہ دور میں ''علم'' کو جو اہمیت حاصل ہوگئی ہے وہ سابقہ کسی بھی دور میں نہیں تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں کتاب ''بدء الخلق'' (ابتدائے تخلیق) میں جہاں پر چاند اور سورج کی بعض صفات وخصوصیات کا تذکرہ کیا ہے، وہاں پر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تکویر سے مراد سورج کی بے نوری ہے: وَقَالَ الْحَسَنُ: كُوِّرَتْ تُكَوَّرُ حَتّٰى يَذْهَبَ ضَوْؤُهَا۔

نیز علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تفسیر القرآن العظیم'' میں اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر درمنثور میں ''تکویر'' اور ''انکدار'' کی تفسیر میں تقریباً وہی تمام معانی پیش کئے ہیں جو تفسیر ابن جریر میں مذکور ہیں، مثلاً (۱) اَظْلَمَتْ ''تاریک ہوجائے گا''۔ (۲) غُوِّرَتْ یا اُغْوِرَتْ ''دھنسا دیا جائے گا''۔ (۳) رُمِیَ بِهَا ''پھینک دیا جائے گا''۔ (۴) نُكِّسَتْ ''پھیر دیا جائے گا''۔ (۵) اِضْمَحَلَّتْ ''کمزور ہو جائے گا''۔ (۶) ذَهَبَ ضَوْءُهَا ''اس کی روشنی زائل ہوجائے گی''۔ (۷) وہ اندھا ہوجائے گا۔

اور ''وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ'' کی تفسیر میں مختلف روایات کے تحت حسب ذیل اقوال منقول ہیں: (۱) تَغَيَّرَتْ ''ستارے بدل جائیں گے''۔ (۲) تَنَاثَرَتْ ''منتشر ہو جائیں گے''۔ (۳) تَسَاقَطَتْ

Marfat.com

''جھڑ پڑیں گے''۔(۴) تَسَاقَطَتْ وَتَهَافَتَتْ ''لڑکھڑا جائیں گے''۔

چنانچہ انہی تمام روایات کی بنا پر پورے ذخیرہ تفسیر میں یہی سب اقوال گردش کر رہے ہیں جو بالکل صحیح ہیں، اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لغوی اعتبار سے اسکے حسب ذیل معنی بیان کئے ہیں: (۱) تکویر کی دو صورتیں ہیں: اول یہ کہ کسی چیز کو گولائی کے طور پر لپیٹنا، جس طرح کے عمامہ لپیٹا جاتا ہے اور اس اعتبار سے لفظ طی، لف، کور اور تکویر سب ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں، اسی وجہ سے دھوبی کی گٹھڑی کو ''کارۃ'' کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ تمام کپڑوں کو ایک کپڑے میں باندھ لیتا ہے۔ (۲) دوم یہ کہ اس سے مراد گرا دینا یا ڈھا دینا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے اَلْحَائِطَ وَدَهْوَرْتُهٗ یعنی میں نے دیوار کو دھکا دے کر گرا دیا، تو اس صورت میں اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ کا مطلب ہوگا کہ سورج کو آسمان سے گرا دیا جائے گا، (اُلْقِيَتْ وَرُمِيَتْ عَنِ الْفَلَكِ)۔ اسکے علاوہ ایک تیسرا قول بھی حضرت عمر سے مروی ہے کہ یہ لفظ فارسی زبان سے ماخوذ ہے جس کے معنی کور، یعنی اندھے کے ہیں۔

سورج اور چاند کا خاتمہ

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن آفتاب و ماہتاب دونوں کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ (اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) [1]

بعض دیگر روایات میں مذکور ہے کہ چاند اور سورج کو پیر کٹے ہوئے بیلوں کی طرح ''معذور'' بنا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ثَوْرَانِ عَقِيْرَانِ فِي النَّارِ) [2]

ایک اور حدیث کچھ اضافے کے ساتھ اس طرح آئی ہے کہ چاند اور سورج کو پیر کٹے ہوئے بیلوں کی طرح دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، پھر اگر اللہ نے چاہا تو ان دونوں کو باہر نکالے گا ورنہ اسی طرح رہنے دے گا۔ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ عَقِيْرَانِ فِي النَّارِ اِنْ شَاءَ اَخْرَجَهُمَا وَاِنْ شَاءَ تَرَكَهُمَا۔ [3]

---

[1] صحیح البخاری، بَابُ صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ بِحُسْبَانٍ، رقم الحدیث: ۳۲۰۰۔ [2] مسند ابی یعلی الموصلی، رقم الحدیث: ۴۱۱۶۔ [3] مرقاۃ المفاتیح، بَابُ النَّفْخِ فِي الصُّوْرِ۔

Marfat.com

اس حدیث کو علامہ عبدالرؤف رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ان احادیث میں لفظ ''عَقِیْرَانِ'' عقیر کا تثنیہ ہے جو عقر سے ماخوذ ہے اور اس کے اصل معنی اونٹ یا بکری کے پیر تلوار سے کاٹ دینے کے ہیں۔

سوال مع الجواب

اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر چاند سورج کا قصور کیا ہے جنہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا؟ اور یہ سوال اٹھانے والے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو اس کا جواب امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح دیا ہے کہ اس سے مقصود چاند اور سورج کو عذاب دینا نہیں بلکہ یہ بات چاند سورج کی عبادت کرنے والوں کی سرزنش کی غرض سے ہے، تاکہ وہ جان لیں کہ ان اجرام کی عبادت کرنا ایک باطل حرکت تھی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے عطا بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ:

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ [1] اور آفتاب و ماہتاب کو اکٹھا کر دیا جائے گا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں کو یکجا کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

آسمان سے مینڈکوں کی بارش

۷ جون ۲۰۰۵ کو سربیا کے گاؤں ''اودزاسی'' میں یکایک آسمان سے مینڈکوں کی بارش ہونے لگی، ٹریفک رک گئی اور لوگ پناہ کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگنے لگے یہ منظر ان کے لئے بڑا دہشت ناک تھا، وہ سوچنے لگے کہ قیامت برپا ہونے والی ہے اور دنیا کا خاتمہ ہو رہا ہے، الیکسانڈر سپرک نامی دیہاتی نے ایک اخباری نامہ نگار کو بتایا: ''میں نے دیکھا اچانک آسمان سے چھوٹے چھوٹے مینڈک برسنے لگے، ان کی تعداد ہزاروں میں تھی''۔

ایک اور شخص کاجا جوانووک نے کہا:

''یہ عظیم بادل پتہ نہیں کہاں سے آنکلا اور اس کی شکل اور رنگ بہت مختلف تھے، ہم حیران تھے

---

[1] القیامۃ: ۹۔

Marfat.com

کہ یہ کیا شے ہے، اسی دوران میں اچانک آسمان سے چھوٹے چھوٹے مینڈک گرنے لگے، میں نے سوچا ہو سکتا ہے کوئی طیارہ بڑی تعداد میں مینڈک لئے جا رہا ہو اور وہ فضا میں پھٹ گیا ہو"۔

لیکن ماہر موسمیات سلاویسا اگنجاٹوک نے بتایا کہ:

اس واقعے کی سائنسی توجیہ ممکن ہے، دراصل ہوا کے طاقتور بگولے نے کسی جھیل، سمندر یا کسی اور ذخیرۂ آب سے پانی کے ساتھ ہی مینڈک اٹھائے اور اسی کی فضا میں لا کر بارش کی صورت میں برسا دیئے، یہ ایک مسلمہ سائنسی مظہر ہے۔[1]

جو بھی صورت ہو، اس سے قرآن مجید کی سچائی کا ایک اور ثبوت فراہم ہوتا ہے، سورۂ اعراف میں قومِ فرعون پر مینڈکوں کی بارش کی صورت میں عذابِ الٰہی کا ذکر ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ[2]

ہم نے ان طوفان، ٹڈی دل، سُرسُری، مینڈکوں اور خون (کی صورت میں پے در پے عذاب) بھیجے، یہ سب نشانیاں الگ الگ (دکھائیں) مگر وہ سرکشی کرتے چلے گئے، اور وہ لوگ (بڑے پکے) مجرم تھے۔

چند بڑے تاروں کا تذکرہ

خالقِ کائنات کی کتنی عظیم الشان قوت اور عظمت ہوگی جس نے سورج سے کئی گنا بڑے تاروں کی تخلیق کی، آپ یہ دیکھ کر تعجب کریں گے کہ ان تاروں کی جسامت اور فاصلوں کے اعداد ہمارے لئے سوائے حیرت کے کچھ نہیں:

۱۔ "ایچی نا": سورج سے ۸ گنا بڑا اور تین ہزار تین سو گنا سورج ہے، اس کا قطر ۷۰ لاکھ میل یا ایک کروڑ ۱۴ لاکھ کلومیٹر ہے۔

---

[1] نوائے وقت، ۸ جون ۲۰۰۵ء۔ [2] الاعراف: ۱۳۳۔

Marfat.com

۲۔ ''آرکٹیورس'': یہ سورج سے ۲۵ گنا بڑا ہے، اس کا قطر تقریباً دو کروڑ میل یا تین کروڑ ۲۰ لاکھ کلومیٹر سے زائد ہے۔

۳۔ ''ریگل'': یہ سورج سے ۳۰ گنا بڑا ہے، اس کا قطر ۲ کروڑ ۶۰ لاکھ میل یا ۴ کروڑ ۱۶ لاکھ کلومیٹر ہے۔

۴۔ ''الڈی باراں'': اس کا قطر تقریباً تین کروڑ ۲۷ لاکھ میل، یہ سورج سے ۴۳ گنا بڑا ہے۔

۵۔ ''شیاٹ'': اس کا قطر ۸ کروڑ ۶۵ لاکھ میل ہے، اس کو اگر سورج کے مقام پر رکھ دیا جائے تو زہرہ سیارہ اس کے دائرے کے اندر آجائے گا۔

۶۔ ''کینوپس'': اس کا قطر ۱۷ کروڑ ۳۰ لاکھ میل ہے، یہ سورج سے ۲۰۰ گنا بڑا ہے۔

۷۔ ''میرا سیٹی، یا، کیٹی'': یہ سورج سے ۳۰۰ گنا بڑا ہے اور اس کا قطر ۲۶ کروڑ میل یا ۴۱ کروڑ ۶۰ لاکھ کلومیٹر ہے۔

۸۔ ''ہرکیولس'': مجموعہ ستارگان میں ایک تارہ ہے جس کا قطر ۳۴ کروڑ ۶۰ لاکھ میل یا ۵۵ کروڑ ۳۶ لاکھ کلومیٹر ہے اور سورج سے ۴۰۰ گنا بڑا ہے۔

۹۔ ''انٹارس'': یہ سورج سے ۴۳۰ گنا بڑا ہے اور ۵ ہزار گنا زائد چمک رکھتا ہے، اس کا قطر ۳۷ کروڑ ۲۰ لاکھ میل یا ۵۹ کروڑ ۵۲ لاکھ کلومیٹر ہے۔

سیاروں کے بارے میں مختصر تفصیل

اب ہم چند سیاروں کے مختلف حالات کی تحقیقات پیش کریں گے:

پہلا سیارہ عطارد: سورج سے بہت قریب ہے، اس کا فاصلہ سورج سے تین کروڑ ۶۰ لاکھ میل یا ۵ کروڑ ۷۶ لاکھ کلومیٹر ہے، اس کا قطر ۳۰۱۰ میل یا ۴۸۱۶ کلومیٹر ہے، وہ ۸۸ دنوں میں سورج کے اطراف گردش کرتا ہے یعنی اس کا ایک سال ہمارے ۸۸ دنوں کا ہوتا ہے، اس کا وزن ۳ کے بعد ۲۰ صفر ٹن ہے۔

دوسرا سیارہ زہرا: سورج سے چھ کروڑ ۲۷ لاکھ میل یا ۱۰ کروڑ ۵۷ لاکھ ہزار کلومیٹر دور ہے، اس کا قطر ۷۶۱۰ میل یا ۱۲۱۷۶ کلومیٹر ہے، ۲۲۵ دنوں میں وہ سورج کے اطراف گردش کرتا ہے، اس کا وزن ۵ کے بعد ۲۱ صفر ٹن ہے۔

Marfat.com

تیسرا سیارہ زمین: زہرہ کے بعد زمین واقع ہے، جو کہ تیسرا سیارہ ہے، اس کا سورج سے فاصلہ نو (۹) کروڑ میل ہے۔

چوتھا سیارہ مریخ: سورج سے ۱۴ کروڑ ۱۵ لاکھ ۴۰ ہزار میل یا ۲۲ کروڑ ۶۴ لاکھ ۶۴ ہزار کلومیٹر دور واقع ہے، اس کا قطر ۴۱۵۰ میل یا ۶۶۴۰ کلومیٹر ہے، وہ سورج کے اطراف ۶۸۷ دنوں میں گردش کرتا ہے، یعنی اس کا ایک سال ہمارے ۶۸۷ دنوں کا ہوتا ہے، اس کا وزن تقریباً ۷ کے بعد ۲۰ صفرٹن ہے، مریخ میں زندگی کی موجودگی کا شبہ کیا جاتا ہے، اگر زندگی پائی بھی جائے تو وہ حشرات الارض پر مشتمل ہو سکتی ہے، اشرف المخلوقات کی حد تک ناممکن، حالیہ تحقیقات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مریخ میں انسانی زندگی کے مماثل کوئی آثار نہیں ہیں۔

پانچواں سیارہ مشتری: ایک بڑا سیارہ ہے، وہ سورج سے ۷۷ کروڑ ۲ ۳ لاکھ ۸۰ ہزار کلومیٹر دور ہے، اس کا قطر ۸۶ ہزار ۷ سو میل یا ایک لاکھ ۳۸ ہزار سات سو کلومیٹر ہے، وہ سورج کے گرد ۱۲ سال میں گردش کرتا ہے، یعنی اس کا ایک سال ہمارے ۱۲ سال کے برابر ہوتا ہے۔

مشتری زمین سے ۳۱۷ گنا بڑا ہے، اس میں جو مادہ پایا جاتا ہے وہ تمام سیاروں کے مادے سے بھی زیادہ یا دگنا ہے، اس کو اگر خول سمجھ لیا جائے تو اس میں ایک ہزار سے زائد کرۂ ارض سما سکتے ہیں، اس کا وزن دو کے بعد ۲۴ صفرٹن ہے، مشتری اور مریخ کے درمیان تقریباً ۵ سو سے زیادہ سیارے پائے جاتے ہیں، جن میں سے بڑے کا قطر ۷۰۰ کلومیٹر ہے، باقی سب چھوٹے ہیں۔

چھٹا سیارہ زحل: سورج سے ۸۸ کروڑ ۱۶ لاکھ میل یا ایک ارب ۴۱ کروڑ ۷ لاکھ ۶۰ ہزار کلومیٹر دور ہے۔ اس کا قطر ۷۵۵۰۰ میل یا ایک لاکھ ۲۰ ہزار ۸ سو کلومیٹر ہے، اس کا وزن ٦ کے بعد ۲۳ صفرٹن ہے۔

ساتواں سیارہ یورینس: سورج سے ایک ارب ۷۸ کروڑ ۷ ۲ لاکھ میل یا دو ارب ۸۵ کروڑ ۲۳ لاکھ ۲۰ ہزار کلومیٹر دور واقع ہے، اس کا قطر ۳۰۶۰۰ میل یا ۴۸ ہزار ۹ سو ساٹھ کلومیٹر ہے اور اس کا ایک سال ہمارے ۹۴ سال کے برابر ہوتا ہے اس کا وزن ۹ کے بعد ۲۲ صفرٹن ہے۔

Marfat.com

آٹھواں سیارہ نپ چیون: کا فاصلہ دو ارب ۸۰ کروڑ میل یا ۴ ارب ۴۸ کروڑ کلومیٹر ہے، اس کا قطر ۲۷۱۰۰۰ میل یا ۴۳ ہزار تین سو ساٹھ کلومیٹر ہے، اور یہ سورج کے اطراف ۱۶۵ سالوں میں گردش کرتا ہے، اس کا وزن ایک کے بعد ۲۳ صفرٹن ہے۔

نواں اور آخری سیارہ پلوٹو: کا فاصلہ سورج سے تقریباً ۳ ارب ۶۷ کرور میل یا ۵ ارب ۸۷ کروڑ ۲۰ لاکھ کلومیٹر ہے اور اس کا قطر ۳۷۰۰ میل ۵۹۳۰ کلومیٹر ہے، اس کا ایک سال ہمارے ۲۵۰ سالوں کے برابر ہوتا ہے، اس کا وزن تقریباً ۶ کے بعد ۲۰ صفرٹن ہے۔

سیاروں کے فاصلے اور وزن کو آسانی سے سمجھنے کے لئے درج ذیل نقشہ ملاحظہ فرمائیں

نام	سورج سے فاصلہ میلوں اور کلومیٹروں میں	قطر میلوں اور کلومیٹروں میں	وزن
عطارد	۳۶۰۰۰۰۰۰ میل، ۵۷۶۰۰۰۰۰ کلومیٹر	۳۰۱۰ میل، ۴۸۱۶ کلومیٹر	۳ کے بعد ۲۰ صفرٹن
زہرہ	۱۰۷۵۲۰۰۰۰،۶۷۲۰۰۰۰۰	۱۲۱۷۶،۷۶۱۰	۵ کے بعد ۲۱ صفرٹن
زمین	۱۴۸۸۲۵۲۰۰،۹۳۰۹۷۰۰۰	۱۲۶۷۰،۷۹۱۸	۶ کے بعد ۲۱ صفرٹن
مریخ	۲۲۶۴۶۴۰۰۰,۱۴۱۵۴۰۰۰۰	۶۶۴۰،۴۱۵۰	۷ کے بعد ۲۰ صفرٹن
مشتری	۷۷۳۲۸۰۰۰۰،۴۸۳۳۰۰۰۰۰	۱۳۸۷۲۰،۸۶۷۰۰	۲ کے بعد ۲۴ صفرٹن
زحل	۱۴۱۷۷۶۰۰۰۰،۸۸۶۱۰۰۰۰۰	۱۲۰۸۰۰،۷۵۵۰۰	۶ کے بعد ۲۳ صفرٹن
یورینس	۲۷۵۲۳۲۰۰۰۰،۱۷۸۲۷۰۰۰۰۰	۴۸۹۶۰،۳۰۶۰۰	۹ کے بعد ۲۲ صفرٹن
نپ چون	۴۴۸۰۰۰۰۰۰۰،۲۸۰۰۰۰۰۰۰۰	۴۳۳۶۰،۲۷۱۰۰۰	۱ کے بعد ۲۳ صفرٹن
پلوٹو	۵۸۷۲۰۰۰۰۰۰۰،۳۶۷۰۰۰۰۰۰۰	۵۹۳۰،۳۷۰۰	۶ کے بعد ۲۰ صفرٹن
سورج		۱۳۸۴۰۰۰،۸۶۴۰۰۰	۲ کے بعد ۲۷ صفرٹن

Marfat.com

فائدہ

مشہور زمانہ محدث، مفسر اور مؤرخ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل حیدث ذکر کی ہے، اس حدیث میں ہے کہ:

فَاَمَّا سَائِرُ الْكَوَاكِبِ فَمُعَلَّقَاتٌ مِّنَ السَّمَاءِ كَتَعْلِيقِ الْقَنَادِيلِ مِنَ الْمَسَاجِدِ

سارے ستارے آسمان کے نیچے فضاء میں یوں معلق ہیں جیسے فانوس مسجد کی چھت سے۔

فائدہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اِنَّ النُّجُوْمَ قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ بِسَلَاسِلَ مِنْ نُوْرٍ بِاَيْدِيْ مَلَائِكَةٍ [1]

ستارے لٹکے ہوئے فانوس ہیں نور کی زنجیروں کے ساتھ جنہیں فرشتے تھامے ہوئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے واضح ہوا کہ:

۱۔ ستارے آسمان سے نیچے کھلی فضاء میں ہیں۔

۲۔ قدیم فلاسفہ کی اس رائے کی تردید ہوئی کہ ستارے آسمان میں جڑے ہوئے ہیں۔

۳۔ ستارے نورانی زنجیروں کے ذریعے فضاء میں معلق ہیں، سائنسدانوں کے نزدیک نور کی زنجیروں کی تعبیر کشش کے نام سے ہوتی ہے۔

۴۔ نورانی زنجیر اور کشش ثقل ایک چیز کی دو تعبیریں ہیں، اوّل پیغمبرانہ تعبیر، دوم فلسفی تعبیر، اسی طرح سائنس اور قرآن کا ایک بڑے اہم قانون (ثبوت کشش) پر اتفاق ہوا، آپ غور کریں، ستارے جس طاقتور قوت جاذبیت کے ذریعے باہم مربوط ہیں وہ نورانی زنجیر نہیں تو اور کیا ہے، پیغمبرانہ لب و لہجے میں کشش کے لئے نورانی زنجیر سے بہتر کوئی تعبیر ممکن نہیں۔

---

[1] روح المعانی، ج:۳۰، ص:۵۰۔

Marfat.com

قدرت کا کرشمہ

پرندوں میں پیغام بر کبوتر تاریخی وافسانوی حیثیت کے علاوہ سائنسی لحاظ سے بھی اہم ہیں، یہ خاص کبوتر اس مقصد کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں کیونکہ ان کی بینائی بہت تیز ہوتی ہے اور منزل مقصود کے نشانات کو یہ بہت جلد سمجھ لیتے ہیں، اور یاد بھی رکھتے ہیں، قدرت کا کرشمہ ''مَا یُمۡسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحۡمٰنُ'' [1] اللہ تبارک وتعالیٰ کی نگرانی، حفاظت اور رہنمائی کا نظارہ انسان کو اس وقت دیکھنے کو ملتا ہے جب ان کبوتروں کی پرواز بہت اونچی ہو جاتی ہے اور نشانات سب نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں تب وہ سورج کی شعاعوں کی مدد سے طریق سفر منتخب کرتے اور اپنے راستوں کو یاد رکھتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ ہی یہ صلاحیت عطا فرماتا ہے کہ اس بات کا اندازہ کر سکیں کہ سورج کی شعاعیں اس وقت کہاں ہیں اور سفر کے اختتام پر یہ شعاعیں کہاں پائی جائیں گی، ان کی جسمانی ساخت ایسی بنائی گئی ہے کہ سورج کی گھڑی سے وہ وقت کا صحیح اندازہ نکالتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے ایک بحری سیاح اپنی منزل کے تعین کے لئے سورج کا استعمال کرتا ہے۔

ان کبوتروں کے علاوہ ایسے پرندے بھی ہیں جو دن کے بجائے رات کو سفر کرتے ہیں اور اپنا راستہ سورج کے بجائے چاند تاروں کی مدد سے متعین کرتے ہیں اور ہزار ہا میل کا سفر متعین وقت میں متعین پروگرام کے تحت عمل میں آتا ہے، جو یقیناً اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور حفاظت کے بغیر ناممکن ہے۔

سیاح پرندے

ہر سال موسم خزاں کے شروع ہوتے ہی چالیس لاکھ سمندری پرندے شمالی یورپ کے ساحل پر ایک ایسی سیاحت کے لئے اکٹھے ہوجاتے ہیں جو سیاحت کی تاریخ میں عجوبے سے کم نہیں۔

ان سیاح پرندوں کا سفر سائبریا، شمالی امریکہ اور یورپ سے شروع ہوکر انٹارٹکا کے کنارے تک یعنی قطب جنوبی سے قطب شمالی تک ۲۴ گھنٹہ روزانہ کی پرواز کے حساب سے آٹھ مہینے میں پورا ہوتا ہے، فاصلہ تقریباً ۲۵ ہزار کلو میٹر ہے۔

---

[1] الملک:۱۹۔

Marfat.com

روح اور فرشتوں کی رفتار

تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ [1]

ملائکہ اور روحیں اس کے حضور چڑھ جاتے ہیں ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

یہ آیت فرشتوں اور روحوں کی رفتار کا اظہار کرتی ہے کہ وہ اپنی تیز ترین رفتار کے سبب اس فاصلے کو ایک دن میں طے کرتے ہیں، جس کا شمار دنیا کے پیمانے سے پچاس ہزار سالوں پر محیط ہے، موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق اگر کسی چیز کی رفتار تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ سے بڑھ جائے تو وہ نظر سے اوجھل ہو جائے گی حالانکہ وہ سامنے سے گزرے گی، اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فرشتے اور روح کے متحرک ہونے کی رفتار اتنی زیادہ ہے کہ وہ موجود ہونے کے باوجود نظر نہیں آتے۔

جدید سائنس اسلام کی دہلیز پر

ایک وقت تھا کہ جب دنیا تخت سلیمانی کے اڑنے کو نہیں سمجھ سکتی تھی، آج ہوائی جہاز کی اڑان نے تخت سلیمانی کے اڑنے کو اچھی طرح سمجھا دیا، ایک وقت تھا کہ جب ابابیلوں کی کنکریاں جو ہاتھیوں کو بھوسا بنا کر رکھ دینے والی تھیں، وہ انسان کو حیران کر دیتی تھیں کہ کنکریوں میں کہاں اتنی طاقت کہ ہاتھی کو مار سکیں، آج رائفل کی گولی نے بات صاف کر دی کہ کس طرح رائفل کی گولی سے اتنا بڑا ہاتھی مر جاتا ہے، پروردگار عالم کی طرف سے ابابیل جب کنکریاں پھینکتے تھے تو وہ بھی گولی بن کر پڑتی تھیں۔

یہودیوں میں جانوروں کا ذبیحہ

مسلمانوں کے علاوہ یہود ایک ایسی قوم ہے جو اپنی الہامی کتب پر پوری طرح ایمان رکھتی ہے اور حلال و حرام کی ہدایات پر پوری طرح عمل کرتی ہے، اگرچہ توریت پر عیسائی بھی ایمان رکھتے ہیں لیکن وہ حرام چیزوں

---

[1] المعارج: ۴:۷۰۔

Marfat.com

کو کھاتے ہیں، حالانکہ پولوس رسول اور سینٹ پال نے حرام جانوروں کی مفصل فہرست مرتب کی تھی مگر عیسائیوں میں اس عملی زندگی میں کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے، یہودی جانور کو اسی طرح ذبح کرتے ہیں جس طرح اسلام میں کیا جاتا ہے۔

قابل خوراک جانوروں کو توریت مقدس کی تعلیمات کی روشنی میں ذبح کرنے کے لئے مذبحوں پر یہ شرائط عائد ہوتی ہیں:

(۱) جانور چوپایہ ہو، اس کے کھر پھٹے ہوں، وہ جگالی کرتا ہو۔

(۲) جانور حرام جانوروں کی فہرست میں شامل نہ ہو جو توریت کے ابواب گنتی، استثناء احبار، پیدائش اور خروج میں مذکور ہے۔

(۳) پرندوں کی فہرست، حرام میں شامل نہ ہو۔

(۴) ذبح کرنے والا عالم دین ہو اور اس نے ذبح کرنے کی باقاعدہ تربیت حاصل کی ہو، ایسے عالم کو sohet کہتے ہیں۔

(۵) ذبح کرنے والی چھری کی دھار استرے کی مانند تیز ہو اور اس پر دندانے نہ ہوں۔

(۶) جانور کو لٹا کر سر سے نیچے گردن پر چھری ایک مرتبہ ایک ہی سمت چلائی جائے، اس عمل میں نہ تو زیادہ زور لگایا جائے اور نہ چھری کو بار بار چلایا جائے، اگر جانور کی رگیں ایک ہی حرکت سے نہ کٹ سکیں تو گوشت حرام ہو جائے گا۔

(۷) ذبح کرنے والا اپنے عمل کے دوران خصوصی دعا کے کلمات عبرانی زبان میں ادا کرے۔

(۸) ذبح کرنے کے بعد جانور کو نمک لگایا جائے تاکہ جسم سے سارا خون باہر نکل جائے۔

(۹) جانور کا ذبح کرنے کے بعد معائنہ کر کے دیکھا جائے کہ وہ صحیح طریقہ سے ذبح کیا گیا ہے اور اس کے ٹانگ کے ساتھ ایک سرٹیفکیٹ لگایا جائے جس پر عبرانی زبان میں لفظ (کھانے کے لئے پاس کر

Marfat.com

دیا گیا) کے علاوہ ڈرائنگ کی شکل میں ایک مارکہ اور ذبح کرنے والے کا نام، تاریخ اور جگہ مرقوم ہوتی ہے۔

۱۰۔ اس پاک گوشت کی پچھلی ٹانگوں سے (Schiatic Nerve) کھینچ کر نکال دی جائے کہ وہ حرام ہے۔

۱۱۔ ایسے پاک گوشت کو ان برتنوں میں نہ پکایا جائے جن میں کبھی کوئی حرام چیز پکی ہو یا گوشت پکانے میں دودھ شامل نہ کیا جائے۔

لندن کے علاوہ ایسٹ اینڈ میں بداللہ نامی یہودی قصاب کا بڑا وسیع کاروبار تھا، یہودی کے علاوہ مسلمان بھی اسی سے گوشت لیتے تھے، ایک مرتبہ اس کی دکان سے مرغی خریدی گئی تو اس کی ٹانگ کے ساتھ ذبیحہ کی اچھائی اور ذبح کرنے والے کی تصدیق کا فیتہ بھی منسلک تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں دینِ اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور قرآن جیسی مقدس کتاب پر عمل کرنے اور آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

قَدْ تَمَّ الْمُجَلَّدُ الثَّالِثُ. فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ

اَسْاَلُ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَنْ يُّوَفِّقَنِىْ

لِاِكْمَالِ الْمُجَلَّدَةِ الْبَاقِيَةِ عَلٰى

مَا يُحِبُّ وَيَرْضَا فَاِنَّهٗ تَعَالٰى

سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُجِيْبُ الدَّعْوَاتِ

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

Marfat.com

حضرت اقدس مولانا کریم بخش صاحب کی دیگر کتب

تفسیر ھٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ (جلد اول)

تفسیر ھٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ قرآن مجید کی عام فہم اور آسان تفسیر ہے جس کی ابتداء میں تفسیر بالرّائے سے اجتناب وغیرہ جیسے اہم اصولِ تفسیر کے اضافہ کے ساتھ قرآنی حقائق و دلائل اور عجائباتِ قرآنی کو احسن اور بڑے سلیس انداز سے بیان کیا گیا ہے، الغرض تفسیرِ قرآن سے متعلقہ ضروری علوم کا کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے

خلاصۃُ القرآن (تراویح کے بعد کے دروس القرآن)

خلاصۃ القرآن حضرت اقدس مولانا کریم بخش صاحب مدظلہٗ کے تراویح کے بعد کے دروسِ قرآن کا مجموعہ ہے، علماء، طلباء، عوام اور ائمہ مساجد کے لئے انتہائی مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ پیغام کو مختصر طور پر سمجھنے کے لئے بے مثال ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات وواقعات

یہ کتاب بھی دورِ حاضر کی ایک عظیم تصنیف ہے، جو سیدنا ابراہیم خلیل اللہؑ کے "خاندانی حالات، صفاتِ ابراہیمی، اوّلیاتِ ابراہیمی، معجزاتِ ابراہیمی، بُت پرستی و کواکب پرستی کی تردید، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا سفرِ ہجرت، ذبحِ اسماعیل علیہ السلام اور جذبہ ابراہیمی تاریخ و بنائے بیت اللہ، عشرہ ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل و مسائل" جیسے معلومات افزاء مضامین پر مشتمل ایک اہم تصنیف ہے

مسنون زندگی

سلام اور مصافحہ کے آداب وسنن، اندازِ گفتگو اور وعظ و نصیحت کا مسنون طریقہ، نکاح، ولیمہ، اور تربیتِ اولاد کے آداب وسنن، میاں بیوی کے حقوق، ان کے تنازعات کی وجوہات اور اُن کا حل، کھانے پینے، سونے جاگنے، لباس اور وضع قطع کے متعلق مسنون آداب، بیماری، عیادت اور موت کے وقت اور بعد کے مسنون اعمال، اصلاحِ معاشرہ اور گھریلو معاملات کے رہنما اصول سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی میں سہل اور سلیس انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔

خطباتِ کریم (جلد اول)

خطباتِ کریم جلد اول میں "اللہ تعالیٰ کی شفقت ومحبت، انسانیت کے رہبر حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حلیہ مبارک، خاندانِ نبوت اور اس کی محبت کے تقاضے، معجزات رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، فضائل مدینہ منورہ، شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، تاریخ

Marfat.com

فقہاء ومحدثین، والدین کی ذمہ داری، ظالموں اور ظلم کا انجام‘‘ جیسے عام فہم اور اصلاحی مضامین پر مشتمل ہے جو ہر شخص کی اصلاح کے لئے انتہائی مفید ہیں۔

خطباتِ کریم (جلد ثانی)

خطباتِ کریم جلد دوم میں شب برأت سے لے کر شب قدر تک‘‘ حضرت مدظلہ کے بیانات کا حسین مجموعہ ہے، جس میں درج ذیل مضامین ہیں: ’’شبِ برأت کی حقیقت، استقبالِ رمضان، فضیلت وعظمتِ رمضان، پیغامِ رمضان (اُمتِ مسلمہ کے نام)، نیکیوں کا موسمِ بہار، جنت اور جہنم، گناہوں سے توبہ کریں، حقیقتِ تقویٰ، لوگوں سے حسنِ سلوک، قرآنِ کریم کی برکت، عظمت اور تاثیر، شبِ قدر کی برکات اور اس کے حصول کا طریقہ، رمضان المبارک کے اہم مسائل، صیام الدھر (شوال کے چھ روزے)۔

مواعظِ جمعہ (جلد اول)

جامعہ عمرؓ بن الخطاب، ملتان کی جامع مسجد میں حضرت مدظلہ کے بیان کردہ خطبات کا مجموعہ۔ یہ جلد ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات، صاحبزادوں، صاحبزادیوں اور نواسوں، نواسیوں کی پاکیزہ سیرت وکردار‘‘ کے ذکر کا حسین گلدستہ ہے۔ نیز ’’واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر‘‘ اس میں مختلف وجوہ سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔

مواعظِ جمعہ (جلد ثانی)

اس جلد میں معاشرے کے سُلگتے ہوئے مسائل کا حل انتہائی سہل وعام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں محرم الحرام کے فضائل واحکام، نوحہ کی ممانعت، اظہارِ غم کا مسنون طریقہ، مسائل زیارتِ قبور، اسلام میں نحوست کا تصور، توہم پرستی سے اِجتناب اور مشورہ واستخارہ کی اہمیت جیسے موضوعات پر مشتمل یہ جلد ایک عظیم شاہکار ہے۔

مواعظِ جمعہ (جلد ثالث)

یہ جلد ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شمائل وخصائل، اخلاق وعادات، عفو وکرم، قدرت الٰہی کے مظاہر، درود شریف کے فضائل، اذان کے فضائل، مؤذنین کا مقام ومرتبہ، اور دعوت وتبلیغ کی اہمیت وضرورت، جیسے عظیم عنوانات پر مشتمل ایک حسین گلدستہ ہے۔

مواعظِ رمضان المبارک (جلد اول)

خطباتِ جمعہ از حضرت اقدس مدظلہ بموقع رمضان المبارک ۳۵۔ ۱۴۳۴ھ، جس میں ’’استقبالِ رمضان، فضائل

Marfat.com

رمضان، روزوں کی فرضیت کا مقصد، روزوں کی غرض وغایت، تزکیہ وطہارت، اصلاحِ ظاہر وباطن، رمضان اور ظہورِ رحمتِ الٰہی، رمضان اور توبہ، رمضان اور نزولِ قرآن، رمضان اور شب قدر، اور جمعۃ الوداع پر مشتمل دلنشین، فکر انگیز اور ایمان افروز واقعات، روح پرور بیانات، علمی، اخلاقی اور اصلاحی مضامین سے مُزیّن انتہائی سہل و عام فہم انداز میں جمع کئے گئے ہیں۔

مواعظِ رمضان المبارک (جلد ثانی)

رمضان المبارک ۳۵-۱۴۳۴ھ بعد نمازِ فجر کے دروسِ احادیث کا یہ مجموعہ معتکفین کے لئے نایاب تحفہ اور عوام وخواص سب کے لئے انتہائی مفید ہے، بالخصوص ائمہ مساجد کے لئے ایک نایاب تحفہ ہے۔

مواعظِ رمضان المبارک (جلد ثالث)

اس جلد میں روزہ کی حقیقت، نفسِ فرضیت، مختصر فضائل ومسائل، تراویح کی فضیلت اور بیس تراویح کی مدلل تحقیق، اعتکاف کے فضائل و مسائل اور معتکفین کے لئے مسنون اعمال، زکوٰۃ اور صدقہ فطر کے فضائل و مسائل مصارفِ زکوٰۃ کا بیان، عید الفطر کے فضائل واحکام اور صیامِ ماہِ شوال کے فضائل ومسائل کو جمع کیا گیا ہے۔

توضیح الترمذی شرح جامع الترمذی (جلد دوم)

درسِ نظامی کے درجہ عالیہ میں پڑھائی جانے والی کتب صحاحِ ستہ میں سے جامع ترمذی ایک اہم اور معتبر حدیث کی کتاب ہے، حضرت اقدس مولانا کریم بخش صاحب نے اس کی جلد دوم کی ایک بے حد مفید شرح لکھی ہے جو درج ذیل خصوصیات پر مشتمل ہے:

(۱) اعراب (۲) عام فہم سلیس ترجمہ (۳) رُواۃِ حدیث کا مکمل تعارف (۴) مغلق عبارات کا آسان انداز میں حل (۵) عام فہم انداز میں حدیث کی تشریح (۶) مذاہبِ فقہاءِ کرام (۷) مفتی بہا اقوال کی تعیین۔

تسہیل النحو (جدید اضافہ شدہ ایڈیشن)

علومِ آلیہ میں جو اہمیت علمِ نحو کو حاصل ہے وہ اہلِ علم پر مخفی نہیں، اس اہمیت کے پیشِ نظر حضرت اقدس مولانا کریم بخش صاحب مہتمم جامعہ عمرؓ بن الخطاب ملتان، نے علومِ عربیہ کے طلبا کیلئے "نحو میر" کا اُردو زبان میں سلیس ترجمہ کیا ہے، اس کے بعد قرآن وحدیث اور متقدمین کی کتابوں سے تمارین جمع کی ہیں، ابتدائی طلبا کے لئے بہت نافع ہے۔

رابطہ نمبر: 061.6775251,0306.7332451

Marfat.com

المعروف جواہر قرآنیہ

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ (القرآن)

اَلْيَوَاقِيْتُ الْحِسَانُ فِيْ عُلُوْمِ الْقُرْآنِ

١٤٢٩ھ

علومِ قرآنیہ کا نایاب تحفہ

١٤٣٩ھ

جلد سوم

حضرت مولانا کریم بخش صاحب مدظلہ
مدرس جامعہ عمر بن الخطاب ملتان

مکتبہ عمر بن الخطاب
چوک شاہ رکن عالم کالونی ملتان موبائل: 0301-7574977

Marfat.com